# تاریخ اسلام میں عائشہ کا کردار

مؤلف سید مرتضی حسن عسکری

جلد 1 تا 3



فہرستِ مضامین

# جلد اول ..... 15

# جلد دوم ........................................ 149

# جلد اول

8

## مولف کتاب پر ایک اجمالی نظر

مولف کتاب علامہ سید مرتضی عسکری جمادی الثانی 1333ھ (مطابق 1914 ئ) میں شہر سامر اعراق میں پیدا ہوئے، اپ کے والد سید محمد اسماعیل جو عالم دین اور ایۃ اللہ مرزا محمد شریف تہرانی عسکری کے داماد تھے ایران کے شہر ساوہ سے ہجرت کر کے سامرا میں مقیم ہو گئے تھے_

بچپن ہی میں علامہ سید مرتضی عسکری کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا تھا_ اپ نے دس سال کی عمر میں دروس حوزہی کا اغاز کیا، 1350ھ میں قم تشریف لائے اور یہاں درس کا سلسلہ شروع کیا اور اپنے کچھ ساتھیوں سے صلاح و مشورہ کے بعد تفسیر و علوم قران احادیث غیر فقہی اور کلامی کتابوں کے تدریس کی تحریک چلائی مگر اس میں ناکامی کی وجہ سے دل برداشتہ ہو کر 1353ھ میں دوبارہ سامرا واپس چلے گئے_

جب ایۃ اللہ بروجردی کی مرجعیت کا اغاز ہوا تو اپنی دیرینہ خواہش کو عملی جامہ پہنانے کے لئے دوبارہ قم تشریف لائے_ مگر اس وقت کے سیاسی حالات نے پھر عراق جانے پر مجبور کیا مگر اس بار اپ نے شہر بغداد کا انتخاب کیا اور چونکہ ایۃ اللہ حکیم کی پوری پشت پناہی حاصل تھی لہذا عراق کے مختلف شہروں میں شیعوں کے لئے ہاسپٹل، لون دینے کے ادارے اور کتب خانے بنوائے، بغداد میں بہت بڑا ہاسپٹل اور اصول دین کالج قائم کئے_

علمی اور رفاہی فعالتیوں کے ساتھ ساتھ اپ کی سیاسی فعالیت بھی بہت زیادہ تھی چنانچہ حکومت وقت کا مقابلہ کرنے کی خاطر علماء کی کمیٹی بنام " جماعۃ علماء بغداد الکاظمیہ " کی راہنمائی کرتے تھے_

9

اسی وجہ سے 1968ھ میں بعثی حکومت نے گرفتار کرنا چاہا مگر اپ مخفی طور سے بیروت چلے گئے، اپ کے اساتیذ میں ایۃ اللہ اقا میرزا حبیب اللہ اشتہاردی اور امام خمینی قابل ذکر ہیں_ اپ کے علمی فیوض کا سلسلہ اب بھی جاری ہے خدا اپ کو طول عمر عنایت فرمائے_ امین

### تالیفات

1_ احادیث ام المومنین عائشہ 4ج

2_ خمسون ومئۃ صحابی مختلق 3ج

3_ عبد اللہ بن سبار اساطیر اخری 2ج

4_ معالم المستدر ستین 3ج

5_ القران الکریم وروایات المدر ستین 3ج

6_ عقائد الاسلام من القران الکریم 3ج

7_ قیام الائمۃ باحیاء الدین 14ج

8_ دور الائمہ فی احیاء السنۃ

9_ مقدمہ " مراۃ العقول فی شرح اخبار ال الرسول 2ج

10_ مع ابی الفتوح التلیدی فی کتابہ " الانوار الباھرۃ"

11_ مع الدکتور الوردی فی کتابہ " وعاظ السلاطین "

12_ اراء واصداء حول عبد اللہ بن سباوروایات یسف بن عمر

13_ طب الرضاوطب الصادق

14_ مصطلحات اسلامیہ

15_ علی مائدۃ الکتاب والسنۃ_ یہ کتاب درج ذیل 19 رسالوں کا مجموعہ ہے_ السجدۃ علی التربتہ، البکاء علی المیت ( اس کا اردو ترجمہ مولانا سید علی اختر صاحب طاب ثراہ نے کیا تھا جو شائع ہو چکا ہے ) زیارۃ قبور الانبیاء والائمہ والصلحاء، التوسل بالنبی والتبرک باثارہ، الصلاۃ علی محمد والہ،یکون لھذہ الامۃ اثنا عشر قیماً، عدالۃ

الصحابۃ، عصمۃ الانبیاء، البناء علی قبور الانبیاء والاولیاء، الشفاعۃ، البداء، الجبر والتفویض والقضاء والقدر، صلاۃ ابی بکر، المتعۃ او الزواج الموقت، حدیث الکساء من طرق الفریقین، تعلیم الصلاۃ، المصحف فی روایات الفریقین، صفات اللہ جل جلالہ فی روایات الفریقین، ایۃ التطہیر فی مصادر الفریقین، ان میں کے اکثر رسالوں کے مولف نے فارسی کا بھی ملبوس دیا ہے_ فارسی میں ادیان اسمانی ومسئلہ تحریف اور نقش ائمہ در احیاء دین تحریر کی ہیں_

## کتاب حاضر

زیر نظر کتاب " احادیث ام المومنین عائشہ " کا ترجمہ ہے_ یہ کتاب چار جلدوں پر مشتمل ہے شروع کی تین جلدیں حضرت عائشہ کے حیات وکارنامے سے متعلق ہیں اور چوتھی جلد ان سے مروی احادیث سے متعلق ہے جس کا اردو ترجمہ مولانا سید محمد باقر صاحب مرحوم سابق مدیر اصلاح کھجوا بہار نے کیا تھا اور وہ اسی ادارے سے شائع ہوئی تھی_

علامی مرتضی عسکری نے اس کتاب میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ بہت ساری احادیث پیغمبر (ص) میں تناقض ہے اور ان میں کی بعض حدیثیں قرانی مفاہیم سے مطابقت نہیں رکھتی ہیں بلکہ ایسی بھی حدیثیں ہیں جو عقل و منطق سے بہت دور ہیں کہ انہی سے دشمنان اسلام سوء استفادہ کرتے ہیں_

مولف نے اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ دور یزید تک کی صحیح تاریخ اسلام کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ حضرت عائشہ کی روایتوں اور حدیثوں کی پوری چھان بین کی جائے کیونکہ صدر اسلام میں رونما ہونے والے حوادث میں انہوں نے کلیدی رول ادا کیا ہے، اسی وجہ سے ان کی حدیثوں پر تحقیق کرنے سے پہلے مولف نے ان کے حالات تحریر کئے ہیں تاکہ اس روشنی میں ان کی حدیثوں پر ایک نظر کی جائے کیونکہ ان کی سیرت عام ازواج سے مختلف نہیں ہے_

نیز مولف نے بڑے ٹھوس دلائل سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عثمان کے قاتل حضرت عائشہ ہیں کیونکہ خلیفہ اول ودوم کی طرح حضرت عثمان کی بھی انہوں نے تائید کی مگر بعض وجوہات کی بناء پر ان سے روٹھ گئیں اور لوگوں کو ان کے خلاف ورغلانے لگیں یہاں تک کہ ان کے قتل کا حکم دے دیا_



حضرت عثمان کے قتل کے بعد وہ حضرت علی (ع) کی مخالفت پر اترائیں اور اس سلسلے میں کسی چیز سے دریغ نہیں کیا یہاں تک کہ نوبت جنگ جمل تک پہونچی اور اپ بہ نفس نفیس اس میں شریک ہوئیں، حضرت علی (ع) سے ان کا بغض اس حد تک پہونچ گیا تھا کہ جب شہادت حضرت علی (ع) کی خبر ان تک پہونچی تو وہ بولیں " اج عائشہ کی دیرینہ خواہش پوری ہوگئی"

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عائشہ کی حیات اور کارناموں سے متعلق اس سے جامع کتاب دیکھنے میں نہیں ائی، اسی وجہ سے مولانا سید علی اختر صاحب قبلہ گوپالپوری مترجم " الغدیر " نے اس کا ترجمہ شروع کیا مگر ابھی تیسری جلد کے ابتدائی چند صفحوں سے اگے ان کا ترجمہ نہیں پہونچا تھا کہ اجل نے مہلت نہیں دی اور چند دنوں کی علالت کے بعد اس دار فانی سے کوچ کر گئے خدا مرحوم کو جوار معصومین (ع) میں جگہ عنایت فرمائے_ مرحوم کے بعد اس کتاب کا ترجمے کی تکمیل کی ذمہ داری پھر میرے سر ائی میں نے اس ارادے سے کہ ترجمہ ناقص نہ رہ جائے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں کتاب کو اردو کا ملبوس دے دیا ہے خدا اس کو قبول فرمائے_

والسلام

سيد کرار حسين رضوی گوپالپوري

12

پيشگفتار

# درد اور درمان

## مرض

مسلمانوں کی لاچاری، اپس کا تفرقہ واختلاف اور اسلامی معاشرے کی الٹے پاوں واپسی کا سب سے بڑا سبب تعصب شدید اور اندھی تقلید ہے اصطلاحی حیثیت سے جن لوگوں کو صلحائے قوم کہا جاتا ہے ان کا حد سے زیادہ احترام کیا جاتا ہے ان کی اخلاقی زندگی اور نفسیاتی حالت کو تاریخ کے اوراق سے تلاش کرنے کی جرات نہیں جنکا مظاہرہ تمام جہات عصر ہی میں ہوا _

تاریخ اسلام کی چودہ صدیاں بیت گیئں لیکن مختلف سیاسی عوامل کی وجہ سے حساس واقعات اور اہم حادثے جو اسلام کے اس تاریخی رفتار کے اصل محرک ہیں; تمام مسلمانوں کے کانوں تک نہیں پہونچے جبکہ انکا ربط انھیں سے ہے _

اج کسی سے پوشیدہ نہیں کہ ہر معاشرے میں اور ہر قوم کے درمیان دین کے راستے سے غرضمندانہ کاروائي ونفوذ; شخصی مفادات کی پیش رفت بہت اسان اور قطعی نتیجے سے قریب ہے _ اسی بنیاد پر مطالب اور مفاہیم میں تحریف کی جاتی رہی جھوٹی داستانیں گڑھ کے نشر کی گیئں _ حقیقت سے عاری مسائل بناسنوار کر پھیلایا جاتا رہا حقائق فہمی میں الٹی چکی چلائي گئي _ خلاف واقع، واقعات گڑھے گئے _ ایسے ہی اور بہت سے طریقے تھے جو شخصی مفادات کی ترقی اور سیاسی اھداف کی پیش رفت کے لئے ہر عہد اور ہر مملکت میں برتے گئے _

ان وسیلوں سے مسلمانوں کے درمیان جہاں تک ممکن ہوا اختلاف و تفرقہ کے ستون زیادہ سے زیادہ مستحکم کئے گئے اور ارباب اقتدار نے اپنے سیاسی مقاصد کو چمکانے کیلئے پھوٹ ڈالنے کا ہر جتن کر ڈالا اور اختلاف کو مزید جاندار بنانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھي _

گذرتی صدیوں کے ساتھ وہ مضامین اور داستانیں; گڑھے ہوئے تحریف شدہ مسائل کو ذہنوں میں راسخ کیا گیا ان کو نظریات وعقائد کی شکل ذہنوں میں اتارا گیا سینہ بہ سینہ، نسل در نسل منتقل کیا گیا_ اخر کار اوضاع

واحوال ایسے سامنے ائے کہ صدیوں سے قومیں جسکی شاہد اور ناظر ہیں_

ایسی تاریخ وجود میں ائي کہ صحت مند فکریں سر بہ گریباں ہیں اور حقائق کی بازیابی کیلئے حیران وپریشان ہیں_

## علاج

یہ انحراف حقیقت محض تاریخ اسلام ہی سے مخصوص نہیں ہر مذہب وملت میں تاریخ کایہی حال ہے_ لیکن یہ بات طئے شدہ ہے کہ حقائق کو یکسر ختم نہیں کیا جاسکتا، انحرافی وسائل جسقدر بھی قومی ہوں انھیں پورے طور سے ملیا میٹ نہیں کیا جاسکتا لیکن اس درمیان جو چیز عام حالات سے زیادہ اھمیت رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ ان حقائق کو واپس لانے کی ہمت کی جائے ہزاروں باطل میں سے حق کو پالیا جائے_ قطعی دلیلوں کے ساتھ جسے دنیا پسند کرے اسکا اعلان کیا جاے اور اسی کا پرچار کیا جائے_

عظیم دانشور جناب سید مرتضی عسکری نے اپنی مشہور کتاب احادیث ام المومنین عائشہ کی تالیف کے ذریعے عظیم کام انجام دیا ہے_ اپ نے وادی حق وحقیقت کے پیاسوں کو نئي راہ سجھائي ہے_ مولف نے تاریخ وحدیث کی ڈھیر ساری ایسی کتابوں سے جنکی صحت پر تمام دنیا کے مسلمانوں کو اتفاق ہے ایسی قطعی دلیلوں سے جسمیں ذرا بھی شک اور تردید کی گنجائشے نہیں صدر اسلام کے تاریخی حقائق پر مشتمل موجودہ کتاب تالیف کی ہے تاکہ عام لوگ اسکو پڑھکر خود ہی فیصلہ کریں_

میں نے زیر نظر کتاب کو (نقش عائشہ در تاریخ اسلام) کے نام سے اس وقت جب بغداد میں اپنی ذمہ داریوں پر مامور تھا_ مولف کے اشارے پر لکھا لیکن کئي سال تک اسکی اشاعت ملتوی رہی جیسے اس التواہی میں بھلائي تھی کیونکہ اس عرصے میں موجودہ کتاب کئي حیثیتوں سے اصل عربی سے ممتاز ہوگئي_

میری خواہش سے اتفاق کرتے ہوئے مندرجہ ذیل باتیں شامل کردیں_

1_ استاد حفنی دائود نے تقریظ کے عنوان سے جو تشریح کی اس کا ترجمہ کرکے گفتار مترجم کے بعد شامل کیا گیا_

2_ تعدد ازواج رسول کی حکمت پر مولف کے قلم نے اضافہ کیا

3_ زیادہ تر اشخاص پر اختصار کے ساتھ حواشی لکھے گئے تھے انکی بھرپور تفصیل و تشریح کی گئي_ 4_ بعض نمایاں افراد کا تعارف چونکہ تاریخ اسلام کی روش میں نمایاں کردار نبھاتا ہے اس لئے ان کو شرح کے ساتھ حاشیے کے بجائے متن میں جگہ دی گئي ہے_ 5_ سورئہ تحریم کامل طریقے سے شامل کیا گیا ہے اسکی شان نزول اور ماریہ کا واقعہ اختصار سے بڑھایا گیا ہے_

اس کتاب کا ترجمہ بھی مولف محترم کی پسندیدہ روش کی پیروی میں ہر قسم کے تعصب اور جذبات کی مداخلت سے عاری ہو کر انجام دیا گیا ہے اور تاریخی حقائق کو دخل و تصرف یا محبت و نفرت سے بھری رائے ظاہر کئے بغیر پیش کیا گیا ہے_ ہو سکتا ہے کہ یہ ناچیز خدمت جو بڑی حد تک حقائق اور علل تاریخ اسلام کی رفتار سے اشنا کرانے والی ہے بار گاہ حضرت احدیت اور ارباب علم و تحقیق کی نظر میں شرف قبولیت حاصل کر لے_

اب جبکہ اس کتاب کی پہلی جلد عام قارئین کے فیصلے کیلئے ان کے ہاتھوں میں پہونچ رہی ہے_ امید قوی ہے کہ صاحبان بصیرت و کمال اور ارباب نظر فرقہ بندی کی متعصبانہ اور جانبدارانہ رائے سے الگ ہو کر صحیح علمی بنیاد سے سر شار اپنی استدلاتی تنقید سے ناشر کو ضرور مطلع فرمائیں گے جو انشاء اللہ بعض جلدوں میں شائع کی جائیگي_

**عطا محمد سردار نیا**

**تہران 1366ھ ش**

## ابن مسعود کا طریقہ نصیحت

صحیح ترین قول کتاب خدا ہے اور نجات کی راہ وہی ہے جسکی نشاندھی ہمارے سردار محمد مصطفے (ص) نے کی ہے اور بدترین عمل بدعت اپنانا ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے گمراہی کا نتیجہ اتش جہنم ہے_

عبداللہ بن مسعود اپنے عہد کے صحابہ اور شاگرد و تابعین کے سامنے انھیں باتوں سے اپنی گفتگو شروع کرتے اور دین کی علامتی باتیں سمجھاتے جس وقت وہ عالمانہ بات کرتے تو انکی نیت کا ہدف بہت بلند ہوتا تھا_

کیونکہ علماء دین طالبان حقیقت صرف حقائق سے سروکار رکھتے اور گمراہی اور غلط باتوں سے علحدگی اختیار کرتے ہیں--- وہ فرماتے، حق پانے اور مقدس اسلام کا راستہ معلوم کرنے کا بنیادی طریقہ دو ہی طرح سے ممکن ہے_

کتاب خدا اور احادیث رسول اس میں پہلی چیز بلند اور مقدس ترین حقیقت ہے جس سے بہتر تو ماضی میں حاصل کیا جا سکا نہ حال میں، نہ ایندہ ممکن ہے اسکا اعتبار نہ تو کچلا جا سکتا ہے نہ پامال کیا جا سکتا_ اور نہ ایندہ پامال کیا جا سکے گا_

اور ایسا کیوں نہ ہو؟ جبکہ خدائے تعالے کی طرف سے نازل ہوئی ہے اسکی فصاحت و بلاغت اور تابناک حقائق کا جواب پیش کرنے سے تمام انسانوں نے عاجزی کا اقرار کیا_ یہ قران حضرت محمد مصطفے (ص) کی رسالت کی نا قابل تردید دلیل بھی ہے_

دوسری بنیادی چیز رسول خدا کی حدیث ہے جنھوں نے کسی کے سامنے زانوءے تلمذ تہ نہیں کیا انھیں کی زبان مبارک سے دنیا والوں نے اسمانی کتاب سنی اپ نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہی، نہ کوئی حکم دیا، اپ نے جو کچھ فرمایا، جو بھی حکم دیا وہ وحی الہی کے سرچشمے سے شاداب تھا_

اپ کا ارشاد گرامی دلوں میں اتر جاتا، اور یہ صرف اسلئے تھا کہ خدائے پاک اپ کے قلب میں سروش اسمانی القا کرتا تھا، خداوند عالم نے اپکی ستائشے کرتے ہوئے سیرت پر مہر کی ہے_

انک لعلی خلق عظیم، ________ اپ بلند ترین اخلاق کے مرتبے پر فائز ہیں_

اس بناء پر جو کچھ ان دو معتبر سرچشموں سے حاصل کیا جائے وہ حقیقی اور واقعی ہے، بہت واضح ہے اسمیں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائشے نہیں، اور جو کچھ ان دو سرچشموں کے علاوہ کہیں سے حاصل کیا جاے وہ غیر معتبر ہے اسے تنقیدی معیار

پرپرکھنا ضروری ہے، اسے جرح وتعدیل کے مرحلے سے گذار کر اچھا برا الگ کرنا چاہیے_

شاید صاحب نظر قارئین نے اس جلیل القدر صحابی کے حکیمانہ ارشاد کو نقل کرنے سے ہمارا مقصد سمجھ لیا ہو گا، وہ مقدس اسلام کے معالم دین اور تشریح قوانین کے ذریعے سننے والوں کی توجہ کو براہ راست قران اور سنت رسول کی طرف مرکوز کر کے انھیں دونوں چیزوں کی پیروی پر ابھارتے تھے کتاب خدا، جسکے الفاظ، عبارات وترتیب اور اسکی ظاہری صورت پر سبھی متفق ہیں کسی قسم کا اختلاف نہیں، اور سنت وسیرت جو پاک نفس اور صالح افراد کے توسط سے متواتر طریقے پر رسول خدا سے حاصل کی گئی ہو، ایسے معتبر لوگوں سے جن کے بارے میں رسول اکرم (ص) پر دروغ بافی اور غلط بیانی کا شبہ نہ کیا جاسکے_

## ہم حق اور اس کے طرفداروں کو پہچانیں

دوسرا مطلب جو اس حکیمانہ وصادقانہ گفتار سے ہمیں ہاتھ لگتا ہے وہ یہ ہے کہ دونوں سرچشمے اسی کیفیت کے ساتھ ہر چون وچرا سے محفوظ قرار دئے گئے ہیں_ ان دونوں پر تنقید اور جرح وتعدیل کی راہیں بند کر دی گئی ہیں حالانکہ بغیر اسکے قدر وقیمت متعین کرنا، عقل وفرد کی مدد اور رہنمائی کے بغیر اس کے بارے میں کوئی فیصلہ صادر کرنا خوش فہمی کے سوا کچھ نہیں، ہمیں بحث وانتقاد اور چھان پٹک کرنا چاہیئے تاکہ غلط سے صحیح اور ٹھکرے سے موتی کو الگ کیا جاسکے اور جھوٹ کی تہوں سے حقیقت کی شناخت کی جاسکے، اسکے مصادر اور راویوں کے بارے میں کسی قسم کا خوف ظاہر کئے بغیر رائے دینی چاہیے، چاہے وہ اسلامی معاشرے میں کیسے میں مرتبہ ومقام پر فائز ہو لوگوں کی نظر ہی کتنی ہی شان وشوکت والا ہو_

چاہے وہ صحابی رسول ہی ہو، کیونکہ ہمارا مقصد اور ہدف صرف اور صرف حق اور حقیقت کا پتہ لگانا ہے_

بات یہ ہے کہ اصحاب رسول عدالت اور یادداشت کے لحاظ سے یا رسول خدا کے الفاظ وعبارات کی حفاظت ونگہداری کے سلسلے میں سب کے سب ایک ہی سطح کے نہیں تھے چونکہ تمام انسان بھول چوک یا غلطی ولغزش سے دوچار ہو جاتے ہیں اسلئے اکثر صحابہ سنت وقول وبیان کرنے میں غلطی ولغزش کا شکار ہوئے ہیں بعض کا حافظہ قوی تھا لیکن ان سے چوک ہو گئی اکثر باایمان اور مستحکم عقیدے والے تھے اور ایک گروہ سست عقیدہ اور پراکندہ خیال تھا کچھ



رسول خدا کے مخلص اور خدائی تھے اور دوسرے کچھ ان کے مقابل منافق اور دوسرے کردار والے تھے_

قران بھی اس نکتے کی تائید کرتا ہے اسکا فرمان ہے

بعض دیہاتی بدو جو تمہارے ارد گرد ہیں، یہ منافق ہیں اور بعض اہل مدینہ بھی نفاق میں ڈوبے ہوئے ہیں، تم ان کو نہیں پہچانتے، ہم انھیں پہچانتے ہیں، انھیں ہم دوہرا عذاب دیں گے پھر وہ دردناک عذاب میں کھینچے جائیں

گے(سورہ توبہ 101)

جب صدر اسلام کی یہ صورتحال ہے تو ہم تمام اصحاب رسول(ص) کوایک نظر سے نہیں دیکھ سکتے اور صدر اسلام کے علمبرداروں کے بارے میں پاک صاف ہونے کا عقیدہ نہیں رکھ سکتے_

کیونکہ انسان نے جب سے روئے زمین پر نمودار ہو کر معاشرہ تشکیل دیا، اس نے اعلی درجے کی پاک دامنی اور عدل گستری کا مظاہرہ کیااور اس کے ساتھ ادنی درجے کے نفاق اور دوغلاپن سے بھی خالی نہیں رہا، تاریخی قرائن اور مختلف معاشرتی تجزیے جو ہاتھ لگے ہیں ان سے معلوم ہوتا کہ پیدائشے ادم سے اجتک اسی نظریئے کی تائید ہوتی ہے، لیکن اتنا ضرور ہے کہ راہ حق کے لئے انداز تبلیغ کی گوناگون نیک نامی حضرت محمد مصطفي(ص) اور ان کے اصحاب میں درجہ کمال تک پہونچی ہوئي تھی کیونکہ رسول اکرم(ص) سے زیادہ وسیع اور استوار قانون کسی نے پیش نہیں کیا، اور اپ سے زیادہ کسی پیغمبر کو دین کے سلسلے میں پھر ارشاد ہوا اپ یاددہانی فرمایئے ان لوگوں کو، کیونکہ اپ کا دم ہی لوگوں کو یاددہانی کراتا ہے(اعلی 9)

اس قسم کی دسیوں ایات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بشریت کا عظیم مصلح تمام لوگوں کی ہدایت ورہنمائي کے سلسلے میں شدید ارزومند تھا، انحضرت اپنی شفقت ورحمت سے گمراہی میں سرگرداں تمام لوگوں کی عمومی ہدایت کے خواہاں تھے لیکن سبھی کوراہ حق نہ مل سکی اور کچھ لوگ رہروان طریق حق سے الگ رہ گئے_

## تکیہ گاہ اسلام

اس تقسیم کے تمام مراتب ہماری نظر میں واضح نقشہ پیش کرتے ہیں کہ اسلام کی عظمت وجلالت اسکی تعلیمات وقوانین پر استوار ہے اپنے ماننے والوں پر نہیں، اور یہ شان وعظمت لوگوں کی پیروی وتائید سے نہیں پیدا ہوئي ہے کہ جب



موقع پائیں اسلام کو نقصان پہونچادیں اور معاشرے سے اسلام کو اکھاڑ پھینکنے کا اقدام کریں_

خود میرا عقیدہ ہے کہ اگر تمام دنیاوالے اسلام سے جنگ وجدال پر امادہ ہوجائیں اور اسے ملیامیٹ کرنے کیلئے اپنی کمر چست کرلیں اور ایک اواز ہوجائیں تب بھی اسلام کو ذرہ برابر نقصان نہیں پہونچاسکتے اور نہ اسلام کی معنوی عظمت وجلالت کو ذرا بھی کم کرسکتے ہیں ثبات قدم دکھانے والے اتنی بڑی تعدادمیں اصحاب حاصل نہیں ہوئے_

لیکن یہ افتخار کہ انحضرت کے ساتھ تنہامصاحبت اور ہمدمی بہرحال اپکے اصحاب کے شامل حال ہے اور اسی وسیلے سے انہوں نے باعظمت مقام حاصل کیایہ اس بات میں رکاوٹ نہیں بنتا کہ انھیں اصحاب میں ایسے لوگ بھی موجود ہوں جو انحضرت کے قوانین میں خلل ڈالیں، اور اپ کی شریعت کی پابندی نہ کریں اسی بناء پر اسکی کوئي دلیل نہیں کہ بزرگان اسلام یا جو لوگ پہلے گذر چکے انھیں صرف اسلئے نقد وتحقیق کے قانون کلی سے مستثنی قرار دیدیا جائے کہ

وہ رسول کے صحابی تھے، کیونکہ تمام صحابی عدالت کے اعتبار سے مساوی درجہ نہیں رکھتے تھے، اسی طرح رسول(ص) کی ارزوں کے برخلاف اور انکی سخت کوششوں کے باوجود کہ تمام لوگ شاہراہ ہدایت وکمال پر گامزن ہو جائیں_

ان میں ایسے لوگ بھی پائے جاتے تھے جن کے دلوں میں اسلام کی ہوا بھی پہونچنے نہیں پائی تھي، خاص طور سے ایسے افراد بھی تھے جنھوں نے کفر ونفاق کو اسلام کی اڑ میں چھپار کھا تھا_

رسول(ص) خدا کی اس بلند فکر اور سچی شدید وابستگی کا رد عمل قران نے مختلف مواقع پر بیان کیا ہے_ ایک جگہ ارشاد ہوا اپ نصیحت کئے جایئے کیونکہ اپ کا کام صرف نصیحت کرنا ہے اپ لوگوں پر مسلط نہیں ہیں (غاشیہ 21)

دوسری جگہ ارشاد ہوا، اپ جسے پسند کریں اسے ہدایت نہیں کرسکتے بلکہ خدا ہی جسے چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے (قصص 156) اسی طرح اگر تمام دنیا والے اسلام کی عظمت بڑھانے پر ایک رائے ہو جائےں، تو بھی ذرہ برابر عظمت میں اضافہ نہ ہو گا کیونکہ رمز اسلام خود اسلام کے بلند اصولوں میں، اور اصولوں کا راز خود اسلام میں پوشیدہ ہے اسلام ماننے والوں کی صورت وشکل میں نہیں ہے اور یہ ایسا نکتہ ہے جسے صرف حقیقی علماء اور دانشور ہی سمجھ سکتے ہیں اسلئے، اگر سلف کے بزرگوں اور اصحاب رسول کے بارے میں بحث وتنقید کی جائے، محققین انکی زندگی اور رفتار وگفتار کا تجزیہ کریں تاکہ اچھے برے کو عالم اسلام سے متعارف کرائیں تو کسی حیثیت سے بھی اسلام اور اسکی حقیقت معنوی کو نقصان نہیں پہونچے گا، بلکہ اسلام تو اسکو جائز سمجھتا ہے کیونکہ وہ خود احکام میں عدالت کا نقیب، اور تمام افراد بشر کو قانونی اعتبار سے یکساں سمجھتا ہے خاص طور سے حقیقت کی تلاش اور لوگوں کی رہبری کے سلسلے میں اس



قسم کی بحث وتحقیق اور تنقید کا اصرار کے ساتھ حکم دیتا ہے_

ہم دور کیوں جائیں، عالم انسانیت کے عظیم مصلح حضرت محمد مصطفی(ص) اپنی حکیمانہ ہدایت کے ضمن میں براہ راست اور بالواسطہ ہمیں تشویق فرماتے ہیں کہ ہم نفس حقیقت کے درپے رہیں، صرف اس حیثیت سے کہ حق ہے اسے مانیں اور اسکی حمایت کریں اس بارے میں افراد کو نظر انداز کردیں چاہے وہ کم مایہ اور پست ہو_

اور باطل کے خلاف ہوں، اسکو ملیامیٹ کرنے کیلئے قیام کریں چاہے وہ شریف اور معزز شخص کی زبان سے جاری ہو حدود الہی کے نفاذ میں شریف اور رذیل کے درمیان فرق نہ کریں_

## محمد مصطفی اور نفاذ عدالت

احادیث صحیحہ میں ایا ہے کہ اسامہ بن زید یہ دونوں ہی باپ بیٹے رسول خدا کی نظر میں بلند مرتبہ تھے انھوں نے انحضرت سے قریش کے ایک شریف، عورت کے بارے میں رسول اکرم سے سفارش کی جس نے چوری کی تھی اسامہ نے انحضرت(ص) کی بارگاہ میں عرض کی کہ حد شرعی نافذ نہ کیا جائے لیکن مصلح بزرگ رسول اکرم(ص) نے اس عورت پر حد شرعی جاری نہ ہونے کی سفارش مسترد کردی اپ نے اس سلسلے میں مشہور فقرہ فرمایا:

اے لوگو تمہارے گذرے لوگوں نے اپنی تمام باتوں کو نظر انداز کیا ان لوگوں کا اگر شریف اور عزت دار چوری کرتا تھا تو چھوڑ دیئے اور کمزور، گمنام شخص کو سخت سزا دیتے تھے خدا کی قسم اگر محمد کی بیٹی نے بھی چوری کی تو میں اسکے ہاتھ کاٹوں گا_

ان لاجواب بیانات کے ساتھ عدالت ومساوات کے بانی رسول خدا نے اس شریف مخزومی خاتون کے بارے قوانین الہی کے حدود معطل کرنے سے انکار کر دیا باوجود اسکے کہ وہ اپنی قوم وقبیلے میں بلند نسب اور معزز تھی_

اس طرح سے رسول خدا نے اشتراکی فلسفیوں کے طبقاتی اختلافات ختم کرنے کی جدوجہد کے سیکڑوں سال پہلے اسے ختم کردیا_ انحضرت نے جس وقت عدل ومساوات کے قانون کا اعلان فرمایا، سب کو قانون کی نظر میں یکساں بتایا، خود اپ نے توانا اور مقتدر ظالموں کے خلاف دبے کچلے بے پناہ تقوی شعاروں کی مدد کی_

یہ قانون بہت واضح طریقے سے قران واحادیث میں بیان کیا گیا ہے_ قران فرماتا ہے_

اے لوگو ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں



تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو در حقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیز گار ہے (حجرات 49ایت 13)

اور حدیث قدسی میں ہے

جو شخص بھی میرے احکام پر عمل کرے اسکا ٹھکانا بہشت ہے چاہے وہ حبشی غلام ہی ہو، اور جو شخص نافرمانی کرے اسکا ٹھکانا اتش دوزخ ہے، چاہے وہ قریش کا باعزت ہی ہو_

رسول خدا کی زیادہ تر احادیث میں اس کمال انسانیت وعدالت کے شاندار نمونے موجود ہیں_

## محمد مصطفی کے قریب وبعید ساتھی

رسول خدا(ص) نے جہاں ایندہ کے بارے میں پیش گوئی فرمائی ہے اور مستقبل کے چہرے سے پردہ اٹھایا ہے تو اپنے بعد کے اصحاب کی اسطرح توصیف فرمائی ہے_

بہت سے لوگ پسندیدہ طریقے سے راہ حق پر گامزن رہیں گے اور اکثر منحرف ہو جائیں گے، کچھ حق کے خلاف قیام کریں گے اور ایک گروہ ظلم وسرکشی کا طریقہ اپنائے گا_

عمار یاسر کو مخاطب کرکے فرمایا، اے عمار تمہیں ظالم اور باغی گروہ قتل کرے گا_

حضرت علی(ع) سے فرمایااے علي(ع) کیاتم اولین واخرین کے سب سے بدبخت انسان کو پہچانتے ہو؟

حضرت علی(ع) نے جواب دیاخدااور سول بہتر جانتے ہیں

رسول خدا(ص) نے فرمایااولین میں شقی ترین وہ شخص تھاجس نے قوم ثمود کاناقہ پئے کیااور اخرین شقی ترین وہ ہوگاجو تمہیں قتل کرے گا(1)

ان تمام باتوں سے واضح ہوتاہے کہ بغیر شک اور تردید کے انحضرت کے اصحاب مرتبہ ومقام کے اعتبار سے عام لوگوں کی طرح فرق مراتب رکھتے ہیں کچھ انسانیت کے اعلی مرتبہ ءکمال وتقوی پر فائز ہوئے اور کچھ پستی اور تباہی کے گڑھے میں رہ گئے، تمام اصحاب رسول کوانحضرت کی صحبت کاشرف پانے سے یکساں افتخار حاصل نہ ہوسکاوہ



حقیقت وکمال کی راہ پانے میں ایک دوسرے کے برابر نہیں ہیں_

جب یہ صورتحال ہے توکیایہ قانون کہ اصحاب اور تمام لوگ دین اسلام کی نظر میں برابر ہیں، اور فضیلت وبزرگی انہیںلوگوں کو حاصل ہے جوپرہیزگار ہیں اور قوانین اسلام پر عمل کرتے ہیں، کیایہ ان لوگوں کیلئے بھرپور ترین دلیل نہیں ہے جن سے ابھی احتیاط کاطریقہ نہیں چھوٹاہے کہ اصحاب رسول کی شخصیات کے بارے میں بحث وتنقید کی جائے؟

صحابی نے جب تک راہ حق نہیں چھوڑااور مقدس قانون اسلام سے انحراف نہیں کیاہے صرف اسلئے کہ وہ صحابی رسول ہے، اسے کسی طرح بھی مفید نہیں، جسطرح اج کے لوگ جورسول خدا(ص) سے کافی زمانی فاصلہ رکھتے ہیں ، اگروہ اسلام کے مقدس قانون پر عمل کریں اوراسلام ان کے رگ وپے میں رچ وبس گیاہے توان کاصحابی رسول نہ ہوناکسی طرح بھی نقصان رساں نہیں، واقعیت یہ ہے کہ بہت سے ایسے افراد ہیں جوبظاہر نزدیک ہیں لیکن معنوی حیثیت سے دورہیں،اور بہت سے افراد ہیں جوبظاہر دور ہیں لیکن بباطن نزدیک ہیں، میراتوعقیدہ یہ ہے کہ ہم اور اصحاب رسول خدا(ص) (ص) دعوت حق اور تبلیغ دین وشریعت کے معاملے میں یکساں اور برابر ہیں، ہاں اصحاب رسول نے سب سے بڑاامتیاز جوانحضرت کی صحبت سے حاصل کیاوہ ہے رسول خداکے دیدار کافایدہ، اور مستقیم قانون کوصاحب شریعت سے حاصل کرنا_

یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ یہ امتیاز دوصورتوں سے خالی نہیں، ایک توعظیم نعمت یہ کہ انہوں نے صحبت کافیض اٹھایا، اور مستقیم قانون بے واسطہ طریقے سے رسول اکرم(ص) سے حاصل کیااور دوسرے یہ کہ اس صحابی کے لئے یہ چیزلاجواب دلیل وحجت ہے_

چنانچہ اگر صرف رسول اکرم کی صحبت بروز قیامت سرمایہ حصول شفاعت، یاصحابی کوبحث وتنقید سے بچاکر مسلمانوں کوان کے موافق یامخالف فیصلہ کرنے سے روکنے والی ہوتی رسول خدا(ص) ہرگز اپنی پارئہ جگر کے بارے میں وہ تاریخی اور ابداثار خطاب نہ فرماتے کہ اے فاطمہ اے دختر رسول، توجوکچھ چاہتی ہے مجھ سے سوال نہ کرکیونکہ عدل الہی کی بارگاہ میں رسول کی بیٹی ہوناکچھ بھی مفید نہیں(1)_

انحضرت (ص) نے یہ تاریخی بیان اپنی بیٹی سے اس دن فرمایا، جب ایہ وانذر عشیر تک الا قربین (اے رسول، اپنے قریبی رشتہ داروں کوڈرایئے) نازل ہوئی تھی

جی ہاں، رسول خدا نے عدل ومساوات کا جو بلند اصول لوگوں کیلئے پیش کیا تھا وہ احکام و حدود کے نفاذ میں سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے_



## حفنی دائود کی نظر میں مولف کتاب

کچھ دن پہلے مرد فاضل و محقق جناب مرتضی عسکری نے اپنی کتاب ( احادیث ام المومنینین عائشہ کو علماء وحق اگاہ محققین کے سامنے پیش کیا تھا، انھوں نے خاص طور سے اپنی کتاب کو دو جلدوں میں ایسے قارئین کے سامنے پیش کیا جن کا سراپا وجود حقیقت کا متلاشی اور سچے دل سے فلسفہ ء تاریخ اسلام اور اس کے علل اور تاریخ تشریع کے ساتھ اس کے اصول سمجھنے کے خواہشمند ہیں

بات اجاگر کے درمیان ایسا مشاہدہ کیا کہ جناب ام المومنین عائشہ کے گرد اگرد نا قابل تردید مدارک وماخذ ہیں، کہ اگر صرف انھیں مدارک پر توجہ کی جائے تو حق و حقیقت کے بارے میں اپنے افکار وعقائد کے سلسلے میں ازادانہ رائے قائم کی جاسکتی ہے_

اگر چہ یہی حق گوئی حقیقت طلبی بجائے خود کوتاہ فکروں کی نظر میں نا قابل معافی جرم ہے اگر اصحاب میں سے کسی کے خلاف جو انھوں نے ان کا مقام متعین کر دیا ہے اس کا تحلیل وتجزیہ کیا جاے تو کبھی معاف نہیں کرسکتے_

اقائے عسکری نے اس کتاب میں بھرپور طریقے سے محققین اور تجزیہ نگاروں کی روش اپناتے ہوئے تنظیم وترتیب میں عرق ریزی کی ہے اور اس کے مقدمہ میںان تمام مشکلات اور رکاوٹوں کی تشریح کی ہے جو حقائق واشگاف کرنے میں حق کے متلاشی کی راہ میں پیش اتی ہیں_

منجملہ یہ کہ ممکن ہے کوئی محقق اپنے احساسات وجذبات کا پابند ہو، اور ایک گروہ کو دوسرے گروہ پر ایک شخصیت کو دوسری شخصیت پر متعصبانہ طریقے سے برتری دیدے، حالانکہ حقیقت اس کے برخلاف ہو، اس کے ساتھ وہ خاص مقصد کو پیش نظر رکھتا ہو، اور حق کو یہ طریقہ بعض اہل قلم نے اپنایا ہے جو چاہتے ہیں کہ دو مخالف راویوں کے درمیان مطابقت پیدا کریں، ممکن ہے یہ مطابقت بظاہر خوش ایند ہو، لیکن یہ بات طئے شدہ ہے کہ حق دو متخالف اور متناقض ارا کے درمیان جمع نہیں ہو سکتا ہے،،

اقای عسکری نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ اپنے سلسلئہ مباحث میں اس قسم کے عیوب سے جو ہر محقق کی تحقیق میں سامنے اتی ہے دور رہیں ان کا مقصد متعین ہے، اور وہ اسی کے تعاقب مین موضوع سے باہر نہیں نکلتے ہیں انھوں نے اپنے دائرئہ کار کو اشخاص اور مقامات کا پابند نہیں بنایا ہے بلکہ ان کا مقصد اصلی صرف حق اور حقیقت معلوم کرنا ہے اور اسی کے ارد گرد رہے ہیں_

اس کے علاوہ انھوں نے اپنے ذاتی احساسات وجذبات سے الگ رہنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے انھوں



نے صرف عقل کو جج بنایاہے،،

انھوں نے ایک گروہ کو دوسرے گروہ پر فضیلت دینے کاذرا بھی پتہ نشان نہیں، ذرا بھی مبالغہ نہیں،، اگر کہاجائے کہ اقای عسکری بحث وتحقیق کی ڈگر میں، اس کتاب جوچیز محققین کو اپنی طرف مائل اور تعریف وتحسین پر امادہ کرنے والی ہے وہ یہ کہ انھوں نے کوشش کی ہے کہ اس علمی بحث میں قانون کلی کی رعایت کریں، اور احادیث ام المومنین مکمل حزم واحتیاط کے ساتھ تحلیل وتجزیہ کر کے حقیقت کو اشکار کیاہے_

## قتل علی اور شکر عائشہ،،

تاریخی قرائن ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ام المومنین کی احادیث پر شک اور تردید کریں جسے وہ احادیث جن میں خلافت شیخین کا تذکرہ ہے اور حضرت علي(ع) کانام نہیں لیاگیاہے اسی طرح وہ احادیث جن میں فضائل شیخین و عثمان اور حضرت علي(ع) روشن مذکور ہے ان میں بلاشک وشبہ جذبات اور جانبداری برتی گئی ہے،، کیونکہ ابو بکر اور ان کی نسبت باپ اور بیٹی کی ہے اسی طرح انھوں نے عمر کی باتیں کہی ہیں اور علي(ع) کاتذکرہ کیاہے جوابو بکر وعمر کے رقیب تھے، ان میں بدترین فرق ہے_

پھر عثمان کے خلاف ان کی جدجہد لوگوں کو قتل عثمان پر ابھارنا اور پھر انھیں کے قتل کا انتقام لینے کے لئے قیام کرنا بھی مضبوط دلیل ہے جو ہمیں اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ ان کی تمام احادیث کو شک اور تردید کی نگاہ سے دیکھیں، اسی طرح وہ اقدامات جو انھوں نے حضرت علی کے خلاف کیں علی(ع) کے دشمنوں کی کمک، طلحہ وزبیر کہ جنھوں نے علي(ع) کی بیعت توڑدی تھی، ایک پلیٹ فارم پر لانا، جنگ جمل کی اگ بھڑکانا_ ............... یہ تمام باتیں بجائے خود اس بات کاواضح ثبوت ہیں کہ انھیں علی جیسے پرہیز گار سے دیرینہ عداوت تھی اور اسی وجہ سے مسلمانوں کے گروہ میں تفرقہ واختلاف پیداہوا ان کے دل میں علی کی ایسی نفرت تھی جو کبھی چین سے بیٹھنے نہیں دیتی تھی، یہاں تک کہ قتل علی کی خبر سن کر سجدۂ شکر ادا کیا اور یہ شعر بطور تمثیل پڑھا،،

فالقت عصاھاواستقر نھاالنوي... کما قرعینا بالاایاب المسافر

اس نے دوڑ دھوپ ختم کردی اور چین پالیا...... جسطرح مسافر کی اپنے ٹھکانے پر پہونچکر انکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں_

انکی تمام احادیث اسی قسم کے اہم ترین تاریخی وقائع سے وابستہ ہیں جن پر بڑی حزم واحتیاط برتنی چاہیئے انکی شخصیت اور ان کے میلانات سے قطع نظر کر کے حقائق دریافت کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے_

حجابیت کے رخ سے بھی دوسروں کی طرح صحیح یہ ہے کہ وہ فتوی واجتہاد میں لغزش وخطا سے دوچار ہوئی ہوں کیونکہ ادمی چاہے وہ کوئی بھی ہو جب تک اپنی رائے اور سلیقے پر عمل کر رہا ہے ممکن ہے کہ خطاو صواب کا نشانہ بنے لیکن محقق یہ حق نہیں رکھتا کہ عقل ودرایت کو کنارے رکھ کر بزرگوں کی شخصیت کے مقابلے میں اپنے کو چھوٹا بنالے اور حقائق چھپائے_

اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ نظریات واجتہاد کے خطاو صواب کو اہمیت دیکر سب کو یکساں شمار کرے بلکہ ضروری ہے کہ تمام مفہوم حقیقت کو بیان کرے

اسی طرح جب تک ہم حق دیں ہر مجتہد میں امکان ہے کہ وہ لغزش وخطا سے دوچار ہو جائے اور عدل الہی کی بارگاہ میں باز پرس کی جائے، ام المومنین بھی اس قاعدے سے مستثنی نہیں ہیں ان پر ظلم نہیں ہے، بلکہ علمی و تحقیقی نقطۂ نظر سے ستم یہ ہوگا کہ علي(ص) اور عائشہ کے بارے میں ہم جانبدارانہ فیصلہ کریں اور دونوں کو عدالت میں یکساں سمجھ لیں، اور حضرت علي(ص) نے جو اجتہاد میں صحیح وصواب راستہ اختیار کیا(1) ان دوسرے لوگوں کے مقابل جنھوں نے اجتہاد میں غلطی کی جیسے عائشہ ومعاویہ اور دوسرے اصحاب جنھوں نے حضرت علي(ص) سے جنگ کی اور مخالف کا راستہ اپنایا یکساں سمجھ لیا جائے_

## حضرت علی(ع) خدا کو حاضر وناظر جانتے تھے

حضرت علی اس جہت سے کہ اپ باب مدینتہ العلم اور وصی محمد(ص) ہیں اسی طرح سے نہ اس حیثیت سے کہ بھرپور قدرت بیان اور واضح لہجے میں حق بات کہتے تھے اور اس پر وہ جم بھی جاتے تھے اور یہ دین انھیں سے توانا ہوا اور حیثیت تشکیل پائی،_ نہیں_ ان تمام باتوں سے قطع نظر وہ ہر حیثیت سے تمام صفات کمال کے جامع تھے_

جس چیز نے علی کو ان تمام امور سے بالاتر قرار دیا یہ تھا کہ وہ برابر اپنے کردار وگفتار میں خدا کو حاضر وناظر جانتے تھے،



اور مسلمانوں کی مصلحتوں کے مقابل اپنی ذات میں شدت پسند تھے، وہ مسلمان معاشرے کے عام دنیاوی فائدوں کو اپنے دنیاوی فائدے پر ترجیح دیتے تھے_

اپ کے دوران خلافت میں بلند ترین مراتب انسانیت ایک ذات میں سمٹے ہوئے نظر اتے ہیں_

وہ اپنے اس دور میں خاص طور سے لباس اور خوراک، احکام میں عدالت، فریبی دنیا کے مظاہرات سے کنارہ کشی کا کامل نمونہ تھے_

دوسروں نے عہدۂ خلافت حاصل کرنے کی کوششیں کرڈالیں، جبکہ خلافت خود حضرت علی(ص) کی طرف دوڑی ائی، دوسروں نے اپنے اور رشتہ داروں کے فائدوں کو مصالح عامہ پر ترجیح دی، جبکہ اپ نے عام لوگوں کے

فائدوں کو اپنے اور رشتہ داروں پر ترجیح دی_

علي(ص) جس وقت کوفے میں تھے، عقیل بن ابی طالب (ص) اپنے بھائي کی خدمت میں ائے حضرت علی (ص) نے ان سے کہا:

اے بھائي بڑے اچھے ائے، کس لئے کوفہ ائے ہو؟

جو مشاہرہ مجھے ملتاہے وہ میری معیشت کے لئے ناکافی ہے، زیادہ خرچ کا بوجھ ہے جسکی وجہ سے بہت زیادہ قرض لد گیاہے میں اس لئے ایاہوں کہ میری مدد کیجئے_

خدا کی قسم اپنے مشاہرہ کے علاوہ میرے پاس کچھ نہیں، صبر کیجئے مال غنیمت تقسیم کرنے کا وقت ایگا تو میں اپ کو دوں گا_

میں حجاز سے یہاں تک صرف اسی امید پر ایاہوں کہ کچھ نقد حاصل کرلوں گا اپ کا مشاہرہ میرے درد کی دوا کیا کرسکے گا، اور میرا کون سا بوجھ ہلکا کرے گا، امام نے بھائي کو جواب دیا،

کیا اپ اس کے علاوہ بھی میرے گھر میں مال دنیا سے کوئي چیز دیکھ رہے ہیں،؟ یا اپ اس امید پر بیٹھے ہیں کہ میں مسلمانوں کا مال اپ کو دے دوں گا اور میرا خدا اس صلئہ رحم کے بدلے اتش جہنم میں جلائے گا_

کسی تردید کے بغیر، علی (ص) جیسے پرہیز گار کے عدل وانصاف کو برداشت کرنے کی عقیل میں طاقت نہیں تھی، وہ معاویہ کی خدمت میں پہونچ گئے جس کے یہاں حلال وحرام کا فرق نہیں تھا، وہ مسلمانوں کے بیت المال کو ذاتی ملکیت سمجھتا تھا_

یہ واقعہ خود ہی ہماری رہنمائي کرتاہے کہ حضرت علي(ص) کی شخصیت کیا تھی وہ کس قدر پرہیز گار تھے، اور عمومی منافع کو خود اور اپنے سے وابستہ افراد کے مصالح پر ترجیح دینے میں ان کا پایہ کس قدر بلند تھا، بے باکانہ قسم کھائي جا سکتی

ہے کہ حضرت علی(ص) کے علاوہ اصحاب میں سے کوئی بھی اس بلند مرتبہ انسانیت وکمال تک نہیں پہونچا تھا،

کیونکہ خود انھوں نے دل کی گہرائیوں سے، اور جاوداں فقرہ ارشاد فرمایا تھا، یادنیاغرّی غيري

اے دنیا میرے سوادوسرے کو دھوکہ دینا

## علی اور مسند خلافت

میں نہیں سمجھتا کہ کوئی صحابي ایسا ہو گا جس کے فتوی واجتہاد میں جائے تامل اور اعتراض کی گنجائشے نہ ہو، سوائے علی(ص) کے، کیونکہ ان کے اجتہاد میں ذرا بھی شک وشبہ اور اعتراض نہیں کیا جاسکتا، اس بات کو میں پوری بے باکی سے کہہ رہا ہوں، اور تمام دقیق سیاسی معاملات جو پیش ائے وہ اس دعوی کا ثبوت ہیں _

عمر نے معاملہ خلافت میں مداخلت کیا نتیجے میں ابو بکر مسند خلافت پر بیٹھ گئے، انہوں نے اپنے فتوی میں اس دلیل پر زور دیا کہ فتنہ واشوب دیکھ کر اس پر لگام چڑھائی گئی ہے، ابو بکر کے بعد انھوں نے خود اس ذمہ داری کا سنگین بوجھ اٹھالیا اور بارہا اس بات کا اعتراف کیا کہ ابو بکر کے زمانے میں غلطیاں ہوئیں، جس وقت بعض اصحاب نے ان کے فرزند عبد اللہ کی بیعت کے بارے میں ان سے بات کی تو انھوں نے جواب دیا، خاندان عمر کے لئے یہی کافی ہے کہ ان کا ایک فرد اس کا ذمہ دار ہو، اور عدل الہی کی بارگاہ میں امت محمد کے بارے اس سے جواب طلب کیا جائے _

لیکن حضرت علي(ص) نے شیخین کے مقابلے میں معاملہ ء خلافت کے سلسلے میں یہ دلیل دی کہ اس اھم کام کی مشغولیت تھی وہ جسد رسول(ص) کے دفن وکفن میں مشغول تھے (1)

یہ سب سے بڑا اعتراض ابو بکر وعمر پر تھا، اور حضرت علي(ص) ان دونوں کے مقابل حقدار نظر ائے ہیں _

عمر کے بعد علی وعثمان کے درمیان خلیفہ کے انتخاب میں عبد الرحمن بن عوف بھی جو ان چھ افراد میں تھے جنھیں عمر نے خلیفہ منتخب کرنے کیلئے مجلس شوری بنائی تھی، انھوں نے اپنی رائے دی اور خلیفہ کی ذمہ داری کو اپنے فتوی سے متعین کیا، اپنے اسی متعین فتوی کو ان دونوں کے سامنے پیش کیا حالانکہ وہ جانتے تھے کہ حضرت علی ان کے اجتہاد

---

1_ اس وجہ سے حضرت علي(ص) سقیفہ بنی ساعدہ میں موجود نہیں تھے، اور ابو بکر وعمر نے انکی غیر موجودگی میں جلدی سے خلیفہ چن لیا اگر انھوں نے اتنا صبر کیا ہوتا کہ رسول کو سپرد لحد کر دیا جائے اور علی(ص) بھی وہاں سب کے ساتھ اجاتے تو شاید یہ واقعات پیش نہ ائے اور تاریخ اسلام کا دوسرا ہی نقشہ ہوتا _

کے پابند نہیں ہوسکتے، خلافت قبول کرنے کیلئے پہلے حضرت علی کے سامنے شرط پیش کی۔

حضرت علی(ع) کے سامنے فرزند عوف نے جو شرطیں پیش کی تھیں ان میں رضائے خدا اور سول اور مسلمانوں کے مفادات کی حد تک تو حریص تھے منصب خلافت حاصل ہوتا اور حکمرانی کرنا انکی نظر میں ہیچ تھا، جبکہ عثمان کی زیادہ توجہ منصب خلافت حاصل کرنے کی تھی وہ دل سے یہی چاہتے تھے، دوسرے امور کی ان کی نظر میں اہمیت نہیں تھی، اور خدا اس بات کو بہتر جانتا ہے کہ شروع ہی سے وہ جس بات پر، ہوئے تھے اسمیں انھیں پوری سوجھ بوجھ کہاں تک تھی، یا خلافت حاصل کرنے کے بعد ان میں پیدا ہوئی، کیونکہ یہ باتیں نفسانیت کے امور سے تعلق رکھتی ہیں، اور ہم اس بارے میں کوئی فیصلہ بھی نہیں کرسکتے، کیونکہ ہمارا استدلال صرف ظاہری حالات کی روشنی میں ہے۔

## "عائشہ کا تاریخی فتوی"

عائشہ نے حضرت عثمان کی خلافت کے ابتدائی ایام میں تو موافقت اور انکی تائید کی، پھر ان سے منحرف ہوکر ان کے خلاف فتوی دے دیا، اس وجہ سے ان کا اجتہاد قابل اطمینان نہیں ہے۔

خلافت کے سلسلے مین انکے رقیب ہوتے ہوئے بھی دلیل وبرہان کے باوجود حضرت عائشہ کی طرف عثمان سے جنگ اور مخالفت نہیں کی، جب عثمان قتل ہوگئے تو حضرت علی(ص) نے طلحہ وزبیر اور دیگر تمام لوگوں کی بیعت قبول نہیں کی جس وقت تمام لوگوں نے اپ کو خلافت قبول کرنے پر مجبور کیا تو اپ نے مسجد میں کھڑے ہوکر یہ فرمایا، میں تمہاری خلافت سے بیزار تھا، لیکن تم ہو کہ میرے سوا کسی کی حکومت پر راضی نہیں ہو، اس بات کو سمجھ لو کہ میں کوئی بھی کام بغیر تمہاری صوابدیدہ اور صلاح کے انجام نہیں دوں گا، تمہارے بیت المال کی کنجی میرے پاس ہے لیکن ایک درھم بھی بغیر تمہاری مرضی کے نہیں چھوئوں گا۔

پھر پوچھا، کیا تم اس بات پر راضی ہو؟

تمام لوگوں نے چلّا کر کہا ہاں

اسوقت اپ نے فرمایا:

بار الہا ان لوگوں پر تو گواہ رہنا

اس کے بعد اپ نے خلافت قبول فرمائی

حضرت علی (ص) کی رائے صائب تھی اپ نے اس طرح لوگوں کیلئے کسی بہانے کی گنجائشے نہیں چھوڑی کیونکہ ان لوگوں نے اپ کو خلافت قبول کرنے پر مجبور کیا تھا نہ یہ کہ اپ نے خود خلافت کی خواہش کی، لہذا جس نے بھی اس ذمہ داری سے ہاتھ کھینچا اور علی (ص) کی مخالفت کی وہ خود دغا باز اور مجرم ہے، اور جو شخص اپ کا وفادار رہا وہ مومن اور سچا ہے_

عائشہ نے دوسری بار اجتہاد کا پرچم لہرایا یہ اس وقت کی بات ہے جب قاتلان عثمان سے انتقام لینے کیلئے انھیں اور طلحہ و زبیر جنھوں نے علی (ص) سے پیمان توڑا اور اپنی بیعت کچل ڈالی با قاعدہ ساتھ دینے پر امادہ ہوئے یہ مفاد پرستانہ اقدام بتاتا ہے کہ حضرت عائشہ کی نیت اندیشہ مفاد سے خالی نہیں تھی، تمام لوگ کہنے لگے کہ یہ عثمان کا بدلہ لینے کیلئے نہیں اٹھی ہیں بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان تفرقہ و اختلاف پیدا کیا جائے اور جو لوگ حضرت علی (ع) سے وابستہ ہیں ان میں انتشار پیدا کیا جائے یہاں تک کہ اگر حضرت علی (ص) کے سوا کوئی اور ہوتا تو کبھی ایسا اقدام نہ کرتیں_

## ام سلمہ کا تاریخی خط عائشہ کے نام

حضرت علی (ص) کے خلاف معاملہ خلافت کے سلسلے مین عمر کے اقدام کے بعد عائشہ کا اقدام دوسرا رخنہ تھا جو بنیاد اسلام میں پڑا، میں یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں اور اس سے میری کوئی خاص غرض بھی نہیں ہے بلکہ یہ حقائق نا قابل انکار ہیں جن پر بزرگان قوم اور مشہور مورخین متفق ہیں_

عائشہ کی کاروائی صحابہ کے زمانے سے اج تک تمام لوگ ان لوگون کے لئے نفرت کا سبب بنی جو حق اور حقیقت کے طرفدار ہیں، اس دعوی کی گواہی حضرت ام سلمہ ہین جو دوسری زوجہء رسول ہیں، انھوں نے پند و نصیحت بھرا خط عائشہ کو لکھا اور اس اقدام سے باز رہنے کی خواہش ظاہر کی، خاص طور سے انھیں مسلمانوں کے درمیان تفرقہ و اختلاف سے روکا_ خط

زوجہء رسول ام سلمہ کی طرف سے ام المومنین کو

میں خدا کی حمد و ثناء کرتی ہوں اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرتی ہوں

امابعد تم نے اس اقدام سے اپنے احترام کا پردہ چاک کیا جو رسول خدا اور ان کی امت کے درمیان تھا، اور ان کے



حرم کا حجاب پارہ پارہ کیا قران نے تمہارا دامن جمع کیا ہے، اسے خود سرا خاک میں نہ ملاو، تمھارا مقام مرتبہ محفوظ ہے، اسے بلاوجہ ضائع نہ کرو، اس خدائے واحد سے ڈرو جو اس امت کا نگہبان ہے_

رسول خدا(ص) نے عورتوں کی جہاد کا طریقہ متعین کیا ہے، بلاشبہ اس سلسلے مین حکم صادر کیا ہے کیا تم نہیں جانتی ہو کہ انہوں نے تمہیں جنگ سے منع کیا ہے ؟کیونکہ اگر دین کے ستون میں ٹیڑھا ہو جائے تو عورتوں کی طاقت سے کبھی سیدھا نہیں ہو سکتا، اور اسکی خرابی عورتوں سے اصلاح پزیر ہر گز نہیں ہو سکتی، عورتوں کا جہاد اپنے کو لئے دیئے رکھنا، پاک دامنی اور قناعت ہے _

اگر تم اس طرح بیابانوں مین اپنے اونٹ کو اس گھاٹ اور اس گھاٹ ہا کتی رہو اور رسول خدا تمھین دیکھ لیں تو تو انھیں کیا جواب دو گی حالانکہ تمہیں جلد یا دیر ان کے سامنے حاضر ہونا ہے _

میں بے باکانہ قسم کھاتی ہون کہ اگر میں اس حال میں رسول سے ملاقات کروں کہ ان کی حرمت ضائع کی ہو اور مجھ سے کہا جائے کہ اے ام سلمہ جنت میں اجاو تو میں شرم سے پانی پانی ہو جاوں گی _

اس لئے اپنے پروردگار کی حفاظت کرو اور گھر میں بیٹھی رہو اگر تم اس امت سے سروکار نہ رکھو تو یہ بجائے خود ان کے حق میں بہترین خدمت ہے، اور میں جانتی ہوں کہ رسول خدا سے جو باتیں میں نے سنی ہیں اگر اس سے تمہیں خبر دار کروں تو تم سانپ کاٹے شخص کی طرح تڑپنے لگو گی، والسلام

خود یہ خط دوسری دلیل ہے کہ عائشه کا اجتہاد غلط تھا

اس خط میں اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ انھیں مسلمانوں کی جماعت میں ھم اھنگی کی فکر نہیں تھی، نیز یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ ازواج رسول میں سے دوسری کوئی بھی عائشه کے اس اقدام کے ساتھ نہیں تھیں اور نہ انھوں نے عائشه کی مدد کی،

## اس کتاب کے مولف کا مقصد

اقائے عسکری، خداوند عالم انہیں حقیقت بیانی کی جزادے میں نے اپنے دقیق علمی بحث میں ھر گز اس بات کا قصد نہیں کیا ہے کہ لوگوں کو عائشه نے اپنے اجتہاد و فتوی میں جو اشتباہات کئے ہیں ان کے خلاف لوگوں کو بھڑ کائیں ،اور مسلمانوں کے احساسات ابھاریں بلکہ انھوں نے اپنے بیان کے درمیان صرف خشنودی خدا کیلئے اس بات کی فکر کی ہے کہ تاریخی حالات کے مفاہیم جو زیادہ تر لوگوں کے ذہن اصحاب رسول ہونے کی وجہ سے پہچان نہیں پائے ہیں اور



تاریخ صحیح کی تفہیم نہ ہونے کی وجہ سے عظمت شریعت اسلام کی تفہیم سے محروم ہیں ان کی اصلاح و تصحیح کریں، کہ اوضاع تاریخی کے مفہوم سے عام لوگ جو محروم ہیں اور اصحاب رسول کو پہچان نہیں سکتے ہیں اور ان کی باتوں میں تمیز نہیں کر سکے ہیں، اور نتیجے میں صحیح تاریخ سمجھنے اور ان کی شریعت اسلام میں حیثیت کو پہچان نہیں سکے ہیں ان کی اصلاح و تصحیح کریں، انھوں نے اس راہ میں جو سعی کی ہے اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ لوگ احادیث رسول خدا کو بغیر اپنے احساسات و جذبات کی مداخلت جزوی فوائد و تعصب کے راویان حدیث کے بارے میں علم و دانش کی روشنی میں ادراک کر سکیں _

کیونکہ اگر لوگ تمام یا کچھ حصۂ حدیث رسول کو سمجھ لیں تو بڑی اسانی سے اسلامی فرقوں اور مذاہب کے درمیان کا اختلاف کا سرا سمجھ میں اجائے گا، اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس حد تک یہ اختلاف مصنوعی اور حکمرانوں کا خاص غرض سے پیدا کیا ہوا ہے انھوں ہی نے ایک گروہ کو دوسرے گروہ پر ترجیح دی ہے حکومت چلانے اور اپنی پارٹی مضبوط کرنے کیلئے جن حدیث کو ضروری سمجھا بنالیا یا اکثر صحابہ کی بیان کردہ حدیث کو من کے مطابق بدل لیا، صحیح بات یہ ہے کہ انھوں نے حکومت کے استحکام کیلئے صحابہ پر دروغ بافی کی اور اپنی غرض کے لئے من پسند باتیں گڑھ لیں۔

اس سے پہلے کہ اپنی علمی بحث کو ختم کروں جسے صرف خشنودی خدا کیلئے معرض تحریر میں لائی گئی ہے، مناسب سمجھتا ہوں کہ دانشور محقق اقائے عسکری کے کان میں اہستہ سے ڈال دوں کہ وہ اپنے ان علمی مطالب کو جس کا بلند مقصد مذاہب اسلامی کو ایک دوسرے کے قریب لانا ہے اسے جاری رکھیں، اپنے متین اور محکم اساس پر استوار اسلوب کو اس طرح قرار دیں کہ ارباب علم ودانش اور اسکالروں کیلئے پسندیدہ ہو تاکہ اس طرح مسلمانوں میں باہمی اتحاد وہم اہنگی پیدا ہو، اور کیا ہی اچھا ہو تاکہ تمام وجود جو بحث و تحقیق میں مستغرق ہے میری اس پیش کش کو عملی شکل دیدے۔

کیونکہ بنیادی طور سے اختلاف اور ذاتی دھڑابندی ایک شیعہ اور سنی کے درمیان سمجھ میں انے والی بات نہیں ہے اور اسمیں شک نہیں کہ یہ دونوں فرقے جب تک مقاصد اور وجوہات دونوں کے خالص ہیں تو ایک دوسرے کے نقائص دور کرنے اور درستگی لانے میں دل وجان سے کوشش کریں۔

**ڈاکٹر حامد حفنی دائود**

17 **شوال** 1381

23 **مارچ** 1992



## کتاب کا مقصد تالیف

زیادہ تر ارباب تحقیق رسول خد (ص) اکی احادیث کی طرف دیر سے متوجہ ہوئے ہیں کہ احادیث کا ایک دوسرے سے ربط یا ان احادیث اور ایات قران کے درمیان گھناونا اختلاف موجود ہے، یہ امر اس بات کا سبب بنا کہ سلف کے دانشوروں نے رسول خدا پر اعتراضات اپ کی احادیث کی توجیہ وتاویل پر مشتمل کتابیں لکھیں، ان میں تاویل مختلف الاحادیث اور بیان مشکل الحدیث اور بیان مشکل الاثار وغیرہ کتابیں لکھیں۔

اس طرح نقادوں اور عیب جوئی کرنے والے ملحدوں اور عیسائی مبلغوں کے ساتھ کچھ مستشرقین کو بھی اس بات پر ابھارا کہ دشمنی وعناد کی راہ سے اس قسم کی احادیث کے استناد میں اختلاف وتضاد دکھا کر پیغمبر اسلام اور ان کے دین پر اعتراض کیا اور مذاق اڑایا، حالانکہ یہ دونوں گروہ اس بات سے غافل تھے کہ ان احادیث کے مجموعے کا بہت بڑا سرمایہ، خاص طور سے جن میں باہم اختلاف ہے یہ سبھی ایک ہی روش اور ایک ہی سیاق سے مربوط نہیں ہیں کہ انھیں

اطمینان کے ساتھ سبھی کو رسول خدا کی واقعی حدیث سمجھ کر یکجا بحث و تحلیل کی جائے بلکہ یہ تمام احادیث خود ہی چند مختلف احادیث کا مجموعہ ہیں جنھیں مختلف راویوں اور بیان کرنے والوں کے طریقے سے ھم تک پہونچا ہے_

ارباب تحقیق کو سب سے پہلے یہ چاہیئے کہ راویان حدیث کی دستہ بندی کریں مثلاوہ احادیث جو ام المومنین عائشہ سے منسوب ہیں یا انس سے ابو ھریرہ یا عبد اللہ بن عمر سے ان تمام کو الگ الگ جمع کر کے دوسرے ایسے راویان حدیث جنھوں نے رسول خدا (ص) سے بہت زیادہ احادیث روایت کی ہیں ( ان کے حالات زندگی ، انکا انداز فکر اوران کا عقیدہ ) ان پر الگ الگ بحث و تحقیق کی جائے تاکہ حقیقت امر واضح ہو سکے_

مجھے یہ بات اس وقت معلوم ہوئي ، جب میں صدر اسلام کے تاریخی حوادث کے ذیل میں احادیث کے بحث و تحقیق میں مشغول تھا ، خاص طور سے ان احادیث پر جو ام المومنین عائشہ سے نقل کی گئی ہیں ، اس موقعہ پر میری نگاہ جذب ہو کر رہ گئي اور مجھے یقین حاصل ہو گیا کہ تاریخ اسلام ابتدائے بعثت سے بعثت یزید کے زمانے تک کو اچھی طرح نہیں سمجھا گیا ہے_

یہ اسی وقت ممکن ہے کہ پہلے احادیث ام المومنین کو جو بجائے خود اکیلا تاریخ صدر اسلام کا اھم ترین سرچشمہ ہے حقیقت فہمی کیلئے اس کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کیا جائے



اس طرح مجھے یقین ہے کہ بعض ایات قرانی کو سمجھنا نیز وہ اسلامی فقہ جو اکیلی احادیث ام المومنین کی سند سے مروی ہیں ان کو بھی اسی اساس پر مطالعہ کرنا چاہیے_

جب میں اسلام کے پہلے دور کی تاریخی تنظیم کا تجزیہ کر رہا تھا ، میرے لئے ناگزیر ہو گیا کہ اسی تقسیم یعنی حدیث کی قدر و قیمت کے بارے میں بحث کو تمام مباحث کو مقدم قرار دیکر اسی کا تحلیل و تجزیہ کروں_

اس قسم کے واردات کی اس حیثیت سے کہ صدر اسلام کے سرکردہ افراد میں بڑی مشکل بات ہے اس وادی میں قدم رکھنا کسی مسلمان محقق کیلئے کوئی اسان بات نہیں ہے ( غیر جانبدارانہ تحقیق کریں )

پہلی زحمت دشواری جو مشرق کے مسلمان ادیبوں کو پیش اتی ہے وہ خود ان کے عقائد ہیں جنکی انھوں نے عادت ڈال لی ہے اور ان کی زندگی میں نشو و نما پاتا رہا اور ان کی نفسیات اور رگوں میں رچ بس گیا ہے اور یہی عقائد اسلامی معاشرے میں بھی رائج ہیں_

یہ لوگ صدر اسلام کے مسلمانوں کو عام ادمیوں سے برتر خیال کرتے ہیں اس عہد کو اور اس زمانے کے افراد کو مقدس سمجھتے ہیں اور جو کچھ ان کے اور اس زمانے کے بارے میں سمجھ بیٹھے ہیں ، وہ دوسرے عہد کے مسلمانوں کے بارے میں باور نہیں کرتے_

چنانچہ اس طرح کے ادیب ، قلمکار متذکرہ الجھن کو بحث و تحقیق میں نظر انداز نہیں کرتے ، تلاش حق و حقیقت کے بجائے ان کی باتیں اپنے معتقدات کے دفاع میں لگ جاتی ہیں_

جب میں نے یہ حقیقت سمجھ لی تو پکا ارادہ کر لیا کہ اس موضوع پر اپنے جذبات کو جو ام المومنین عائشہ کی زوجہء رسول کی حیثیت سے قائل ہوں ، انھیں اڑے نہ انے دوں ، اور اسلام کی محترم شخصیات کو جو نظر انداز کر دیا جاتا ہے

انھیں دوسرے عام لوگوں کے مقابل فرق نہ قرار دوں اور انہیں اس نقطہء نظر سے پہچانوں کہ وہ بھی عام لوگوں کی طرح گونا گوں احساسات وجذبات رکھتے تھے، اس طرح میں حیات ام المومنین کے ادوار میں جو حوادث پیش ائے حقیقت معلوم کرنے کیلئے صرف اسی کو موضوع بحث و تنقید قرار دوں_

اگرچہ دعوی نہیں کرتا کہ میں اپنے اس ارادے میں پوری طرح کامیاب ہوگیاہوں، لیکن اس سلسلے میں اپنی بھرپور تلاش و کوشش کرڈالی ہے اس کا جو کچھ فیصلہ ہے وہ دوسروں کو کرنا ہے، لیکن خدا کو گواہ کرکے کہتاہوں کہ صرف صدر اسلام کی تاریخ، قران اور اس کے احکام کی تحقیق کرنے والوں کو فائدہ پہونچانے کیلئے میں‌نے یہ سارے پاپڑبیلے ہیں،_



## اسلام یاایمان وعقیدہ

دوسری بات یہ کہ جیسے ہی کوئی قلمکارپکاارادہ کرکے اس مشکل کواپنی بحث وتحقیق سے اٹھالیتاہے تودوسری مشکل گلے پڑجاتی ہے کہ اس قسم کے مطالب کی نشرواشاعت مسلمانوں کی ھم اہنگی کو متاثر کرتی ہے یہ سوال کھڑاہو جاتا کہ اج جبکہ بہت سے مجاہدین اور مصلحین کی مسلسل مساعی سے خداوند عالم نے مختلف گروہ میں بٹے ہوئے مسلمانوں کی ارزوں اور میلانات کو ایک دوسرے سے قریب کردیاہے، ان میں برادری کے اسباب فراہم کردئے ہیں کیاایسی حالت میں مناسب ہے کہ اسقدر طویل زمانے کے بیتے دور کے بارے میں لکھاجائے کہ صرف یہی نہیں کہ باہمی تردید واعتراض کی ہوابن جائے بلکہ سوئے ہوئے جذبات بھڑک اٹھیں اور اپس میں نفرت وعناد پیداہوجائے؟

لیکن اسی سوال کے مقابل میں مسئلہ بھی سامنے اجاتاہے کہ جسے اسانی سے نظر انداز نہیں کیاجاسکتا_

اگر خیر اندیش اصلاح پسندوں کی کوشش بیکار کرنے کانام دیکر ایسی بحث وتحقیق پسندیدہ نہ سمجھی جائے تواس صورت میں تمام لوگوں پر علمی تحقیقات کے دروازے بند ہوجائیں گے اور یہ دانش ومعرفت پر ایساظلم ہوگا جو معاف کرنے کے قابل نہیں، کیونکہ اس نتیجے مین اسلامی حقائق پر گذرتے عہدوں اور زمانوں پر جمود فکری اور تعصب کی جمی دھول سے مختلف فرقوں میں اختلاف وتفرقہ زیادہ پیداہوگا، اور یہ مسلم ہے کہ کوئی بھی اصلاح پسند اور ہم اہنگی کارسیااس کی تائید وتصدیق نہ کرے گا_

اس سبب سے ہم پورے دلی خلوص کے ساتھ مسلمان بھائیوں کے درمیان سے اصلاح پسندوں کی اواز کاجواب دیتے ہوئے خدا سے دعاکرتے ہیں کہ تفرقہ واختلاف جڑ سے ختم کرنے کی توفیق عطاہو_

ہم دانش ومعرفت کے مرتبہ کی نسبت سے احترام خاص کے قائل ہیں اس کامعاملہ دوسرے معاملوں سے الگ سمجھتے ہیں_

کیونکہ جن لوگوں نے مسلمانوں میں اتحاد ویکجہتی کی مسلسل کوشش کی بنیاد رکھی ہے مقدس اسلام کے پرچم تلے یکجہتی کی اواز بلند کررہے ہیں حالانکہ خود اسلام بین الاقوامی سیاست کاانگیزہ نہیں ہے بلکہ وہ ایمان وعقیدہ سے عبارت ہے بلکہ وہ واقعات کاایسا تسلسل ہے جوبحث وتحقیق اور بھرپور علمی تنقید سے پیداہونے والی چیز ہے، ان حقائق کو مختلف بہانوں اور عنوانوں سے چھپانے سے ایمان وعقیدہ پر استوار وحدت وجود پزیر نہیں ہوسکتی، اور اسلام کی صحیح و

مستقیم راہ گمراھی وضلالت کے کنویں سے برامد نہیں ہو سکتی_



خداوند عالم سے دعا کرتاہوں کہ متوازن اور سیدھی راہ پر گامزن ہونے کی توفیق کرامت فرمائے کہ وہی سب کو سیدھی راہ دکھانے والا ہے_

## عمیق اسلامی یکجہتی،

تیسری مشکل دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئي اوازہے جسکا اصلی محرک ایمان ہے،اس بات کا ایمان کہ اسلامی معاشرے میں صرف اسلام کی حکومت ہونی چاہئے اور اسی بنیاد پر ہماری یکجہتی واستوار ہونا چاہیے اس بناپر ہم سب لوگوں کی تمام تر کوششیں اس بات کیلئے ہونی چاہئے کہ اسلام زندہ ہو اور اسی ذھن میں رہنا چایئے،اسی راہ سے اپنے کو مصروف رکھنا چاہیئے،

اے راہ حق کے مجاہدو خدا اپ حضرات کو توفیق عطا کرے کیا اپ مسلمانوں کو اسلام کی طرف واپسی وخود سپردگی اور اسلامی قوانین کے نفاذ کی دعوت نہیں دے رہے ہیں؟ کیا اس کی تاریخ کا تجزیہ وتحلیل اور حقیقی احادیث رسول اور حدیث بیان کرنے والوں کے حال ومال کے تجزیے ومطالع کے سوا بھی کوئي راستہ ہے؟ تاکہ اسی کے واسطے سے اایات قران کی شان نزول معلوم کریں اور اسی روشنی میں احکام اسلام حاصل کرکے اسکی پیروی کریں اور دوسروں کو بھی عمل کرنے کی دعوت دیں اور چونکہ اسلامی احکام پر عمل ناگزیر ہے اس لئے لامحالہ اس کا علم حاصل کرنا ھمارے لئے لازم ہے اور یہ بات مسلّم ہے کہ بغیر علم حاصل کئے عمل انجام پذیر نہیں ہوسکتا_ پورے وثوق کے ساتھ کہاجا سکتاہے کہ اسلامی یک جہتی اور معاشرے کو اسلام کی طرف واپس لانے کیلئے مستقل سعی میں اور تاریخ کی بحث وتحقیق نیز احادیث رسول کی چھان پٹک کے درمیان کوئي تضاد نہیں ہے بلکہ یہ اسلامی یک جہتی کیلئے اسکی حیثیت بنیاد کی ہے ایک دوسرے کی متمم ہے کونکہ مسلمانوں کو اسلام کی طرف واپس لانا اسی وقت ممکن ہے جب باھم فکری یک جہتی پیدا ہو ایات قرانی اور احادیث رسول وتاریخ اسلام کو اچھی طرح سمجھا جائے_

اسی طرح جب تک اسلامی معاشرے میں ایمان واپس نہیں لایا جائیگا اس وقت تک مسلمانوں کے درمیان دوستی وبرادری قائم نہیں ہوگی،کیونکہ اگر اس کے سوا کچھ ہے تو مسلمان کی ھم اہنگی کی بنیاد کا پرچم ہے؟

اور کون سی چیز ہے جو انہیں ایک دل اور ایک جہت عطا کرے گی،اس طرح بھائي چارگی اسی وقت قائم ہوسکتی ہے

جبکہ مسلمانوں کو ایک دوسرے کی حقیقت حاصل کرنے اور حقیقت کی پیروی کرنے کیلئے مسلمانوں کو ایک دوسرے کی رائیں سمجھنے اور صحیح تنقید عطا کی جائے،تاکہ خدا کے ارشاد قرانی (میرے بندے وہ ہیں جو میری بات سنتے ہیں اور سب سے بہتر کی پیروی

کرتے ہیں(1)) صادق اسکے_ یہی ہماری اواز ہے_

خداوند عالم کی بارگاہ میں دعاہے کہ ھمیں اور تمام مسلمان بھائیوں کواسی عظیم ارشاد کی پیروی کی توفیق عنایت کرے_

یہاں تک جتنے اعتراضات گنائے گئے یہ مسلمانوں سے مخصوص تھے_

## بزرگوں کی پرستش

تمام قوموں اور ملتوں کی تاریخ کی طرح ان متذکرہ باتوں کے انداز پر تاریخ اسلام میں بھی تین بڑی رکاوٹ اور مشکل برابر موجود رہی، جو اکثر حقائق کے متلاشی اور تاریخ نگارشوں کے سد راہ رہی اور لوگوں کو علم وحقیقت کی پیروی سے روکتی رہي،

انکی اولین اور اھم ترین رکاوٹ پاک بزرگوں کے احترام کی عادت اس حد تک کہ جسے پرستش کہاجاسکتاہے، کسی بھی بشر کی ابتدائے تاریخ سے عادت رہی کہ اپنے اسلاف کی حد سے زیادہ تعظیم کرتے، بت پرستی یہیں سے پیدا ہوئي ہے، چنانچہ_ نسر، یغوث، یعوق، ود، سواع(1) ماضی میں نیک اور صالح تھے_

ان کے زمانے کے لوگ ان کا احترام کرتے تھے، مرنے کے بعد ان کا احترام اتنا بڑھا کہ ان کی پوجا کی جانے لگي_

مزہ یہ ہے کہ ھم اپنے صالح اسلاف کو ان کی زندگی کے زمانے میں دیکھتے ہیں کہ ان پر اس قدر تنقید وتردید کی جاتی ہے کہ ایک دوسرے کو قتل کا فتوی تک دیدیتے ہیں، ان کو ان کے عزیزوں اور ماننے والوں کا خون بہانا بھی جائز جانتے ہیں، لیکن ان کے مرنے کے چند سال بعد اج کی نسل میںان کی تعظیم وتکریم اتنی بڑھ گئي ہے کہ اب ان کی رفتار وگفتار پر تنقید وتجزیہ بھی جائز نہیں سمجھتے نہ اجازت دیتے اور اس رہگذر پر دانش و نظر میں اپنے اور دوسروں کو سناٹا کردیاہے_

## اندھا تعصب

دوسری تعصب کی رکاوٹ ہے یہ ایسی رکاوٹ ہے کہ اس پر برتی ہے اور خود یہ رکاوٹ ایسی ہے کہ ادمی کو جہالت وبے خبری ونادانی کے اندھیرے میں ڈال دیتی ہے، یہ ایسی قربانگاہ ہے کہ طول تاریخ بشریت

میں ہر ملک اور ہر عہد میں جہاں دیکھئے بے شمار قربانیاں بکھری پڑی ہیں_

رے کا شھر ساتویں صدی ھجری کے اوائل میں تعصب مذ ہبی کی وجہ سے دوبارویرانے میں بدلا،(1) پہلے تو حنفیوں اور شافعیوں نے شیعوں کے خلاف ھنگامہ ارائي کی، ان کا بے رحمانہ قتل عام کیا، پھر شافعیوں نے حنفیوں پر دھاوابولا اور انہیں تلوار کی باڑھ پر رکھ لیا، نتیجے میں گھر ویران ہوئے، شھر ویرانے میں بدل گیا، یہ قربانگاہ بے جاتعصب کے اثر کی معمولی سی جھلکی ہے، حالانکہ ایسی ھزاروں قربانیاں تاریخ میں بھری پڑی ہیں جو مذموم تعصب کی وجہ سے واقع ہوئیں، ان مضحکہ خیز قربانیوں کی نشاندہی کی جاسکتی ہے_

## عوام فریب لوگ

تیسری رکاوٹ توسب سے زیادہ نفرت انگیز ہے، وہ راسخ اعمال ہیں جو ارباب اقتدار وطاقت نے مختلف عہد تاریخ میں اس کی نمائشے کی ہے

یہ لوگ تھے جو بندوق کی نوک اور اپنے اثر سے جو چاہتے کرڈالتے تھے، جیسا کہ مقتدر شخصیات نے عوام فریبی کا جال بچھاتے ہوئے بحث و تحقیق کی باگ روک لی اور سن 655ھ میں باقاعدہ طریقے سے اجتہاد کادروازہ قوم کے فقہاپر بند کردیا(2)

نہ معلوم اب جبکہ اٹھ صدی بعد باب اجتہاد کھلنے کے مقدمات فراہم ہوئے ہیں اس راہ میں کس حد تک انہوں نے ترقی کی ہے، کیااب بھی وقت نہیں ایاہے کہ مسلمانوں کو بحث و تحقیق کی اجازت دی جائے؟اب تو پھانسی کی سزا صرف تقلید سلف میں منحصر ہو کررہ گئي، کسی دوسرے معاملے میں گردن نہیں ماری جاتي_

---

1_یہ پانچ بت قریش کے تھے جن کاذکر قران میں ہے تفسیر درمنثور سورئہ نوح ایۃ24 اور تمام تفاسیر دیکھی جاسکتی ہے_

2_یاقوت، لغت(ري) 4_55 3

نہیں____ ایساھر گزنہیں ہو گا،کیونکہ اصلاح پسندوں کی مسلسل کوششوں سے عکس دانش سے چہرئہ حقیقت اسقدر صاف نظر انے لگاہے کہ جس کاانکارنہیں کیاجاسکتا،بہت جلد ایساوقت ارہاہے کہ اس وقت کے لوگ بحث و تحقیق کی اجازت نہ ہونے سے جوزحمت اٹھانی پڑرہی ہے اس پرہنسیں گے ، جس طرح اج ھم تعصب بے جاکے مظاھرے کی وجہ سے شہررے پر ہنس رہے ہیں_

ان متذکرہ رکاوٹوں کو جانے دیجئے ہم نے اصولی طورسے عادت بنالی ہے کہ جب بھی کسی کی تعریف وستائشے سنتے ہیں اس کے عیوب سننے کے رواداد نہیں ہوئے نہ تنقید برداشت کرتے ہیں،اور اگر اس کی عیب گیری پر امادہ ہوتے ہیں تو پھر تعریف نہیں سنتے_

لیکن میں نے ام المومنین عائشہ کے بارے میں جوکچھ احادیث وتاریخ سے حاصل کیاہے،انھیں پیش کررہاہوں چاہے یہ تعارف ان کے حق میں عیب جوئی تعارف کے بطور یا تنقید ہو یا تعریف وستائشے ہو_

اگر کوئی شخص اس پر مطمئن نہ ہو اور متذکرہ مشکلات پر قابونہ پاسکتاہو،کیونکہ یہ رکاوٹیں قلمکار اور قاری کے درمیان مشترک ہیں،توکتاب کو اس کے حوالے کردے جو ان رکاوٹوں پر قابو پاسکتاہو جی ہاں_ جو شخص ام المومنین عائشہ کو تاریخ وحدیث کے درمیان سے پہچاننے کاخواہشمند ہے اسے احادیث مین تحقیق کا میدان ممکن بن گیاہے وہ تحلیل وتجزیہ کرسکتاہے،صدر اسلام کی خاتون کے ادوار اس کے سامنے ہیں اور حقیقت کی پیروی کرناناشائستہ ترہے،اور سیدھی راہ چلنے والوں پر صلوات_

سید مرتضی عسکری،بغداد،دانشکدئہ اصول الدین

---

1_بیپرس بند قدادی نے 665ھ میں باقاعدہ مصر کے اندر باب اجتہاد بند کیاخطط مقریزی ص 161 دیکھی جاسکتی ہے کسقدر رہے کہ خود مصر میں صدیوں بند رکھنے کے بعد خود ہی کھولا ہے_

# (فصل اول)

## ازواج رسول (ص)

### زینب بنت جحش

رسول اکرم (ص) کے ازدواج کے یہاں تک جتنے واقعات بیان کئے گئے ان میں زیادہ تر کی حکمت واضح ہے لیکن زینب سے ازدواج کی حکمت دوسری ہی ہے اس حکمت کو بیان کرنے کے لئے ایک مقدمے کی ضرورت ہے، وہ یہ کہ جہاں تک میری واقفیت ہے دنیا کے اصلاح پسند اپنے معاشرتی اصلاح کے منصوبے نافذ کرنے کے لئے دوسروں سے پہلے خود ہی اس پر عمل کرتے ہیں_

اپنا اصلاحی اقدام خود اور اپنے خاندان والوں سے شروع کرتے ہیں اس سلسلے میں ہر طرح کی فداکاری جو مقصد کیلئے ضروری ہے، اٹھائیں رکھتے، اس کے بعد وہ اپنے قریبی لوگوں، رشتہ داروں اور بعد میں دوسرے افراد بشر کو اس پر عمل کرنے کی دعوت دیتے ہیں_

پیغمبر خدا (ص) یکتا مصلح عالم بشریت تھے، وہ بھی اس قانون سے مستثنی نہیں تھے، انھوں نے معاشرے کی اصلاح اور جاہلیت کے ناپسندیدہ عادات و رسوم کو ختم کرنے کیلئے، بحکم خدا پہلے اپنوں ہی سے تبلیغ شروع کی، اسی بنیاد پر انہوں نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا، سب سے پہلا سود جسے میں کالعدم قرار دیتا ہوں، وہ میرے چچا عباس کا سود ہے_ (1)

ہر خون جو جاہلیت کے زمانے میں بہایا گیا وہ باطل ہے اور سب سے پہلا خون جسے میں باطل کر رہا ہوں وہ ربیعہ کے فرزند کا ہے اور یہ خاندان عبد المطلب کی فرد ہے_ (2)

رسول خدا (ص) کی سیرت میں اس مفہوم کے تاریخی شواہد بہت زیادہ ہیں زینب بنت جحش کے ازدواج کا واقعہ اسی قسم کا ایک نمونہ ہے، جسے رسول خدا نے جہالت و نادانی کی بنیاد پر استوار اس رسم جاہلیت کو ختم کرنے کیلئے انجام دیا، اس ازدواج سے رسول خدا کے دو بنیادی مقاصد تھے_

---

1_ رسول خدا کے چچا عباس زمانہء جاہلیت میں مشہور سود خوار تھے

2_ خاندان عبد المطلب کی فرد ربیعہ کا شیر خوار فرزند قبیلہ بنی لیث میں تھا جسے قبیلہ ھذیل کے افراد نے غلطی سے قتل کر دیا تھا، بنی ہاشم اس تاریخ تک جبکہ رسول نے یہ اعلان فرمایا اس شیر خوار کے اس قبیلے کے لوگوں سے قصاص کے خواہاں تھے

1_ طبقاتی نابرابری ختم کرنا

2_ منھ بولے بیٹے کے بارے میں احکام توڑنا(1)

زید بن حارثہ رسول خدا کے منھ بولے بیٹے تھے، بچپن میں کچھ عربوں کے ہجوم میں پھنس کر اغوا کر لئے گئے، پھر وہ مکہ میں بیچنے کیلئے لائے گئے جس وقت زید بیچے جارہے تھے وہاں رسول خدا موجود تھے، اپ نے انھیں پسند کر کے اپنی زوجہ خدیجہ کے لئے خرید لیا، زید کو خدیجہ نے رسول خدا ہی کو بخش دیا_

زید کے ماں باپ اپنے جگر گوشے کے غائب ہونے سے سخت غم واندوہ میں مبتلا ہوئے، ان لوگوں کو زید کی کچھ خبر نہیں تھی، ایک دن اچانک ٹکرائو ہوگیا اور زید کے افراد قبیلہ کی نظر زید پر پڑ گئی، دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا، زید نے ان لوگوں کے ذریعہ کچھ اشعار لکھ کر اپنے ماں باپ کے پاس یہ پیغام بھیجا_

اپ لوگ میرے بارے میں رنجیدہ نہ ہوں میں عرب کے سب سے شریف قبیلے میں زندگی بسر کر رہا ہوں، یہاں مجھے تمام قسم کی اسائشے میّسر ہے_

زید کے باپ اور چچا کو جب زید کے حال ومقام کی اطلاع ہوئي تو بھاری رقم لیکر مکے کی طرف چلے، اس امید پر کہ زید کو خرید لیں گے، جب یہ لوگ رسول خدا کی خدمت میں ائے تو اپنے انے کا مقصد بیان کیا_

انحضرت(ص) نے فرمایا: اگر زید مجھ سے جدا ہونا چاہیں تو مجھے کوئي اعتراض نہیں پھر اپ نے زید کو بلایا، جب زید ائے تو اپنے باپ اور چچا کو پہچان لیا اور تصدیق کی کہ یہی میرے باپ اور چچا ہیں، اس وقت رسول خدا نے زید سے ان کے باپ اور چچا کے انے کا مقصد بیان کیا اور فرمایا کہ تم ازاد ہو چاہے میرے ساتھ رہو یا اپنے باپ کے ساتھ جائو، زید نے جواب دیا میں ہرگز کسی شخص کو بھی اپ کے اوپر ترجیح نہیں دوں گا_

زید کے باپ نے زید کا جواب سن کر کہا:

بیٹا تم باپ کے سامنے غلامی کو ازادی پر ترجیح دے رہے ہو_

زید نے جواب دیا، جی ہاں، اس عظیم شخصیت کے مقابلے میں اور رسول خدا کی طرف اشارہ کیا، اس وقت رسول خدا نے زید کا ہاتھ تھاما اور حجر اسماعیل کے پاس اکر بلند اواز سے فرمایا:

---

1_ رسم جاہلیت تھی کہ کوئي شخص اگر کسی کو اپنا بیٹا کہہ دیتا اور وہ لڑکا بھی اس پر راضی ہوتا تو اسے تمام لوگ اسی کا بیٹا کہتے اور صلبی فرزند کے تمام احکام اسکے لئے ثابت رہتے

اے موجو دلو گو گواہ رہو، زید میرا بیٹا ہے، وہ میرا وارث ہو گا میں اسکا وارث ہوں گا (یا من حضرا شھدوا ان زیدا ابنی یر ثنی وارثہ)

یہ دیکھ کر زید کے باپ اور چچا خوشی سے پھولے نہیں سمائے، اور وہ واپس ہو گئے، اس تاریخ سے زید جو ازاد کر دیٔہ رسول خدا تھے تمام لوگ انھیں زید بن محمد کہنے لگے_

زینب بنت جحش رسول خدا کی پھوپھی زاد بہن تھی انحضرت ہی انکی کفالت فرماتے تھے، ان سے شادی کے بہت سے لوگوں نے پیغامات دئے تھے انھوں نے یہ معاملہ رسول خدا کے حوالے کر دیا تھا، انحضرت نے ان سے فرمایا کہ تم زید سے شادی کرو_

زینب نے یہ سنا تو بھڑک اٹھیں، کہنے لگیں، میں اپ کی پھوپھی زاد بہن ہوں، اور اپ مجھے اپنے ازاد کر دہ شخص کے حوالے کر رہے ہیں؟ زینب کے بھائی بہن بھی طبقاتی اختلاف کی وجہ سے اس بات پر راضی نہیں تھے، اسی وقت خدا کی طرف سے یہ حکم نازل ہوا_

کسی مومن مرد یا عورت کو یہ اختیار نہیں کہ جب خدا اور سول کسی امر کے بارے میں فیصلہ کر دیں تو وہ بھی اپنے امر کے بارے میں صاحب اختیار ہو جائے اور جو بھی خدا اور سول کی نافرمانی کرے گا وہ بڑی کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہو گا

اس ایت نے تینوں کے بارے میں اعلان کر دیا کہ وہ خاموشی سے رسول کے فیصلے کو مان لیں، زینب نے زید سے اپنی شادی کی امادگی ظاہر کر دی، رسول خدا نے اپنے اسی مقصد کے ماتحت جسمیں طبقاتی نابرابری اور اشراف گیری کا زعم ختم کرنا تھا زینب کی زید سے شادی کر دی

زید کے گھر زینب چلی گئیں، وہیں ایک دوسری عورت ام ایمن جو ازاد کر دیٔہ رسول خدا تھیں اور ان کے فرزند کے ساتھ رہنے لگیں، مانی بات ہے کہ یہ طرز زندگی زینب کو رنجیدہ کرنے والی تھی، اسی وجہ سے زید کے ساتھ بدسلوکی ہونے لگی_

بات یہاں تک بڑھی کہ زید نے رسول خدا سے شکایت کی اور اجازت مانگی کہ زینب کو طلاق دیدیں، لیکن رسول خدا نے فرمایا:

امسک علیک زوجک واتق اللہ، خدا سے ڈرو، اور اپنی زوجہ کو طلاق مت دو، لیکن زینب کی بدسلوکی نے زید کو اسقدر پریشان کیا کہ انکے اصرار کی وجہ سے رسول خدا بھی زینب کو طلاق دینے پر رضامند ہو گئے اور زید نے

زینب کو طلاق دیدی_

جب زینب کے عدہء طلاق کی مدت ختم ہوئی تو رسول خدا کو حکم خداوندی ہوا کہ ایک دوسری رسم جاہلیت ختم کرنے کیلئے ،زینب سے شادی کرلیں تاکہ لوگ عملی حیثیت سے دیکھ لیں کہ منھ بولے بیٹے کیلئے وصلبی فرزند کے احکام ثابت نہیں ہیں، اگر کسی کا منھ بولا بیٹا طلاق دیدے تو وہ اس سے شادی کرلے، اس معاملے کو نافذ کرنا رسول خدا کیلئے بڑا مشکل تھا، وہ لوگوں کی یاوہ گوئیوں کو دیکھ رہے تھے، یہاں تک یہ ایت نازل ہوئی جس سے انحضرت کی روحانی حالت اور شدید بے چینی ظاہر ہوتی ہے_

تم لوگوں سے ڈرتے ہو؟ حالانکہ خدا اسکا زیادہ سزاوار ہے کہ اس سے ڈرا جائے؟ جب زید نے اپنی حاجت پوری کرلی تو ہم نے اس عورت کا عقد تم سے کردیا تاکہ مومنین کے لئے منھ بولے بیٹوں کی بیویوں سے عقد کرنے میں کوئی ہرج نہ رہے(1)

اس واضح ایت کے بعد رسول خدا نے زینب سے شادی کرلی

ان تمام باتوں سے معلوم ہوگیا کہ رسول خدا کی زیادہ تر شادیوں کی حکمت و مصلحت یہ تھی کہ معاشرے میں احکام الہی کا نفاذ ہو اور جاہلیت کے زمانے سے چلی رہی ناپسندیدہ رسموں کو ختم کیا جائے اسمیں اپ کی خواہش نفس اور جنسی شھوت ذرا بھی دخل نہ تھا_

## وہ خواتین جنھوں نے بے مھر اپنے کو رسول(ص) خدا کیلئے پیش کیا

کچھ دوسری عورتیں بھی تھیں جنھوں نے بغیر مھر اپنے کو رسول خدا کی خدمت میں پیش کیا، اس پیشکش کو قران نے لفظ (وھبت) سے تعبیر کیا ہے اسکی غرض یہ تھی کچھ عورتوں نے خود ہی اپنے کو بغیر مہر کے پیش کیا تھا کہ اپ انھیں اپنے حبالہء عقد میں لے لیں، سیرت و تاریخ کی کتابوں میں ان چند عورتوں کا نام ملتا ہے، ان میں ایک خولہ بنت حکیم بھی تھیں_

---

1_ حیلہ ابو نعیم جلد 2/53 حالات زینب وتفسیر ایہ کیلئے مجمع البیان ملاحظہ ہو

## خولہ بنت حکیم ہلالیہ

خولہ ان خواتین میں تھیں جنھوں نے اپنے کوپیغمبر کے لئے ہبہ کیا، رسول خدانے جواب میں ٹال مٹول دکھائی، وہ پیغمبر کے گھر میں خدمت کرتی تھیں ،یہاں تک اپ نے ان کا نکاح عثمان بن مظعون سے کر دیا وہ عثمان کی وفات تک انھیں کے گھر رہیں(1)_

## دوسری خواتین

سہل ساعدی کی روایت ہے کہ ایک عورت خدمت رسول میں ائی اور اپنے کو اپ کے حوالے کرتے ہوئے پیش کیا، رسول نے جواب میں سکوت فرمایا، وہاں ایک مسلمان موجود تھا، اس نے عرض کی، یارسول اللہ، اگر اپ کو اس عورت کی حاجت نہیں ہے تو اسکی شادی میرے ساتھ کر دیجئے، انحضرت نے فرمایا اس عورت کو کیا مہر دوگے ؟

اس نے عرض کی، یہی لباس جو میرے بدن پر ہے

انحضرت نے فرمایا: اگر یہ لباس جو پہنے ہوئے ہو اسے دیدوگے تو تم خود برہنہ ہو جائوگے، کوئی دوسری چیز دو اس نے عرض کی، اسکے سوا تو میرے پاس کچھ بھی نہیں

انحضرت(ص) نے فرمایا: چاہے ایک لوہے کی انگوٹھی ہی ہو

اس نے عرض کی، میرے پاس وہ بھی نہیں

انحضرت نے فرمایا: کیا تمھیں کچھ قران کے سورے یاد ہیں_

اس نے کہا: جی ہاں، مجھے فلاں فلاں سورے یاد ہیں اس نے کئی سوروں کا نام لیا_

انحضرت(ص) نے فرمایا: میں اس عورت کی شادی تم سے انھیں قرانی سوروں کے بدلے کرتا ہوں جو تمھیں یاد ہیں_

سیرت کی کتابوں میں دوسری چند خواتین کے نام بھی ملتے ہیں جنھوں نے اپنے کو رسول کیلئے ہبہ کیا ان میں ام شریک اور ام لیلی کا نام ہے یہ خواتین خدمت رسول میں جسطرح پہونچیں ان کی دل خراش داستان کتابوں میں ملتی ہے لیکن رسول خدانے ان میں کسی سے بھی شادی نہیں کی_

## رسول کے لئے حکم خصوصي

گذشتہ صفحات میں ان باایمان خواتین کے کچھ حالات بیان کئے گئے جو اس وقت مدینے میں تھیں ، ہم نے یہ بھی دیکھا کہ کسطرح اسلام کی بلند مصلحتوں کے پیش نظر رسول خدا نے مختلف سرکش قبایل سے اپنائیت اور ازدواج کا سلوک اپنایا، اسی کے ساتھ یہ بھی قابل توجہ ہے کہ ہر مسلمان کو چار شادیاں کرنے کی اجازت ہے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ رسول خدا(ص) اس حکم سے مستثنی ہیں، یہ استثناء سورہء احزاب کی ایت 50_52 میں اسطرح ہے_

اے پیغمبر ہم نے اپ کے لئے اپ کی بیویوں کو جن کا مہر دیدیا ہے اور کنیزوں کو جنھیں خدا نے جنگ کے بغیر عطا کر دیا ہے اور اپ کے چچا کی بیٹیوں کو اور اپ کی پھوپھی کی بیٹیوں کو اور اپ کے ماموں کی بیٹیوں کو اور اپ کے خالہ کی بیٹیوں کو جنھوں نے اپ کے ساتھ ہجرت کی ہے اور اس مومنہ کو جو اپنا نفس نبی کو بخش دے، اگر نبی اس سے نکاح کرنا چاہے تو حلال کر دیا ہے، یہ صرف اپ کے لئے ہے باقی دوسرے مومنین کے لئے نہیں ہے، ہمیں معلوم ہے کہ ہم نے ان لوگوں پر ان کی بیویوں اور کنیزوں کے بارے میں کیا فریضہ قرار دیا ہے تا کہ اپ کے لئے کوئی زحمت اور مشقت نہ ہو_

ان میں سے جسکو اپ چاہیں کرلیں اور جس کو چاہیں اپنی پناہ میں رکھیں اور جن کو الگ کر دیا ہے ان میں سے بھی کسی کو چاہیں تو کوئی ہرج نہیں ہے، یہ سب اسلئے ہے تا کہ ان کی انکھیں ٹھنڈی رہیں اور یہ رنجیدہ نہ ہوں، اور جو کچھ اپ نے دیدیا ہے اس سے خوش رہیں اور اللہ تمھارے دلوں کا حال خوب جانتا ہے، اور وہ ہر شئے کا جاننے والا اور صاحب حکمت ہے، اس کے بعد اپ کے لئے دوسری عورتیں حلال نہیں ہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ ان بیویوں کو بدل لیں چاہے دوسری عورتوں کا حسن کتنا ہی اچھا کیوں نہ لگے، علاوہ ان عورتوں کے جو اپ کے ہاتھوں کی ملکیت ہیں اور خدا ہر شئے کی نگرانی کرنے والا ہے_

خود یہی حکم خدا تھا جسکی ایات میں وضاحت کی گئی، اور نتیجے میں رسول خدا(ص) کے لئے راہیں کھول دی گئیں کہ وہ خود ہی جس بات کی صلاح دیکھیں اقدام فرمائیں پیغمبر(ص) نے بھی جیسی مصلحت دیکھی، اقدام فرمایا یہاں تک اپ کی وفات کے وقت اپ کی ازدواج کی تعداد نو تک پہنچ گئی، لیکن یہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ رسول خدا کے لئے نو عورتوں کی اجازت ہے اور دوسرے تمام مسلمانوں کو چار کی اجازت ہے_



گذشتہ ایات میں پیغمبر کی حدود ازادی بیان کی گئی اسمیں حسن وزیبائي کو الگ کرکے خواتین معین کرنے کا حکم دیا گیا، یہ مصلحت اندیشی کے سوا کوئی دوسرا پہلو نہیں ہے، شاید اسی دلیل سے موجود خواتین کو چھوڑ کر دوسری اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی گئی، جبکہ مرد مسلمان کیلئے یہ بات جائز ہے کہ چار عورتوں کو چھوڑ کر دوسری چار عورتوں سے عقد کرنے کیلئے طلاق کی اجازت ہے_

رسول خدا(ص) نے اپنے اس اختیار سے انسانی ضرورتوں کے انتظام کے لئے اسلام کے بلند مصالح اور معنوی سیاسی ہدایت کے لئے عزت دار عورتوں سے استفادہ فرمایا، لیکن جب فتح مکہ کے بعد اسائشے فراہم ہو گئی تو اسکے بعد رسول خدا نے کسی بھی خاتون سے ازدواج نہیں فرمایا، کیونکہ اس حکم خاص سے استفادہ کی کوئی ضرورت باقی نہیں تھی_

# نتیجہ تحقیق

رسول اکرم (ص) کے حالات ازدواج سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ انحضرت نے اپنی پچاس سال کی عمر تک جو انسان کی طبیعی توانائی کا حد کمال ہے صرف ایک خاتون سے شادی کی جو اپ سے پندرہ سال بڑی تھیں اور انھوں نے پینسٹھ سال کی عمر، پائی تھی، اپ اسی طرح مکہ میں رہے یہاں تک کہ مدینے میں ہجرت فرمائی اور بے سہارا مسلمان معاشرے کے انتظامی امور کی سنگین ذمہ داری اپڑی_

جس زمانے میں اوارہ وطن مومنوں کا گروہ اپ کی خدمت میں اتا تھا کبھی انکی تعداد اسّی ہوتی جو مسجد کے صفّہ پر رہتے تھے، بعض ان میں شرمگاہ چھپانے بھر کے لباس سے بھی ٹھیک سے نہیں رکھتے تھے، اسی زمانے میں ایسی بے سہارا عورتیں بھی ہو گئیں جنکے شوہر جنگوں میں مارے گئے، وہ اپنے باپ کے گھروں میں بھی واپس نہیں جا سکتی تھیں، کیونکہ وہ ان کو خدا اور رسول کا دشمن اور نجس سمجھتی تھیں، خود وہاں ایسے حادثے معاشرے میں گذر رہے تھے کہ اساس حیثیت سے عورتوں کا وجود بھاری بوجھ سمجھا جاتا تھا کیونکہ باپ اپنی بچیوں کو فاقے کے ڈر سے زندہ دفن کر دیتے تھے، رسول خدا سے جنگ کے زمانے میں بھی اپ کو شکست دینے کیلئے انکی بیٹیوں کو طلاق کی پیشکش کرتے تھے، اخر کار نوبت یہاں تک پہونچی تھی کہ اگر بیوہ عورتوں کے باپ ہوتے تو اپنے ساتھیوں سے اصرار کرتے تھے کہ شادی کر لیں جیسے عمر کی بیٹی حفصہ کے ساتھ ایسا ہی ہوا_



کیا اس صورتحال میں حفصہ سے رسول خدا کی شادی ایک بیوہ کی نفسیاتی شکست اور عثمان وابوبکر سے ازردگی ختم کرنے کیلئے نہیں تھی؟

اسی زمانے میں دوسری خواتین جیسے ام سلمہ جو بڑی عمر کی اور صاحب اولاد تھیں اور ان کے شوہر جنگ احد میں مارے گئے تھے، شہر غربت میں کیا کر سکتی تھیں کیا ان کے لئے ایسا ممکن تھا کہ اسی خانوادے میں واپس جائیں جنکے تشدد سے تنگ اکر انھوں نے حبشہ کی طرف فرار کیا تھا_

یا وہ دوسری خاتون زینب بنت خزیمہ جنکی رسول خدا سے پہلے دو مردوں سے شادیاں ہوئی تھیں اور دوسرے شوہر جنگ احد میں شہید ہوئے تھے، وہ اپنی زندگی کے دن کیسے کاٹ سکتی تھیں؟

اسی طرح ابوسفیان کی بیٹی ام حبیبہ جو اپنے خاندان کی سختیوں سے تنگ اکر اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ بھاگ گئی تھیں، وہاں ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا انکی بیچارگی کا درمان سوائے اس کے اور کیا تھا کہ رسول کے زیر سایہ اجائیں ام حبیبہ اسی ابوسفیان کی بیٹی ہیں جس نے اسلام کا نام ونشان مٹانے اور رسول خدا کو ذلیل کرنے کیلئے کوئی پاپ نہیں چھوڑا_

رسول خدا (ص) کے خلاف جو بھی سرکشی کا پرچم بلند ہوا اسکا بانی مبانی ابوسفیان، اپ نے اسی ابوسفیان کی ابرو کا اسطرح تحفظ فرمایا کہ جسکا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، ہاں، اگر قریش نے ابوسفیان کی سرکشی میں یہ کوشش کی تھی کہ اپ کی بیٹیوں کو طلاق دلا کر انکے گھر واپس کر دیا جائے اج وہی پیغمبر ہیں، اسی ابوسفیان کی بیٹی کو حبشہ سے نکاح نامے کے ساتھ اپنی زوجہ بنا لیا، انھیں اعزاز واکرام کے ساتھ مدینہ بلوایا، یعنی انھیں عرب کے شریف ترین شخص کی خاتون بنا لیا، رسول خدا خانوادہء عبد المطلب سے جو تھے یہی وہ بات تھی کہ ابوسفیان جھومنے لگا، اور ایسا جملہ زبان سے نکالا جو ہمیشہ کیلئے ضرب المثل بن گیا ذالک الفحل لایقدع انفہ_

یہ وہ مرد ہے کہ اسکی ناک نہیں رگڑی جاسکتی اسکے دماغ پر ہتھوڑا نہیں لگایا جاسکتا، ایسی کردار کی عظمت کا رد عمل تمام بنی امیہ کے افراد خاندان میں کیا تھی جو کچھ گذشتہ صفحات میں نقل کیا گیا اسکی مثال میرے علم میں تو نہیں ہے لیکن اس واقع کی نظیر جو مجھے معلوم ہے قبیلہ بنی المصطلق کے سردار کی بیٹی کی شادی کا واقعہ، تفصیلی انداز میں نظر اتا ہے

قبیلہ بنی المصطلق خزائمہ کی ایک شاخ تھا، اور مدینے سے پانچ منزل پر رہتا تھا، اسکا سردار حارث رسول خدا (ص) سے جنگ کرنے کیلئے قبائل عرب کو ملا کر ایک بڑا لشکر تیار کر چکا تھا کہ ناگہان رسول خدا نے اچانک ان پر حملہ کر دیا،



اس وقت دوسرے قبائل جو اسکی کمک میں ائے تھے سبھی بھاگ گئے، رسول خدا نے ان سے اسلام قبول کرنے کو کہا، انھوں نے قبول نہیں کیا، جنگ بھڑک اٹھی، حارث کے قبیلے نے شکست کھا کر ہتھیار ڈال دئے، قیدیوں میں خود حارث کی بیٹی بھی تھی، جس انصاری نے اسے اسیر کیا تھا رسول خدا نے اسکو خرید کر ازاد کر دیا، پھر اس سے خود ہی عقد کر لیا، اور اپنی ازواج میں شامل کر لیا، حالانکہ اگر چاہتے تو بطور کنیز اس سے ہم بستر ہوتے، مسلمانوں نے اس ازدواج کے احترام میں اپنے تمام قیدیوں کو ازاد کر دیا، اس اعلی ظرفی کی خبر حارث کو ملی تو مدینے ایا اور اسلام قبول کر لیا اسکے بعد تمام قبیلے والے مسلمان ہو گئے، صلح حدیبیہ کے زمانے میں اسکا قبیلہ اور خزائمہ کا قبیلہ جس طرح قریش ہم پیمان ہوئے تھے یہ بھی ہم پیمان ہوئے _

یہیں سے جنگ زدہ عرب کے قبائل کی حکمت پر نظر جاتی ہے، وہ لوگ جب چاہتے تھے کہ صلح واشتی قائم ہو تو ظالم قبیلہ مظلوم قبیلے کو اپنی بیٹی دیدیتا تھا، اور اس طرح شادی بیاہ کے ذریعے سیاسی رابطہ بر قرار ہو جاتا تھا، واضح بات ہے کہ رسول خدا کی تمام شادیاں اس قاعدے سے مستثنی نہیں تھیں، مثلاً صفیہ سے اپکا نکاح جو خیبر کے یہودی سردار کی بیٹی تھیں یا ریحانہ جو بنی نظیر کے یہودیوں میں سے تھیں اور اسکا شوہر بنو قریظہ کا یہودی تھا _

اس طرح کی شادیوں سے رسول خدا کا مقصد واضح ہوتا ہے کہ اپ سرکش قبائل سے رشتہ قائم کرنا چاہتے تھے، اس حکمت کی وضاحت اس سے بھی ہوتی ہے کہ اپ نے کوئی ایک رشتہ بھی انصار سے قائم نہیں کیا، کیونکہ انصار کی بیوہ عورتیں خود اپنے گھر اور ٹھکانے میں تھیں، اپنے خاندان میں تھیں، ان کو کسی سرپرستی یا معاشی تعاون کی ضرورت نہیں تھی، بلکہ انصار ہی نے مکہ کے مہاجروں کی مالی مدد کی، انھیں گھر، لباس اور کھانا دیا، ان تمام شادیوں سے رسول خدا کی حکمت عملی روشن ہے صرف دو مواقع ہیں جنکے تجزیے کی ضرورت ہے، پہلی تو عائشہ سے اپ کی شادی، کیونکہ رسول خدا نے ان سے نو سال پورے ہوتے ہی ازدواج فرمایا، اور خود ہی یہ رواج موجودہ عادات کے مخالف ہے، اور جو لوگ شہری زندگی بسر کرتے ہیں ان کے خصوصیات سے میل نہیں کھاتا _

اس اعتراض کے جواب میں اول تو ہم یہ کہیں گے کہ اس عہد کے زمانی و مکانی حالت کو اج کے زمانی و مکانی حالت پر قیاس کرنا غلط ہے، ہم یہ بھی کہیں گے کہ خود رسول ہی نے ایسی کم عمر میں شادی نہیں کی، بلکہ اپ نے بھی اپنی پیاری بیٹی کا عقد نو سال ہی کی عمر میں کیا، اور یہ بات اسلامی قانونی لحاظ سے صحیح ہے دوسرے یہ کہ انسان کی فطرت ہے کہ گرم شہروں میں جلد بالغ ہو جاتا ہے اور جلد ہی ٹوٹ پھوٹ بھی جاتا ہے، یہ چیز اج ہندوستان میں دیکھی

جاسکتی ہے، وہاں کی اکثر لڑکیاں جلد بالغ اور بچے والی ہو جاتی ہیں اور جلد ہی بوڑھی بھی ہو جاتی ہیں، اسی کے مقابل تبتی کہساروں معاملہ اس کے الٹا ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے وہاں مردوں کا سن کبھی کبھی دو سو سال تک پہونچ جاتا ہے اور سو سال میں وہ جوان نظر اتا ہے_

دوسرا واقعہ زینب بنت جحش کے نکاح کا ہے، جو رسول کے منھ بولے بیٹے اسامہ کی مطلقہ تھیں، اس ازدواج کی حکمت میں نے وہیں بیان کی ہے_

ان تمام تجزیوں سے رسول خدا کی متعدد ازواج کی حکمت واضح ہے پھر ان کے بارے میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اخر کیا بات ہوتی کہ رسول خدا کے خلاف بدگمانی اور غلط فہمی تعدد ازواج کے بارے میں پیدا ہو گئی، اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جس وقت ہم نے حدیث و سیرت کے تجزیے کئے تو ہم نے دیکھا کہ تمام غلط فہمیاں صرف اور صرف ان حدیثوں سے رسول خدا کے عورت باز ہونے کی نشان دہی ہوتی ہے، اور خود یہی اہم ترین مسئلہ اس کتاب کے لکھنے کا سبب بنا ہے_

ائندہ فصلوں میں ہم بعض روایات پر بحث کریں گے_

# عائشہ رسول(ص) کے گھر میں

## رشک،وغیرت

ہم نے بتایا کہ عائشہ نفسیاتی اعتبار سے بلند پرواز جاہ طلب، تندخو اور شوہر کے لئے دل میں رشک برتنے والی تھیں، وہ شوہر کے دل میں دوسرے کو جاگزیں نہیں دیکھ سکتی تھیں_

ان کے شدید غیرت و حسد کا نمونہ اس وقت نظر اتا ہے جب رسول خدا نے وقتی مصلحت کے تحت دوسری شادی کی_

عائشہ کا حسد اس وقت سامنے اتا ہے جب ام سلمہ زینب اور دوسری خواتین رسول کے گھر میں ائیں، اس دور میں ان لوگوں کا نام درمیان میں اتا ہے اور بے جھجک اپنے اندرونی احساسات کو بغیر کسی پردہ پوشی کے ظاہر کیا ہے، اور اپنی شدید غیرت کو لچر اور بے بنیاد خیالات میں بیان کیا ہے_ خاص کر ان راتوں میں جب رسول خد(ص) اعبادت کے لئے گھر سے نکلتے ہیں، رسول خدا اندھیری راتوں میں جس وقت کے تمام دنیا سکون واطمیان سے سو رہی ہوتی

اپنے خدا سے راز و نیاز میں مصروف ہو جاتے، کچھ رات گذرتی تو خدا سے خلوت وعبادت کرتے، اس قسم کی عبادت کا اقدام اسطرح ہو تا کہ رسول خدا کی ہر رات کسی زوجہ کیلئے مخصوص ہوتی، یہی وجہ تھی کہ کچھ رات گذرنے کے بعد گھر سے باہر نکلتے جیسے مسجد میں یا بقیع کے قبرستان میں جاتے، اور وہیں عبادت کرتے، اسی طرح ایک رات جبکہ عائشہ کی باری تھی، رسول خدا کو انھیں کے گھر رہنا تھا، جس وقت رسول(ص) خدا نے کچھ رات گذرنے کے بعد عبادت کے لئے گھر سے قدم نکالا عائشہ کی نسوانی رشک وغیرت بھڑک اٹھی، انھوں نے رسول خدا کا تعاقب کیا، ان کے پیچھے پیچھے چلیں تا کہ یہ دیکھیں کہ رسول خدا کہاں جارہے ہیں اور کیا کررہے ہیں؟

عائشہ نے خود ہی مختلف مواقع اور مختلف راتوں میں اس تعاقب کے نمونے بیان کئے ہیں، ایئے م انھیں کی زبانی سنیں_

## راتوں کا تعاقب

عائشہ کہتی ہیں، ایک رات میں نے محسوس کیا کہ رسول(ص) خدا اپنے بستر پر نہیں ہیں، میرے غم وغصے سے بھرے وسوسے اور خیالات نے اس گمان پر مجبور کیا کہ یقینی طور سے کسی دوسری عورت کے یہاں گئے ہیں، یہ سوچکر میں اپنی جگہ سے اٹھی اور انھیں تلاش کرنے لگی کہ ناگاہ انھیں مسجد میں پایا، وہ مسجد میں پڑے فرمارہے تھے_

ربّ اغفرلی (خدایا مجھے بخش دے)(1)_

ایک اور جگہ فرماتی ہیں:

میں نے ایک رات دیکھا کہ پیغمبر اپنے بستر پر نہیں ہیں میں نے دل میں سوچا کہ یقیناکسی دوسری زوجہ کے یہاں گئے ہیں، کان کھڑے کرکے ادھر ادھر تلاش کرنے لگی ناگہاں دیکھا کہ بارگاہ خداوندی میں رکوع کررہے ہیں(2)

ان کا یہ بھی بیان ہے کہ میں نے ایک رات اپ کو اپنے بستر پر نہیں پایا، انھیں ڈھونڈھنے کیلئے اپنی جگہ سے اٹھی اور

---

1_ مسند احمد ج 6 /ص147

2_ مسند احمد ج 6ص151

تاریک رات میں ہر طرف بے اختیار ہاتھ چلانے لگی اچانک میرا ہاتھ ان کے تلوے پر پڑ گیا، وہ مسجد کے اندر بار گاہ خداوندی میں سجدہ کی حالت میں فرمارہے تھے (1)_

اسی طرح وہ فرماتی ہیں:

ایک رات میری باری تھی کہ رسول خدا میرے گھر رات بسر کریں، اپ نے عباء دوش سے اتار کر ایک طرف ڈالا، جوتے ڈھونڈ ھکر بستر کے نزدیک پیروں کے پاس ڈالا اسوقت اپنے چادر منھ پر ڈالی اور لیٹ گئے، دیر تک ایسے ہی رہے اس حد تک کہ اندازہ کر لیا کہ میں سو گئی ہوں پھر اپ اپنی جگہ سے اٹھے دھیرے سے اپنی عبا اٹھائی اسطرح جوتے پہنے کہ اواز نہ ہو، پھر اپ نے کواڑ کھولی اور گھر سے اسطرح نکلے کہ پیروں کی چاپ بھی نہ سنائی دے، میں بغیر کچھ سوچے اپنی جگہ سے اٹھی، اپنے کپڑے پہنے، اوڑھنی سر پر ڈالی اس پر عبا کھینچ کر تیزی کے ساتھ گھر سے نکلی اور ان کا پیچھا کرنے لگی، میں نے انھیں بقیع کے قبرستان میں پایا، رسول خدا وہاں بیٹھے اور کافی دیر ٹھرے رہے پھر میں نے دیکھا کہ تین بار ہاتھوں کو اسمان کی طرف بلند کیا، پھر واپس ہوئے میں بھی واپس ہوئي، وہ تیز بڑھنے لگے، میں بھی تیز چلنے لگی، وہ اور تیزی سے قدم بڑھائے میں نے بھی ایسا ہی کیا، وہ دوڑنے لگے تو میں بھی دوڑی، اخر کار ان سے پہلے گھر میں اگئي اور بس اتنی دیر کہ اپنے کپڑے اتارلے اور لیٹ گئي، اتنے میں رسول خدا اگئے، اس وقت میری سانس پھول رہی تھی رسول خدا نے فرمایا، اس طرح تیز سانسیں کیوں لے رہی ہو؟

کچھ نہیں، اے خدا کے رسول

تم خود کہو گی یا میرا واقفکار خدا اس راز سے اگاہ کرے گا؟

میرے ماں باپ فدا ہوں، بات اصل میں ایسی اور ایسی تھي

اچھا تو وہ سیاہی جو میرے اگے اگے تھی وہ تم تھیں؟

جی ہاں_ اسوقت رسول خدا نے ہتھیلی سے میری پشت پر اسقدر زور سے مارا کہ درد ہونے لگا_

تو نے ایسا گمان کیا تھا کہ خدا ور سول تیرے اوپر ظلم کریں گے؟(2)

یہ بھی بیان ہے:

---

1_ مسند احمد ج 6 ص 58 وج 6 ص 201

2_ مسند احمد ج 6 ص 221

ایک رات رسول خدا میرے پاس سے نکل کھڑے ہوئے میری غیرت اور حسد خویش میں ایا، غصے میں بھر گئی، جب انحضرت واپس ائے اور میرا حال دیکھا تو وجہ پوچھی، اور فرمایا عائشہ تجھے کیا ہو گیا ہے پھر بھی تو حسد اور غصہ کرتی ہے_

اخر میرے جیسی اپ جیسے کی حسد کیوں نہ کرے_

تو پھر اپنے شیطان کے جال میں پھنس گئی ہے( 1)

یہ بھی بیان ہے:

جب کچھ رات گذر گئی، رسول خدا اٹھے اور گھر سے نکل گئے میں نے گمان کیا کہ کسی زوجہ کے گھر گئے ہوں گے_

پھر میں اٹھی اور دھیرے دھیرے ان کا پیچھا کرنے لگی، یہاں تک کہ اپ بقیع کے قبرستان میں گئے، وہاں اپ بیٹھ گئے، اور ان مومنوں سے جو ابدی نیند سوئے ہوئے تھے خطاب فرمایا:

اے گروہ مومنین تم پر صلوات

اچانک اپ مڑے تو مجھے اپنا پیچھا کرتے پایا تو فرمایا:

وائے ہو اس پر، اگر قابو چلے تو کیا کیا کر گذرے(2)

## عائشہ اور دیگر ازواج رسول(ص)

### مد بھیڑ_ سوتاپا

ام المومنین عائشہ سے رنگ وصورت سے رشک وحسد اور نسوانی غیرت، اور بد خلقی ظاہر ہوئی ہے، جس کے نمونے دوسری ازواج رسول کے لئے اپے سے باہر ہونے، برتن توڑنے اور کھانوں کو پھینکنے، چال ڈھال کے ڈھنگ اور مد بھیڑوں میں نظر اتے ہیں، میں نے ان دونوں باتوں کی الگ الگ طریقے سے بحث و تحقیق کی ہے، پہلے عائشہ کے رد عمل کو پیش کرونگا کہ دوسری خواتین نے رسول خدا کے لئے کھانا تیار کر کے خدمت میں حاضر کیا تو عائشہ کا رد عمل کیا ہوا، اسکے بعد دوسری ازواج رسول سے انکی مد بھیڑوں کو مورد بحث و تحقیق قرار دوں گا_

## بدحواسیاں

فلمارایت الجاریہ اخذ تنی رعدۃ حتی استقلنی افکل،فضربت القصعۃ فرمیت بھا

میں نے جیسے ہی کھانے لئے ہوئی کنیز کو دیکھا تو میں تھر تھر کانپنے لگی، پھر تو میں نے بدحواسی میں کھانے کا برتن تھاما اور دور پھینک دیا۔

اتفاق ایسا ہوا کہ انحضرت(ص) عائشہ کے گھر میں تھے، ایک دوسری زوجہ نے اپ کے لئے کھانا تیار کر کے بھیجا اس وقت ام المومنین قابو سے باہر ہو گئیں اور شدید رد عمل میں ایسا غصہ دکھایا کہ اسکے نمونے یہاں پیش کئے جاتے ہیں

## عائشہ اور ام سلمہ کی غذا

ایک دن رسول خدا(ص) عائشہ کے گھر میں تھے ام سلمہ نے رسول خدا(ص) کے لئے کھانا تیار کر کے ایک برتن میں رکھ کر بھیجا، عائشہ کو پہلے یہ ام سلمہ کی ہی یہ خوش خدمتی معلوم ہو گئی تھی وہ خود کو عبا میں لپیٹے ہوئی تھیں، ہاتھ میں پتھر تھا، اسی پتھر سے کھانے کے برتن کو ایسا مارا کہ برتن ٹوٹ گیا، رسول خدا(ص) نے عائشہ کی یہ حرکت دیکھی تو اس برتن کے بدلے دوسرا برتن ام سلمہ کے لئے بھیج دیا(1)

## عائشہ اور حفصہ کا کھانا

خود ہی عائشہ کا بیان ہے:

میں نے رسول(ص) خدا کے لئے کھانا تیار کیا تھا، اتنے میں مجھے خبر ملی کہ حفصہ نے بھی ایسا ہی کیا ہے، میں نے اپنی کنیز کو حکم دیا کہ تیار رہو اگر دیکھنا کہ حفصہ مجھ سے پہلے کھانا لے ائی ہے تو اس سے چھین کر دور پھینک دینا، کنیز حکم بجالائی اور ایسا ہی کیا، نتیجے میں حفصہ کے کھانے کا برتن ٹوٹ گیا اور جو کچھ برتن میں تھا چرمی دستر خوان پر بکھر گیا، رسول(ص)

---

1 _ صحیح مسلم باب الغیرۃ

خدانے بذات خود گرے ہوئے کھانے کو جمع کر کے مجھ سے فرمایا:

اپنابرتن لائواور حفصہ کے ٹوٹے برتن کے بدلے اسے بھیج دو(1)

## عائشہ اور صفیہ کا کھانا

صفیہ کا تعارف گذشتہ صفحات میں کیاگیا، اب ذراام المومنین عائشہ کے بارے میں بھی سنئے، خود عائشہ کی زبانی کھانے کا برتن دور پھینکنا اور صفیہ کا برتن ٹوٹنا ملاحظہ فرمایئے عائشہ کہتی ہیں:

ایک دن رسول(ص) خدامیرے گھر میں تھے، صفیہ نے کھاناپکا کر انحضرت کی خدمت میں بھیجا، جب میں نے کھانا لئے ہوئے کنیز کو دیکھاتو میرے جسم مین لرزہ پڑگیایہاں تک کہ میں نے بدحواسی میں کھانے کا برتن چھین کر دور پھینک دیا، میں نے رسول(ص) خدا کی انکھیں غصے سے لال دیکھیں ان کے تمام وجود سے غم وغصہ جھلک رہاتھا، میں نے فوڑاً کہا:

رسول خدا کے غصے سے حضرت کی پناہ چاہتی ہوں، مجھے امید ہے کہ نفرین نہ فرمائیں گے، توبہ کرو_

اب میں اس عمل کی تلافی کیسے کروں؟

ویساہی کھانا بھیجو اور ویساہی برتن فراہم کر کے بدلے میں بھیجو(2)_

## مدبھیڑیں

تغار علی قلب زوجھا، فلاترید ان تشار کھافیہ انثی غیرھا

عائشہ اپنے شوہر پر بہت حاسد تھیں یہ حداست تھا کہ اپنے سوادوسری عورت کے لئے شوہر کے دل میں ذراگنجائشے نہیں دیکھ سکتی تھیں اب موقع ہے کہ دیگر ازواج رسول سے ام المومنین عائشہ کی تند مدبھیڑوں اور گرما گرم اقدامات کا مطالبہ کیاجائے_

1_ مسند احمد ج 6 / 111، وکنزالعمال ج 4 ,ص 44

## عائشہ وصفیہ

عائشہ اور صفیہ ایک گھریلو مد بھیڑ میں ایک دوسرے کے ساتھ بد کلامی کرنے لگیں طعنہ زنی کے ساتھ مارپیٹ کرنے لگیں_

جب رسول خدا کو ان دونوں کے جھگڑے اور دعوے کی خبر ہوئی تو صفیہ سے فرمایا جو عائشہ کی ملامت اور ڈینگوں سے سخت رنجیدہ تھیں

تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ میرے باپ ہارون تھے اور چچا حضرت موسی تھے ؟(1)

خود عائشہ کا بیان ہے:

میں نے رسول خدا سے شکایت کرتے ہوئے کہا کہ صفیہ ایسی اور ویسی ہے، میں نے اسکی بڑی مذمت کی رسول خدا نے میرا جواب دیا:

صفیہ کے بارے میں تم نے ایسی باتیں کہی ہیں کہ اس سے سمندر بھی گندہ ہو جائے(2)

صفیہ کا بیان ہے:

میں رسول خدا کی خدمت میں روتی ہوئی پہونچی، مجھے روتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

جس کی بیٹی کیوں رو رہی ہو؟

میں نے سنا ہے کہ عائشہ وصفیہ بیٹھ کر میری برائیاں کرتی ہیں(3)

## سودہ کے ساتھ

ام المومنین عائشہ کا سودہ کے ساتھ دعوی اور تھپڑ بازی کا قصہ یوں پیش ایا کہ ایک دن عائشہ نے سودہ کو شعر گنگناتے ہوئے سن لیا، عدی وتیم تبتغی من تحالف_

عدی اور تیم (دونوں کے نام ہیں) اس بات کے درپے ہیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کے ہم پیمان ہوں_

عمر کی بیٹی حفصہ سے کہا:

سودہ اپنے شعر سے میری اور تمھاری مذمت کر رہی ہے(1) میں اس بد تمیزی کی سزا دونگی جب تم دیکھنا کہ میں سودہ کا گلا دبا دیا ہے تو میری مدد کو اجانا_

پھر وہ اٹھیں اور سودہ کے پاس پہونچی ان کا گریبان پکڑ لیا، اور ان کے اوپر گھونسے اور لاتیں برسانے لگیں، حفصہ بھی ام المومنین کی پشتیبانی میں کھڑی تھیں، ام سلمہ نے یہ منظر دیکھا تو سودہ کی مدد کرنے پہونچ گئیں_

اب تو چار عورتیں غصے اور کینہ توزی کا مظاہرہ کر رہی تھیں، نتیجے میں گھوسے بازی سے اواز تیز ہوتی گئ، لوگوں نے رسول خدا کو خبر دی کہ اپ کے ازواج جان لینے دینے پر امادہ ہیں، انحضرت تشریف لائے اور ان سے خطاب فرمایا:

تم سب پر افسوس ہے اخر تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے ؟

عائشہ نے جواب دیا:

خدا کے رسول اپ نے سنا نہیں کہ سودہ یہ شعر پڑھ رہی ہے عدی وتیم تبتغی من تحالف_

وائے ہو تم پر، اس شعر مین تمھارے قبیلہ تیم کی طرف نہیں ہے نہ حفصہ کے قبیلہ عدی کی طرف اشارہ ہے، بلکہ یہ تو بنی تیم کے دو قبیلوں کی طرف اشارہ ہے_

## بے مہریہ عورتوں کے ساتھ

عائشہ کا بیان ہے:

ایسی عورتوں پر جو بغیر مہر لئے اپنے کو رسول خدا کیلئے پیش کرتیں اور اپ کی زوجہ بننے کی خواہشمند ہوتیں، میر اخون

---

1_ جیسا کہ بیان کیا گیا عائشہ قبیلہء تیم سے تھیں اور حفصہ قبیلہء عدی سے یہ دونوں تیم وعدی قبیلے الگ الگ قریش کے قبیلے تھے

جوش مارنے لگتا، مارے غصے کے میں ان سے کہتی، کیا ازاد اور اہمیت والی عورت بھی خود کو دوسروں کے لئے بخشتی ہے؟

خاص طور سے ایسے وقت جبکہ یہ ایت نازل ہوئی، اپنی ازواج میں سے جسے چاہو الگ کر دو اور جسے چاہو اپنے لئے رکھو، تمھارے اوپر کوئی گناہ نہیں (سورہ احزاب ایت 50 _ 51)

میں نے رسول خدا کی طرف رخ کر کے کہا، میں دیکھ رہی ہوں کہ خدا بھی اپ کی خواہش کے مطابق ایت اتار دیتا ہے (1)

ابن سعد نے اپنی طبقات میں تفصیلی طور سے خواتین کے بارے میں جنھوں نے بغیر مہر لئے اپنے کو رسول کے لئے پیش کیا، اور انحضرت (ص) کی زوجہ بننے کی خواہش کی ان کے بارے میں قلم فرسائی کی ہے، خاص طور سے اس خاتون کے لئے جن کے بارے میں ابھی اشارہ کیا گیا، اسکا نام شریک اور غزیہ بتایا ہے (2) اسی بات کو ابن حجر نے بھی کتاب اصابہ میں تفصیل سے لکھا ہے (3)

لیکن بطور کلی علماء نے ان متذکرہ خاتون کے بارے میں جسکی طرف قران نے اشارہ کیا ہے، اختلاف کیا ہے، اور یہ اختلاف اس صورت سے ہے کہ جس خاتون یا جن خواتین نے اپنے کو بے مہر لئے خدمت رسالت میں پیش کیا اور ام المومنین عائشہ کے غم وغصے کا شکار ہوئیں وہ ایک ہیں یا کئی عورتیں ہیں، اگر چہ ایت صرف ایک عورت کے بارے میں نازل ہوئی ہے، افسوسناک بات تو یہ ہے کہ اس خاتون کے نام کی اج تک نشاندہی نہیں ہو سکی _

لیکن اس دلیل سے کہ عائشہ نے جن خواتین کیلئے غم وغصہ ظاہر کیا اسے جمع کے لفظ سے بیان کیا ہے (کنت انحاء علی اللائی وھبن)

(میں ان عورتوں پر جو بے مہر لئے) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ کئی خواتین تھیں امام احمد نے اپنی مسند میں اس بات کو جمع کی ضمیر کے ساتھ ام المومنین کی طرف نسبت دی ہے _

وہ (عائشہ) ان عورتوں کو ملامت کرنے لگیں جنہوں نے اپنے کو بغیر مہر لئے رسول کی خدمت میں پیش کیا (4)

مسلم نے اپنی صحیح میں ھشام کی روایت نقل کی ہے کہ خولہ بنت حکیم ان عورتوں میں تھیں جنھوں نے بغیر مہر لئے رسول

---

1_ صحیح بخاری تفسیر سورہ احزاب میں ج 3 ص 118_ صحیح مسلم ج 4 ص274

2_ طبقات بن سعد ج8 ص154_156

3_ اصابہ ابن حجر ج 4 ص361 و174

4_ مسند احمد ج 4 ص134 _ صحیح بخاری ج 4 ص162 - ابن ھشام ج 4 ص325 _

سے ازدواج کی خواہش ظاہر کی، اور اپنے کو رسول کے لئے بخشا، عائشہ اس بات پر بہت غصہ ہوئیں اور کہا کیا یہ عورت کیلئے شرمناک نہیں ہے کہ خود کو کسی مرد کیلئے بخشے اور بغیر مہر کے ازدواج کی خواہش کرے (1)

## ملیکہ کے ساتھ

رسول خدا نے فتح مکہ کے بعد ملیکہ بنت کعب سے عقد فرمایا، ملیکہ کے باپ کعب فتح مکہ کے موقع پر خالد کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے _

کہتے ہیں کہ ملیکہ انتہائی حسین وخوبصورت عورت تھی، گویا اس وصال سے عائشہ کا نفرت وعناد برانگیختہ ہونا بنیادی بات ہو سکتی ہے کیونکہ عائشہ اپنی خاص موقع شناسی اور نسوانی تندی احساس لئے ہوئے ملیکہ سے ملیں اور کہا، تمھیں شرم نہیں اتی کہ اپنے باپ کے قاتل کو شوہر بنالیا ہے ؟

ملیکہ اسانی سے عائشہ کی اس سرزنش کا شکار ہو گئیں اور ایسا دھوکہ کھایا کہ رسول خدا سے الگ ہو گئیں، رسول خدا نے بھی انھیں طلاق دیدی اس کے رشتہ دار رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ:

اے خدا کے رسول وہ ابھی نوجوان ہے، وہ دھوکہ کھا گئی ہے، اس سے جو ردعمل ظاہر ہوا ہے اس کی اپنی رائے سے نہیں ہوا ہے اسے معاف کر دیجئے اور واپس بلا لیجئے، لیکن رسول خدا نے اسے قبول نہ فرمایا (2)

## اسماء کے ساتھ

اسماء بنت لقمان قبیلہ کندہ کی خاتون تھیں، وہ خاص طور سے عائشہ کے رشک وحسد کا شکار ہوئیں، رسول خدا نے اسماء سے عقد فرمایا عائشہ تو اس قسم کی باتوں میں سخت حساس ہو ہی جاتی تھیں اسکی مسافرت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے قبضے میں کر لیا اور طعنہ دیا کہ،

( اب دوسری بار اوارہ وطن ہے اور انھیں بھی ہم سے چھین کر اپنے لئے خاص، ہم سے لے لی)

---

1_ صحیح مسلم ج 3 ص163

2_ طبقات ابن سعد ج 8 ص148_ تاریخ ذھبی ج 1 ص335 _ تاریخ ابن کثیرہ ج 5 ص199 _ اصابہ ج 4 ص392

قبیلہ کندہ کاایک وفد جسمیں اسماء کاباپ لقمان بھی تھا،رسول خدا کی خدمت میں ایارسول خدانے ان سے اسماء کی خواستگاری کی جب رسول کی ازواج نے اسماء کو دیکھاتو رشک کرنے لگیں اور رسول کی نظر سے گرانے کے لئے مکاری سے بولیں،اگر خوش قسمت بنناچاہتی ہوتو جسوقت رسول خدا تمھارے پاس ائیں ان سے کہو،تم سے خدا کی پناہ چاہتی ہوں اسماءاسانی سے دھوکہ کھاگئی،جیسے ہی رسول خدانے کمرے میں قدم رکھااور اس کی طرف بڑھے،اسماء نے کہا:

تم سے خدا کی پناہ چاہتی ہوں

جو بھی خدا کی پناہ طلب کرے،وہ اسکی امان میں ہے،اب تم اپنے گھر واپس جائو،اپ غصے میں بھرے کمرے سے باہر نکل ائے اسماء کاواقعہ حمزہ بن ابواسید ساعدی اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے اسطرح نقل کرتے ہیں،رسول خدانے قبیلہ جون وکندہ کی اسماء بنت نعمان سے عقد کیا،مجھے بھیجا کہ اسے جاکرلے ائوں وہ ائی توعائشہ وحفصہ نے سازش کی کہ اسے ایک خضاب کرے اور دوسری سر میں کنگھی کرے اسی درمیان دونوں میں سے کسی نے ایک نے اسماء سے کہا:

رسول خدا(ص) اس عورت سے خوش ہوتے ہیں جو کہتی ہے کہ میں خدا کی پناہ طلب کرتی ہوں،تم بھی اگر انکی پیاری بنناچاہتی ہوتو ایساہی کہو،رسول خدااسماء کے پاس ائے تو جیسااسے پڑھایا گیاتھااس نے رسول خدا سے کہا،اپ سے خدا کی پناہ طلب کرتی ہوں،یہ سنتے ہی رسول خدانے استین سے اپنامنھ چھپاکر تین بار فرمایا:

تونے سب سے بڑی پناہ پکڑی،پھر اپ کمرے سے باہر اگئے اور مجھ سے فرمایا:

ابواسید اسکو اسکے خاندان میں واپس پہونچادواور دوروٹی بھر کے تھیلے بطور تحفہ دیدینا اسماء اس اچانک واقعے سے سناٹے میں تھی،جو فریب دیاگیاتھا،اسکی وجہ سے بہت رنجیدہ تھی عمر بھر اس واقع کو یاد کرتی رہی،وہ کہتی تھی اب مجھے اسماء نہ کہاکرو بلکہ بد بخت کہاکرواور اسطرح پکاراکرو ادعونی الشقیۃ(میرے لئے بد بخت کو بلادو)(1)

اس واقع سے معلوم ہوتاہے کہ جن خواتین نے ام المومنین کے سکھانے پڑھانے سے خدا کی پناہ طلب کی وہ ایک سے زیادہ تھیں_

---

1_ ذیل المذیل طبری ج 12 ص 79 ومستدرک حاکم ج 7 ص 34 _ استیعاب ج 2 ص703 _ اصابہ ج 3 ص530 95 میں ہے کہ اسماء تمام عمر خون تھوکتی رہی اسے دق ہوگئی تھی اور وہ مرگئی_

### ماریہ کے ساتھ

اسکندریہ کے حکمراں مقوقس 7ھ اپنے بوڑھے بھائی مابور کے ساتھ ماریہ اور اسکی بہن شیریں کو رسول(ص) خدا کے ایلچی حاطب(1) بن بلتعہ کے ساتھ انحضرت(ص) کی خدمت میں ہدیہ بھیجا، انھیں کے ساتھ ہزار مثقال سونا، بیس ریشمی کپڑے، مشہور خچر دلدل اور عفیر نام کا گدھا روانہ کیا، حاطب نے راستے میں ماریہ اور شیریں کو اسلام قبول کرنے کیلئے کہا ان دونوں نے خوشی سے اسلام قبول کر لیا، لیکن مابور مدینہ پہونچنے تک اپنے دین پر باقی تھا_

رسول خدا(ص) نے ماریہ کو اپنے لئے مخصوص فرمالیا اور انھیں محلہ عالیہ (2) کے ایک گھر جو اج مشربہ ام ابراہیم کے نام سے مشہور ہے رکھا ازاد عورتوں کی طرح انھیں حجاب میں رکھا اور ان سے ازدواج فرمایا، ماریہ کو حمل ٹھرا اور اسی گھر میں لڑکا پیدا ہوا جس وقت ابراہیم پیدا ہوئے انحضرت(ص) کی کنیز سلمی(3) نے دایہ کے فرائض انجام دئے، سلمی کے شوہر ابورافع نے جب انحضرت(ص) کو فرزند ابراہیم کے ولادت کی خوشخبری سنائی تو اپ نے خوشی میں انھیں انعام دیا_

ابراہیم کی ولادت 8ھ میں ہوئی، انصار کو اس سے بڑی خوشی ہوئی تھی انھوں نے ماریہ کی ضرورت پوری کرنے میں ایک دوسرے سے باری لے جانے کی کوشش کی اور بوجھ بٹانے کی ہر ممکن سعی کی، کیونکہ وہ ماریہ سے رسول(ص) خدا کا والہانہ تعلق دیکھ رہے تھے_

اس لئے دوسری ازواج کو جب ولادت ابراہیم کی خبر معلوم ہوئی تو ماریہ سے ان کا رشک وحسد بڑھ گیا، وہ جل بھن گئیں، انھوں نے اعتراض وشکایت کی زبانیں بھی کھول دیں، لیکن اس طعن ومیں کوئی بھی عائشہ سے اگے نہ بڑھ سکا (4)_

---

1_ حاطب کا نام عمر بن عمیر اور کنیت ابو عبداللہ تھی_ قبیلہ لخم کے تھے رسول نے انہیں 6ھ میں مقوقس کے پاس بھیجا_ مقوقس نے ماریہ اور شیریں و دیگر ہدایا کے ساتھ روانہ کیا_ حاطب کی 31ھ میں مدینہ میں وفات ہوئی_ عثمان نے انکی نماز جنازہ پڑھائی_ اسد الغابہ_ اصابہ اور استیعاب دیکھئے

2_ مدینے کے بالائی حصہ کو عالیہ کہتے_ وہاں قبیلہ بنی نظیر رہتا تھا

3_ زوجہ رسول صفیہ کی کنیز سلمی تھیں_ وہ جنگ خیبر میں موجود تھیں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی دایہ کے فرائض بھی انجام دئے تھے_ انہوں نے غسل فاطمہ میں بھی شرکت کی تھی

4_ طبقات بن سعد ج 1 ص134

## خود عائشہ کا بیان:

مجھے ماریہ سے زیادہ کسی عورت پر رشک و حسد نہیں ہوا، ماریہ بہت حسین تھی، اسکے بال گھونگھریالے تھے، جو دیکھتا دیکھتا ہی رہ جاتا، اس پر مزید یہ کہ رسول خدا اس سے بہت محبت کرتے تھے_

رسول خدا(ص) نے شروع میں ماریہ کو حارثہ(1) بن نعمان کے گھر میں رکھا اور جب میں نے رسول(ص) خدا کی اس سے والہانہ محبت دیکھی تو ماریہ کی مخالفت میں جٹ گئی، اس قدر ستایا کہ ماریہ نے مجھ سے تنگ اکر رسول سے شکایت کی، رسول(ص) خدا نے بھی اسے عالیہ کے مکان میں منتقل کردیا اور وہیں اسکے پاس جاتے، یہ تو میرے اوپر اور بھی گراں گذرا خاص طور سے میری اتش رنج اور جلن اتنی بڑھی کہ خدا نے اسے لڑکا بھی دیدیا، حالانکہ خدا نے مجھے اولاد سے محروم رکھا وہ یہ بھی کہتی ہیں_

جب ابراہیم پیدا ہوئے ایک دن رسول خدا بچے کو میرے پاس لائے اور فرمایا:

_ ذرا دیکھو تو مجھ سے کس قدر شباہت رکھتا ہے

_ نہیں، ہرگز ایسا نہیں، میں تو کوئی شباہت نہیں دیکھتی

_ کیا تم اسے میری طرح گورا نہیں دیکھ رہی ہو، بالکل میرے بدن کی طرح ہے_

_ ارے جسے بھی بکری کا دودھ پلایا جائے گا سفید اور موٹا ہو ہی جائے گا_

عائشہ اور حفصہ کی انہیں حرکتوں اور سخت جلن کی وجہ سے خدا نے ماریہ کی برائت میں سورہ تحریم نازل فرمائی موثق روایات کی بناء پر رسول خدا نے حفصہ کے گھر میں ماریہ سے ہمبستری فرمائی_ جب حفصہ کو اس کی خبر ہوئی تو بھڑک اٹھیں_ لگیں انحضرت سے چلّا چلا کر گلا شکایتیں کرنے، اس قدر اسمان سر پر اٹھایا کہ رسول خدا(ص) نے حفصہ کی دلجوئی اور خوشنودی کے لئے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرلیا، لیکن اسی کے ساتھ حفصہ سے کہا کہ یہ بات کسی سے نہ کہنا، اور اس راز کو کسی دوسرے سے بیان نہ کرنا حفصہ نے رسول خدا(ص) کی تمام تاکیدوں کو قطعی نظر انداز کردیا، اس راز کو عائشہ

---

1_ حارثہ قبیلہ بنی نجار سے تھے_ جنگ بدر اور بعد کی دوسری جنگوں میں شریک رہے حارثہ کی خلافت معاویہ کی زمانے میں وفات ہوئی_ اسد الغابہ ج 1 ص358_ اصابہ ج 1 ص1532

سے بیان کرڈالا، وہ بھی ایک تحریک میں معاون ہو گئیں پھر تو دونوں کی عیاریاں اور کج رفتاریاں بڑھتی گئیں، اخر کار ان دونوں کی سرزنش میں سورہ تحریم نازل ہوئی اور خدا نے اس راز سے پردہ اٹھایا_(1)

## سورہ تحریم

خدا کے نام سے جو بخشنے والا اور مہربان ہے

اے پیغمبر (ص) تم کیوں اس چیز کو حرام کرتے ہو جسے خدا نے تمھارے لئے حلال کی ہے، تم اپنی بیویوں کی خوشی چاہتے ہو؟ اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے_

اللہ نے تم لوگوں کے لئے اپنی قسموں کی پابندی سے نکلنے کا طریقہ مقرر کر دیا ہے، اللہ تمھارا مولا ہے اور وہی دانا اور حکیم ہے_

اور جس وقت پیغمبر نے اپنی ایک بیوی (حفصہ) سے راز کی ایک بات کہی تھی، پھر جب اس بیوی نے اس راز کو (عائشہ) پر راز ظاہر کر دیا، خدا نے اس افشائے راز کو پیغمبر سے باخبر کر دیا (پیغمبر (ص) نے بھی) اس پر کسی حد تک جو عائشہ اور حفصہ کے درمیان گذری تھی تذکرے کے انداز میں حفصہ سے بیان کیا اور بعض سے درگزر کیا، پھر جب پیغمبر نے اس افشائے راز کی بات بتائی تو حفصہ نے پوچھا اپ کو اس کی کس نے خبر دی؟ پیغمبر نے حفصہ کے جواب میں فرمایا، مجھے اس نے خبر دی ہے جو سب کچھ جانتا ہے اور اچھی طرح باخبر ہے

اگر تم دونوں (عائشہ و حفصہ) خدا کی طرف واپس اتی ہو اور توبہ کرتی ہو تو تمہارے دل سیدھی راہ سے ہٹ گئے ہیں، اور اگر پیغمبر (ص) کے مقابلے میں تم نے باہم جتھہ بندی کی تو جان رکھو کہ اللہ اس کا مولی ہے اور اس کے بعد جبرئیل اور مومنوں میں مرد صالح ہے، اور سب ملائکہ اسکے ساتھی اور مددگار ہیں، بعید نہیں کہ اگر پیغمبر تم سب بیویوں کو طلاق دیدے تو اللہ اسے ایسی بیویاں تمہارے بدلے میں عطا فرمادے جو تم سے بہتر ہوں، سچی مسلمان، با ایمان، اطاعت گذار، توبہ والی، عبادت گذار اور روزہ دار ہوں خواہ شوہر دیدہ ہوں یا باکرہ_

---

1_ طبقات بن سعد ج 8 ص 134

اے لوگو جو ایمان لائے ہو بچائو اپنے اپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس اگ سے جسکا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، جس پر نہایت تند خو اور سخت گیر فرشتے مقرر ہوں گے، جو کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم بھی انھیں دیا جاتا ہے اسے بجالاتے ہیں_

اے کافرواج معذرتیں پیش نہ کرو تمھیں تو ویسا ہی بدلہ دیا جارہا ہے جیسے تم عمل کر رہے تھے_

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے توبہ کرو، خالص توبہ، امید ہے کہ اللہ تمہاری برائیاں تم سے دور کردے اور تمھیں ایسی جنتوں میں داخل فرمادے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، یہ وہ دن ہو گا جب اللہ اپنے پیغمبر کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہ کرے گا ان کا نور ان کے اگے اگے اور ان کے دائیں جانب دوڑ رہا ہو گا، اور وہ کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار، ہمارا نور ہمارے لئے مکمل کردے اور ہم سے درگزر فرما، تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے_

اے رسول، کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور ان کے ساتھ سختی سے پیش ائو، ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے_

اللہ کافروں کے معاملے میں نوح اور لوط کی بیویوں کو بطور مثال پیش کرتا ہے وہ ہمارے دو صالح بندوں کی زوجیت میں تھیں، مگر انھوں نے اپنے شوہروں سے خیانت کی اور اللہ کے مقابلے میں ان کے کچھ بھی نہ کام اسکے، دونوں سے کہہ دیا گیا کہ جائو اگ میں جانے والوں کے ساتھ تم بھی چلی جائو اور اہل ایمان کے مقابلے میں اللہ فرعون کے بیوی کی مثال پیش کرتا ہے جبکہ اس نے دعا کی، اے میرے رب، میرے لئے اپنے یہاں جنت میں ایک گھر بنادے اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے بچالے اور ظالم قوم سے مجھے نجات دے اور عمران کی بیٹی مریم کی مثال دیتا ہے جس نے اپنی عفت کی حفاظت کی پھر ہم نے اس کے اندر اپنی طرف سے روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کے ارشادات اور اسکی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت گزار لوگوں میں سے تھی_

سورہ تحریم ام المومنین عائشہ بنت ابو بکر اور حفصہ بنت عمر بن خطاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اس سلسلے میں سیکڑوں حدیثیں ابن عباس کے طریق سے اور خود عمر بن خطاب کے طریق سے وارد ہوئی ہیں جن سے اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے_ (1)

اور میں انشاء اللہ بعد کے صفحات میں جہاں ام المومنین عائشہ کی احادیث پر بحث کروں گا، وہیں تفصیلی تبصرہ کروں گا_

---

1_ صحیح بخاری مطبوعہ مصر سال36_37 جلد3/ ص 137 ،تفسیر سورہء تحریم، کتاب فضائل القران جلد3 / ص 138 ،اور باب موعظہ الرجل جلد3/ ص147 ،کتاب المظالم جلد4/ ص 47 ، صحیح مسلم الرضاع جلد1/ 509 صحیح ترمذی ج 2 / 409 ،مطبوعہ ہندوستان، صحیح نسائی ج 1 / ص302 ،اسکے علاوہ تفسیر طبری اور در منثور بھی دیکھی جاسکتی ہے

## عائشہ اور خدیجہ کی یادیں

### عائشہ کا بیان ہے:

ازواج رسول(ص) خدا میں خدیجہ سے زیادہ مجھے کسی پر بھی رشک وحسد نہیں ہوا، وجہ یہ تھی کہ رسول(ص) خدا انھیں بہت یاد کرتے تھے ہر وقت تعریف کرتے رہتے، خصوصیت یہ تھی کہ خداوند عالم نے اپنے پیغمبر کو وحی کے ذریعے خبر دی تھی کہ خدیجہ کے لئے جنت میں ایک پر شکوہ اور سجا سجایا محل عطا فرمایا ہے_(1)

یہ بھی بیان ہے کہ_ حالانکہ میں نے خدیجہ کو نہیں دیکھا تھا، پھر خدیجہ سے زیادہ کسی پر بھی رشک وحسد نہیں ہوا، کیونکہ اکثر ایسا ہوتا کہ رسول خدا(ص) خدیجہ کی اچھائیوں کو یاد کرتے، انکی تعریف وستائشے کرتے، اکثر اپ ایک گوسفند ان کے نام سے قربانی کرتے، اسکی بوٹیاں کر کے تقسیم فرما دیتے(2)

یہ بھی حکایت کرتی ہیں کہ:

ایک دن خدیجہ کی بہن ہالہ بنت خویلد نے رسول خدا سے ملاقات کی اجازت مانگی، رسول(ص) خدا نے جیسے ہی ہالہ کی اواز سنی، خدیجہ کی یاد اگئی اپ کی حالت شدت سے متغیر ہو گئی اور بے اختیار فرمایا:

ہائے میرے خدا، ہالہ

یہ سنکر میری تو خدیجہ سے جلن بھڑک اٹھی تھی، فوراً کہا اپ اس بے دانت کی بڑھیا کو کتنا یاد کرتے رہتے ہیں؟

زمانہ ہوا کہ وہ مر گئی اور خدا نے اس سے بہتر اپ کو عطا فرما دیا(3)

ایک دوسری روایت میں یہی بات یوں بیان کی ہے_

میرے اس اعتراض پر رسول(ص) خدا کو میں نے دیکھا کہ چہرہ بھڑک اٹھا، چہرے کی حالت متغیر ہو کر ویسی ہو گئی

---

1_ بخاری ج 2 ص 277

جیسی وحی نازل ہوتے وقت ہوتی، جب اپ اسمانی حکم کے منتظر ہوتے کہ پیغام رحمت نازل ہوتا ہے یا عذاب (1)

ایک دوسری روایت میں ہے_

عائشہ کہتی ہیں کہ رسول خدا(ص) نے فرمایا، نہیں... ہر گز خداوند عالم نے مجھے اسکے بدلے اس سے اچھی عورت نہیں دی، کیونکہ جسوقت تمام لوگ میرا انکار کررہے تھے، وہ مجھ پر ایمان لائیں، لوگ جب مجھے جھوٹا سمجھ رہے تھے، خدیجہ نے میری تصدیق کی، جب لوگوں نے مجھے مالی پریشانیوں میں ڈالا تو انھوں نے اپنی بے حساب دولت میں مجھے شریک کیا، خدانے دوسری عورتوں سے مجھے اولاد نہیں دی، خدیجہ سے مجھے اولاد عطا فرمائی(2)

رسول(ص) خدا ہمیشہ اپنی اس پہلی رفیقہ حیات کی اچھائیوں کو یاد کرتے، انکی یادوں اور یادگاروں کی تجدید فرماتے، ان کے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک فرماتے، انھیں دوسروں پر مقدم کرتے انکی یادیں تمام زندگی پر محیط رہیں، یہی وجہ تھی کہ ام المومنین کا سینہ ان کی نفرت وحسد وجلن سے بھر گیا تھا، اسی وجہ سے جب بھی خدیجہ کا نام اتا، اپ انھیں یاد کرتے تو یہ اعتراض کی زبان کھول دیتیں سب سے بدتر یہ کہ وہ خدیجہ کی تعریف سنکر اندوہ سے پاگل ہوجاتیں اپنے کو سرزنش ومذمت کا سزاوار پاتیں، انھیں باتوں کی وجہ سے خدیجہ کی بیٹی حضرت فاطمہ اور ان کے بچوں سے روابط خراب تھے، کیونکہ رسول خدا ان سے والہانہ پیار کرتے_

اسی دشمنی اور اندرونی نفرت کے اثرات کا اندازہ مسند احمد بن حنبل کی روایت سے ہوتا ہے جسے نعمان بن بشیر نے بیان کیا ہے_

ایک دن ابو بکر نے رسول خدا(ص) سے ملاقات کی اجازت چاہی اسی وقت انھوں نے کمرے سے عائشہ کی اواز سنی جو چلارہی تھیں_

خدا کی قسم، میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ اپ علی کو میرے باپ سے زیادہ چاہتے ہیں

حضرت علی(ع) نے اپنے بارے میں نفرت وعناد کا ایک گوشہ ایک تقریر میں بیان فرمایا، لیکن وہ... عائشہ، اس نے عورتوں کے مزاج کے مطابق عقل کو طاق پر رکھ دیا ہے، کینہ وعناد کے شرارت اپنے دل میں اسطرح بھڑکالئے ہیں جیسے لوہاروں کی بھٹی دھونکی جاتی ہے، اگر اس سے کہا جائے کہ جو سلوک، میرے ساتھ کرتی ہے دوسرے کے ساتھ بھی کرے تو ہر گز پسند نہ کریگی نہ مانے گی اخر امیر المومنین نے بات اس پر ختم کی_

اسکے باوجود اسکے سابقہ احترامات محفوظ ہیں، اسکے کرتوتوں کا بدلہ خدا دیگا، وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے_

---

1_ مسند احمد ج 6 ص150، 154

2_ مسند احمد ج 6 ص 117 ، وسنن ترمذی ص 247

## ابن ابی الحدید کی عبارت

وکانت تکثر الشکوی من عائشہ، ویغشاھا نساء المدینہ فینقلن الیھا کلمات عن عائشہ_

فاطمہ کا دل عائشہ کے طعنوں سے بھرا ہوا تھا کیونکہ مدینے کی عورتیں اپ کے پاس اتیں اور طعنوں بھری باتیں عائشہ کی پہونچاتی رہتی تھیں ابن ابی الحدید:

حضرت علی بن ابی طالب (ع) کے بیان کینہء عائشہ کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ابن ابی الحدید معتزلی کے بیان وشرح کو بھی بیان کیا جائے کیونکہ یہ بیان غور طلب ہے، وہ لکھتے ہیں:

میں جس وقت علم کلام کی تحصیل میں مشغول تھا، میں نے امام کے اس خطبے کو اپنے استاد شیخ ابو یعقوب یوسف بن اسماعیل لمعانی کے سامنے پڑھا، اور ان سے خواہش ظاہر کی کہ اس کے راز سے مطلع فرمایئے، شیخ نے میری خواہش قبول کی، انھوں نے جو اس خطبے کی تشریح فرمائی اسکو بطور خلاصہ یہاں نقل کر رہا ہوں، کیونکہ انکی پوری بات اس وقت میرے حافظے میں نہیں، پوری تفصیل کو اختصار کے ساتھ پیش کر رہا ہوں_

شیخ ابو یعقوب نے اس طرح کہا:

## فاطمہ کی سوتیلی ماں

پہلی بار عائشہ وفاطمہ کے درمیان کینہ ودشمنی اسطرح شروع ہوئی کہ رسول خدا نے خدیجہ کے انتقال کے بعد عائشہ سے عقد فرمایا، خدیجہ کی جگہ عائشہ کو ملی حالانکہ فاطمہ حضرت خدیجہ کی بیٹی تھیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ جس بیٹی کی ماں مر جائے اور اسکا باپ دوسری شادی کرلے تو اس بیٹی سے باپ کی دوسری زوجہ سے تعلقات ٹھیک نہیں رہتے، اور یہ بات فطری اور مسلم ہے، کیونکہ ہر عورت اپنے شوہر کی پہلی زوجہ کی اولاد سے دشمنی کا برتائو کرتی ہے، خاص طور سے ایسی حالت میں کہ جب شوہر کی پہلی زوجہ سے شدید وابستگی کا مظاہرہ ہو

اسی طرح اگر بیٹی باپ کو دوسری عورت کی طرف توجہ کرے اسکی سوتیلی ماں ہو تو غمگین اور نگراں رہتی ہے، باوجودیکہ خدیجہ دنیا سے گذر چکی تھیں لیکن بہر حال عائشہ حضرت فاطمہ کی سوتیلی ماں تھیں، اگر خدیجہ زندہ ہوتیں اور

عائشہ کے قدم پیغمبر کے گھر میں ائے ہوتے تو دشمنی اور لڑائي سخت اور شدید ہوتی، لیکن جبکہ ماں کا انتقال ہو چکا تھا تو یہ دشمنی وراثت میں فاطمہ کو ملی تھی_

دوسری طرف دیکھئے کہ کہا جاتا ہے کہ رسول(ص) خدا عائشہ سے بہت محبت فرماتے تھے(1) انکی بہت مراعات فرماتے، یہ بنیادی چیز کہ رسول جس قدر عائشہ سے زیادہ محبت فرماتے اسی قدر حضرت فاطمہ کا رنج واندوہ بڑھتا جاتا، احساسات مجروح ہوتے رہتے_

## فاطمہ(ع) پیغمبر(ص) کی پیاري

رسول(ص) خدا اپنی بیٹی فاطمہ کو لوگوں کی توقع سے زیادہ پیار کرتے اور تعظیم فرماتے، اور عام ادمی جسقدر اپنی بیٹی سے اظہار محبت کرتا ہے اسی سے کہیں زیادہ محبت فرماتے، یہ پدرانہ شفقت و محبت حد سے زیادہ اور کہیں زیادہ نظر اتی ہے_

پیغمبر(ص) خدا چاہے وہ عام نشست ہو یا خاص، مختلف موقعوں پر بارہا فرما چکے تھے، فاطمہ تمام عالمین کی عورتوں کی سردار ہے، وہ مریم بنت عمران کی مانند ہے(2)

جب فاطمہ عرصہ محشر سے گذرینگی تو عرش کی جانب سے منادی پکارے گا اپنی انکھیں بند کرلو کہ فاطمہ تمھارے درمیان سے گذرنے والی ہیں(3)

اس قسم کی تمام احادیث میں ذرا بھی شک وشبہ نہیں کیا جاسکتا فاطمہ اور علی سے شادی بھی خداوند عالم نے مقرب فرشتوں کو گواہ بنا کر اسمان پر فرمائي تھی(4)

رسول(ص) خدا نے اکثر فرمایا کہ جو چیز فاطمہ کو رنج پہونچاتی ہے وہ مجھے رنج پہونچاتی ہے، جو کچھ اسے غضبناک کرتی ہے مجھے غضبناک کرتی ہے(5)

---

1_ عائشہ سے رسول خدا(ص) کی محبت کے سارے افسانے تنہا عائشہ سے مروی ہیں اور میں انشاء اللہ اگلے صفحات میں ان پر تبصرہ کروں گا_

2_ کنزل العمال ج 6 ص 219 حدیث شمارہ 3853_3854_3855

3_ مستدرک ج 3 ص 153_156

4_ مستدرک ج 3 ص 158_159 وکنزج 6 ص 218 حدیث 3834

5_ مصدر سابق

وہ میری پارہ جگر ہے اسکی نگرانی سے میں رنجیدہ وملول ہوتا ہوں(1)

اس قسم کی احادیث سے رسول کی زوجہ عائشہ کیلئے اس بات کا سبب بنا کہ وہ فاطمہ سے حسد کریں، جس قدر رسول(ص) خدا اپنی بیٹی فاطمہ کا احترام فرماتے ان کا کینہ وعناد تیز سے تیز تر ہوتا، حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ اس سے بھی کمتر حسن سلوک بھی سوتیلی ماں کے کینہ وعناد کو بڑھادیتا ہے_

لیکن رسول کے اعزاز واکرام فاطمہ سے جس قدر عائشہ کے دل میں کینہ وعناد تیز ہوتا، حضرت علی کے دل میں خوشی بڑھتی اور فاطمہ کا احترام ان کے دل میں زیادہ ہوتا اکثر ایسا ہوتا ہے کہ عورتیں اپنے شوہروں کے دل میں عداوت ودشمنی پیدا کر دیتی ہیں کیونکہ مثل مشہور ہے راتوں کی ہمدم(محد ثات اللیل)

حضرت فاطمہ(ع) عائشہ کی بہت شکایت کرتیں اور مدینے کی ہمسایہ عورتیں کبھی کبھی اپ کے پاس اکر عائشہ کی باتیں ان سے بیان کرتیں، پھر حضرت فاطمہ(ع) کا ردعمل عائشہ سے بیان کرتیں جس طرح فاطمہ اپنادرد دل اپنے شوہر علی(ع) سے کہتی تھیں اسی طرح عائشہ اپنے باپ سے اسکی شکایت کرتی تھیں کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ شوہر سے شکایت کرنے سے ان کے شوہر نہیں مانیں گے_

## عناد کے کئی رخ

یہ معاملہ بجائے خود ابوبکر کے دل میں ناپسندیدہ اثرات مرتب کرتا تھا، وہ اس سے رنجیدہ ہوتے تھے، اور جب وہ دیکھتے تھے کہ رسول(ص) خدا علی کی تعریف وستائشے کا کوئی موقع فروگذاشت نہیں کرتے انھیں اپنے سے مخصوص قرار دیا ہے، مقرب بنالیا ہے تو ان کے دل میں کینہ وعناد کی اگ بھڑک اٹھتی پیغمبر(ص) کے نزدیک علی کا مرتبہ ومقام دیکھ کر انھیں رشک اتا، جبکہ وہ اپنے کو سسر ہونے کی حیثیت سے علی سے زیادہ اسکا مستحق سمجھتے_

یہ حسد اور نفسیاتی کسک عائشہ کے چچیرے بھائی طلحہ کے دل میں بھی تھی عائشہ اپنے باپ ابوبکر اور بھائی طلحہ کے پاس جاکر انکی توقعات کو سنتی تھیں ان کے دلی درد پر توجہ کرتیں، وہ دونوں بھی اظہار ہمدردی کرتے، اسطرح علی وفاطمہ سے کینہ وعداوت کا تبادلہ ہوتا، ان لوگوں کے دل میں جس قدر بھی علی سے عداوت سخت تر ہونے کی بات ہو میں اسکی صفائی نہیں دے سکتا، ادھر علی(ع) وعائشہ کے درمیان حیات پیغمبر(ص) کے زمانے میں ایسے واقعے پیش ائے، گفتگو کے

---

1_ کنزالعمال_ اسد الغابہ_ استیعاب_ حلیہ ابونعیم وخلاصہ تہذیب الکمال

تبادلے ہوئے جو ان کے پوسیدہ احساسات اور فتنے ابھارنے کیلئے کافی تھے _

جیسے کہ روایت ہے، ایک دن رسول خدا(ص) نے علی سے رازدارانہ بات کی اور یہ رازداری کافی طویل ہوئي(1)عائشہ اس بات کی فکر میں لگی ہوئي تھیں اپنے کو اچانک ان دونوں کے درمیان پہونچادیا اور کہا کہ اخر کون سی اہم بات ہے کہ اپ دونوں اتنی دیر سے گفتگو کررہے ہیں، کافی دیر لگادی؟

بیان کیاجاتاہے کہ رسول(ص) خدا اس ناگہانی امد سے سخت غضبناک ہوئے اسی کے ساتھ یہ بھی روایت کی جاتی ہے کہ رسول(ص) خدا کیلئے کھانا بھیجا گیا تھا انھوں نے اپنے نوکر کو حکم دیا کہ انتظار میں رہے، جیسے ہی کھانا ائے اسے پھینک دے اس قسم کے معاملات عام طور سے عورت اور شوہر کے گھر والوں کے درمیان پیش اتے ہیں _

## فرزندان فاطمہ سے رسول کا والہانہ پیار:

فاطمہ کو کئي لڑکے اور لڑکیاں ہوئيں، حالانکہ عائشہ اولاد سے محروم رہیں اور عائشہ کے بے اولاد ہونے کا بدترین اور دردناک ترین پہلو یہ تھا کہ رسول خدا نے فرزندان فاطمہ کو اپنی اولاد کہا، ہمیشہ انھیں اپنا فرزند کہکے خطاب فرماتے مثلا فرماتے، میرے فرزند کو لائو... میرے فرزند کو مت روکو... اور یا میرے فرزند کے ساتھ کیا کررہاہے؟

ان حالات میں جب اپنے شوہر کو ایک بے اولاد عورت دیکھتی ہے کہ اپنے بیٹی کے فرزندوں کو اپنا فرزند کہہ رہاہے اور ان کے ساتھ ایک شفیق اور مہربان باپ کی طرح برتائو کررہاہے، اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتاہے انکی قدر و منزلت بڑھا رہاہے تو کیا سوچے گی؟

کیاوہ ان بچوں اور انکی ماں سے محبت کریگی یا ان سے نفرت کریگی؟ کیا یہ مسلسل سلگنے والی بھٹی مہربانی اور صفائي چاہے گی یا زوال کی ارزو کریگی، اس سے بھی زیادہ دردناک تربات یہ تھی کہ رسول نے حکم دیا_

---

1_ اس راز و نیاز کو مورخوں نے جنگ طائف کے موقع پر بتایاہے_ کہتے ہیں کہ جب راز و نیاز کافی دیر ہوا تو لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ رسول نے اپنے چچیرے بھائي سے دیر تک راز و نیاز کیا ایک روایت ہے کہ یہ بات ابو بکر نے کہی تھی_ رسول خدا(ص) نے جواب دیا کہ میں نے راز و نیاز نہیں کیا بلکہ یہ خدا کی جانب سے راز و نیاز تھا_ صحیح ترمذی ج 2 ص200 _ تاریخ خطیب ج 7 ص402_ کنزالعمال_ اسد الغابہ

مسجد کی طرف کھلنے والے تمام دروازے بند کئے جائیں، اسی وقت حکم دیا کہ ان کے داماد علی کا دروازہ مسجد کی طرف کھلا رہے؟(1)

اور یہ کہ پہلے ابو بکر کو سورہء براءۃ کی تبلیغ کے لئے دیا کہ مکہ جاکر مشرکین کو سنائیں پھر انھیں اس عہدے سے بر طرف کر کے اپنے داماد علی کو دیدیا(2) یہ بات بھی عائشہ کیلئے بڑی ناگوار تھی جب خدا نے ماریہ کو ابراہیم جیسا فرزند عطا فرمایا، علی اپنی مسرت روک نہیں سکے، جس طرح اپ دوسری ازواج رسول کے ساتھ تعاون فرماتے تھے، ماریہ کے ساتھ بھی تمام توجہ کے ساتھ کمک اور تعاون فرمایا_

جب ماریہ پر الزام لگایا گیا تو یہ علی تھے جنھوں نے دل وجان سے انکی صفائی کی کوشش کی، اس الزام کو بے بنیاد ثابت کرنے کا عملی اقدام فرمایا یا اس سے بہتر لفظوں میں کہا جائے کہ خدا نے علی کے ہاتھوں حق ظاہر کیا اور الزام کا بطلان یوں ظاہر کیا کہ انکھوں سے دیکھا جاسکے، اور اس بارے میں ذرا بھی چون وچرا کی گنجائشے نہ رہ جائے_

ان تمام باتوں نے عائشہ کے دل میں کینہ و نفرت بھر دیا، ان کے خلاف تمام کینہ توزیوں کے لئے راسخ کر دیا_

جب ابراہیم کا انتقال ہوا تو ماریہ کے غم واندوہ میں طعنوں اور زبان کے زخموں نے بھی سر ابھارے یہ علی وفاطمہ کو بھی جھیلنا پڑا کیونکہ یہ دونوں ماریہ کو اہمیت دیتے تھے، اور چاہتے تھے کہ ماریہ کو صاحب اولاد ہونے کی وجہ سے دوسری ازواج خاص کر عائشہ پر برتری حاصل ہو جائے، لیکن تقدیر نہ تو ان لوگوں کی ارزو کے مطابق تھی نہ ماریہ کی خواہش کے مطابق_

## علی اور مسئلہ خلافت

علی کو ذرا بھی شک نہ تھا کہ بعد رسول خلافت انھیں کو ملے گی، دوسرا کوئی بھی ان کا رقیب نہیں (3)یہی اطمینان قلب تھا کہ جس وقت ان کے چچا عباس نے غسل پیغمبر (ص) کے وقت کہا:

---

1_ مسند احمد کنزج 6 ص152 حدیث 2495 ومنتخب کنزج 5 ص29 _ مستدرک ج 3 ص125 _ صحیح ترمذی ج 13 ص176

2_ مسند احمد ج 1 ص331 ومستدرک ج 3 ص51 _52 _ مسند احمد ج 1 ص2 بطریق ابو بکر و علی خصائص نسائی

3_ یہ ابن ابی الحدید کے استاد کی بات صحیح نہیں_ کتاب عبداللہ بن سباج 1 ص106 _ فصل خلافت ملاحظہ ہو

ہاتھ بڑھائو تا کہ تمھاری بیعت کرلوں تا کہ لوگ کہیں کہ رسول(ص) کے چچانے اپنے بھتیجے کی بیعت کرلی، یہ تمہارے حق میں مفید ہو گا پھر کسی کو تمھاری مخالفت کا یارانہ نہ ہو گا_

علی نے جواب دیا:

اے چچا کیا میرے علاوہ بھی کوئی ہے جسے خلافت کی طمع ہو؟

تم جلد ہی دیکھ لوگے

مجھے پسند نہیں کہ مسئلہ خلافت پچھلے دروازے سے ظاہر ہو، بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تمام لوگ اشکار طریقے سے شریک ہوں اور خلافت کے بارے میں رائے دیں، یہ کہا اور خاموش ہو گئے_

اور جب رسول کی بیماری نے شدت پکڑی تو رسول نے جیش اسامہ کو حرکت کا حکم دیا(1) اور ابو بکر اور دوسرے اکابر قریش مہاجر و انصار کو حکم دیا کہ جیش اسامہ کے ساتھ اسامہ کی ماتحتی میں چلے جائیں، اگر یہ بات مان لی جاتی اور پیغمبر کی وفات ہوئی تو علی کی خلافت مسلّم اور قطعی تھی_

خود علی کا خیال تھا کہ اگر پیغمبر(ص) کی وفات ہو جائے تو مدینے میں خلافت کا جھگڑا نہ ہو گا، اس صورتحال میں لوگ اسانی سے انکی بیعت کرلیں گے اور اس بیعت کا فسخ یا ان کا حریف ہونا ممکن ہی نہ تھا، لامحالہ تمام لوگ انکی بیعت کریں گے_

لیکن ابو بکر نے عائشہ کے اس پیغام کی بنیاد پر کہ رسول خدا(ص) کی وفات کا ہنگام اگیا ہے، لشکر اسامہ سے علحدہ ہو کر مدینے پلٹ ائے_

لیکن جہاں تک لوگوں کو نماز پڑھانے والی ابو بکر کی بات ہے تو میری دانست میں حضرت علی نے اس کا ماحول تیار کرنے کیلئے عائشہ کو متعارف کرایا ہے_

---

1_ طبقات بن سعد میں ہے کہ تمام مہاجرین و انصار کے سربر اوردہ حضرات حکم رسول سے مامور تھے کہ لشکر اسامہ میں شریک ہوں ان میں ابو بکر عمر ابوعبیدہ جراح سعد بن ابی وقاص وغیرہ تھے، بعض نے اس حکم پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ بڑے بڑے مہاجرین و انصار پر اس چھوکرے کو سردار بنادیا ہے، جب یہ خبر رسول کو ہوئی تو غصے میں منبر پر گئے اور حمد و ثنائے الہی کے بعد فرمایا، یہ کیسی باتیں ہیں جو لشکر اسامہ کے بارے میں سن رہا ہوں، روز شنبہ انحضرت نے اس اعتراض کا جواب دیا اور تیسرے دن دوشنبہ کو انتقال فرمایا، طبقات بن سعد، تہذیب بن عساکر، کنزالعمال ملاحظہ فرمائیے

جیسا کہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول خد(ص) انے فرمایا کہ کوئی جا کر لوگوں کو نماز پڑھادے اور کسی معین شخص کا نام نہیں لیا، وہ صبح کی نماز کا وقت تھا، لیکن یہ حکم دینے کے بعد رسول(ص) خدا ذاتی طور سے اخری لمحے میں علی اور فضل بن عباس کے کاندھوں کا سہارا لئیے ہوئے باہر ائے اور محراب میں بیٹھ گئے پھر اپ نے خود ہی نماز پڑھائی اور گھر واپس اگئے، سورج نکل ایا تھا کہ دنیا سے تشریف لے گئے_

عمر نے اسی امادگی اور ابو بکر کا لوگوں کو نماز پڑھانا ان کے استحقاق خلافت کی دلیل بنایا ہے، وہ کہتے ہیں کہ:

تم میں کون اپنے لئے جائز سمجھتا ہے کہ جسے رسول(ص) خدا نے نماز پڑھانے کیلئے مقدم قرار دیا اس سے مقدم سمجھے؟

اور یہ بات کہ رسول(ص) خدا گھر سے باہر ائے اور خود ہی نماز پڑھائی اس پر حمل نہیں کیا ہے کہ اس سے ابو بکر کی امامت روکنا تھا، بلکہ کہتے ہیں کہ انحضرت(ص) اس بات پر مائل تھے کہ جہاں تک ممکن ہو خود ہی یہ کام انجام دیں اس واقع اور اس مسئلے کا سہارا لیتے ہوئے لوگوں نے ابو بکر کی بیعت کر لی حالانکہ اس سازش کا الزام علی نے عائشہ پر لگایا ہے کہ یہ پورا ماحول انھوں ہی نے تیار کیا تھا، اپ نے بارہا اس بات کو اپنے اصحاب سے جو اپ کے ارد گرد تھے فرمایا:

انحضرت(ص) نے عائشہ وحفصہ سے اس معاملے میں فرمایا، تم دونوں یوسف والی عورتیں ہو، اپ اس کاروائی سے اپنی نفرت اور ناپسندیدگی فرمارہے تھے_

خاص طور سے اپ نے عائشہ سے اپنی برہمی ظاہر فرمائی، کیونکہ یہ عائشہ اور حفصہ ہی تھیں جنھوں نے حکم رسول سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے اپنے باپ کو نماز پڑھانے کی پیش دستی کی اور رسول(ص) خدا کو جب اس نیابت کی اگاہی ہوئی تو رنجیدہ ہو کر بذات خود باہر ائے اور ابو بکر کو اس امامت سے روک کر زندگی کے اخری لمحے میں عملی طور سے عائشہ کے اقدام کو ناکام بنایا_

اس صورتحال میں رسول خدا(ص) وسیع تر ماحول تیار کئے ہوئے حالات میں اس سے زیادہ کر بھی نہیں سکتے تھے کیونکہ عمر وابو بکر نے ماحول پر پورے طور سے قبضہ کر کے لوگوں کو اسکے لئے تیار کر لیا تھا، اس سلسلے میں مہاجرین و انصار کے سربر اوردہ افراد ان کے شریک تھے، گردش زمانہ اور تقدیر اسمانی نے بھی ان لوگوں کی مدد کی تھی_

یہ حادثے علی کے لئے تمام دردوں سے اذیتناک تھے، عظیم مصیبت اور بڑی افت تھی جو اپ کی روح کو تکلیف پہونچاتی تھی، اسکا ذمہ دار وہ صرف عائشہ کو قرار دیتے تھے، اس بات کو بارہا اپ نے اصحاب سے کہہ کر خدا سے انصاف کا مطالبہ کیا_

اس سے بڑھکر یہ کہ علی(ع) نے بیعت ابو بکر سے اس وقت تک رکے رہے جب تک اپ کو مجبور نہیں کیا گیا(1)اپ نے کیا کیا مصائب جھیلے یہ ساری باتیں مشھور ہیں_

جس وقت رسول خدا(ص) نے انتقال فرمایا،اور جب تک طویل بیماری کے بعد فاطمہ (ع) نے انتقال فرمایا، برابر عائشہ کی طرف جناب فاطمہ کو طعنوں بھری باتوں کا سامنا کرنا پڑا جس سے اپ کی روح لرزا ٹھی تھی، جناب فاطمہ اور حضرت علی(ع) کے لئے سوائے صبر کے چارہ نہ تھا،وہ اپنے غم واندوہ کی شکایت خدا ہی سے کر سکتے تھے_

عائشہ اپنے باپ کی حمایت اور خلافت کی چکی پھرانے والوں میں سر فہرست تھیں مرتبہ ومقام روز بروز بڑھتا رہا، جبکہ حضرت فاطمہ (ع) اور حضرت علی(ع) شکست خوردہ کی طرح طاقت واقتدار سے الگ رکھے گئے، فدک فاطمہ سے چھین لیا گیا، اپ نے بارہا اسے واپس لینے کی کوشش کی لیکن تمام کوششوں کا کوئی نتیجہ نہ نکلا_(2)

اس درمیان جو اپ کے پاس امد ورفت کرتیں عائشہ کی طعنوں سے بھرپور باتیں اپ سے بیان کرتیں، اس طرح اپ کے دل کو سخت تکلیف پہونچتی اور انکی اور انکے شوہر کی باتیں عائشہ سے بیان کر کے اتش کینہ وعداوت کو ان دونوں کے درمیان بھڑکاتی تھیں_

لیکن ان دونوں گروہوں کے درمیان انتہائی بدتر اختلاف موجود تھا، ایک گروہ کامیاب تھا اور دوسرا گروہ شکست خوردہ، ایک حکمراں تھا دوسرا محکوم،یہی وہ حالت ہے کہ غالب گروہ کی باتیں شکست خوردہ کو بڑی تکلیف پہونچاتی ہیں، اور یہ بات طئے ہے کہ دشمن کی ملامت سے ادمی کو جو روحانی اذیت ہوتی ہے وہ تمام مصیبتوں سے دردناک ہوتی ہے_

یہاں تک میرے استاد کی بات پہونچی تھی کہ میں نے عرض کی کیا اپ بھی کہتے ہیں کہ رسول(ص) خدا نے کسی معین شخص کو نماز پڑھانے کا حکم نہیں دیا تھا، یہ صرف عائشہ تھیں جنھوں نے خود سرانہ طریقے سے اپنے باپ کو اس کام پر مامور کیا تھا_

---

1_ تفصیلات کیلئے کتاب عبد اللہ بن سبا فصل سقیفہ ملاحظہ فرمائیں

2_ طبقات بن سعد ج 2 _ صحیح بخاری_ المغازی باب غزوئہ خیبر ج 3 ص38 _ صحیح مسلم ج 1 ص72 _ ج 3 ص153 _ طبری_ ابن کثیر_ مسند احمد بن حنبل ج 1 ص4 _ ج6 ص 9



استاد نے جواب دیا، میں یہ نہیں کہتا، یہ بات علی نے کہی ہے، اور ظاہر ہے کہ انکی ذمہ داری الگ ہے اور میری ذمہ داری الگ ہے، وہ خود جائے واقعہ پر موجود تھے اور تمام باتوں کو اپنی انکھوں سے دیکھا تھا، لیکن مجھے جو حدیثیں ملی ہیں

ان سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول خدا نے ابو بکر کو نماز پڑھانے پر مامور کیا تھا، جبکہ علی کا مدرک علم واطلاع ہے، انھوں نے تمام سرگرمیوں کو خود دیکھا تھا، یا کم سے کم اپ اس پر ظن قوی رکھتے تھے _

اسکے بعد استاد اپنی بات اگے بیان کرنے لگے _

بالاخر فاطمہ (ع) نے انتقال فرمایا، اپ کے انتقال میں تمام خواتین نے شرکت کی سوائے عائشہ کے جنھوں نے نہ صرف یہ کہ سستی دکھائی اور بنت نبی کی ماتم پرسی میں نہیں گئیں بلکہ اس کے برعکس اپنی خوشی اور شادمانی کا اظہار کیا جو علی تک پہونچائی گئی _

علی نے فاطمہ کے انتقال کے بعد ابو بکر کی بیعت کرلی، اور جیسا کہ کہتے ہیں عائشہ نے بیعت علی کے بعد چونکہ کوئی انکے باپ کا حریف خلافت نہیں تھا نہ خلافت کا دعویدار تھا بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا، یہی صورتحال خلافت عثمان کے زمانے تک رہی، جبکہ پرانے کینے سینوں میں موجیں مار رہے تھے، اور خون بھڑک رہے تھے، زمانہ جیسے جیسے گذرتا علی پر مصائب بڑھتے ہی جاتے، اپ کی روحانی اذیت میں اضافہ ہی ہوتا، دل کا درد بڑھتا جاتا یہاں تک کہ عثمان قتل کردئے گئے، عثمان کو قتل کرانے میں عائشہ نے خود ہی موثر کردار ادا کیا، لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکایا، وہ عثمان کی سب سے بڑی مخالف تھیں، قتل عثمان کے سلسلے میں لوگوں سے کہتیں، خدا عثمان کو قتل کرے _

عائشہ نے اسلئے عثمان کو خون بہانے کی بات کہی کہ وہ چاہتی تھیں کہ عثمان خاندان بنی امیہ سے ہیں، ان سے چھین کر ان کے خاندان تیم میں پھر واپس اجائے، اور اس سلسلے میں انھوں نے اپنے چچیرے بھائی طلحہ کو اگے اگے کرکے خلافت کا امیدوار بھی بنا دیا تھا، لیکن جب عثمان قتل کردئے گئے تو لوگوں نے عائشہ کی توقع کے خلاف علی بن ابی طالب کو خلافت کے لئے چن لیا، _ انکی بیعت کرلی، جب یہ خبر عائشہ کو ملی تو بے اختیارانہ فریاد کرنے لگیں، ہائے افسوس عثمان پر، عثمان مظلوم قتل کئے گئے _

اس طرح عائشہ نے دوسری بار فرزند ابو طالب سے اپنی پرانی دشمنی ظاہر کی، اور اس راہ میں اتنی کوشش کی کہ لوگوں کو علی (ع) کی خلاف اس قدر بھڑکایا کہ جنگ جمل ہوگئی، اور پھر بعد میں وہی راہ اپنائی جسے میں نے شروع میں بیان کیا، یہ شیخ ابو یعقوب کے بیان کا خلاصہ تھا جو نہ تو مذہب اہلبیت پر تھے نہ شیعہ کی طرح جانبداری برتنے والے تھے _

ہم نے خطبہء امیر المومنین کا بڑا حصہ پاشالی طریقے سے بیان کیا جسے بن ابی الحدید نے نقل کیا ہے، اس سے ام

المومنین عائشہ کی علی سے کینہ ءدیرینہ کی وضاحت ہوتی ہے،بن ابی الحدید کے استاد نے اپنے بیان میں عائشہ کی زندگی کے پیچیدہ اور مبہم گوشوں کی اچھی طرح تشریح کی ہے،اسمیں انھوں نے ازدواج کے دوران اہلبیت سے روابط کے حالات،بعد وفات رسول(ص) اہلبیت(ع) کے خلاف کاروائیوں کی مکمل تشریح کی ہے،ہم نے بھی جہاں تک ان کی زندگی کے رخوں کے اشارے کئے ہیں اسی پر اکتفا کرتے ہیں،کیونکہ اگر انکی زندگی کے ادوار کا اس سے زیادہ تحقیقی تجزیہ کریں جس نے اسلامی معاشرے کو متاثر کیا...جو بجائے خود ایک مستقل کتاب کی متقاضی ہے،تو خوف ہے کہ ہم اپنے مقصد اصلی سے ہٹ جائیں گے،ہمارا تو صرف یہ مقصد ہے کہ ام المومنین کی احادیث کا تجزیہ کریں_

## خلاصہ

جو کچھ ہم نے قارئین تک پہونچایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ،ام المومنین سخت متعصب خاتون تھیں،طبیعت میں حسد بھرا ہوا تھا جسے حیات رسول(ص) کے زمانے میں دوسری ازواج رسول سے ان کے برتاؤ اور اہلبیت کے ساتھ سلوک کو دیکھ کر معلوم کیا جا سکتا ہے_

اس کے علاوہ جب کہ ہم نے تھوڑا حصہ نقل کیا اور ائندہ تفصیل سے بیان کریں گے،ام المومنین اپنی گرمئي مزاج خاندان والوں کے مفادات کے تحفظ،اپنی پارٹی کی مصلحتوں(1) کے بارے بڑی غیرت مند اور متعصب تھیں،اپنی طبیعی سختی کی صفت ہی کی وجہ سے انھوں نے سخت اور اہم کارستانیاں اور سنگین افعال کے لئے اپنی تلخ و تند اور انقلابی باتوں کا جال بچھایا_

---

1_ ام المومنین عائشہ نے رسول خدا کے گھر میں اپنی پارٹی بنالی تھی،جیسا کہ خود اس بارے میں کہتی ہیں،ازواج رسول دو گروہوں میں بٹ گئیں،ایک پارٹی میں عائشہ حفصہ اور سودہ تھیں اور دوسری پارٹی میں ام سلمہ اور دوسری ازواج تھیں،بقیہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب فاطمہ اسی دوسری پارٹی میں تھیں جو مخالف عائشہ تھی،اس سلسلے میں صحیح بخاری ملاحظہ فرمایئے لیکن رسول خدا کے گھر کے باہر ام المومنین نے اپنے خاندان تحفظ کے مفادات اور اپنی پارٹی کی ترقی کیلئے برابر کام کرتی رہیں_

# فصل دوم

## شیخین

1_ ابو بکر کالقب صدیق اور عتیق تھا، نام عبد اللہ تھا، ابو قحافہ عثمان کے فرزند تھے قبیلہ تیم کی فرد تھے جو قریش کاقبیلہ تھا، ان کی ماں کانام ام الخیر تھا، جو سلمی یا لیلی کے نام سے موسوم تھیں، عامر کی بیٹی تھیں، یہ بھی تیم کے قرشی قبیلے کی تھیں_

ابو بکر عام الفیل کے دو یا تین سال بعد مکہ میں پیدا ہوئے، یہ ان لوگوں میں ہیں جنھوں نے خدیجہ، علی زید اور جعفر کے بعد اسلام قبول کرنے میں سبقت کی_

ابو بکر نے رسول (ص) خدا کے ہمراہ مکہ سے مدینہ ہجرت کی، جنگ بدر اور بعد کی جنگوں میں شریک ہوئے، وفات پیغمبر کے بعد اس سے پہلے کہ جنازہ رسول دفن ہو سقیفہ بن ساعدہ میں اپنے دیرینہ ساتھی عمر کے تعاون سے ایک اسان انقلاب کے سہارے زمام امور اپنے ہاتھ میں لی_

ابو بکر نے 22 جمادی الثانیہ 13 کو انتقال کیا، ان کا جنازہ رسول کے پہلو میں دفن کیا گیا، عمر 63 سال پائي، انکی خلافت کا زمانہ دو سال تین مہینے اور چھبیس یا دس دن تک رہا_

2_ ابو حفص، فاروق، عمر بن خطاب، قریشی قبیلہ عدی کی فرد نفیلی کی نسل سے تھے، انکی ماں کانام حنتمہ تھا جو مغیرہ کے فرزند ھشام یا ہاشم کی بیٹی کہی جاتی ہیں_

عمر نے پچاس لوگوں کے بعد اسلام قبول کیا اور مسلمان ہوئے، کچھ دن بعد مکہ سے مدینے ہجرت کی، جنگ بدر اور دوسری جنگوں میں شریک رہے_

ابو بکر نے بستر مرگ پر انھیں اپنا جانشین بنایا، ایام خلافت عمر ہی میں اسلامی فتوحات جزیرۃ العرب کے باہر شروع ہوئیں، عمر نے 55 سال یا بقولے 63 سال عمر پائي، 26 ذی الحجہ 23 میں مغیرہ کے غلام ابولولو کے خنجر سے زخمی ہوئے_

پہلی محرم 24 ھ کو جوار ابو بکر میں دفن کئے گئے، زمانہء خلافت دس سال چھ مہینے پانچ روز ہے، ابو بکر و عمر صدر اسلام میں ایک دوسرے کے جگری دوست تھے، ہمیشہ دونوں کا نام ایک ساتھ اتا ہے اسی لئے انھیں شیخین کہا جاتا ہے_

# سکھ چین کا زمانہ

## صدر اسلام کی اکیلی خاتون مفتی

ام المومنین عائشہ کی تمام زند گی سوائے ابو بکر اور ان کے دوست عمر کے زمانہ خلافت کے ،شدید سیاسی کشمکش اور نا قابل شکست سر گرمیوں میں گذری، تا کہ یہ خلافت جو خاندان تیم سے نکل گئی ہے، پھر واپس اکر ان کے عزیزوں اور رشتہ داروں کو حکمراں بنا سکے_

لیکن جیسا کہ ہم نے بتایا خلافت شیخین (ابو بکر و عمر) کے زمانے میں اس خیال سے کہ ان کے گروہ نے دوسرے گروہوں پر بنام مدینہ پیش دستی کر کے زمام حکومت قبضے میں کر لیا تھا، بہت خوش تھیں اور ذہن و دماغ کو بڑا سکون و اطمینان نصیب ہوا تھا کیونکہ اس زمانے میں جو شخص خلیفہ ہے یا جو اس کے حوالی موالی ہیں انکے نزدیک ان کا مرتبہ و مقام ساری دنیا میں اور دنیائے اسلام میں بہت بڑھ گیا تھا، اسکی وجہ سے دنیا بھر کی اور سارے مسلمان کی توجہ انھیں کی طرف مڑ گئی تھی، تمام ازواج رسول کے مقابلے میں صرف انھیں کی طرف گردن جھکتی تھی، رسول خدا کی دوسری تمام خواتین سے ان کا مرتبہ بلند تر ہو گیا تھا_

رسول خدا (ص) نے رحلت فرمائی تو اپ کی ازواج قید حیات میں تھیں، لیکن تاریخ ہمیں یہ نہیں بتاتی کہ عمر و ابو بکر نے عائشہ کے علاوہ کسی بھی زوجہء رسول کو خاص مرتبہ و مقام عطا کیا ہو، کیا معاملات کے تصفیے میں یا فتوی کے سلسلے میں ان کے علاوہ کسی کی طرف رجوع کیا جاتا ہو_

ہماری اس دلیل کو طبقات بن سعد میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے جنھوں نے محمد بن ابی بکر کے فرزند قاسم کا قول نقل کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

عائشہ زمانہ حکومت ابو بکر، عمر اور عثمان میں اکیلی وہ خاتون تھیں جو فتوی صادر کرتیں تھیں، اور یہ صورتحال زندگی کے اخری لمحے تک رہی (1)

دوسری جگہ محمود بن لبید کا قول لکھا ہے:

عائشہ زمانہ حکومت ابو بکر و عمر و عثمان میں فتوی صادر کرتیں اور احکام نافذ کرتی تھیں، اور اخری عمر تک یہ سلسلہ جاری رہا_

---

1_ طبقات بن سعد ج 8 ص 375

ابو بکر اور عمر کے علاوہ تمام صحابائے کبار ان سے مراجعہ فرماتے، رسول(ص) خدا کی سنت اور مختلف مسائل ان سے پوچھتے اور انھیں سے حکم حاصل کرتے _

ان تمام باتوں کو جانے دیجیئے، عمر نے جس وقت تمام ازواج رسول کا وظیفہ مقرر کیا تو عائشہ کو سب پر مقدم رکھا ان کے حقوق دوسروں سے زیادہ قرار دئے

یہ معاملہ طبقات بن سعد میں مصعب بن سعد کا قول اس طرح نقل کیا ہے _ عمر نے ازواج رسول کا ماہانہ وظیفہ دس ہزار مقرر کیا اور عائشہ کو سب پر مقدم کر کے بارہ ہزار مقرر کیا، عمر کی دلیل یہ تھی کہ عائشہ رسول خدا کی سب سے زیادہ چہیتی بیوی تھیں(1)

## عائشہ حج کے لئے گئیں

اس صورتحال کے باوجود خلیفہ وقت عمر بن خطاب تمام ازواج رسول پر انھیں مقدم قرار دینے فتوی حاصل کرنے، سنت رسول معلوم کرنے، تمام مسلمانوں میں ان کا مرتبہ و مقام بڑھانے، دوسروں کے مقابل ان کا زیادہ وظیفہ مقرر کرنے کے باوجود ام المومنین عائشہ کو دوسری ازواج رسول کی طرح مدینے سے باہر جانے کی اجازت نہیں دیتے تھے، یہاں تک کہ حج و عمرہ کی بھی اجازت نہیں دیتے تھے _

عمر کی سیاست یہ تھی کہ بڑے اور مشہور صحابہ مدینے سے باہر نہ جائیں اسی بنیاد پر جب زبیر نے جنگ میں شرکت کرنے کی اجازت چاہی تو جواب دیا(2) نہیں، مجھے اتفاق نہیں ہے،

---

1_ طبقات بن سعد ج 8 ص 67 ،اجابہ 71 _75، کنز العمال ج 7 ص 116 منتخب کنز، اصابہ ج 4 س 249 ،طبری ج 4 ص 161 ،ابن کثیر ج 2 ص 247 _ مستدرک ج 4 ص 8 _ شرح نہج البلاغہ ج 3 ص 154 _ بلاذری ص 454 _ 455 احکام السلطانیہ ماوردی ص 222 _ واضح ہو کہ یہ خلافت کا سیاسی مقتضا تھا کہ عائشے ہ کو رسول کی چہیتی بیوی کی حیثیت سے متعارف کرایا جائے لیکن حقیقت ایسی نہیں تھی، بلکہ خلافت نے اپنے زمانے میں اس بات کو مشہور کیا

2_ ابن ابی الحدید ج 4 ص 457 ، تاریخ خطیب بغدادی ج 7 ص 453

کیونکہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اصحاب رسول لوگوں کے درمیان پھیل جائیں گے تو گمراہی پھیلائیں گے (1)

لیکن عمر نے اپنی عمر کے اخری سال ازواج رسول کو مدینے سے باہر جانے کی پالیسی بدل دی تھی، یہ بات طبقات بن سعد میں اس طرح ہے_

عمر بن خطاب ازواج رسول کو مدینے کے باہر جانے سے روکتے تھے، یہاں تک کہ حج و عمرے کیلئے بھی جانے سے روکتے، لیکن 23 ھ میں جبکہ انھوں نے اخری حج کیا تمام ازواج نے سوائے زینب اور سودہ کے ان سے اجازت چاہی کہ حج کیلئے مدینے سے باہر جائیں سودہ اور زینب نے حج کیلئے بھی گھر سے قدم باہر نہ نکالا، وہ کہتی تھیں_

ہم وفات رسول کے بعد ہرگز اونٹ کی پشت پر سوار نہیں ہوئے، یہ اس بات کا کنایہ تھا کہ انھوں نے کبھی سفر نہیں کیا_ (2)

خود سودہ کہتی ہیں، میں نے رسول (ص) خدا کی حیات میں حج و عمرہ کیا اب حکم رسول کے مطابق گھر میں بیٹھی ہوں_

بہر حال عمر نے ازواج رسول کی درخواست منظور کی اور حکم دیا کہ ان کے لئے ہودج تیار کئے جائیں، ان پر سبز رنگ کی مخملیں سجائی گئیں تا کہ ازواج رسول لوگوں کی انکھوں سے پوشیدہ رہیں،

---

1_ واقعی عمر کس بات سے ڈرتے تھے اور لوگوں کے گمراہی کا اندیشہ کیوں تھا؟ کیا انھیں اسکا ڈر تھا کہ اصحاب رسول لوگوں کے درمیان جاکر حلال و حرام اور قوانین اسلام متغیر کر کے گمراہی پھیلائیں گے؟ یا اس سے ڈرتے تھے کہ بعض اکابر صحابہ کے بارے میں اصحاب رسول کی لوگوں کو جانکاری ہو جائے گی، اور لوگ خلافت کے افراد سے بدظن ہو جائیں گے؟ یا بعض کو مدینے سے اسلئے جانے نہیں دیتے تھے کہ انکی مخالفت کا اندیشہ تھا؟ بہر حال یہ مسئلہ الگ سے علمی استدلال کے ساتھ مطالع کا مستحق ہے، عمر جیسے ہوشمند اور زیرک کی بات کو یونہی نہیں اڑایا جاسکتا، ان کے اقدام کو عوامی رنگ دنیا انصاف سے بعید ہے انکی دور اندیشی اور سیاسی بصیرت پر ظلم ہے (سردار نیا)

2_ زینب اور سودہ کے گھر سے نہ نکلنے کی وجہ یہ تھی کہ رسول خدا نے اخری حج میں انھیں ازواج سے فرمایا تھا، اس حج کے بعد تم سب کو گھر میں بیٹھی رہنا ہے، یہ بھی فرمایا کہ میرے بعد تم میں سے جو بھی تقوی اختیار کرے اور حکم کی مخالفت نہ کرے اور اپنے گھروں میں نچلی بیٹھی رہے گی، گھر سے قدم باہر نہ نکالے گی، وہ قیامت میں بھی میری زوجہ رہے گی طبقات بن سعد 8/ 208

پھر ان کی نگرانی میں عثمان اور عبد الرحمن بن عوف(1) کو معین کر کے ضروری احکامات صادر کئے گئے اور اسطرح انھوں نے مدینے سے مکہ سفر کیا_

عثمان اگے اگے سواری ہانک رہے تھے، کبھی کبھی بلند اواز سے اعلان کرتے، خبر دار، کسی کو حق نہیں کہ محمل کے قریب ائے اور خواتین رسول کو دیکھے_

پھر وہ خود بھی کسی کو ان سے قریب انے سے روکتے، چنانچہ راستے میں ایک شخص محمل کے قریب ایا تو اسے للکارا_

دور رہو، دور رہو_

عبد الرحمن سواری کے پیچھے پیچھے تھے، انھوں نے بھی ہانک لگائی، الگ رہو_

مسور بن مخرمہ(2) کا بیان ہے:

اتفاق سے اگر کوئی شخص اپنی سواری ٹھیک کرنے کیلئے راستے میں ٹھر گیا اور اونٹ بیٹھا دیا تو عثمان جو قافلے کے اگے اگے چل رہے تھے، اسکے قریب جا کر کنارے کر دیتے اور اگر راستہ وسیع ہو تا تو حکم دیتے کہ قافلہ اپنا راستہ بدل کر اس مرد سے کنارے ہو جائے، اور داہنے یا بائیں راستے سے نکل جائے، اگر اس کے علاوہ صورتحال ہوتی تو قافلے کو حکم دیتے کہ قافلہ ٹھر جائے تاکہ اس شخص کا کام ختم ہو جائے اور اپنی سواری پر سوار ہو کر اگے بڑھ جائے، اسکے بعد عثمان حکم دیتے کہ قافلہ اگے چلے، میں خود گواہ ہوں کہ انھوں نے مکے سے چلنے والے لوگوں کو جو مخالف سمت سے سامنے ائے تھے، حکم دیا کہ راستے کے داہنے یا بائیں جانب اپنے اونٹوں کو بٹھائیں تاکہ قافلے پر نگاہ پڑنے کا فاصلہ دور ہو جائے_

---

1_ ابو محمد، عبد الرحمن بن عوف قریش کے بنی زھرہ سے تھے، انکی ماں شفا بھی اسی قبیلے سے تھیں، عام الفیل کے دس سال بعد پیدا ہوئے، جاہلی زمانے میں عبد عمر یا عبد کعبہ نام تھا، رسول خدا نے ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد عبد الرحمن نام رکھا، انھوں نے حبشہ اور مدینے مین ہجرت کی، جنگ بدر میں اور تمام جنگوں میں شرکت کی، عمر نے انھیں شوری کی ایک فرد نامزد کیا تھا، عبد الرحمن نے 31ھ یا یا 32ھ مدینے میں انتقال کیا اور بقیع میں دفن کئے گئے، اصابہ 2/ 408 _ 410 استیعاب در حاشیہ اصابہ، اسد الغابہ 3/ 313 _ 317 ملاحظہ ہو

2_ ابو عبد الرحمن کنیت تھی، مسور بن مخرمہ بن نوفل نام تھا، قبیلہ قریش کے بنی زھرہ کی فرد تھے، انکی ماں عاتکہ بنت عوف، عبد الرحمن بن عوف کی بہن تھیں، مسور ہجرت کے دوسرے سال پیدا ہوئے، اور جس سال شامیوں نے ابن زبیر پر چڑھائی کی اور خانہ کعبہ پر منجنیق سے گولے برسائے، یہ مسور وہاں حجر اسماعیل میں نماز پڑھ رہے تھے ایک پتھر انھیں لگا اور مر گئے، انکی موت ربیع الاول 64ھ میں ہوئی، اسد الغابہ 4/ 365، طبقات بن سعد، استیعاب اور اصابہ دیکھی جائے

عمر راستے میں جہاں بھی منزل قرار دیتے ازواج رسول وہیں اترتی تھیں، انھیں اکثر گھاٹی کے اندر رکھا جاتا اور وہ خود گھاٹی کے دہانے پر قیام کرتے، یا بعض روایات کی بنا پر ان ازواج رسول کو گھاٹی کے انتہائی حصے پر رکھا جاتا جہاں تک پہونچنے کا راستہ نہیں ہوتا، یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کی منزل درختوں کے سائے میں رکھی جاتی اور کسی حال میں بھی لوگوں کو اجازت نہیں تھی کہ ان کے پاس سے گذرے_

ام المومنین عائشہ نے صرف اسی حج میں مدینے سے قدم باہر نکالا، پھر تمام زمانہ خلافت عمر میں کبھی مدینے سے باہر نہیں گئیں، وہ بڑے سکھ چین سے احترام کے ساتھ اپنے ہی گھر میں زندگی گذارتی رہیں ارباب حکومت واقتدار بعض معاملات میں انھیں فتوی کے سلسلے میں رجوع کرتے اور ان کے احکام پر عمل کرتے_

وہ بھی ان کے جواب میں مناسب حال حدیث رسول سناتی تھیں، وظیفہ کے امتیاز کے علاوہ یہی ایک بات کہ ارباب اقتدار صرف انھیں سے فتوی اور احکام حاصل کرتے اس کا ثبوت ہے کہ وہ حکومت کی نظر میں تعظیم واحترام کی مستحق تھیں، جس خاتون کی خود خلیفہ تعظیم کرے اسکی دوسرے افراد کس قدر تعظیم کرتے ہوں گے یہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے_

اب یہ...

اس فصل کو ایک واقعے پر ختم کیا جاتا ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خلیفہ عمر ان کا کسقدر احترام کرتے تھے_

ازاد کردہء عائشہ ذکوان کا بیان ہے کہ مال غنیمت کی ایک ٹوکری فتح عراق کے بعد خلیفہ عمر کی خدمت میں پیش کی گئی، اسمیں ایک موتی تھا عمر نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا، جانتے ہو اس موتی کی قیمت کیا ہے؟

سب نے کہا، جی نہیں، وہ لوگ یہ بھی نہیں سمجھ پارہے تھے کہ اسے مسلمانوں میں کسطرح سے تقسیم کیا جائے_

عمر نے کہا، کیا تم لوگ اجازت دیتے ہو کہ موتی عائشہ کو دیدیا جائے، کیونکہ رسول خدا ان کو بہت پیار کرتے تھے؟

سب نے کہا، جی ہاں

عمر نے وہ موتی عائشہ کے پاس بھیجوادیا

عائشہ نے کہا، خدا نے عمر کو کتنی عظیم فتح عطا کی ہے؟(1)_

---

1_ سیر النبلاء ج 2 ص 133 _ مستدرک حاکم و تلخیص ذھبی

# احادیث عائشہ تقویت خلافت کے بارے میں

## حدیث گڑھنے کے مواقع

قریب قریب یقین کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ام المومنین عائشہ کی احادیث ان کے باپ ابو بکر کے زمانے میں اور اسی طرح عمر کے زمانے میں بہت کم گڑھی گئیں ،کیونکہ ان ایام میں لوگوں کی تمام توجہ فتوحات کی طرف تھی بار بار لشکر کشی کی وجہ سے مال غنیمت حاصل ہو رہا تھا_

دوسرے یہ کہ عام طور سے فکری ہم اہنگی اور عدم اختلاف تھا، سبھی لوگوں نے پورے طور سے ان لوگوں کی خلافت مان لی تھی،اور یہ کہ تمام مدینے کے باشندے کم و بیش صحبت رسول سے فیضیاب تھے یا اصحاب کے ہم عصر تھے، اسلئے بطور کلی حدیث کی مقدار عددی اعتبار سے بہت کم تھی،اور اس وقت زیادہ حدیثیں گڑھنے کی ضرورت بھی نہیں تھی_

لیکن ان تمام حالات کے باوجود اس زمانے میں بھی عائشہ کی احادیث نقل کی گئیں ہیں،جو حکومت وقت (ابو بکر و عمر) کے اثبات میں ہیں،کیونکہ عائشہ کی شخصیت اپنے باپ اور ان کے جگری دوست عمر کی حکومت کے سخت ترین طرفداروں میں سے تھی،لوگوں کے دل میں بہتر اور گہرے انداز میں ثابت وراسخ کرنے کیلئے اس سے بہتر کیا تھا کہ ان کے مرتبہ ومقام کے بارے میں رسول خدا کے ارشادات بیان کئے جائیں، انھیں پیغمبر کی نظر میں بلند مقام اور اہم ترین بتایا جائے_

اب یہاں بطور نمونہ اس قسم کی چند حدیثیں نقل کی جاتی ہیں جنھیں حکومت ابو بکر و عمر کے زمانے کی سمجھنا زیادہ مناسب ہے_

یہ حدیث مسلم نے اپنی صحیح میں قول عائشہ نقل کیا ہے جو اسی قسم کی ہے توجہ فرمایئے

عائشہ کہتی ہیں کہ رسول(ص) خدا جسوقت بستر بیماری پر تھے، مجھ سے فرمایا، اپنے باپ اور بھائی سے کہو کہ میرے پاس ائیں تا کہ میں ایک وصیت لکھ دوں،کیونکہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کوئی خام طمع امید لگائے یا کہے کہ میں خلافت کا زیادہ حقدار ہوں، حالانکہ خدا و مومنین سوائے ابو بکر کے کسی دوسرے کو اسکا حقدار نہیں سمجھتے(1)

بخاری بھی ابو ملیکہ سے ایسی ہی روایت نقل کرتے ہیں:

---

1_ صحیح مسلم باب فضائل ابو بکر ج 7 ص 110 ، مسند احمد ج 6 ص 47_144،وطبقات بن سعد،وکنز العمال_ منتخب کنز

عائشہ نے کہاکہ جب رسول(ص) خدا کی بیماری شدت پکڑ گئي توعبدالرحمن بن ابی بکر سے فرمایا،شانے کی ہڈی(1) یاکوئي تختی میرے لئے فراہم کروکہ ابوبکر کے بارے میں وصیت ان کے نام کے ساتھ لکھ دوں تاکہ کوئي انکی مخالفت نہ کرے(2)

لیکن جیسے ہی عبدالرحمن اٹھے کہ حکم رسول بجالائیں،رسول خدا(ص) نے فرمایااے ابوبکر خدا اومومنین ہرگز اجازت نہ دیں گے کہ تمھارے خلاف نزاع بڑھے(اور چونکہ پیغمبر کے ارشاد کے مطابق خدا اومومنین خلافت و حکومت ابوبکر کے بارے میں اج تک کسی قسم کے اختلاف کی اجازت نہیں دے رہے ہیں اسلئے وصیت لکھنے کی ضرورت نہیں)

یہ بھی صحیح مسلم میں ابوملیکہ کا قول مروی ہے،کہ عائشہ سے پوچھاگیا،اگر فرض کیاجائے کہ رسول خدا اپنا جانشین معین کریں توکس کا انتخاب فرمائیں گے؟

عائشہ نے جواب دیا،ابوبکر کو

ابوبکر کے بعد کس کو خلافت کے لئے نامزد کریں گے؟

عمر کو

ان کے بعد؟

ابوعبیدہ جراح کو(3)

اس طرح کی روایات جنھیں ام المومنین عائشہ سے فضائل شیخین میں روایت کی گئیں ہیں بہت زیادہ ہیں،ہم ان روایات کو تحقیق کے باب میں انکا تجزیہ کریں گے،یہاں اسے بطور نمونہ پیش کیاگیا_

---

1_ اس زمانے میں کاغذ کی جگہ شانے کی ہڈی استعمال کی جاتی تھی

2_ صحیح مسلم ج 7 ص 110 ،طبقات بن سعد،مسند احمد،مستدرک،کنزل العمال منتخب_ مستدرک میں ابوعبیدہ نام ملتاہے

3_ ابوعبیدہ جراح کانام عامر بن عبداللہ قرشی فہری تھا،سابقین اسلام میں تھے،دونوں ہجرت میں شریک ہوئے،عمر کی طرف سے حاکم شام ہوئے 18ھ میں وہیں مرض طاعون میں انتقال کیا،اور بعد میں اردن میں دفن کئے گئے،استیعاب،اصابہ اسد الغابہ

## ان احادیث کی پیدائشے کا زمانہ

یہ احتمال زیادہ ہے کہ اس قسم کی احادیث کی روایت اور شہرت ابو بکر اور عمر کے زمانہ ء خلافت میں ہوئی، کیونکہ ان دونوں خلفاء راشدین کا نام ایک کے بعد دوسرے کا ترتیب سے لیا گیا ہے، لیکن یہ کہ اگر رسول کسی کو خلیفہ بنانا چاہتے تو اسی ترتیب سے خلیفہ بناتے_

ہم اس قسم کی احادیث کو چار حصوں میں تقسیم کرتے ہیں

پہلی قسم ان احادیث کی ہے جن میں چاروں خلفاء کے نام اسی ترتیب سے علی ابن ابی طالب تک لئے گئے ہیں_

جس ترتیب سے خلیفہ بنے ہیں، میرے خیال میں ایسی حدیثیں حضرت علی بن ابی طالب کے بعد بنائی گئی ہیں، جبکہ چاروں خلفاء کا زمانہ ختم ہو چکا تھا_

محب طبری نے ریاض النضرہ میں حدیث رسول کو نقل کیا ہے وہ اسی قسم میں اتی ہیں_

رسول خد(ص) انے فرمایا: میں اور ابو بکر، عمر، عثمان اور علی حضرت ادم کی خلقت سے ہزار سال پہلے انوار کی شکل میں عرش کے داہنی جانب تھے، جب ادم خلق ہوئے تو خداوند عالم نے ہمیں انکی پشت میں قرار دیا اور اسی طرح پاکیزہ اصلاب میں منتقل ہوتے رہے، یہاں تک کہ مجھے صلب عبد اللہ میں ابو بکر کو صلب ابو قحافہ میں عمر کو صلب خطاب میں، عثمان کو صلب عفان اور علی کو صلب ابو طالب میں منتقل کیا_

پھر خداوند عالم نے ان سب کو میرے لئے چن لیا، نتیجے میں ابو بکر کو صدیق اور عمر کو فاروق، عثمان کو ذوالنورین اور علی کو میرا وصی قرار دیا، پس جو شخص بھی میرے اصحاب کی برائی کرے وہ ایسا ہے جیسے اس نے میری برائی کی، اور جو شخص بھی مجھے دشنام دے اس نے خدا کو دشنام دیا، اور جو شخص خدا کو دشنام دیگا اسے اوندھے منھ جہنم میں جھونک دیا جائے گا

اس حدیث کا وضعی زمانہ خود بخود روشن ہے

1_ اس قسم کی احادیث کا گڑھا جانا اور شائع ہونے کا زمانہ اس وقت کو سمجھنا چاہیئے جب چاروں خلفاء کی خلافت ختم ہو چکی تھی، بلکہ بہت بعد میں ہونا چاہیئے کیونکہ میری بیان کی ہوئی باتوں کے علاوہ اس حدیث میں دشنام دینا اور برا بھلا کہنے کی بات ہے، اور ہم جانتے ہیں کہ سب و شتم کی رسم حکومت معاویہ کے زمانے میں اور اسکے بعد

جاری ہوئی، اور اسکا حکم اسی نے دیا تھا، رسول خدا کے زمانے میں یہ رسم نہیں تھی کہ کوئی کسی صحابی کو دشنام دے اور اس حکم کا خدا اور سول کی جانب سے مستحق قرار پائے_

2_ اگرچہ اس حدیث میں چاروں خلفاء کا نام ترتیب خلافت کے لحاظ سے ایا ہے، اس قسم کی احادیث امام کے زمانے میں نہ گڑھی جاسکتی ہے نہ مشہور کی جاسکتی ہے کیونکہ جس وقت امام نے خلافت قبول فرمائی تو تمام لوگ پورے طور سے دو گروہوں میں بٹ گئے تھے، ایک گروہ شدت سے عثمان کو برا بھلا کہہ رہا تھا، دوسرا گروہ بھی حضرت علی(ع) ولی کو اچھا نہیں سمجھ رہا تھا، انھیں اچھائیوں کے ساتھ یاد نہیں کرتا تھا،، اس صورتحال میں کون شخص ایسی حدیث وضع کر سکتا ہے ؟

3_ حکومت معاویہ میں بھی اگرچہ سب وشتم کا بازار ہر جگہ گرم تھا حدیثیں گڑھنے میں لوگ ایک دوسرے سے بازی لیجانے کی کوشش کر رہے تھے، لیکن بنیادی حیثیت سے اس کو صرف علی اور انکی اولاد اور بنی ہاشم کے خلاف مخصوص رکھا گیا تھا، اور اموی سیاست اس بات کی متقاضی تھی کہ حضرت علی کو دیگر خلفاء راشدین سے الگ کر دیا جائے، ان کا نام اس ستون سے حذف کر دیا جائے، ان تینوں کو ہر حقیقت سے علی پر برتری دی جائے، اور ہم جانتے ہیں کہ یہی سیاست اخری حکومت بنی امیہ تک جاری رہی_

4_ ان تمام باتوں کے بعد ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس حدیث کے وضع وانتشار کا زمانہ اس عہد میں متعین ہوتا ہے جب بنی امیہ کا زوال ہو رہا تھا اور بنی عباس کو اقتدار ملنے کے اثار نمایاں تھے_

اسکی دلیل یہ ہے کہ خلفاء بنی عباس بھی جنھوں نے اپنے چچا کے فرزندوں علویین کے نام پر اقتدار حاصل کیا تو اپنے سلف بنی امیہ کی طرح معمولی بہانوں سے علویوں کا بے رحمانہ خون بہایا_

ان باتوں کی بنیاد پر اس حدیث کے وضع وانتشار کا زمانہ یہی متعین ہوتا ہے کہ بنی امیہ کا دور ختم ہو رہا تھا اور اہلبیت کے نام پر لوگوں کو دعوت دی جارہی تھی، کیونکہ یہی موقع تھا جب بنی ہاشم کے دونوں خاندان علوی اور عباسی مل کر اموی اقتدار کو اکھاڑ پھینکنے کی سعی کر رہے تھے اور بنی عباس کی سیاست اس موقع پر ایسی تھی کہ اموی سیاست کو ذکر دینے کیلئے نام علی کو خلفاء ثلثہ کے نام کے ساتھ شائع کیا جائے درانحالیکہ ہم جانتے ہیں کہ خلفاء بنی امیہ ان تینوں خلفاء کو ہٹا کر صرف علی ہی پر سب وشتم کرتے تھے، حضرت علی(ع) کے نام کو خلفاء راشدین کی فہرست سے حذف کر دیا تھا_

ایسا گمان ہوتا ہے کہ بنی عباس اتنے ہی پر مطمئن نہیں ہوئے انھوں نے قدم اگے بڑھایا اور بنی امیہ کی



سیاست اور ان کے دعوے کو باطل کرنے کیلئے خاص طور سے عثمان کا نام خلفاء کی فہرست سے حذف کر دیا، درج ذیل حدیث میرے اس دعوے کی واضح دلیل ہے کہ اسی عہد میں بنائی گئی ہوگی_

جابر بن عبد اللہ انصاری روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول خدا کے ساتھ مدینے کے ایک باغ میں تھے، اچانک اپ نے میری طرف رخ کر کے فرمایا، ابھی تمھارے پاس ایک شخص ائے گا جو جنتی ہو گا_

ہم نے گردن اٹھائی کہ اس جنتی شخص کو دیکھیں اتنے میں ابو بکر اگئے، ہم نے انھیں اس بشارت کی مبارکباد دی_

ذرا دیر نہ گذری تھی کہ رسول(ص) خدا نے دوسری بار فرمایا:

ایک جنتی شخص ابھی تمھارے پاس ائے گا_

ہم نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ عمر پہونچے، ہم نے انھیں اس بشارت کی تہنیت پیش کی ذرا دیر بعد تیسری بار رسول(ص) خدا نے فرمایا، ایک جنتی شخص تمہارے پاس ائے گا اور پھر رسول(ص) خدا نے درخت خرما کی شاخ کے نیچے اپنے ہاتھ اسمان کی طرف بلند کر کے فرمایا:

خداوندکیا اچھا ہو کہ تو ارادہ فرمادے کہ وہ شخص علی ہو اتنے میں علی پہونچے، ہم نے اس عظیم موہبت پر انھیں تہنیت پیش کی_

ہم جو اس حدیث کے صحیح نہ ہونے کی بات کہہ رہے یہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ ہم رسول خدا اور ان ذریت طاہرہ اور تقوی شعار صحابہ کے فضائل کا انکار کر رہے ہیں، نہیں، ہر گز ایسا نہیں، ہم ہر گز ان کے فضائل کے منکر نہیں، لیکن یقین نہیں اتا کہ خدا نے صرف انھیں گروہ صحابہ کو جو مسند خلافت پر براجمان ہوئے، اور جو لوگ اس مرتبے پر فائز نہیں ہوئے ان کے درمیان اس حد تک فرق کے قائل ہو جائیں کہ انکی طینت کو نور سے اور انکی طینت کو مٹی سے خلق کیا جائے_

ان باتوں کے علاوہ اور دوسرے دلائل جو ائندہ بیان کئے جائیں گے خود ہی حق دیتے ہیں کہ اس قسم کی احادیث کو صحیح و درست ماننے میں جو خلفاء راشدین کا انکی خلافت کی ترتیب سے پے در پے ایا ہے شک اور تردید کی نظر ڈالیں_

دوسرے قسم کی احادیث میں وہ حدیثیں اتی ہیں جن میں تینوں خلفاء کا نام اول سے عثمان تک یکے بعد دیگری ایا ہے_

ہمارے عقیدے کے مطابق اور پہلے قسم کی احادیث کے بارے میں جو کچھ عرض کیا گیا اس کی روشنی میں اس قسم کی احادیث بھی عثمان کی حکومت کے زمانے میں گڑھی گئی ہیں ان سے پہلے نہیں گڑھی گئی ہیں، چنانچہ ان میں سے کچھ احادیث میں عثمان کے قتل ہونے کا بھی بیان ہے، اس سے یہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عثمان کے قتل کے بعد یہ



حدیثیں گڑھی گئی ہیں، تاریخ قتل سے پہلے نہیں_

تیسرے قسم کی احادیث وہ ہیں جن میں فقط شیخین کا نام ہے، ایک کے بعد دوسرے کا نام ایاہے، ہمارا تو اس بارے میں عقیدہ یہ ہے کہ اس قسم کی احادیث عمر کے بر سر اقتدار انے کے بعد گڑھی گئی ہیں، انکی خلافت سے پہلے نہیں _

چوتھے قسم کی احادیث وہ ہیں جن میں صرف خلافت ابو بکر کا نام ہے اور چونکہ ان میں صرف ابو بکر کا نام ہے عمر کا نام درمیان میں نہیں ہے اسلئے گمان قوی ہے کہ عمر کی حکومت سے پہلے ان کو گڑھا گیاہے، اس بناء پر احتمال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ابو بکر کے نام سے وصیت لکھنے کی حدیث ان کے خلیفہ ہو جانے کے بعد روایت کی گئی ہے کیونکہ ان میں عمر کا نام نہیں ہے _

لیکن یہ حدیث کہ (اگر یہ بات طئے کی جاتی کہ رسول خدا (ص) کسی کو اپنا جانشین بنائیں تو پہلے ابو بکر کو معین کرتے، ان کے بعد عمر کو اور ان کے بعد ابو عبیدہ جراح کو) گمان قوی ہے کہ یہ حدیث عمر کی حکومت کے زمانے میں عثمان سے پہلے گڑھی گئی ہے، کیونکہ عمر خود ابو عبیدہ کے بارے میں کہتے تھے کہ اگر ابو عبیدہ زندہ ہوتے تو انھیں کو خلیفہ بناتا _

ہم نے بعض ان احادیث عائشہ کو یہاں بیان کیا جنکی اشاعت خلافت شیخین کے زمانے میں ہوئی حالانکہ اس قسم کی ڈھیر ساری احادیث موجود ہیں، جنھیں ہم خلافت شیخین کا زمانہ ختم ہونے کے وقت سمجھنے پر مجبور ہیں انہیں میں یہ حدیث ہے کہ جناتوں نے عمر کی نوحہ سرائی کی اس حدیث کی اشاعت قتل عمر کے بعد یا شاید بہت بعد میں شائع ہوئی ہو گی _

## عمر کے لئے جناتوں کا نوحہ

ہم نے اس سے پہلے کی فصل میں بیان کیا کہ عائشہ نے اپنے باپ ابو بکر اور ان کے پرانے ساتھی عمر کی حکومت کی تائید اور استحکام کے لئے احادیث رسول بیان کیں ان میں بعض کا تجزیہ کرکے کہاہے کہ ان احادیث کی پیدائشے اور اشاعت کسی طرح بھی ابو بکر و عمر کے زمانے سے میل نہیں کھاتیں، بلکہ کئی سال بعد ان دونوں کی حکومتیں ختم ہونے کے بعد زبانوں پر اتی ہیں، انھیں میں ایک حدیث ہے جناتوں کی نوحہ خوانی عمر کے سوگ میں، جس کے بارے میں احتمال قوی ہے کہ عمر کے موت کے کافی دنوں بعد یہ گڑھی گئی ہے، متذکرہ حدیث اس طرح ہے _

ام المومنین عائشہ سے روایت کی گئی ہے کہ عمر کے قتل ہونے کے تین دن پہلے جناتوں نے مجلس عزا منعقد کی اور نوحہ خوانی کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے _



ابعد قتیل بالمدینہ اظلمت لہ الارض، تھتز العضاہ باسوق جزی اللہ خیراً من امام وبارکت ید اللہ، فی ذاک الادیم الممزق فمن یسع اویر کب، جناحی نعامۃ لیدرک ماقدمت بالامس، لیسبق قضیت اموراً، ثم غادرت بعدھابوائق فی اکمامھالم تفتق فما کنت اخشی ان یکون وفاتہ بکفی سبتی ازرق العینین مطرق

استیعاب ج 2ص 241 _کتاب الاغانی ج 8ص192

کیااس مقتول کے بعد جو مدینہ میں اپنے خون میں نہایااور دنیاتیرہ و تار ہو گئی، روئے زمین پر دوبارہ بھی سبزہ اگے گا؟

خداوند عالم ہم سب کی طرف سے تمہارے جیسے امام کو جزائے خیر دے، اور تیرے شکم دریدہ کو اپنی رحمت اور کرم کا مورد قرار دے_

کوئی شخص بھی ہولاکھ فکر کرے کہ تیری طرح کارنامے انجام دے جو تو کر گیا اسے انجام دے ڈالے ہر گز عہدہ برانہ ہو سکے گا، اپنی حکمرانی کے زمانے میں کاموں کو بڑے اچھے ڈھنگ سے انجام دیا لیکن تیرے بعد کتنے ہی فتنوں نے سر ابھارا ہے_

کبھی خواب وخیال میں بھی نہ سوچا گیا تھا، وہ یہ دیکھنے کو ملا کہ ایسے امام کی موت ایسے بد خصلت دشمن نیلی انکھ والے بھڑیئے کے ہاتھوں انجام پائے گی ہمارے خیال میں یہ اشعار عمر کی موت کے بہت بعد کی پیداوار ہیں_

کیونکہ ...

1_ متذکرہ اشعار میں اٹھے ہوئے فتنوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو عثمان کی خلافت کے نصف اخر میں پیش ائے، نہ کہ عمر کے اخری زمانے میں یا عثمان کے اوائل حکومت میں ذرااس مصرعے پر توجہ فرمایئے... لیکن تمہارے بعد کیسے کیسے سوئے ہوئے فتنے ظاہر ہوئے_

2_ اگر ہم مان بھی لیں کہ فتنہ ظاہر ہونا غیر واضح کنایہ ہے، پھر قاتل عمر کا تعارف اسقدر واضح کیسے، وہ بھی جرم کے تین دن یا کچھ پہلے یہ ایسا معاملہ ہے کہ حادثہ واقع ہو جانے کے بعد ہونا چاہیئے نہ کہ اس سے پہلے_

3_ ام المومنین عائشہ کے قول کی بناء پر جناتوں نے پاپ بھرے واقعے کے تین روز قبل اور وہ بھی نیلی انکھ والا بھیڑیا صفت کے ہاتھوں، یہ ایسا معاملہ ہے جو قران کے واضح نص کے خلاف ہے کیونکہ کلام خدا کے بموجب ان جناتوں کو داستان سلیمان پیغمبر میں دو قدم بعد کی خبر نہ تھی، تین روز پہلے کی بات تو دور کی ہے، وہ سلیمان پیغمبر کی موت کو نہ سمجھ سکے یہی جنات پورے ایک سال رنج و عذاب جھیلتے رہے، حضرت سلیمان کی موت ان کے چند قدم کے فاصلے پر ہوئی تھی لیکن وہ بے خبر رہے، سلیمان مرنے کے بعد ایک سال اپنے عصا کے سہارے ٹکے رہے وہ سلیمان کو چند قدم کے فاصلے

سے دیکھتے رہے، رات دن قصر بنانے میں اپنی جان کھپاتے رہے، اخر ایک سال بعد جب دیمک نے عصا کھالیا تو عصا ٹوٹ گیا، اور سلیمان کا جسد بے جان زمین پر گرا، اسوقت جناتوں کو معلوم ہوا کہ ہم نے ایک سال تک بلاوجہ جان کھپائی، اس حساب سے اپ ہی بتایئے اس وحشتناک راز یعنی موت عمر کی تین دن پہلے سے انھیں اطلاع ہو گئی، اور حصباء کی سرزمین پر ام المومنین کے سامنے انھوں نے خلیفہ کے سوگ میں مجلس عزا منعقد کی؟ بہر حال یہ حدیث عمر کی وفات کے بعد روایت ہوئی ہوگی اس سے پہلے نہیں، پھر یہ کہ اسے ام المومنین عائشہ کے ابیات سمجھیں تب تو یہ صورتحال بنتی ہے_

جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ابو الفرج نے اغانی (1) میں شماخ شاعر کے حالات لکھتے ہوئے بتایا ہے کہ اس کے دو بھائی تھے دونوں ہی شاعر تھے، ایک کا نام مزرد تھا اور دوسرے کا جزء، اسی نے عمر کا مرثیہ کہا ہے،

علیک سلام من امیر وبارکت... ید اللہ فی ذاک الادیم الممزق_

اسکے بعد وہ تمام اشعار ہیں جنھیں شروع میں نقل کیا گیا_

اور اشتقاق میں کہتا ہے (2) کہ ضرار کے تین فرزند تھے جنھوں نے اسلام کا زمانہ پایا، ان میں ایک کا نام جزء تھا، اسی نے عمر کا مرثیہ کہا_

علیک سلام اللہ... اخر تک تمام اشعار

بہر حال ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان اشعار کو شماخ یا اسکے بھائی جزء سے اسی زمانے میں منسوب کیا گیا_

ایک دوسری روایت کی بنیاد پر ام المومنین نے اپنی بہن ام کلثوم بنت ابی بکر کیلئے جو واقعہ گذرا اسے یوں بیان کیا ہے_ عمر نے جو اخری حج کیا اسمیں ازواج رسول کو اجازت دی کہ وہ بھی حج کریں، اس سفر میں عمر نے جب حصباء سے کوچ کیا تو میں نے ایک شتر سوار کو دیکھا جو اپنا پورا چہرہ چھپائے ہوئے تھا صرف اسکی انکھیں نظر اتی تھیں، اس نے پوچھا، کیا وہ (عمر) یہاں ٹھرے تھے؟

---

1_ اغانی ج8 ص194 شماخ اور اسکے بھائیوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانہ پایا، ان میں سب سے مشہور شاعر شماخ ہے، جسکا شعری دیوان بھی مرتب کیا گیا ہے، اس نے عثمان کے زمانے کی بعض جنگوں میں شرکت کی ہے، اصابہ 2/ 152، اسد الغابہ 4/ 351

2_ اشتقاق ص286_ اسد الغابہ حالات عمر، دیوان حماسہ ص109 دیکھی جائے

ایک شخص نے جواب دیا، ہاں اس جگہ وہ ٹھہرے تھے_

یہ سنکر شتر سوار نے اپنا اونٹ بٹھایا اور بلند اواز سے عمر کے ماتم میں یہ اشعار پڑھنے لگا، (ابعد قتیل... اخر اشعار تک)

میں نے اپنے ایک ساتھی کو حکم دیا کہ نوحہ پڑھنے والے کو پہچان کر مجھے بتائے، وہ گیا لیکن ناکام واپس ایا کیونکہ اس نے منہ چھپائے ہوئے شتر سوار کو وہاں نہیں پایا، حالانکہ وہ میرے سامنے عمر پر نوحہ پڑھ رہا تھا، خدا کی قسم میں سمجھتی ہوں کہ وہ جناتوں میں سے تھا_

اسکے بعد حدیث میں یہ ہے کہ:

جب عمر قتل کر دیئے ئے تو لوگوں نے ان اشعار کو فرزند ضرار کی طرف منسوب کر دیا_

اس روایت کو ابو الفرج نے اغانی میں شماخ کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے لکھاہے، ابن عبد البر نے استیعاب میں حالات عمر کے ذیل میں لکھاہے، لیکن طبقات بن سعد میں ذراسی لفظی تبدیلی کے ساتھ دونوں روایتیں ہیں ، لیکن تینوں روایتوں کا مفہوم ایک ہی ہے_

ابن حجر نے اصابہ میں صحت سند پر زور دیتے ہوئے اس روایت کو عائشہ کی بہن ام کلثوم کے واسطے سے نقل کیا ہے_

جس حدیث کی سند کو ابن حجر صحیح سمجھتے ہیں وہ اس طرح مروی ہے کہ ان شعروں کی شہرت شماخ یا اسکے بھائیوں کی طرف سمجھی جا سکتی ہے_

وجہ یہ ہے کہ اس حدیث میں وضاحت ہے کہ ام المومنین خود ہی عمر کے ساتھ اخری حج بجالاتے ہوئے مشعر الحرام میں خود دیکھا کہ جناتوں نے عمر کے سوگ میں نوحہ خوانی کی، اسمیں ذرا بھی شک اور تردید کی گنجائشے نہیں، اور جب ام المومنین عائشہ نے ایسا فرمایاہے تو یقینی طور سے جناتوں نے عمر کے قتل سے تین روز قبل عمر کے سوگ میں نوحہ خوانی کی، خلیفہ اسی سفر سے واپسی کے بعد مدینے میں قتل کئے گئے، اس واقعے کے بعد لوگوں نے اپنی زبانوں پر دہرایا، اور نادانستہ طور پر ضرار کے فرزندوں کی طرف منسوب کر دیا_

ام المومنین نے خود دیکھا کہ شتر سوار منہ چھپائے قیام گاہ عمر سے اسی وقت جبکہ انھوں نے کوچ کیا تھا تلاش کرنے لگا، ایک دوسرے مجھول الحال نے انکی قیام گاہ بتائی پھر نقاب دار شخص نے اپنا اونٹ بیٹھایا اور عمر کی موت کا مرثیہ پڑھنے لگا، ٹھیک اسی وقت ام المومنین نے اپنے قافلے کے ساتھی کو وہاں بھیجا کہ نقاب پوش کا پتہ لگائے لیکن وہ

ادمی غائب ہو چکا تھا، اس بناء پر ذرا بھی شک نہیں رہ جاتا کہ وہ نقاب پوش جنات تھا، ورنہ وہ کیسے انکھوں سے پنہاں ہو جاتا، اور کسی نے اسکو نہیں دیکھا؟ اسی وجہ سے ام المومنین نے قسم کھائی (فواللہ انی لاحسبہ من الجن) خدا کی قسم میرا تو یہی گمان ہے کہ وہ جنات تھا، اب جبکہ ام المومنین نے اپنی انکھوں سے دیکھا اور قسم کے ذریعے بات میں مزید تاکید پیدا کی تو کیا کسی کے لئے شک اور تردید کی گنجائشے رہ جاتی ہے کہ ان اشعار کو جنات کے سوا کسی نے عمر کے قتل سے تین دن پہلے پڑھا ہو؟

اس قسم کے بعد جو بھی دعوی کرے کہ یہ اشعار ضرار نے موت عمر کے بعد کہے ہیں اسے نہ مانیئے، کیونکہ اسکا دعوی باطل ہو جائے گا، وجہ یہ ہے کہ یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ ان اشعار کو جناتوں نے موت عمر سے پہلے پڑھا ہے، منی میں پڑھا ہے اور عمر کے مدینہ پہونچنے سے پہلے پڑھا ہے_

اوپر جو کچھ کہا گیا اس کے علاوہ جو چیز مجھے اس حدیث کی صحت کے بارے میں مشکوک بناتی ہے یہ ہے کہ بالفرض اگر ہم مان لیں کہ جنات کو دیکھنا اور نوحہ پڑھنا صرف ام المومنین نے دیکھا تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ ہزاروں حاجیوں نے جو منی میں موجود تھے اس جنات کو دیکھنے سے محروم رہے، وہاں اکیلی ام المومنین ہی تو موجود نہیں تھیں، بلکہ دوسری ازواج رسول بھی تھیں، زینب اور سودہ ہر منزل پر ان کے ساتھ ساتھ رہیں، جہاں ٹھہرتیں یہ بھی ٹھہر جاتیں، جہاں سے کوچ کرتیں یہ بھی کوچ کرتیں، پھر ان ازواج رسول نے واقعہ کا مشاہدہ کیوں نہ کیا کہ سوگ عمر میں جناتوں کے نوحے کی روایت صرف ام المومنین عائشہ نے کی ہے، اس مرثیے کو ادمی سے منسوب ہونے کی تردید میں اور بقول ام المومنین عائشہ جناتوں کے ہونے کی تاکید میں طبقات بن سعد میں ہے جو بطریق موسی بن عقبہ روایت کی گئی ہے (عائشہ نے پوچھا کہ یہ شعر پڑھنے والا کون ہے؟)

جزی اللہ خیرا من امام وبارکت

لوگوں نے جواب دیا ضرار کا فرزند

عائشہ کا بیان ہے کہ یہ سننے کے بعد میں نے ضرار کے بیٹے سے ملاقات کی اور یہ بات اس سے پوچھی، اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں اس موقع پر منی میں تھا ہی نہیں_

میرے لئے فرق نہیں کہ اس روایت کی سند گذشتہ حدیث ام المومنین کے مانند صحیح ہے یا ابن حجر کے بقول

ضعیف ہے(1)،یہاں بات صرف اتنی ہے کہ مجھے اس حدیث سے یہی سمجھ میں اتاہے کہ ان اشعار کے بارے میں کہ وہ ادمی تھایاجنات تھا،اس وقت کے حاضرین کو بھی شک اور تردید تھا_

اسی بنیاد پر اخری حدیث کاشبہ ختم کرنے کیلئے اسی کے گرد اگرد دو حدیث صحیح سند کے ساتھ ام المومنین سے روایت کی گئی_

## احترامات متقابل

ام المومنین خلافت شیخین کے تمام زمانے میں خلافت کی طرف سے خاص توجہ واحترام کی مستحق سمجھی جاتی تھیں،وہ بھی اسکے مقابلے میں خلافت کے خصوصی احترام کو ملحوظ رکھتیں خلیفہ کی عظمت نمایاں کرتیں،ان کامرتبہ لوگوں کی نظر میں بڑھاتی تھیں،مرتبہ خلافت کے حضور اپنی فروتنی سے تمام مسلمانوں کی خود سپردگی کاماحول تیار کرتیں_

خلافت بھی عائشہ کی شخصیت کا احترام،انکی رضاجوئی اور بزرگی دوبالا کرنے اور دوسری ازواج انھیں ترجیح دینے سے غفلت نہیں برتتی تھیں_

اس متقابل احترامات کی تمام زمانہ خلافت شیخین میں رعایت کی گئی خاص طور سے عمر کی موت کے وقت تک قائم رہا،احترام والفت نیز دونوں طرف سے جھک کرملنے کانمونہ عمراور عائشہ کے مکالمہ سے ظاہر ہے_

بخاری نے فضائل اصحاب نبی کے باب میں،اور ابن سعد نے طبقات میں عمرو بن میمون کے طویل بیان کے ضمن میں لکھاہے کہ:

عمرنے اپنے بیٹے عبداللہ کو حکم دیا کہ ام المومنین عائشہ کی خدمت میں جائو،اور میری طرف سے یہ پیغام پہونچائو کہ عمر سلام عرض کرتاہے اور استدعا کرتاہے کہ مجھے مرنے کے بعد رسول اور ابو بکر کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت مرحمت فرمائیں_

عبداللہ اسی وقت ام المومنین کی خدمت میں پہونچے تو دیکھا کہ وہ بیٹھی ہوئی رورہی ہیں،عبداللہ نے باپ کاپیغام دیاتوعائشہ نے جواب میں کہا،میں نے وہ جگہ خود اپنے لئے مخصوص رکھی تھی،لیکن خلیفہ کواپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں_

عبداللہ اثبات میں جواب پاکر خدمت خلیفہ میں پہونچے،عمرنے پوچھا کیا خبر ہے؟

---

1_ اصابہ ج 3 ص385_ 386

نتیجہ اپ کی توقع کے مطابق ہے،ام المومنین نے اجازت دیدی_

خدا کا شکر، میں اس مسئلے میں بہت فکر مند تھا_

## عائشہ کا گھر دار الشوري

ابن عبدربہ عقد الفرید میں لکھتے ہیں کہ:

عمر نے اپنی باتوں کے درمیان چھ ادمیوں کو خلافت کا نمائندہ بناتے ہوئے کہا، عائشہ کی اجازت اور رائے سے ان کے گھر میں انا اور باہم ایک دوسرے سے مشورہ کر کے ایک شخص کو خلیفہ مقرر کر لینا_

جب عمر مر گئے تو انھیں دفن کر دیا گیا، مقداد بن اسود جو اس شوری کمیٹی کے ممبر تھے انھوں نے سب کو عائشہ کے گھر میں انکی اجازت لیکر جمع کیا، اسی وقت عمرو بن عاص اور مغیرہ بن شعبہ ائے اور عائشہ کے دروازے پر بیٹھ گئے ،سعد بن وقاص نے ان دونوں کو سنگریزے مار کر وہاں سے بھگا دیا اور کہا:

تم ہم سے یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہم بھی خلیفہ مقرر کرنے کیلئے شوری کمیٹی کے ایک ممبر تھے اور عائشہ کے گھر میں موجود تھے، اسطرح تم دونوں اپنے کو ہم لوگوں کے ہم پلہ قرار دینا چاہتے ہو؟

اب جبکہ بات ان چار کی ہوتی ہے، ان کا تعارف فائدے سے خالی نہیں_

## مقداد

مقداد بن اسود کندی_ عمر بن ثعلبہ کے فرزند تھے، لیکن انھوں نے جاہلی زمانے میں کسی خاندان کی فرد کو قتل کر دیا تھا اسلئے حضر موت کی طرف بھاگ گئے تھے، وہیں قبیلہ کندہ کے ہم پیمان بن گئے، پھر وہاں ابو شمر سے جھگڑا ہوا، اسکی پنڈلی کو تلوار سے زخمی کر دیا جسکی وجہ سے مکہ بھاگنا پڑا وہیں اسود بن عبدیغوث کے ہم پیمان ہو گئے، انھیں کے فرزند کہے جانے لگے اس تاریخ سے انھیں مقداد بن اسود کہا جانے لگا، جب خدا نے ایت نازل کر کے حکم دیا کہ ادعوھم لابائھم (لوگوں کو ان کے باپ کے نام سے پکارو) تو انھیں مقداد بن عمرو کہکے پکارا جانے لگا، مقداد کا انتقال 33ھ میں ہوا_

## عمر و عاص

انکی کنیت ابو عبد اللہ یا ابو محمد تھی، عمر و عاص قریش کے قبیلہ بنی سھم سے تھے ان کی ماں کا نام نابغہ بنت حرملہ تھا، جو ایک جنگ میں غنیمت کی شکل میں بازار عکاظ میں بکنے ائی، اسے مغیرہ کے بیٹے وفا نے خرید کر پہلے عبد اللہ بن جد عان اور بعد میں عاص بن وائل کو دیدیا، اخر نابغہ سے عمر و عاص پیدا ہوئے،(عمر و عاص کی ماں نابغہ دور جاہلیت کی مشہور ترین رنڈی تھی)

قریش نے عمر و عاص کو حبشہ بھیجا تا کہ نجاشی کی رائے جعفر بن ابی طالب اور دوسرے ان مسلمانوں کے بارے میں بدل سکے جنھوں نے حبشہ ہجرت کی تھی، اور ان سب کو مکہ واپس لا سکے، نتیجے میں نجاشی نے عمر و کو اپنی بارگاہ سے دھتکار دیا_

عمر و عاص 6ھ میں فتح مکہ سے چھ مہینے قبل اسلام لائے، اور خلیفہ عمر کے زمانے میں مصر ان کے ہاتھوں فتح ہوا تو عمر کے حکم سے وہاں کے گورنر بن گئے، خلافت عثمان کے چوتھے سال تک وہ وہاں کے گورنر رہے، پھر عثمان نے انھیں معزول کر دیا، اسی وجہ سے عمر و عاص اس گروہ میں شامل تھے جنھوں نے عثمان کی شدید مخالفت کی، ان کے خلاف پرچار کر کے لوگوں کو ابھارتے، یہاں تک کہ عثمان قتل کر دئے گئے_

اسکے بعد عمر و عاص معاویہ سے مل گئے اور انتقام خون عثمان کا نعرہ لگا کر علی سے جنگ کی، انھیں کی عیاری سے جنگ صفین میں قران نیزوں پر بلند کیا گیا، جنگ اپنے اخری مرحلے میں تھی اور معاویہ کا کام تمام ہونا ہی چاہتا تھا کہ جنگ کا نقشہ پلٹ گیا_

جب حضرت علی(ع) کے سپاہیوں نے اپنی جانب سے ابو موسی اشعری کو حکم بنایا تو معاویہ نے اپنی طرف سے عمر و عاص کو حکم بنایا، اخرکار عمر و عاص نے ابو موسی کو دھوکا دیا کہ علی کو خلافت سے معزول کر دیا جائے، اور ذرا موقع دئے بغیر انھوں نے معاویہ کو خلیفہ نامزد کر دیا، اس حسن خدمت کے بدلے اور پہلے سے طئے شدہ معاہدے کے مطابق انھیں مصر کی حکومت مل گئی، محمد بن ابی بکر کے قتل ہونے کے بعد 43ھ تک یا کچھ بعد تک مصر کے حکمراں رہے، وہیں ان کا انتقال ہوا اور وہیں دفن کئے گئے استیعاب، اسد الغابہ، اور طبقات دیکھی جائے_

## مغیرہ بن شعبہ

مغیرہ بن شعبہ بن ابو عامر بن مسعود ثقفی، جنگ خندق کے زمانے میں اسلام لائے اسکے بعد مدینہ ہجرت کی، جنگ حدیبیہ میں شریک تھے، رسول خدا نے ان کو ابو سفیان کے ساتھ بنی ثقیف کے بتوں کو توڑنے کیلئے بھیجا، مغیرہ کی انکھ جنگ یر موک میں چلی گئی، وہ عمر کی طرف سے بصرہ کے گورنر مقرر کئے گئے اور جب ان پر زنا کا الزام لگایا گیا اور لوگوں نے گواہی دی تو انھیں معزول کر دیا، لیکن کچھ دن بعد کوفے کی گورنری دیدی، اخر کار جب وہ معاویہ کی طرف سے کوفے کے گورنر تھے انتقال کیا، کہتے ہیں کہ انکی تین سو بیویاں تھیں اور بعض روایات میں ہے کہ ایک ہزار عورتوں سے مسلمان ہونے کے بعد شادی کی(1)

## سعد بن ابی وقاص

ابو اسحق کنیت تھی، سعد نام تھا جو ابی وقاص کے بیٹے تھے، ابی وقاص کا نام مالک بن اھیب تھا جو قریش کے قبیلہ زھرہ سے تھے _

سبقت اسلامی میں ان کا ساتواں نمبر ہے، وہ مسلمانوں میں پہلے تیر انداز تھے جنگ بدر اور تمام غزوات میں شرکت کی، فتح عراق کے موقع پر وہ سپہ سالار اسلام تھے، انھوں ہی نے وہاں شہر کھولا اور شہر کوفہ کی بنیاد ڈالی، پھر عمر کی طرف سے وہاں کے گورنر ہوئے، عمر نے انھیں مجلس شوری کا ایک رکن مقرر کیا تھا سعد نے قتل عثمان کے بعد گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی، اخر کار 50ھ میں اس زھر سے جسے معاویہ نے عیاری سے انھیں کھلا دیا تھا انتقال کیا انھیں بقیع میں دفن کیا گیا(2)

اب ہم پھر اپنے مطلب پر واپس اتے ہوئے خلیفہ عمر اور ام المومنین عائشہ کے احترامات متقابل کا تجزیہ کرتے ہیں

---

1_ استیعاب در حاشیہ اصابہ ج 2 ص 18 _ 25 ، اصابہ ج 2 ص 30 _ 32



جس نے قیصر و کسری کو زیر نگین کیا، انکی حکومت قبضے سے نکال کر اینٹ سے اینٹ بجادی، جس نے اصحاب رسول پر کوڑے برسا کر اپنی مطلق العنانی کا مظاہرہ کیا، جس شخص کا نام سنتے ہی طاقتور سلاطین اور فرماں روا کانپ جاتے، ہم دیکھتے ہیں کہ اپنے کو ام المومنین عائشہ جیسی خاتون کے سامنے کسقدر حقیر سمجھتا ہے، عاجزی وانکساری کا مظاہرہ کرتا ہے _

اپنی اخری ارامگاہ کو انکی اجازت پر منحصر سمجھتا ہے

اسکا گھر شوری کا محل و مقام قرار دیتا ہے تاکہ وہیں عائشہ کے گھر میں مقتدر اسلامی حکومت و خلافت طئے پائے اور مسلمانوں کا حکمراں معین ہو، اور اس ذریعے سے مسلمانوں کی نظر میں ان کا مرتبہ و مقام زیادہ سے زیادہ بڑھے انھوں نے اپنے اس اقدام سے تمام دنیائے اسلام کی توجہ ان کے اور انکے گھر کی طرف موڑ دی اور خاص موقع شناسی کے ماتحت ان کا مرتبہ و مقام اسقدر بلند کیا کہ زندگی کی اخری گھڑیوں میں کوشش یہی رہی کہ مسلمانوں اور اسلامی معاشرے کی نظر میں ان کا مرتبہ بلند تر رہے، اس اقدام اور ان جیسے اقدامات سے عمر نے اپنی خلافت کے زمانے میں ام المومنین کو اپنے ہمعصروں اور تمام مسلمانوں کے اسقدر ممتاز اور برتر قرار دیا کہ انکی عظمت کے سامنے اسلامی معاشرہ حقیر بن گیا، اسکی وجہ سے وہ اسقدر طاقتور بن گئیں کہ ان کے بعد دو خلفاء سے انھوں نے شدید اختلاف کیا اور جنگ کرنے کیلئے نکل ائیں_

جی ہاں_ انھوں نے رسول کے دو دامادوں عثمان اور علی سے اسقدر شدید اختلاف کیا کہ مسلمانوں کو ان کا خون بہانے کا حکم دیدیا، حالانکہ یہ دونوں اصحاب رسول اور مسلمانوں کے خلیفہ تھے، رسول خدا کے جانشین سمجھے جاتے تھے، انھوں نے اپنے اثرات اور طاقت سے ایسے حوصلہ مندانہ اقدامات کئے، اس بار بھی انھوں نے تاریخ اسلام کی رفتار پر اپنی ذہانت کی مدد سے حساس نقوش قائم کئے_

## بکھری نکھری باتیں

یہاں تک کہ جو کچھ بیان کیا گیا اسکا خلاصہ یہ ہے کہ جب حکومت وقت، خاص طور سے خلافت شیخین کے زمانے میں ام المومنین عائشہ سے فتوی اور احکام حاصل کرتی، انکی اہمیت کو تمام ازواج رسول سے بڑھا چڑھا کر پیش



کرتی، ان کا نام سب سے اوپر لیا جاتا، ان کے نام کے درمیان کسی دوسری خاتون کا نام نہیں تھا، اسکی تہ میں یہ علت کار فرما تھی کہ خلافت اپنے تمام مرتبہ و مقام کے ساتھ ان کی طرف اپنی عنایات مرکوز رکھتی تھی، اور اسی راستے سے حکومت وقت اپنے مقاصد حاصل کرتی، انکی ذاتی بلند پروازی کا ماحول تیار کرتی اور اج تک مسلمانوں اور اسلامی معاشرے میں ان کا اسی وجہ سے رتبہ بلند ہے_

تمام ازواج رسول کے مقابل صرف انھیں کا مدینے سے نکلنا روکا گیا، ان کے ساتھ دوسرے اصحاب کا ملنا جلنا بند کیا گیا، اس زمانے میں احادیث رسول کی روایت کم ہونے کی بنیادی وجہ یہی ہے، کیونکہ زیادہ تر ان کے ہم عصر، خاص طور سے مدینے کے باشندوں کو صحبت رسول کا شرف حاصل تھا، اسی وجہ سے انکی احادیث، دوسروں کی حدیثوں کے مقابل حکومت شیخین کے زمانے میں تعداد کے لحاظ سے بہت کم اور احتمال قوی ہے کہ سیکڑوں تک بھی نہیں پہونچتی، یہ بھی احتمال ہے کہ اس مقدار کی حدیثیں جو اس دور میں روایت کی گئیں وہی احادیث ہیں جن سے ان کے باپ ابو بکر اور عمر کی خلافت کی تائید ہوتی ہے، ان میں عثمان کا نام نہیں ہے جبکہ وہ خلافت شیخین کے زبردست حمایتی تھے، اسی طرح فضائل ابو بکر و عمر کی حدیثیں ان کے زمانہ حکومت میں بطور نص کہی گئیں، اسی عہد کی ہیں بلکہ ان لوگوں کے مرنے کے بعد انھوں نے تمام عمر ان کے فضائل و مناقب میں حدیثیں بیان کیں_

اور بالاخر ہم نے دیکھا کہ اس عہد کے ختم ہونے کے بعد عمر جو صحابی رسول تھے سلاطین زمان ان کے سامنے جھکتے تھے، مختلف قوموں نے گردن جھکا دی تھی، وہی عمر نے عائشہ کی اسقدر جلالت قدر ظاہر کرتے ہیں کہ انکی اجازت سے اپنی اخری ارامگاہ قرار دیتے ہیں اور ان کے گھر کو دار الشوری بنا دیا، اسی لئے ان کا وظیفہ تمام ازواج رسول سے زیادہ تھا، مختلف موقعوں پر صرف انھیں سے سنت رسول دریافت کر کے شرعی ذمہ داری حاصل کی گئی، اکیلی انھیں کی

شخصیت کو عالم اسلام میں برتری دی گئی اور اپنے بعد عالم اسلام کے حاکم کی حیثیت سے متعارف کرایا گیا۔

انھیں اتنی طاقت عطا کر دی گئی کہ ان کے بعد دونوں خلیفہ سے مخالفت پر کمر بستہ ہو گئیں اور لوگوں کو ان کے قتل پر ابھارا اور اسطرح انھوں نے تاریخ اسلام کی رفتار متعین کرنے میں حساس اور اہم ترین رول نبھایا۔

# فصل سوم

## عائشہ... حکومت عثمان کے زمانے میں

### عثمان کون تھے؟

ابو عبد اللہ اور ابو عمر و کنیت تھی، عثمان بن عفان نام تھا، قریش کے اموی خاندان میں ابو العاص کی نسل سے تھے_

انکی ماں کا نام اروی تھا جو کریز بن ربیعہ بن عبد شمس کی بیٹی تھیں اروی کی ماں کا نام بیضاء بنت عبد المطلب تھا جو رسول کی پھوپھی تھیں، عثمان ان لوگوں میں ہیں جنھوں نے بہت پہلے اسلام قبول کیا_

انکی شادی رسول (ص) خدا کی بیٹی رقیہ سے ہوئي، ان کے ساتھ حبشہ ہجرت کی وہاں سے واپسی کے بعد مدینہ ہجرت کی_

عثمان نے اپنی بیوی رقیہ کی عیادت کے بہانے جنگ بدر میں شرکت نہیں کی،

جب رقیہ مر گئیں تو رسول کی دوسری بیٹی ام کلثوم سے شادی کی، ام کلثوم نے بھی باپ کی زندگی ہی میں انتقال کیا،

رسول (ص) خدا کی ان دونوں بیٹیوں سے عثمان کی کوئي اولاد نہیں ہوئي; غلام مغیرہ ابو لولو کے ہاتھوں جب عمر زخمی ہوئے تو انھوں نے شوری کمیٹی میں عثمان کا نام بھی شامل کیا،

لیکن اخری مرحلے میں شوری کمیٹی کی ایک فرد عبد الرحمن کے انتخاب پر معاملہ منحصر ہو گیا، اس میں عبد الرحمن نے اعلان کیا کہ میں خود خلافت سے دستبردار ہوتا ہوں اس شرط سے کہ میں جسکی خلافت مان لوں تم لوگ بھی اسکو تسلیم کر لو،

جب انکی پیشکش مان لی گئی تو انھوں نے اعلان کیا کہ میں اسی کی بیعت کروں گا جو کتاب اللہ اور

سنت رسول اور سیرت شیخین کی پیروی کرنے کا عہد کرے،

پہلے یہ پیشکش علی کے سامنے رکھی گئی، علی نے اخری شرط (سیرت شیخین پر عمل) قبول نہیں کی (1) نتیجے میں عبد الرحمن عثمان کے ہاتھ پر بیعت کرلی کیونکہ انھوں نے عبد الرحمن کی تینوں شرطیں مان لی تھیں، ان کے بعد عثمان کی بیعت بروز شنبہ پہلی محرم 24ھ سب نے کرلی۔

عثمان خلیفہ ہوگئے، انھوں نے بارہ سال حکومت کی، ہم انکی حکومت کا زمانہ دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں، ایک تائید وحمایت کا دوسرا غصہ وبغاوت کا اخر کار وہی غصہ اور بغاوت یا ملک کی لاچاریوں کے خلاف عوامی قیام اور عثمان کے خاندان والوں کے کرتوت تھے، جس نے عثمان کو تخت حکومت سے تختہ ء تابوت تک پہونچادیا، خلیفہ بڑی اسانی سے قتل کردئے گئے۔

جیسا کہ ہم نے حالات ام المومنین کے ذیل میں بیان کیا کہ عثمان کے قتل میں عائشہ نے بڑااہم رول نبھایا، عثمان کی تاریخ قتل میں اختلاف ہے، بارہ سے اٹھائیس ماہ ذی الحجہ 35ھ تک کے اقوال ہیں اسی طرح انکی عمر بھی 82 سے 92 سال تک لکھی گئی ہے۔

عثمان کا جنازہ تین روز بعد جنت البقیع کے باہر یہودیوں کے قبرستان جس کا نام حش کوکب تھا، اور بقیع اور اسکے درمیان دیوار حائل تھی، دفن کیا گیا، جب معاویہ خلیفہ ہوئے تو حش کوکب کی دیوار منہدم کرکے جنت البقیع میں شامل کر دیا۔

---

1۔ عمر نے بستر مرگ سے چھ بزرگ نامور صحابہ کو خلافت کے لئے نامزد کیا، اور طئے کیا کہ یہ لوگ تین روز کے اندر کسی ایک کو خلیفہ منتخب کرلیں، اگر ان میں اکثریت کسی کو منتخب کرلے اور دوسرے مخالفت کریں تو انکی گردن مار دی جائے، اور اگر تین تین دونوں طرف ہوں تو جدھر عبد الرحمن ہوں اسی کو خلیفہ بنایا جائے، عبد الرحمن نے موت عمر کے بعد خود کو خلافت سے دستبردار کرلیا اس شرط سے کہ جسکی وہ بیعت کریں سب لوگ اسے مان لیں، عبد الرحمن اچھی طرح حضرت علی کو پہچانتے تھے کہ وہ جاہ طلب سیرت شیخین کو ہرگز قبول نہ کریں گے، چند روز حکومت کیلئے تیئیس (23) سالہ رسول کی محنت برباد نہ کریں گے، بلکہ عمر بھی اس بات کو جانتے تھے، کیسے معلوم ہوا کہ انھوں نے عبد الرحمن کو اسکا حکم نہیں دیا ہوگا

انھیں باتوں کے پیش نظر عبد الرحمن نے علی سے کہا میں کتاب اللہ وسنت رسول اور سیرت شیخین کی شرط پر اپ کی بیعت کرتاہوں لیکن علی نے دین کے بدلے دنیا نہیں بیچی، وہ جانتے تھے کہ اگر قبول نہ کیا تو حکومت نہ ملے گی، اپ نے فرمایا کہ خدا اور سول کی روش پر بیعت قبول کرتاہوں لیکن سیرت شیخین پر عمل قبول نہیں، میں خود اپنی سیرت پر چلوں گا، اگر عبد الرحمن نے یہ شرط علی کے علاوہ کسی سے کی ہوتی تو وہ مان لیتا، لیکن انھوں نے صرف اپنے داماد عثمان کے سامنے پیش کی، اور عثمان نے بغیر کے اسے قبول کرلیا، واقعی سوچنے کی بات ہے کہ اخر سیرت شیخین کیا تھی کہ جسے عبد الرحمن نے پیش کیا اور علی نے اسے مسترد کردیا

# عائشہ اور عثمان

## تائید وحمایت کا زمانہ

خلافت عثمان کا ابتدائی زمانہ ابو بکر و عمر کی حکومت کی طرح گذرا، اور عائشہ ایسا سمجھ رہی تھیں کہ پہلے کی طرح خلیفہ عثمان بھی میرا احترام کریں گے، اور دوسری ازواج رسول پر ان کا امتیاز محفوظ ہے، ان کا اقتدار جیسا پہلے تھا ج بھی ہے، یہی وجہ تھی کہ عائشہ بھی قریش کے دوسرے سربر اوردہ افراد کی طرح عثمان کی تائید وحمایت میں امادہ تھیں، انھوں نے عثمان کے بارے میں بے دریغ احادیث بیان کیں، انکی شخصیت وخلافت کی حمایت کا اعلان کیا_

جو احادیث عثمان کی مدح وستائشے میں مروی ہیں ان میں عثمان کے قتل ہونے کی بات نہیں ہے، زیادہ احتمال یہ ہے کہ یہ احادیث اسی مختصر زمانے میں روایت کی گئیں ہیں جس زمانے میں وہ تائید وحمایت کرتی تھیں، اس قسم کی احادیث کے نمونے مسند احمد بن حنبل سے نقل کئے جاتے ہیں_

عائشہ کا بیان ہے کہ میں اور پیغمبر خدا(ص) ایک لحاف میں لیٹے ہوئے تھے، اتنے میں ابو بکر نے اندر انے کی اجازت مانگی پیغمبر (ص) نے اسی حالت میں کہ وہ میری اغوش میں زیر لحاف تھے، اجازت دیدی کہ اندر اجائیں، ابو بکر اندر ائے اور اپنی باتیں کہنے کے بعد باہر چلے گئے، ابو بکر کے بعد عمر نے انے کی اجازت مانگی، اس بار بھی پیغمبر (ص) نے اسی حالت میں بلالیا اور باتیں پوری کر کے روانہ کر دیا، جب عمر باہر گئے تو عثمان نے پیغمبر (ص) سے ملاقات کی اجازت مانگی، رسول خدا(ص) نے اس بار اٹھکر اپنے کپڑے درست کئے، پھر اندر انے کی اجازت دی، عثمان اپنے کام کے بعد واپس گئے، اس موقع پر میں نے رسول خدا(ص) سے کہا، ابو بکر و عمر کو اپ سے ملنا تھا اپ نے اسی حالت میں ان سے ملاقات کی، نہ اٹھکر بیٹھے نہ کپڑے ٹھیک ٹھاک کئے، لیکن جس وقت عثمان ائے تو اپ نے خود کو اس طرح ٹھیک ٹھاک کیا جیسے اپ ان سے شرم کرتے ہیں؟

رسول خدا(ص) نے فرمایا: عثمان بہت زیادہ شرمیلے اور حیادار ہیں، میں ڈرا کہ اگر اسی حالت میں میرے پاس ائے تو شرم وحیا کی وجہ سے اپنے مطالبات نہ بیان کریں گے_

ایک دوسری روایت کی بناء پر( 1) عائشہ کا بیان ہے کہ رسول(ص) خدا بستر پر سوئے ہوئے میری چادر تانے ہوئے تھے، یہاں تک کہ جب عثمان نے ملاقات کیلئے اجازت مانگی تو پیغمبر(ص) نے مجھے حکم دیا، اپنے کپڑے پہن لو_

عائشہ نے کہا، اے رسول(ص) خدا، ابو بکر و عمر کی امد پر اپ اتنے بے حواس نہیں ہوئے اب اپ عثمان کے انے پر اتنی تیاری کر رہے ہیں کہ اپنے کپڑے پہن رہے ہیں؟

ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول خدا(ص) نے فرمایا:

اے عائشہ میں ایسا کیوں نہ کروں اور اسکا احترام نہ کروں حالانکہ خدا کی قسم فرشتے بھی عثمان سے شرم وحیا کرتے ہیں(2)

میرے خیال میں اس حدیث کو خلافت عثمان کے زمانے میں بیان کیا گیا ہے، کیونکہ جیسا کہ ہم اس حدیث میں دیکھ رہے ہیں، اس حدیث میں بھی خلفاء ثلثہ کے نام اسی ترتیب سے لئے گئے ہیں جس ترتیب سے وہ ہوئے ہیں، یہ چیز بجائے خود ہمیں سمجھاتی ہے کہ شیخین کے بعد جب عثمان مسند خلافت پر بیٹھے ہیں تو اسے بیان کیا گیا ہے_

نیز یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حدیث بالا اس وقت بیان کی گئی ہے جب ابھی عائشہ کو عثمان سے اختلاف نہیں ہوا تھا، نہ رنجش ہوئی تھی، بلکہ قتل عثمان سے بہت پہلے بیان ہوئی ہے، بلکہ اس سے بھی بہت پہلے جب عائشہ انتقام خون عثمان کیلئے کھڑی ہوئی تھیں، روایت ہوئی ہے

کیونکہ اگر اس کے علاوہ بات ہوتو اسمیں دوسری احادیث کے مانند ان کے قتل ہونے کا بھی تذکرہ ہوتا، ان تمام باتوں کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو یہ بات بہت واضح ہے کہ رسول(ص) خدا خود ادب و اخلاق کا سمندر رکھتے، اخلاق کے مربی تھے، بنابریں یہ حدیث رسول کو اپنی زوجہ کے ساتھ لحاف میں بتارہی ہے، بغیر کسی شرم وحیا کے ایک کے بعد دوسرے صاحب کمرے میں اتے ہیں، اور انحضرت(ص) پر کوئی اثر نہیں ہوتا، لیکن عثمان کے اتے ہی کپڑے درست ہوئے، اپنی زوجہ عائشہ کو بھی کپڑے درست کرنے کا حکم دیا، پھر یہ کہ رسول(ص) خدا نے ان تینوں صحابہ میں فرق مراتب کیوں قرار دیا؟ اور کیا بات ہے کہ صرف عثمان ہی سے فرشتے شرم کرتے ہیں؟

---

1_ صحیح مسلم ج 7 ص 117 ، باب فضائل عثمان_ مسند احمد ج6 ص 155

2_ صحیح مسلم ج 7 ص116 ، کنزالعمال ج 6 ص 376 _ تاریخ بن عساکر_ النساب الاشراف بلاذری

## برہمی وبغاوت کازمانہ

عثمان کی خلافت کے نصف اول میں عائشہ نے انکی حمایت کی، خود بھی فرماں بردار تھیں اور ذرا بھی مخالفت ونافرمانی کی ہوا نہیں بنائی_

یہاں تک کہ اس موقع پر بھی کہ جب تمام ازواج رسول نے حج کا ارادہ کیاتو پہلے انھیں سے اجازت مانگی، عائشہ کا اس مرتبہ بیان ہے_

جب عمر مر گئے اور عثمان حکمراں ہوئے تو میں نے ام سلمہ اور میمونہ وام حبیبہ سے ایک شخص کو عثمان کے پاس بھیج کر حج کی اجازت طلب کی_

عثمان نے جواب دیا، سیرت عمر کالحاظ کرتے ہوئے میں بھی انھیں کی طرح حج کیلئے بھیجوں گا، اسلئے تمام ازواج رسول میں جو بھی ادائے حج کی خواہشمند ہے، میں تیار ہوں_

عثمان نے اپناوعدہ پورا کیا، اور ہمارے ساتھ سب ازواج کو بڑے اہتمام وحجاب کے ساتھ حج کے لئے روانہ کیا، صرف زینب نہیں تھیں کیونکہ وہ زمانہء عمر ہی میں مر چکی تھیں اور سودہ بنت زمعہ جنھوں نے وفات رسول کے بعد کبھی گھر سے قدم باہر نہیں نکالا(1)

اس سال عثمان نے ازواج رسول کے ساتھ حج کیا، اور تحفظ ونگرانی کی تمام ذمہ داری عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن زید کے حوالے کی_

یہ صفائی اور خلوص زیادہ دیر نہ ٹک سکا، گذرتے زمانے کے ساتھ عائشہ اور عثمان کے درمیان اختلاف ظاہر ہوگئے، اخرکار عثمان نے عائشہ کے وظیفہ کا دوہزار اضافی حصہ کاٹ لیا

تاریخ یعقوبی میں ہے(2)عائشہ وعثمان کے درمیان رنجش ہوگئی اور عثمان نے وہ دوہزار دینار جو عمرنے تمام ازواج کے مقابلے عائشہ کو امتیازی اضافہ کیا تھا کاٹ لیا، اور دوسری ازواج کی طرح ان کا بھی وظیفہ معین کیا_

عائشہ وعثمان کے درمیان اختلاف کی صحیح تاریخ ہمیں معلوم نہیں، بس ہم اتنا ہی جانتے ہیں کہ ان دونوں کا اختلاف نصف اخر میں ظاہر ہوا ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ اختلاف کسی ایک واقعہ کے تحت نہیں ہوا بلکہ رفتہ رفتہ سلگتا ہوا شدت پکڑ گیا، سنگین سے سنگین تر ہوتا گیا، پھر عائشہ اور عثمان کے درمیان دراڑ عمیق تر ہوگیا_

---

1_ طبقات بن سعد ج8 ص209

2_ تاریخ بن اعثم کوفی ص155 _ تاریخ یعقوبی ج 2 ص132

اسی طرح ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ عائشہ پہلی شخص ہیں جنھوں نے پرچم بغاوت بلند کیا، اور ناراض لوگوں کو اپنے گرد جمع کیا، انکی قیادت کی یہاں تک کہ خلیفہ قتل کرڈالے گئے(1)

اور یہ بھی طئے ہے کہ جس وقت عثمان کے خلاف کشمکش و مخالفت کی اگ اور لوگوں کی شورش بھڑک رہی تھی، اسوقت مسلمانوں کا کوئی بھی خاندان یاقبیلہ ابو بکر کے خاندان تیم سے زیادہ مخالفت میں اگے نہ تھا(2) مجملہ ان امور کے جن سے عائشہ اور عثمان کے درمیان اختلاف زیادہ سے زیادہ بڑھتا گیا، انجام کار دشمنی ونفاق ان دونوں میں اشکار تر ہوا ان میں ولید بن عقبہ کا مسئلہ، ابن مسعود صحابی کے مسئلے پر عام طور سے لوگوں کو توجہ ہوئی، ہم یہاں ہر ایک کے بارے میں الگ الگ تجزیہ کریں گے_

## ولید بن عقبہ اور کوفے کی گورنري

ہم نے بتایا کہ عثمان کی فرماں روائي کے ابتدائي زمانے میں ام المومنین عائشہ کی زبردست حمایت حاصل تھی، وہ چھ سال تک خاتون صدر اسلام کی حمایت سے سرفراز رہے عثمان بھی عائشہ کے احترام میں کمی نہیں کرتے تھے، لیکن گذرتے زمانے کے ساتھ رفتہ رفتہ ان دونوں کے درمیان اختلاف ابھرتا گیا، گروہ بندی اور محاذ ارائي شروع ہو گئي_

ام المومنین لوگوں میں اپنے اثرات عثمان کو دکھانے کیلئے ہر حادثے سے بیش از بیش استفادہ کرتی تھیں، عثمان کے خلاف لوگوں کے جذبات ابھارنے میں ہر مسئلے سے فائدہ اٹھاتیں، یہ عناد اور اختلاف اسقدر بڑھ گیا کہ دونوں ایک دوسرے کی جان کے دشمن ہو گئے

عثمان نے اپنے رضاعی بھائي ولید بن عقبہ کو حکومت کوفہ حوالے کردی جو بدکار، شرابخوار و کمینہ تھا، کوفے کے باشندے ایسے حکمراں کی شکایت لیکر مجبوراًائے، یہ ام المومنین کو بڑا اچھا بہانہ ہاتھ لگا کہ عثمان کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے_

---

1_ طبری ج 5 ص172

2_ انساب الاشراف بلاذری ج 5 ص68

اب میں بھی تاریخ کے دریچے سے اس زمانے میں ولید کے کرتوتوں پر لوگوں کے رد عمل اور عائشہ کے احکامات پر ایک نظر ڈال رہاہوں_

ولید بن عقبہ، یہ شخص خاندان ابی معیط بن ابی عمرو کی فرد تھاجسکانام ذکوان تھا، ذکوان کو امیہ بن عبد الشمس نے خرید اتھابعد میں اپنابیٹابنالیاولید کی ماں کانام اروی بنت کریز بن ربیعہ تھا، جو عثمان کی ماں تھی، اس بناء پر ولید عثمان کامادری بھائی تھاولید باپ عقبہ مکے میں رسول خداکاپڑوسی تھا، بعثت کے ابتدائی زمانے میں انحضرت (ص) کی مجلس میں اکثرا تاجاتارہتاتھا_

ایک دن عقبہ کے یہاں کچھ مہمان ائے اور انحضرت سے خواہش کی کہ اس نشست میں اپ بھی تشریف لائیں، رسول خدانے اسکی خواہش قبول فرمائی اسکے مہمان ہوگئے، لیکن اپ نے اسکا کھانانہیں کھایااور شرط لگادی کہ اگر تم خداکی وحدانیت اور میری رسالت پر ایمان لے ائو تو میں تمھارا کھاناکھائوں گا، عقبہ نے اپ کی بات مان کر ایمان کا اقرار کرلیا، اسطرح وہ مسلمان سمجھاجانے لگا، جب قریش کو یہ بات معلوم ہوئی تو کہنے لگے عقبہ بھی اپنے باپ دادا کے دین سے پھر گیا_

عقبہ کاایک دوست تھا، وہ اس واقعے کے وقت مکے میں نہیں تھاشام کی طرف سفر میں گیاتھا، جس رات وہ شام سے واپس ایاتواپنی بیوی سے بات چیت کے درمیان پوچھا_

_ محمد اور ان کے ماننے والوں کاکیاحال ہے؟

_ وہ لوگ سخت جدوجہد کی وجہ سے روز بروز ترقی کررہے ہیں_

_ میرادوست عقبہ کیاکررہاہے؟

_ وہ بھی باپ داداکے دین سے پھر گیاہے اور محمد کادین قبول کرلیاہے_

_ عقبہ کادوست جسکانام بعض روایات میں ابی بن خلف اور بعض میں امیہ بن خلف ہے یہ ماجرا سنکر سخت پریشان اور بے چین ہوااس نے رات بے چینی میں گذاری، صبح کو جب عقبہ اس سے ملنے ایااور سلام کیاتواس نے سر نہیں اٹھایا، نہ اسکی طرف دیکھا، اسے کوئی جواب نہیں دیا، عقبہ نے پوچھا:

_ کیابات ہے کہ میرے سلام کاجواب بھی نہیں دیتے_

_ کیسے سلام کاجواب دوں، تم توباپ داداکے دین سے پھر گئے ہو؟

_ قریش بھی میرے بارے میں یہی کہتے ہیں ؟

_ہاں

_ میں کیاکام کروں کہ ان کے دلوں کی صفائی ہو جائے ؟

_ بہت اسان ہے، محمد کی بزم میں جاکر منھ میں پانی بھر کے ان کے اوپر کلّی کرو اور جتنی گندی گالی ہو سکتی ہے انھیں دے ڈالو_

عقبہ نے اپنے ساتھی دوست کے حکم پر عمل کیااور جو بات کسی طرح مناسب نہیں تھی اسے کرڈالا_

رسول خدا(ص) نے اس کی اس ذلیل حرکت پر کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا صرف اپنا چہرہ صاف کیا پھر عقبہ کی طرف رخ کر کے فرمایا:

اگر مکہ کے باہر میں نے تجھے پالیاتوتیری گردن ماردوں گا_

ایک دوسری روایت میں ہے، عقبہ کے دوست نے اسکی سرزنش کرتے ہوئے کہا:

_ اے عقبہ، تم اپنے باپ داداکے دین سے پھر گئے ہو ؟

_ نہیں، ایسانہیں ہے، ایک دن محمد میرے مہمان ہوئے اور قسم کھائی کہ اگر میں مسلمان نہیں ہو جائونگاتو کھانا نہیں کھائونگامجھے بڑی شرمندگی ہوئی انھیں خوش کرنے کے لئے زبان سے کلمہ پڑھ لیاسچ بتاتاہوں کہ دل سے ایسانہیں کیاہے_

_ اب میں کبھی تمھاری صورت نہیں دیکھوں گا، جب تک تم ان کے اوپر کلّی نہ کرو، پھر انھیں طمانچے لگائو، لاتوں اور گھونسوں سے انکی ضیافت کرو، اسطرح ان سے اپنی بیزاری کا اظہار کرو_

عقبہ نے اپنے دوست کے اس حکم پر اسوقت عمل کیاجب انحضرت دار الندوہ میں حالت سجدہ میں تھے_

رسول خدا(ص) نے اس سے فرمایا:

اگر میں تجھے مکہ سے باہر دیکھوں گاتو سر کاٹ لوں گا_

عقبہ اس واقعہ کے بعد رسول خدا کا سخت ترین دشمن ہوگیا، پھر تو اس نے بکری کی اوجھڑی لی اور اسکی ساری غلاظت اپ کے دروازے پر پھنیک ایا (1)

جنگ بدر ہوئی تو عقبہ کے ساتھی مشرکوں کے ہمراہ رسول خدا سے جنگ کے لئے نکلے، عقبہ سے بھی کہا کہ اس جنگ میں شریک ہو، لیکن اس نے عذر کرتے ہوئے کہا کہ، میں اس شخص سے ڈرتا ہوں، کیونکہ مجھ سے اس نے ایک دن کہا تھا اگر تجھے مکہ سے باہر دیکھوں گا تو گردن ماردوں گا_

دوستوں نے جواب میں کہا:

تمہاری ران کے نیچے سرخ بالوں والا اونٹ ہے، اگر ہم لوگ شکست کھاگئے تو اسانی سے میدان بدر سے بھاگ جائو گے_

عقبہ کو اسکے دوستوں نے اتنا سمجھایا بجھایا کہ وہ راضی ہوگیا، وہ سب اسے میدان تک گھسیٹ لائے_

جنگ شروع ہوئی، اور اسکی بھٹی گرم ہوتی گئی، اخر کار خداوند عالم نے مسلمانوں کو فتح عطا کی، اس ہنگامے میں عقبہ کا شتر بھاگا اور اسے ایک ہموار میدان میں پہونچا دیا، مسلمان اسکے سر پر پہونچ گئے اور دیگر ستر قیدیوں کی طرح اسے بھی گرفتار کرلیا_

جب عقبہ کو خدمت پیغمبر میں لائے تو اپ اسے گھورنے لگے پھر اپ نے اسکے قتل کا حکم دیدیا

عقبہ نے قتل کا فرمان سنا تو چلانے اور فریاد کرنے لگا_

ہائے اپ ان تمام قیدیوں میں صرف مجھے ہی کیوں قتل کررہے ہیں_

رسول خدا (ص) نے فرمایا، تیرا گناہ بہت سنگین ہے، تجھے اسلئے قتل کیا جارہاہے کہ تو نے خدا اور سول سے کفر کیا اور ظلم کیا، پھر اپ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ اسکا سر بدن سے جدا کردو_

قران کی یہ ایت اسی واقعے کی طرف اشارہ ہے_

---

1_ طبقات بن سعد ج 1 ص86 مطبوعہ مصر

اور جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو اپنے دانتوں سے کاٹتا ہو گا، کہے گا کاش میں پیغمبر سے رسم وراہ رکھتا، کاش میں فلاں شخص کی بات نہ مانتا اس نے مجھے نصیحت قبول کرنے سے بہکا دیا، جبکہ وہ میرے پاس پہونچی تھی، اور شیطان تو انسان کو بے سہارا چھوڑنے والا ہے(1)

## قرآن نے ولید کا تعارف کرایا

ولید اسی عقبہ کا بیٹا ہے جس دن مسلمانوں کے ہاتھوں مکہ فتح ہوا اور پیغمبر اسلام کے قبضے میں ایا، مشرکوں اور گمراہوں کو بھاگنے کی راہ نہ رہی یہ ولید اسی دن مسلمان ہوا، کچھ دن بعد رسول خدا نے اسکو قبیلہ بنی المصطلق کی زکواۃ وصول کرنے کیلئے بھیجا_

ولید تھوڑے ہی دن بعد واپس اگیا اور رپورٹ دی کہ قبیلے کے افراد مرتد ہو گئے ہیں، زکات دینے سے انکار کر رہے ہیں_

ولید کے اس رپورٹ دینے کی وجہ یہ تھی کہ قبیلہ بنی المصطلق کے کچھ لوگ ولید کے انے کی خبر سنکر اسکے استقبال کیلئے ابادی سے باہر اگے تھے تا کہ فرستادہء رسول کو خوش امدید کہیں، لیکن ولید نے انکی بھیڑ دیکھ کر اپنی دانست میں یہ سمجھا کہ یہ لوگ بری نیت سے ائے ہیں، بغیر ان سے بات کئے تیزی سے مدینہ واپس لوٹ گیا اور یہ جھوٹی رپورٹ دے ڈالی_

رسول خدا(ص) نے خالد بن ولید کو مامور فرمایا کہ جا کر مذکورہ قبیلے کی حقیقت حال دریافت کرے اور رپورٹ دے، خاص طور سے خالد کو انحضرت(ص) نے تاکید فرمائي کہ خالد کسی معاملے میں جلدی نہ کریں اور گہرائي کے ساتھ مسئلے کا تجزیہ کریں_

خالد نے واپس اکر رپورٹ دی کہ قبیلے کے افراد اسلام سے وابستہ ہیں، ذرا بھی مرتد نہیں ہوئے ہیں، ان حالات میں یہ ایت نازل ہوئي جسمیں خالد کو فاسق اور بد کردار کی حیثیت سے متعارف کرایا گیا_

---

1_ سورہ فرقان ایت 27 و 29 ، سیرہ بن ھشام ج 1 ص 385 وج 2 ص 25، تفسیر طبری، قرطبی، زمخشری، ابن کثیر، در منثور نیشاپوری امتاع الاسماع ص 61و 90

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اگر کوئی فاسق اور بد کردار تمھارے پاس کوئی خبر لیکر ائے تو تحقیق کر لیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہونچا بیٹھو اور پھر اپنے کئے پر پشیمان ہو(1)

یہ ہیں مسلمانوں کے خلیفہ عثمان جو اپنے کو رسول خدا کا جانشین سمجھتے ہیں، ایسے فاسق مشہور بد کردار کو صرف رشتہ داری کی وجہ سے کوفے کی گورنری سپرد کرتے ہیں، اور سعد بن وقاص کو وہاں سے ہٹا دیتے ہیں جو کوفہ کے مطلق العنان حکمراں اور پیش رو خلیفہ حضرت عمر کے زمانے سے گورنر چلے ارہے تھے، حالانکہ سعد نے حکومت عمر کے زمانے میں ان کے حکم سے کوفہ کی بنیاد رکھی تھی جو دلالوں کی سرحد تھی، اور وہ فوجی جو ایران کی جنگ میں شامل تھے، وہیں سکونت پذیر ہو گئے تھے، کوفہ والے سعد کا بہت احترام کرتے تھے_

## بد کردار کو حکمراں کا عہدہ

جب ولید کوفے پہونچا اور سعد کو اسکی ماموریت کی خبر ہوئی تو ولید کی طرف رخ کرکے تعجب سے پوچھا_

ہم لوگ ایک دوسرے سے دور تھے، ہم نہیں جانتے تھے کہ تمھاری پچھلی مکاری و حماقت میرے بعد ہوشیاری و سمجھداری میں بدل گئی نتیجہ میں تم نے لیاقت بہم پہونچالی_

یا حقیقت میں یہ ہم ہیں کہ احمق و نادان ہو گئے ہیں ؟ ولید نے جواب دیا اے سعد خفا نہ ہو، یہ حکومت و سلطنت ہے جو گیند کی طرح ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں پہونچتی رہتی ہے، سعد نے اطمینان سے جواب دیا ہاں، میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ بہت جلد اسے ملوکیت میں بدل دوگے (2) کوفے کے باشندوں نے بھی اس تبدیلی اور حکومت کے تغیر پر اپنی خفگی ظاہر کرتے ہو کہا:

عثمان نے سعد بن وقاص کے بہت برے جانشین کو مقرر کیا ہے، حکومت ولید بن عقبہ کے مسئلے پر ابو الفرج نے اغانی میں خالد بن سعید اموی سے یوں روایت کی ہے_

---

1_ سورہء حجرات ایت 6 ----"ان جاء کم فاسق..."

2_ حالات ولید، استیعاب، طبقات، اسد الغابہ، اصابہ، اور کنز العمال اور ایت زیر بحث سے متعلق تمام تفاسیر دیکھی جاسکتی

عباس بن عبد المطلب، ابو سفیان، حکم بن ابی العاص، ولید بن عقبہ ہی وہ مخصوص افراد تھے جو مسند حکومت پر عثمان کے پہلو میں بیٹھتے تھے_

ایک دن عادت کے مطابق ولید خلیفہ کے پاس بیٹھا تھا اتنے میں عثمان کا چچا حکم اگیا، عثمان احترام حکم میں اپنی جگہ سے اٹھکر الگ بیٹھ گئے اور حکم کو اپنی جگہ پر بیٹھایا

حکم کیلئے عثمان کے اس بر تائو سے ولید بہت خفا ہوا، لیکن سامنے کچھ نہ بولا، لیکن جب حکم چلا گیا تو عثمان سے کہنے لگا_

اے امیر المومنین جس وقت اپ نے میرے اوپر حکم کو ترجیح دی تو میرے دل میں یہ دو شعر گونجے_

عثمان نے کہا، اخر حکم قریش کا بزرگ ہے، اسکا احترام میرے اوپر واجب ہے، لیکن وہ دو شعر کیا ہیں؟ ولید نے یہ دو شعر پڑھے_

میں نے دیکھا کہ اپنے چچا کی بھائی سے زیادہ قدر کرتا ہے، حالانکہ یہ نئی بات ہے، قدیم زمانے سے ایسا نہ تھا_

جب میں نے ایسا دیکھا تو میں نے ارزو کی کہ (عمر و خالد) عثمان کے دونوں فرزند بڑے ہو جائیں اور قیامت کے دن مجھے چچا پکاریں(1)

عثمان کا دل ان دو شعروں سے بھن گیا، کیونکہ وہ مادری بھائی تھا مزید دل نہ دکھے اسلئے مملکت اسلام کا ایک گوشہ حوالے کرتے ہوئے کہا "میں نے تمھیں حکومت عراق عطا کی"

اور اسطرح ایک گمنام اور قران کی زبان میں فاسق ناموس اسلام کا مطلق العنان فرماں روا بنا دیا گیا_

## خلیفہ کے چچا حکم

اب نامناسب نہیں ہو گا کہ حکم کا بھی تعارف کرا دیا جائے کہ وہ کون ہے اور اسکے کیا کرتوت ہیں کہ جسکا اتنا احترام عثمان جیسا خلیفہ کر رہا ہے_

حکم بن ابی العاص عثمان کا چچا ہے اور امیہ بن عبد الشمس کے خاندان سے ہے، بلاذری جلد پنجم ص 27 پر لکھتا ہے:

---

1_
رایت لعم المرء زلفی قرابة
دون اخیه حادثا لم یکن قدیما

حکم جاہلی زمانے میں رسول خدا کا ہمسایہ تھا، بعثت کے بعد وہ تمام پڑوسیوں سے زیادہ انحضرت کی اذیت میں کوشاں تھا، حکم فتح مکہ کے بعد اسلام لایا اور مدینے میں سکونت اختیار کرلی، لیکن مسلمانوں کی قربت کے باوجود اپنی دینی سستی اور بد اعتقادی میں مشہور تھا، کیونکہ حکم اگرچہ اسلام لے ایا تھا لیکن رسول خدا کے پیچھے پیچھے چلتا اور اپ کی نقل کرتا تھا، ہاتھ اور منھ سے اپ کو چڑھاتا تھا، نماز کے وقت مسخرہ پن میں انگلیوں کو ٹیڑی اور سیدھی کرتا، اصطلاحی حیثیت سے وہ گویا جوکر بن جاتا_

ایک دن وہ رسول خدا کے پیٹھ پیچھے جوکروں کی حرکتیں کررہا تھا کہ انحضرت نے دیکھ لیا، اپ نے غصہ میں حکم دیا_

ایسا ہی ہوجا_

انحضرت (ص) کی نفرین کا یہ اثر ہوا کہ وہ تمام عمر اسی حالت میں رہا، سر اور منھ ہمیشہ کپکپاتا رہتا تھا، عمر بھر کی تھر تھری لگ گئی_

مسلمانوں کو حق تھا کہ حکم کے اسلام کے بارے میں مشکوک رہیں، کیونکہ وہ اپنے مسخرہ پن کے تاعمر عذاب کے باوجود رسول خدا کی اذیت سے باز نہیں اتا، ایک دن انحضرت (ص) اپنی ایک بیوی کے ساتھ حجرے میں تھے کہ وہ سوراخ سے جھانکنے لگا، انحضرت ڈنڈا لیکر باہر نکلے اور فرمایا کون مجھے اس کمینے چھپکلی بچے سے نجات دے گا(1)

پھر اپ نے فرمایا، یہ اور اس کے بیٹوں کو حق نہیں کہ میرے ساتھ ایک شہر میں رہیں، اپ نے ان کو طائف میں جلاوطن کردیا_

رسول خدا کی وفات کے بعد عثمان نے ابوبکر سے سفارش کی کہ حکم اور اسکے بیٹوں کو مدینے واپس بلالیا جائے، ابوبکر نے بات نہ مانی اور کہا:

میری یہ جراءت نہیں کہ جسے رسول (ص) خدا نے دھتکار دیا ہے اسے مدینہ واپس انے کی اجازت دوں_

جب عمر خلیفہ ہوئے تو عثمان نے اپنے مطالبے کی تجدید کی لیکن عمر سے بھی جواب سنا، لیکن جب خود خلیفہ ہوئے تو حکم اور اسکے بیٹوں کو مدینہ واپس بلالیا اور کہا:

---

1_ من غدیری من ھذا الوزغ اللعین

میں نے رسول خدا کی خدمت میں حکم کی سفارش کی تھی کہ حکم کو مدینہ بلالیا جائے، رسول (ص) خدا نے بھی اسے قبول فرمالیا تھا، لیکن وفات رسول کی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا_

مسلمان اس راندہ رسول کی مدینہ واپسی سے خوش نہ تھے، بلاذری ص 225 پر لکھتا ہے حکم اسرار پیغمبر کو فاش کرتا، انحضرت (ص) نے اس پر نفرین کی اور اسکے ساتھ بیٹوں کو بھی طائف جلاوطن کر دیا، اور فرمایا وہ میرے ساتھ ایک شہر میں نہیں رہے گا_

حکم نے خلافت عثمان کے زمانے تک اپنے بیٹوں کے ساتھ طائف میں گذر بسر کی، یہاں تک کہ عثمان نے اسے مدینہ واپس بلالیا، صفحہ 28 پر ہے کہ عثمان کی اس حرکت سے تمام مسلمان خاص طور سے انتہائی غم وغصہ میں بھر گئے کہ انھوں نے حکم کو مدینہ واپس بلالیا، اور یمن کے قبیلہء خزاعہ کی، وصولئی زکوۃ پر مامور کیا، پھر تمام حاصل شدہ رقم جو تین لاکھ تھی اسی کو بخش دی، ص 27 پر لکھاہے کہ:

حکم خلیفہ عثمان کے زمانے میں مرا، خود عثمان نے اس کی نماز جنازہ پڑھی، پھر اسکے احترام میں حکم دیا کہ قبر پر خیمہ لگایا جائے_

جی ہاں، حکم جسے عثمان اپنی جگہ پر بٹھاتے، خود اسکے ماتحت بیٹھتے ایسی اہم اور معروف شخصیت کے بارے میں قارئین کیا فیصلہ کریں گے؟

حکم کے حالات کیلئے استیعاب، اسد الغابہ اور اصابہ دیکھی جائے_

## ابن مسعود پر کیا بیتی

ابوعبدالرحمن کنیت تھی، عبداللہ بن مسعود ھذلی نام تھا، ان کے باپ مسعود قبیلہ زھرہ کے ہم پیمان تھے، ابن مسعود سابقین اسلام میں سے تھے، اور اس وقت کہ جب کسی میں ہمت نہ تھی کہ مکہ میں بلند اواز سے قران پڑھ سکے انہوں نے اس بارے میں پہل کی اور بلند اواز سے ایات الہی کو ان مشرکین کے کانوں تک پہونچایا جو اس سے ناآشنا اور غافل تھے، قریش نے فرزند مسعود کو سزا دئے بغیر نہیں چھوڑا، اپ کو اسقدر مارا کہ زخمی کرکے خون میں لت پت ایک کونے میں ڈال دیا رسول خدا (ص) انھیں اپنے پاس رکھتے، وہ بھی رسول خدا کی دل وجان سے خدمت کرتے

یہاں تک کہ رسول خدا نے ان سے فرمایا، جہاں تک میری اواز سن سکو تمھیں اجازت ہے_

ابن مسعود ہمیشہ خدمت میں رہے، اپ سے کبھی جدا نہ ہوئے، رسول خدا(ص) کی جوتیاں اپنے پاس رکھتے اور پنھاتے، اپ کے ساتھ ساتھ چلتے کبھی اپ کے اگے بھی چلتے تاکہ اپ کے محافظ رہیں، جب رسول خدا نہاتے تو اپ پردہ کرتے تاکہ کوئی انحضرت(ص) کا بدن نہ دیکھ سکے، جب اپ سوتے تو اپکی حفاظت کرتے، اپ ہی انحضرت(ص) کو خواب سے جگاتے ابن مسعود نے حبشہ اور مدینہ دونوں ہجرت کی جنگ_ بدر اور دوسری جنگوں میں شریک رہے، وفات رسول(ص) کے بعد اپ کی زندگی کے بارے میں یہ ملتا ہے کہ(1)

عمر نے انھیں عمار یاسر کے ساتھ کوفہ بھیجا وہاں کے باشندوں کو خط لکھا کہ میں عمار یاسر کو حکمراں بنا کر اور عبداللہ بن مسعود کو انکا مشاور اور امور دین کا معلم بنا کر بھیج رہا ہوں، یہ دونوں رسول خدا کے مخصوص اصحاب اور جنگ بدر میں شریک رہے ہیں، انکی پیروی کرتے ہوئے انکی باتیں دل و جان سے سنو، ان کے فرماں بردار رہو، اور اس بات کو سمجھ لو کہ میں ابن مسعود کو بھیجکر تم لوگوں کو اپنے اوپر ترجیح دے رہا ہوں(2)

ابن مسعود کوفے والوں کو قران کی تعلیم دیتے، انھیں دینی مسائل بتاتے اسی کے ساتھ ساتھ وہ بیت المال کے خزانچی بھی تھے_

خلیفہ عثمان نے اپنے رضائی بھائی ولید کو کوفے کا گورنر بنا دیا، ولید کوفہ ایا اور حکمرانی کرنے لگا، لیکن ابن مسعود کے ہاتھ میں تمام مالیات کے امور رہے_

پہلے سے رسم چلی ارہی تھی کہ ہر گورنر جب چاہتا بیت المال سے قرض لے لیتا پھر معین مدت میں واپس کر دیتا، ولید نے بھی ایسا ہی کیا قرض کی معینہ مدت ختم ہونے کے بعد ابن مسعود نے اس سے تقاضا کیا، پھر ٹال مٹول ہوا تو اپ نے اصرار کیا، ابن مسعود کی یہ گستاخی ولید کیلئے ناقابل برداشت تھی، ایک خط عثمان کو لکھ کر اس مزاحمت سے چھٹکارے کے سلسلے میں مدد کی درخواست کی، عثمان نے ابن مسعود کو فوراً خط لکھا(تمہاری حیثیت میری جانب سے صرف خزانچی کی ہے، جو روپیہ بھی ولید خزانے سے لے تمھیں اسکے مطالبے کا حق نہیں)

---

1_ مسند احمد بن حنبل ج5ص 389 ، مستدرک ج 3ص315 و320 ، حلیہ ابو نعیم ج 1ص126 و127 کنزالعمال ج7ص 55 ، بخاری کی بعض روایات خود اپ ہی سے مروی ہیں

2_ اسد الغابہ 3/ 258

جب یہ خط ابن مسعود کو ملاوہ سمجھ گئے کہ اس اہم ذمہ داری کو وہ بخوبی نبھانہ سکیں گے ،انھوں نے خزانے کی چابی ولید کے سامنے ڈالتے ہوئے کہا:

میں اج تک سمجھتا تھا کہ مسلمانوں کے مال کا محافظ ہوں، لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ تمھارا خزانچی ہوں، مجھے اسکی ضرورت نہیں، میں اس عہدے سے استعفادیتا ہوں_ (1)

ابن مسعود خزانچی کے عہدے سے مستعفی ہونے کے بعد بھی کوفے ہی میں رہے اس واقعے کے بارے میں عقد الفرید میں ہے کہ:

ابن مسعود نے مسجد کوفہ میں مسلمانوں سے خطاب کیا،اے کوفہ والو تمھیں معلوم ہوناچاہئے کہ اج رات تمہارے بیت المال سے ایک لاکھ کم ہوگیا ہے،بغیر اسکے کہ امیر المومنین حکم دیں، یا میری ذمہ داری ختم کریں وہ نکال لیا گیا ہے_

ولید نے ساری کہانی اور ابن مسعود کی باتیں عثمان کو لکھ دیں عثمان نے بھی ابن مسعود کو اس عہدے سے بر طرف کر دیا(2)

بلاذری انساب الاشراف میں لکھتے ہیں کہ:

جس وقت ابن مسعود نے ولید کے سامنے چابی پھینکی تو غصے سے کہا، جو شخص احکام خدا کو اپنی خواہش کے مطابق پھرائے تو خداوند عالم اسکی عاقبت خراب کر دے گا، اور جو شخص اپنی خواہش کے مطابق اسے بدل دے تو خدا اس پر غضبناک ہوتا ہے، میں عثمان کو ایساہی پا رہا ہوں، کیا یہ جائز ہے کہ سعد اور وقاص جیسی شخصیت کو ہٹا کر کوفے کی گورنری ولید کو دیدی جائے؟

ابن مسعود اکثر فرماتے، سب سے اچھی بات قران میں خدا کی بات ہے، اور سب سے پسندیدہ راستہ وہی ہے جسے پیغمبر خدا نے دکھایا، اور بدترین کام بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور گمراہی کا نتیجہ اتش دوزخ ہے(3) ولید نے یہ ساری باتیں اور ابن مسعود کی طنزیہ تقریریں عثمان کو لکھ ماریں اخر میں لکھا کہ ابن مسعود تمہاری برائیاں کرتے ہیں، تمھیں گالیاں دیتے ہیں، عثمان نے ان کو مدینے بلا بھیجا_

---

1_ انساب الاشراف بلاذری ج 5ص36

2_عقدالفرید ج 2 ص 272

3_ انساب الاشراف ج 5ص 36

جس وقت کوفہ والوں کو مدینے میں ابن مسعود کے حاضر ہونے کی خبر ملی اپ کے گرد جمع ہوگئے، ان سے کہا کہ اپ نہ جایئے_

یہیں ہم لوگوں کے پاس رہیئے ہم لوگ اپ پر اذیت نہ ہونے دیں گے ابن مسعود نے ان لوگوں کو جواب دیا_

انہوں نے میرے اوپر اطاعت کا حق ڈالا ہے، جہاں تک میری بات ہے میں نہیں چاہتا کہ ان کے اوپر فتنے کا دروازہ کھولنے والا پہلا شخص بنوں اور ان کے حکم کی نافرمانی کروں(1)

استیعاب میں ہے کہ ابن مسعود نے کوفے والوں کو یہ جواب دیا، یہ اوضاع واحوال اپنے پیچھے فتنے لئے ہوئے ہیں، مجھے پسند نہیں کہ فتنہ میرے ہاتھوں شروع ہو_

کوفے کے باشندے ابن مسعود کو رخصت کرنے دور تک گئے، انھوں نے تمام لوگوں کو تقوی اور احکام خداوندی پر عمل کرنے کی نصیحت کی پھر ان لوگوں سے کہا کہ اپنے گھروں کو واپس جائیں، اور خود مدینے کی طرف چل پڑے_

کوفے والوں نے بھی ابن مسعود کی ستائش کی، جس وقت وہ مدینے کی طرف روانہ ہوئے تو انکی زحمتوں اور حقوق کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہنے لگے، خداوند عالم اپ کو جزائے خیر دے، اپ نے ہمارے ناواقفوں کو دین سے اشنا کیا، اور واقفکاروں کو دین کا ثبات عطا کیا، ہمیں قران سکھایا، دین وائین سے اشنا کر کے بینا کیا، واقعی اپ اچھے مسلمان، اچھے خیر خواہ اور مہربان بھائی کی طرح رہے، پھر الوداع کہکے سبھی لوٹ گئے(2)

ابن مسعود مدینہ پہونچکر سیدھے مسجد میں گئے، اس وقت عثمان منبر پر تقریر کر رہے تھے، ابن مسعود کو دیکھا تو گفتگو کا رخ بدل کے بولے_

یہ دیکھو چوپایہ پست خصلت اور پھکڑ تمہارے درمیان اگیا، مانند اسکے کہ جب روٹیوں کی طرف ہاتھ بڑھایا جائے تو جو کھایا ہے قئے کردے_

ابن مسعود نے عثمان کے زخم زبان کا جواب دیا:

نہیں، عثمان میں ایسا نہیں ہوں، بلکہ میں وہ صحابی رسول ہوں جسے جنگ بدر اور بیعت رضوان میں شریک ہونے کا فخر حاصل ہے(3)

---

1_ انساب الاشراف بلاذری ج5ص 36

2_ استیعاب میں حالات بن مسعود دیکھئے

3_ ابن مسعود نے اس جواب سے عثمان پر طنز کیا، کیونکہ عثمان نہ تو جنگ بدر مین شریک تھے نہ بیعت رضوان میں

عائشہ بھی حجرے سے چیخ پڑیں، ارے عثمان تم رسول کے ہمدم اور صحابی کے لئے ایسی بات کہہ رہے ہو؟

عثمان نے عائشہ کے جواب میں چلا کر کہا، خاموش رہو، اور پھر حکم دیا کہ ابن مسعود کو مسجد سے نکال باہر کر دیا جائے_

خلیفہ کے حکم سے ابن مسعود کو بڑے توہین امیز انداز میں مسجد سے نکالا گیا، عبد اللہ زمعہ نے انکو زمین پر پٹک دیا، یہ بھی کہتے ہیں کہ عثمان کے غلام یحوم نے انھیں دونوں ٹانگیں پکڑ کر اٹھایا اور اتنی زور سے زمین پر پٹکا کہ پسلیاں ٹوٹ گئیں_

حضرت علي(ص) جو اس سارے منظر کو دیکھ رہے تھے_ فرمایا اے عثمان صرف ولید بن عقبہ کی رپورٹ پر صحابی رسول خد(ص) اکے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہو؟ عثمان نے جواب دیا نہیں، صرف ولید کی رپورٹ ہی نہیں، میں نے زبید بن صلت کندی کو بھی تحقیقات کے لئے کوفہ بھیجا تھا، ابن مسعود درد کی شدت سے تڑپ رہے تھے، چلانے لگے، خون عثمان حلال ہے حضرت علی نے عثمان کو جواب دیا_

تم نے زبید جیسے غیر معتبر پر اعتماد کیا ہے، یہ فرمایا اور ابن مسعود کو علاج کرانے کیلئے اپنے گھر لیکر چلے گئے_

ابن مسعود اس حادثے کے بعد مدینے ہی میں رہے، عثمان نے انھیں مدینے سے باہر جانے کی اجازت نہیں دی، یہاں تک کہ جب وہ اچھے ہو گئے تو رومیوں سے جہاد کیلئے انھوں نے اجازت مانگی لیکن عثمان نے اجازت نہیں دي_

اس خاص موقع پر روایت ہے کہ جب ابوذر ان سے اجازت مانگ رہے تھے، اور عثمان ابھی اجازت دینے نہ دینے کی کشمکش میں تھے کہ مروان بول پڑا_

اس شخص نے عراق کو تمہارے خلاف بھڑکایا، عراقیوں کو تم سے بدگمان کیا، اب شام کی باری ہے، یہ چاہتا ہے کہ وہاں کے لوگوں کو تمہارے خلاف بغاوت پر ابھارے اس طرح ابن مسعود زندگی بھر مدینے سے باہر نہ جاسکے، حقیقت میں وہ نظر بند تھے، یہاں تک کے قتل عثمان کے دو سال قبل انھوں نے انتقال فرمایا، اس درمیان ابن مسعود مدینے میں تین سال رہے بن مسعود اور عثمان کے درمیان اخری بات چیت بہت زیادہ لائق توجہ ہے_

جس وقت وہ بستر بیماری پر پڑے زندگی کے اخری لمحے گن رہے تھے، عثمان انکی عیادت کے لئے سرہانے پہونچے اور کہا، کیا تکلیف ہے

اپنے گناہوں کا بوجھ

کیا خواہش ہے؟

خداوند عالم کی بخشش ورحمت

کیاعلاج کیلئے ڈاکٹر بلائوں ؟

ڈاکٹر نے خود ہی مجھے بیمار کیا ہے

کیاتمہاراوظیفہ دینے کا حکم دیدوں

( دوسال سے بن مسعود کاوظیفہ بند تھا(1))

جب مجھے اسکی ضرورت تھی تم نے نہیں دیا، اب جبکہ ضرورت نہیں ہے، تم مجھے دیناچاہتے ہو،

تمہارے بیٹوں کیلئے باقی رہے گا_

انکی روزی خدا دیتا ہے،

خدا سے دعا کرو کہ ( جو کچھ میں نے تم پر ظلم ڈھایا ہے) معاف کردے

خدا سے دعا کرتاہوں کہ تم سے میرا حق لے،

ابن مسعود نے وصیت کی تھی انکی نماز جنازہ عمار یاسر پڑھائیں، عثمان میرے جنازے میں شریک نہ ہوں، ان کی وصیت کے مطابق عمل کیا گیااور عثمان کو خبر کئے بغیر جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا(2)

جب عثمان کوابن مسعود کے مرنے کی خبر ملی تو سخت غصہ ہوئے اور کہنے لگے، مجھے خبر دیئے بغیر تم لوگوں نے ایسا کر دیا؟

عمار یاسر نے جواب دیا، انھوں نے خود وصیت کی تھی کہ تم ان کی نماز جنازہ نہ پڑھائو، عبداللہ بن زبیر نے اسی کے مناسب حال شعر کہا ہے، میں جانتاہوں کہ میرے مرنے کے بعد نوحہ وزاری کروگے حالانکہ تم نے میری روٹی روزی بند کردی تھی(3)

---

ابن مسعود کے یہ مختصر حالات تھے، لیکن ولید بن عقبہ کی حکومت کوفہ کی صرف یہی ایک داستان نہیں بلکہ اسکی حکمرانی کے زمانے میں انتہائی بلاخیز اور فتنہ انگیز واقعات سرزد ہوئے، چنانچہ مسیحی شاعر ابوزبید اور شعبدہ باز یہودی کے ساتھ اس کے سلوک مشہور ہیں_

## اگ سے کھلواڑ

ابوالفرج کتاب اغانی میں ابن اعرابی کا بیان یوں روایت کرتا ہے جس وقت ولید اپنے مادری بھائی عثمان کی طرف سے کوفہ کا گورنر بنا تو شرابی اور عیسائی شاعر ابوزبید سے اسکی گاڑھی چھننے لگی، ولید نے اسکو عقیل کی ملکیت والے گھر میں ٹھہرایا، پھر اسے بخش دیا، یہ گھر زبید جیسے شرابی شاعر کو دینے سے پہلی بار کوفے کے باشندے ولید کی برائیاں بیان کرنے لگے، کیونکہ ابوزبید عیسائی تھا، جب وہ ولید کے پاس جاتا، تو اسکا راستہ مسجد کوفہ میں ہونے کی وجہ سے وہیں سے ولید کے پاس جاتا وہ رات بھر شراب کے جام چھلکاتا، پھر صبح کو شدت مستی سے بیخود ہوکر لڑکھڑاتا ہوا مسجد ہی عبور کرکے اپنے گھر پہونچتا_

ولید کی یہ روش دین سے لاپرواہی، اور مسلمانوں کے احساسات و معتقدات سے بے اعتنائی کا پتہ دیتی ہے کوفے والے تو یہ چاہتے تھے کہ ولید شراب پینا چھوڑ دے_

خلاف شرع کام کرنا بند کرے، ابوزبید جیسے شرابی مصاحب سے اپنا ناتہ توڑے، اس کے برعکس اس نے دو وسیع زمینداری شام دحیرہ میں محل کے ساتھ اسکو بخش دی، اور صرف اسی کے چوپایوں کی چراگاہ کو مخصوص کرکے، دوسروں کو اس کے استفادے سے محروم کردیا، ابوزبید نے بھی اسکی خصوصی مہربانی کے بدلے مدحیہ اشعار کہے اور اسکا شکریہ ادا کیا،(1)

بلاذری لکھتاہے_ ولید نے اپنے عیسائی شاعر و مصاحب ابوزبید کے لئے مسلمانوں کے بیت المال سے شراب اور سور کا گوشت مقرر کیا تھا، اسکے مقربین نے مشورہ دیا کہ اس سے عوامی احساسات بھڑک اٹھیں گے، لوگ اپ کے خلاف ہوجائیں گے_

نتیجے میں ولید نے شراب اور سور کا گوشت تو روک دیا لیکن حکم دیا کہ اسکی جتنی قیمت متعین ہوتی ہے

---

1_ اغانی ج 3 ص182_ 83

اسے ماہانہ دی جائے پھر اس پر اضافہ بھی کیا، یہ کوفے کا گورنر عیسائی ابو زبید کو مسلمانون کی مسجد سے گذرنے کی اجازت دئے ہوا تھا(1)

ایک دوسری نامناسب حرکت ولید جسکی وجہ سے لوگ اسکے مربی عثمان سے بہت زیادہ بدظن ہوئے یہ تھی کہ ولید نے حکم دیا تھا کہ ایک یہودی جو کر اپنی جادو گری کی دوکان مسجد میں لگا کر اپنے شعبدے دکھائے اور گورنر صاحب کی تفریح کا سامان فراہم کرے_

لوگوں نے ولید کو بتایا کہ زرارہ نام کا ایک یہودی کرتب میں مشہور ہے وہ شعبدہ، جادو اور سحر کی تمام قسموں میں مہارت رکھتا ہے، یہیں بابل کے پل کے پاس دیہات کا باشندہ ہے، ولید نے حکم دیا، اسے کوفہ لایا جائے تاکہ وہ اپنے ہاتھوں کے کرتب اور میٹھے شعبدوں کا تماشہ دکھائے، ولید کے پیادوں نے اسکے حکم کی تعمیل میں سامنے لاکر حاضر کر دیا، اس نے بھی حکم دیا کہ مرد یہودی مسجد کوفہ کے صحن میں اپنے جادو کے کرتب کی دوکان لگادے، اپنے ہنر کے تماشے اعلی حکام اور مسلمان پڑوسیوں کو دکھائے_

اسکی نمائشے کا ایک تماشہ یہ تھا کہ اندھیری رات میں بڑا سا ہاتھی گھوڑے پر سوار تماشائیوں کو دکھا دیتا تھا_

ایک دوسرا کرتب یہ تھا کہ وہی شعبدہ باز اپنے کو اونٹ کی شکل میں ہو کر رسی پر چلتا ہوا لوگوں کی نگاہوں کو دکھاتا تھا پھر وہ خود ہی ایک خچر کی شکل میں ہو جاتا تھا جو اس اونٹ کے منھ میں داخل ہو کر اسکے مخرج سے نکل جاتا تھا_

سب سے اخر میں تماشہ دکھاتے ہوئے ایک تماشائی کو مجمع سے گھسیٹ لاتا تھا، پھر بے دھڑک اسے تلوار سے قتل کر کے، سر و بدن الگ الگ کر دیتا تھا، پھر سارے تماشائی حیرت کے مارے پھٹی پھٹی انکھوں سے دیکھتے کہ وہ اس مقتول کے جسم پر تلوار پھیر رہا ہے اور مقتول زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہو تا ہے_

جندب بن کعب ازدی اسی تماشائیوں کی جماعت میں، موجود تھے، انھوں نے شعبدہ باز یہودی کے سارے تماشے اپنی انکھوں سے دیکھے جو شیطان اور گمراہی کی مسلسل کاروائیوں سے خدا کی پناہ طلب کرتے رہے، جس سے انسان خدا کی یاد سے غافل ہو رہا تھا، انھیں یقین تھا کہ یہ سب کچھ نظر بندی اور شعبدہ بازی ہے جسے اسلام نے سختی کے ساتھ منع کیا ہے، بس پھر کیا تھا، انھوں نے دیر کرنا جائز نہیں سمجھا اور تلوار سونت لی، ایک ہی وار میں اس

---

1_ انساب الاشراف بلاذری ج5 ص29_30

یہودی کا سر تن سے جدا کر کے چلائے

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان ذھو قا

حق آگیا اور باطل نیست و نابود ہو گیا باطل کو تو نیست و نابود ہونا ہی تھا_

یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ سارا واقعہ دن کا ہے، رات کا نہیں، جندب کے پاس تلوار نہیں تھی، وہ بازار گئے اور تلوار بنانے والے سے تلوار خریدی اور واپس اکر اس شعبدہ باز یہودی کی گردن ماری، پھر وہ چلائے_

اگر تو سچا ہے تو اپنے کو زندہ کر لے_

جو بھی صورت ہو، یہ ولید تھا جس نے مسجد کو شعبدہ باز یہودی کے تماشے کا مرکز بنا لیا تھا جبکہ وہ عبادت کی جگہ ہے اور یہ جندب تھے کہ اس شعبدہ باز کو قتل کر کے عثمان کے بدکار حاکم کی تفریح کر کری کر کے اسکے عیش و عشرت میں اندھیرا کر دیا_

اس مرتبہ تو ولید غصے میں بھڑک اٹھا، اس نے جندب کی گستاخی دیکھ کر حکم دیا کہ یہودی زرارہ کے انتقام خون میں جندب کو قتل کر دیا جائے، لیکن ان کے رشتہ دار جو قبیلہ ازد سے تھے جندب کی حمایت میں کھڑے ہو گئے انھوں نے قتل ہونے سے بچا لیا، ناچار ولید نے حیلہ شروع کیا اور قتل کو نظر انداز کر کے بظاہر اسکے قتل سے درگذر کیا اور حکم دیا کہ جندب کو قید کر لیا جائے_

جندب کو جیل میں ڈال دیا گیا، اور جیلر جس کا نام دینار تھا اسکے حوالے کر دیا گیا، دینار کو جب قید ہونے کی وجہ معلوم ہوئی، جندب کی زھد و پارسائی اس نے خود انکھوں سے دیکھی، یہ دیکھا کہ وہ تمام رات صبح تک عبادت میں مصروف رہتا ہے، اس نے جائز نہیں سمجھا کہ ایسے زاہد اور باایمان شخص کے خون سے اپنا دامن الودہ کرے_ جیلر نے ان سے کہا:

میں دروازہ کھول رہا ہوں، تم بھاگ جائو، سلامتی سے اپنی جان بچا لے جائو_

اگر میں ایسا کروں تو تمھیں نہیں چھوڑا جائے گا تمھیں قتل کر دیا جائے گا_

میرا خون رضائے خدا کے لئے بہے گا ولی خدا کی نجات میں بہے گا، میری جان اتنی قیمتی کہاں؟

اخر کار دینار جیلر کے اصرار سے جندب نے قدم باہر نکالا اور جیل سے فرار کر گئے_

صبح سویرے ولید نے جندب کے حمایتیوں سے دور تہیہ کئے ہوا تھا کہ جندب کو قتل کرے اس نے حکم دیا کہ جندب کو خدمت میں حاضر کیا جائے، ولید کے پیادے جیل سے خالی ہاتھ واپس ائے، انھوں نے خبر دی کہ جندب جیل سے

فرار کر گئے، خودسر اور بدکار حاکم کوفہ ولید کو دینار جیلر کی سہل انگاری پر بڑا غصہ ایا، لال بھبھوکا سرخ انگارہ ہو گیا، حکم دیا

کہ اس تساہلی ءپر دینار کو قتل کر دیا جائے،(1)اور اسکا بدن مزبلہ ءکوفہ میں دار پر لٹکا دیا جائے(2)

ادھر جندب قید خانے سے بھاگ کر مدینہ پہونچے، وہیں سکونت اختیار کرلی جب عثمان کو معلوم ہوا تو انھوں نے ان کو سخت وسست کہا اس وقت حضرت علی نے انکی سفارش کی عثمان نے امام کی سفارش مان لی، ولید کو خط لکھا کہ جندب سے کوئی مزاحمت نہ کی جائے، اس طرح جندب پھر کوفہ واپس چلے گئے_

## انقلاب کی پہلی چنگاري

جب حاکم کوفہ ولید کی بدکاریاں اور خلاف شرع حرکتیں بہت زیادہ ہو گیئں تو رد عمل بھی ہوئے، عثمان کے ناروا سلوک کی وجہ سے لوگوں کا غم وغصہ حد سے زیادہ بڑھ گیا، باتیں ایک منھ سے دوسرے منھ رینگنے لگیں ایسے میں عمرو بن زرارہ بن قیس نخعی اور کمیل بن زیاد نخعی یہ دونوں ہی کوفے کے سربر اور دہ لوگوں میں تھے، یہ پہلے افراد تھے جنھوں نے عثمان کی بیعت کا قلادہ گردن سے اتار پھینکا اور علی کی بیعت کا اعلان کر دیا، لوگوں کو اپنے پاس جمع کرکے یہ تقریر کی_

اے لوگو عثمان حالانکہ حق وباطل کے درمیان تمیز رکھتے ہیں لیکن جان بوجھ کر پس پشت ڈالتے اور نظر انداز کرتے ہیں پست اور کمینے لوگوں کو نیک اور تقوی شعاروں پر مسلط کر دیا ہے انھیں اقتدار وحکومت دیدیا_

اس اجتماع میں خالد بن عرفطہ بھی تھا، فوراجا کر اس نے ولید کو خبر دی عمرو بن زرارہ کا واقعہ اور اسکی بھڑکانے والی تقریر سب بیان کرڈالی_

ولید غصے میں بھر گیا، اس نے چاہا کہ خود سوار ہو کر جائے اور تمام لوگوں کو منتشر کر دے لیکن اسکے مصاحبین اڑے اگئے_

اور سمجھایا کہ وہ جتنا سمجھ رہا ہے یہ معاملہ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے، کیونکہ تمام لوگ بھڑکے ہوئے ہیں، ھنگامے پر امادہ ہیں اپنے حال پر رحم کرو اور فتنے کی اگ کو زیادہ ہوا نہ دو اسی درمیان مالک بن حارث نے پیشکش کی کہ اگر ولید چاہے تو ان تمام لوگوں کا جوش ٹھنڈا کر دوں ولید نے اثبات میں جواب دیا

---

1_ مروج الذھب مسعودی ج 1 ص 37_43___ اغانی ج 4_ 186

2_ مولف محترم نے واقعہ جندب اور یہودی جادوگر کے مختلف روایات کو مختلف منابع سے یکجا کیا ہے موجودہ حوالہ سب سے زیادہ کامل تر ہے اس لئے صرف اسی پر اکتفا کیا گیا،( سردارنیا)

وہ اس اجتماع میں پہونچا اور ان سے گفت وشنید کرنے لگا انھیں فتنہ واشوب سے ڈرا کر ،سب کو ٹھنڈا کر دیا_

ولید بھی نچلا نہیں بیٹھا،اس نے شورش اور عمرو بن زرارہ کی تقریر کا کچا چٹھا عثمان کو لکھ مارا، پھر مدد کی درخواست کر کے اس صورتحال میں خلیفہ سے پوچھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے؟

عثمان نے جواب میں خط لکھا_

ابن زرارہ عرب بدو ہے،بد معاش ہے اسے شام جلاوطن کردو ولید نے خلیفہ کے حکم سے ابن زرارہ کو شام جلاوطن کر دیا(1)

جس وقت ابن زرارہ حق گوئی کے جرم میں لاچار ہو کر کوفہ چھوڑ رہے تھے ،مالک اشتر ،اسود بن یزید،علقمہ بن قیس اور قیس بن فہدان انھیں الوداع کہتے ہوئے دور تک گئے ،اس موقع پر قیس نے یہ دو شعر پڑھے_

خدا کی قسم ،رب کعبہ کی قسم خدا کی خشنودی کا پوشیدہ وعلانیہ طلبگار ہوں_

ضرور بالضرور ہم ولید اور اسکے اقا عثمان کو جو گمراہی کی جائے پناہ ہے، حکومت وخلافت سے کھرچ پھینکیں گے(2)

## کوفے میں عثمان کی باز پرس

جب کوفے کے مختلف لوگوں کی طرف سے بے شمار شکایتیں ولید کے خلاف عثمان کے پاس پہونچیں تو مجبور ہو کر سوچا کہ ظاہری طور سے اور لوگوں کو دکھانے کیلئے اس کا سخت نوٹس لیا جائے اور اس سلسلے میں اپنے ازاد کردہ غلام حمران کو انکوائری کے لئے بھیجا تا کہ صورتحال سے جائزہ لے اور لوگوں کے ساتھ ولید کے سلوک کی رپوٹ دے لیکن ولید نے اس بلند مرتبہ حکومت کی انکوائری کو دولت سے خرید لیا،اس کے ہاتھ رشوت سے بھر کر خالی ہاتھ مدینہ واپس کر دیا،اور عثمان کی تمنا کے مطابق ولید کی شان میں قصیدے پڑھ ڈالے ، عثمان نے راحت کی سانس لی اور خود کو اس روح فرسا غم سے فارغ کر لیا_

---

1_ عمر بن زرارہ کے حالات کیلئے دیکھئے اسد الغابہ ج 2 ص 201_202ج 4ص 104

2_

اقسم باللہ رب البیت مجتہدا

ارجو الثواب لہ سرا واعلانا

لاخلعن اباوھب وصاحبہ

کچھ دن بعد مروان(1) نے حمران سے ملاقات کرکے ولید کے بارے میں صحیح صورتحال جاننے کیلئے اس سے پوچھا:

حمران نے جواب دیا، وہاں کے حالات سخت بحرانی ہیں مروان نے بھی جو کچھ بیتی تھی خلیفہ کے گوش گذار کردیا،

عثمان نے اس خیانت کے جرم میں حمران کی جھوٹی رپورٹ کا سخت نوٹس لیتے ہوئے اسے بصرہ جلاوطن کردیا، پھر اسے وہیں بصرہ میں ایک اچھا سا گھر بھی عطا فرمایا(2)

---

1__ محترم قارئین، مروان حکم کو ائندہ صفحات میں اچھی طرح معلوم کرلیں گے، اسکی نفسیاتی واخلاقی حالت نیز اسکے معتقدات کا اندازہ ہوجائے گا، لیکن یہاں ایک بات کی طرف دھیان دلانا ضروری ہے کہ مروان اس خوان سے بہت بڑے حصے کا قائل تھا وہ جانتا تھا کہ عثمان نے جس اموی خاندان کی حکمرانی مستحکم کی ہے اسکا ثبات اسی حالت میں ممکن ہے کہ حکمرانوں کی سستی وغفلت کو ختم کیا جائے، عثمان کے نور چشم ولید جیسوں کی حرکتوں سے اسکی مشام میں بوئے انقلاب پہونچنے لگی تھی، وہ چاہتا تھا کہ انقلاب کی جڑ ختم کردی جائے اس لئے اس نے خلیفہ کے سامنے صحیح صورتحال رکھ دی، ورنہ اس نے رسول اکرم کی زحمتوں اور دین اسلام کے تحفظ کے لئے ایسا نہیں کیا تھا، نہ اسے اسلامی درد تھا

2_ انساب الاشراف بلاذری ج 5 ص 31

# فصل چہارم

## عائشہ نے انقلاب کی قیادت کي

یہاں تک جو کچھ بیان کیا گیا وہ اہم ترین عوامل تھے جنھیں ام المومنین عائشہ نے عثمان کی مخالفت اور لوگوں کو ان کے خلاف شورش برپا کرنے کیلئے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ورنہ عثمان اور ان کے حاشیہ نشینوں کے خدا سے غافل غیر شرعی حرکات اور ناپسندیدہ اعمال ان سے کہیں زیادہ ہیں جنھیں بیان کیا گیا، ان میں سے ہر ایک روش بجائے خود اقتدار و خلافت اور شخصیت عثمان کے خلاف انقلاب اور شورش برپا کرنے کیلئے لوگوں کے دلوں میں جمی ہوئی تھی واضح بات ہے کہ یہ تمام عوامل لوگوں کو شورش سے ابھارنے اور اصحاب کو ان سے بد ظن کرنے کیلئے بہت موثر تھے _

لیکن وہی عوام (شاید انھیں کی ساختہ پرداختہ احادیث کی وجہ سے) خود اپنے اندر اتنی جرات نہیں رکھتے تھے کہ خود کو ایسی شخصیت کے خلاف جسے جانشین رسول اور خلیفہ کیلئے پکارتے ہیں، اعتراض کریں، تلوار اٹھانے کی بات تو بہت دور کی ہے _

لیکن یہ جسارت و جرات ابن مسعود، عمار یاسر، ابوذر غفاری اور جندب جیسے عظیم اصحاب رسول کی شدید مخالفت اور شجاعانہ اقدامات نے پیدا کی، بنابریں عوامی انقلاب کیلئے بارود کا ڈھیر بس ایک چنگاری کا منتظر تھا یہ اگ ام المومنین کے تاریخی فتوے نے بھڑکا دی اور اخر کار عثمان اپنے تمام اقتدار و عظمت کے ساتھ زمیں بوس ہوگئے، خاک وخون میں غلطاں ہوگئے _

عائشہ کے پاس بڑی ذہانت و فراست تھی انھوں نے اپنی صلاحیتوں سے عثمان کے خلاف عوامی شورش برپا کر کے سب کچھ اپنے مفاد میں کرنے کیلئے بھرپور استفادہ کیا، کیونکہ انھوں نے دیکھا کہ لوگ عثمان کی ناکام حکومت سے تنگ اگئے، ان کے مطلق العنان حاشیہ نشینوں کا ظلم عوام کی ہڈیوں میں سرایت کر گیا تھا، یہی وہ بات تھی جس پر توجہ کرتے ہوئے انھوں نے اپنی سیادت کا تحفظ کرتے ہوئے تمام لوگوں کو ہیجان میں لانے اور عثمان کے خلاف بغاوت پر امادہ کرنے کی قیادت خود انھوں نے سنبھال لی، اور وہ بھی اسطرح کہ جیسا وہ خود چاہیں ویسا ہی نتیجہ نکلے _

عوام عثمان کے ظلم و ستم کی وجہ سے انقلاب کے پیاسے تھے ام المومنین عائشہ کی تقریروں اور کاروائیوں نے نشاط تازہ بخشی _ انہیں کامیابی کی امیدوں سے نہال کیا عثمان کے کرتوتوں کے خلاف ام المومنین عائشہ کا نام اور تقریر

ین نہ صرف مدینہ اور اسکے مضافات میں، بلکہ حجاز کے باشندوں اور پھر تمام مملکت اسلامی کے عوام کی زبان پر تھاخاص طور سے اس لئے کہ ان کا خاندان تیم بھی ان کی حمایت میں تھااور یہ انقلاب حساس ترین کردار نبھار ہا تھا_

بلاذری جو خود ملکیت خلفاء کا وقیع عالم ہے، اپنی کتاب انساب الاشراف میں لکھتا ہے_

خاندان تیم کے افراد محمد بن ابی بکر اور ان کے چچیرے بھائی طلحہ کی حمایت میں عثمان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے_

عائشہ کے بھائی محمد بن ابی بکر نے تیمیوں کی استقامت کے لئے مصر سے بغاوت کا اغاز کیااور یہ اس وجہ سے ہوا کہ محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی حذیفہ نے گورنر مصر عبداللہ بنابی سرح کی چند غیر شرعی باتوں کی وجہ سے بغاوت کی اخر مصر یوں نے وہاں اپنا قبضہ جمالیا اب یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان تینوں تاریخی چہروں کا تعارف کرایاجائے جو اس عہد کے سیاسی حالات کے حساس کردار ہیں_

## تین چہرے

### 1_ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح

عبداللہ بن سعد قریش کے قبیلہ عامر کے اس خانوادے سے تعلق رکھتا تھاجو ابی سرح کا تھا اسکی ماں نے عثمان کو دودھ پلایا تھا اس بناء پر عثمان اور عبداللہ رضاعی بھائی تھے_

عبداللہ فتح مکہ سے پہلے اسلام لایا، اور مدینہ ہجرت کی اسے رسول کے کاتبوں میں شمار کیا جاتا ہے، لیکن کچھ دن بعد مرتد ہو کر مکہ واپس چلا گیا، اس نے وہاں سرداران قریش سے کہا_ محمد میری خواہشات اور ارادوں کے پابند تھے میں جو کچھ کہتا وہ عمل کرتے مثلاوہ کہتے لکھو عزیز حکیم میں ان سے پوچھتا، کیا لکھ دوں علیم حکیم، وہ جواب دیتے_

کوئی ہرج نہیں، دونون ٹھیک ہے_

خداوند عالم نے عبداللہ بن ابی سرح کے بارے میں یہ ایت نازل کی_

ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذباسورۃ انعام ایت 93

اور اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹا بہتان گڑھے، یا کہے کہ مجھ پر وحی ائی ہے حالانکہ اس پر کوئی وحی نازل نہیں کی گئی ہو، یا جو اللہ کی نازل کردہ چیز کے مقابلے میں کہے کہ میں بھی ایسی چیز نازل کر کے دکھادوں گا_

کاش تم ظالموں کو اس حالت میں دیکھ سکو جبکہ وہ سکرات موت میں ڈبکیاں کھارہے ہوتے ہیں اور فرشتے ہاتھ

بڑھابڑھا کر کہہ رہے ہوتے ہیں لائو نکالو اپنی جان، اج تمہیں ان باتوں کی پاداش میں ذلت کا عذاب دیا جائے گا_

جو تم اللہ پر تہمت رکھ کرنا حق بکا کرتے تھے، اور اسکی ایات کے مقابلے مین سر کشی دکھاتے تھے_ جب مکہ مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوا تو رسول خدا نے عبد اللہ بن ابی سرح کے قتل کا فرمان صادر کیا، اور حکم دیا چاہے وہ لباس کعبہ ہی سے چپکا ہوا ہو اسے قتل کردو_ عبد اللہ اپنی موت سے ڈرا اور عثمان کی پناہ پکڑی، عثمان نے اسے چھپا دیا، پھر اسے خدمت رسول میں لائے اور اسکے لئے امان طلب کی_ رسول خدا(ص) تھوڑی دیر تک خاموش رہے، اپ نے اپنا سر بلند نہیں کیا اخر اپ نے عثمان کی تائید کردی جب عثمان چلے گئے تو انحضرت نے لوگوں کی طرف رخ کر کے فرمایا:

میں اس لئے خاموش تھا کہ تم میں سے کوئی اٹھکر اسکا سر تن سے جدا کر دیتا_ جواب دیا گیا، اپ نے ہمیں ذرا بھی اشارہ کیا ہوتا، رسول خدا نے فرمایا پیغمبر کیلئے انکھ کا اشارہ مناسب نہیں_ جب عثمان خلیفہ ہوئے تو ایسا پاپی شخص برادری کے حوالے سے 25ھ میں وہاں کے گورنر عمرو عاص کو معزول کر کے مصر کی حکومت دیدی گئی_ عبد اللہ نے افریقہ کے بعض علاقے فتح کئے، عثمان نے اسکے انعام میں افریقہ کی غنیمت کا تمام خمس اسی کو بخش دیا_ وہ 34ھ تک حکومت مصر پر باقی تھا، محمد بن ابی بکر اور ابن ابی حذیفہ کی شورش سے عسقلان بھاگ گیا، وہ وہیں تھا کہ عثمان قتل کر دئے گئے، عبد اللہ کی موت 57ھ میں ہوئی(1)

## 2_ محمد بن ابی بکر

محمد خلیفہ اول ابو بکر کے فرزند تھے، انکی ماں اسماء بنت عمیس قبیلہ خثعم سے تھیں، ان کے پہلے شوہر جعفر بن ابی طالب تھے انکی شھادت کے بعد ابو بکر کے عقد میں ائیں، ان سے محمد کی پیدائشے مکّے کے راستے میں حجۃ الوداع کے موقع پر ہوئی_

جب ابو بکر نے انتقال کیا حضرت علی(ع) نے اسماء سے شادی کی اسطرح محمد کی نشوونما حضرت علی(ع) کے گھر پر ہوئی، حضرت علی(ع) ہی نے انکی تربیت فرمائی، نتیجے میں وہ حضرت علی(ع) کے جاں باز اور ثابت قدم صحابی تھے، محمد نے حضرت علي(ع) کے رکاب میں جنگ جمل میں اپنی بہن عائشہ کے خلاف جنگ کی، پھر امام نے حکومت مصر کیلئے ان کا انتخاب فرمایا_

---

1_ استیعاب، اسد الغابہ، اصابہ، انساب الاشراف، مستدرک، تفسیر قرطبی و دیگر تفاسیر، ابن ابی الحدید

محمد پندرہ رمضان 35ھ میں وارد مصر ہوئے اور وہاں کے انتظامی امور سنبھالے لیکن 38ھ میں معاویہ نے عمروعاص کی سرکردگی میں ایک بڑی فوج بھیجی، عمرو نے محمد پر غلبہ پایا اور مصر فتح کر لیا، اور معاویہ بن خدیج نے انھیں قتل کیا پھر عمروعاص کے حکم سے گدھے کی کھال میں انکی لاش رکھ کر جلادی گئی(1)

## 3_ محمد بن ابی حذیفہ

ابوالقاسم کنیت تھی، محمد نام تھا، ابوحذیفہ بن عتبہ کے فرزند تھے، قریش کے قبیلہ عبدالشمس سے تھے، انکی ماں سھلہ بنت سھیل بن عمر قبیلہ عامر سے تھیں، محمد کے ماں اور باپ دونوں ہی حبشہ کے مہاجر تھے، محمد وہیں حبشہ میں پیدا ہوئے، ابوحذیفہ جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے ہاتھوں شھید ہوئے اور عثمان نے محمد کو اپنی فرزندی میں لے کر انکی تربیت کی، وہ عثمان ہی کے سایۂ عاطفت میں پلے اور بڑھے_

جب عثمان خلیفہ ہوئے تو محمد نے عثمان سے اجازت مانگی کہ کفار سے جھاد کیلئے مصر جائیں، عثمان نے ان کا مطالبہ مان لیا محمد مصر چلے گئے، جس زمانے میں مسلمانوں نے عثمان کے خلاف شورش برپا کی تو وہ بھی لوگوں کو حساس ترین لہجے میں عثمان کے خلاف بھڑکانے لگے، اخرکار ایک حملے میں عبداللہ بن سرح پر قابو پالیا اور اسے مصر سے بھگا دیا اور وہاں کے حکمراں بن گئے_ مصریوں نے محمد کی حکومت کو جان و دل سے مان لیا، انکی بیعت کی اسطرح مصر کی زمام امور ان کے ہاتھ اگئی_ جب حضرت علی(ع) خلافت کی مسند پر بیٹھے تو انھیں مصر پر باقی رکھا وہ حضرت علی کی طرف سے بھی مصر کے انتظامی کام کاج دیکھتے رہے جب معاویہ حضرت علی(ع) سے جنگ کیلئے صفین کی طرف چلا تو ان کا سامنا ہوا، محمد معاویہ سے مقابلے کیلئے نکلے، اور اسے شام کی طرف سے مصر کے پہلے شہر فسطاط ہی میں روکا، لیکن انھوں نے معاویہ سے مقابلے کی تاب نہیں دیکھی اسلئے اس سے صلح کر لی_ صلح کی شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ محمد اور ان کے ساتھی مصر سے نکل جائیں اور یہ لوگ امان میں رہیں گے، لیکن جب محمد اپنے تیس ساتھیوں کے ساتھ مصر سے نکلے تو معاویہ نے بزدلانہ طریقے سے اپنے معاہدے کے خلاف انھیں قید کر لیا اور دمشق کے زندان میں بھیج دیا اخرکار معاویہ کے غلام رشدیں نے انھیں قتل کر دیا_ محمد نے رسول خدا(ص) کی صحبت بھی پائی تھی(2)

---

1_ حالات محمد بن ابی بکر کیلئے استیعاب ج 3 ص 328 ، اصابہ ج 3 ص 451 اور دیگر تاریخیں دیکھی جاسکتی ہیں

2_ تاریخ طبری ج 5 ص108

اب اس سے پہلے کہ ہم فرزند ابو بکر اور محمد بن حذیفہ کی شورش کا تذکرہ کریں یہ یاد دہانی کرانا ضروری ہے کہ عمرو عاص جو خود فاتح مصر اور عمر کے زمانے سے وہاں کے گورنر تھے وہاں انکی ذمہ داریوں میں امور مالیات اور امام جماعت دونوں باتیں شامل تھیں، لیکن اسطرح انکی حکمرانی دیر تک باقی نہیں رہی، عثمان نے مالیات کے امور میں ان کے ہاتھ کو تاہ کر دیئے اور یہ عہدہ عبد اللہ بن ابی سرح کو دیدیا، اور عمرو عاص کو حکم دیا کہ صرف لوگوں کو نماز پڑھائیں لیکن دیر نہیں گذری کہ یہ بھی ان سے چھین لیا، اور یہ عہدہ بھی عبد اللہ کو دیکر دونوں عہدے اپنے رضاعی بھائی کو دیدیئے، اسطرح ایک بار انھوں نے عمرو عاص کے ہاتھ سے مصر کا اقتدار چھین لیا(1)

## مصریوں کی شورش

بلاذری لکھتا ہے:

اسکے بعد کہ تمام مملکت اسلامیہ اور اس پاس کے علاقے عثمان کے خلاف ایک رائے ہو گئے، چاروں طرف سے اعتراض کی اوازیں بلند ہونے لگیں، اسی زمانے میں جبکہ عبد اللہ سرح عثمان کی طرف سے مصر کا حکمراں تھا، محمد بن ابی حذیفہ اور محمد بن ابی بکر مصر میں وارد ہوئے اور محمد بن طلحہ کے ساتھ اپنے منصوبے میں ایک رائے ہو گئے، ان کے مصر میں انے کی پہلی صبح تھی کہ محمد بن ابی حذیفہ نماز جماعت میں تاخیر سے انے کی وجہ سے مجبور ہو کر اس نے بلند اواز سے کہا، عبد اللہ سرح وہاں موجود تھا، جب اس نے فرزند ابو حذیفہ کی اواز نماز سنی، فرمان صادر کیا کہ جس وقت یہ نماز پڑھ لے میرے پاس حاضر کیا جائے_

جب محمد کو عبد اللہ کے سامنے بٹھایا گیا تو اس نے فرزند ابو حذیفہ سے پوچھا، یہاں کیوں ائے ہو؟

_ کفار سے جنگ میں شرکت کی غرض سے تمہارے ساتھ کون کون ہے؟

_ محمد بن ابی بکر

---

1_ استیعاب ج 3 ص 321 ،اسد الغابہ ج 4 ص315 ،اصابہ ج 3 ص 54 اور تاریخ طبری ابن اثیر در ذکر حوادث سال30 تا 36ھ

میں قسم کھاتاہوں کہ ایسانہیں ہے، بلکہ تم لوگ بلوہ اور فساد کرانے ائے ہو، پھر حکم دیا کہ دونوں کو قید خانے میں ڈال دیا جائے_ مجبور ہو کر ان دونوں نے محمد بن طلحہ کا ذریعہ پکڑا اور اس سے تقاضہ کیا کہ حاکم کے پاس سفارش کرے کہ ہمیں کفار کے خلاف جنگ سے نہ روکے_ اس ترکیب سے عبداللہ نے ان دونوں کو ازاد کر دیا_ اور خود جنگ کیلئے روانہ ہو گیا، لیکن چونکہ یہ دونوں مشکوک تھے اسلئے حکم دیا کہ ان کے لئے الگ کشتی تیار کی جائے، اور اسلئے بھی کہ لوگوں سے ان کا میل جول نہ بڑھے اس سے بھی روکنا تھا_ لیکن فرزند ابو بکر بیمار پڑ گئے، اور وہ اس موقع پر حاکم مصر کے ساتھ نہیں جاسکے، مجبورا محمد بن حذیفہ بھی انکی عیادت میں رک گئے، جب محمد بن ابی بکر شفایاب ہو گئے تو یہ دونوں مسلمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ جہاد کیلئے نکلے_

اس مدت میں سپاہیوں سے مسلسل میل جول کی وجہ سے ان سے بات چیت ہوئی، سپاہیوں نے انھیں ضروری اطلاعات فراہم کر دیں، اسطرح یہ لوگ خارجی دشمنوں سے جنگ کرنے کے بعد واپس ہوں تو لوگوں کے دلوں میں عثمان کے خلاف نفرت پیدا کریں ان کے کرتوت بیان کر کے غم و غصہ بھر دیں(1)

بلاذری دوسری جگہ لکھتاہے:

جس وقت حاکم مصر نے محمد بن ابی حذیفہ اور محمد بن ابی بکر کو حراست میں لیا تھا، محمد بن حذیفہ نے لوگوں کو مخاطب کر کے تقریر کی مصر والوں کو جان لینا چاہئے کہ ہم نے جہاد فی سبیل اللہ یعنی عثمان کے خلاف جنگ کو ملتوی کر دیا ہے_

تاریخ طبری میں ہے_

اسی سال کہ جب عبداللہ کفار سے جنگ کیلئے نکلا، محمد بن حذیفہ اور محمد بن ابی بکر بھی اسکے ساتھ جنگ کرنے نکلے، راستے میں انھوں نے عثمان کی خلاف شرع حرکتوں اور برے اعمال کے لوگوں سے تذکرے کرتے رہے_

کہ کس طرح انھوں نے سنت ابو بکر و عمر کو بھی پس پشت ڈالا ہے اب یہی دیکھئے کہ عبداللہ جیسا شخص جسکا خون رسول خدا(ص) نے مباح قرار دیا تھا، قران نے اسکے کفر کی گواہی دی ہے، ایسے شخص کو عثمان نے مسلمانوں کے جان و مال کا حکمراں بنا دیا ہے، پھر یہ کہ طرید رسول کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے(جسے رسول نے دھتکار دیا تھا اسے انھوں نے پناہ دیدی ہے)رسول(ص) خدا نے جسے جلاوطن کیا تھا اپنے پاس بلایا ہے، انھیں بنیادوں پر عثمان کا خون حلال ہے، اور اسی طرح کی باتیں اسلامی

---

1_ انساب الاشراف بلاذری ج 5 ص50 و تاریخ طبری دربیان غزوہ ذات الصواری سال 31

سپاہیوں سے کہہ ڈالیں تا کہ ان کے دل سے حکومت کی ہمدردی ختم ہو جائے_

نیز یہ بھی لکھاہے کہ محمد(ص) نے لوگوں سے کہا:

خدا کی قسم، ہم نے حقیقی جہاد چھوڑ دیا ہے، پوچھا گیا، کس جہاد کو کہہ رہے ہو؟ جواب دیا، عثمان سے جنگ اور جہاد پھر ان سے بیان کیا کہ عثمان کی کارستانیاں کیا کیا ہیں، یہاں تک کے ان کے دل خلافت سے اسقدر منحرف کر دیئے ہ جب جہاد سے واپس اکر اپنے شہر و دربار میں گئے تو تمام لوگ عثمان کے کرتوتوں کی ایسی ایسی برائیاں بیان کرنے لگے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں کی تھی(1)

محمد بن ابی حذیفہ اور محمد بن ابی بکر کے پرچار میں اسقدر تاثیر تھی کہ لوگ عبداللہ سرح کی حکومت اور اسکے کرتوتوں کے سخت مخالف ہوگئے جو انھیں مصریوں پر حکومت کر رہا تھا، اس نے کوئی ظلم باقی، نہیں رکھا تھا، یہاں تک کہ عبداللہ نے مصر کے بعض ایسے معزز حضرات جنھوں نے عبداللہ سرح کی شکایت عثمان سے کی تھی انھیں اسقدر مارا تھا کہ ہلاک ہوگئے تھے_

مصریوں نے عثمان سے عبداللہ سرح کی جو داد فریاد کی تھی طبری اور دیگر تاریخ نگاروں نے اسکی تمام تفصیل لکھی ہے منجملہ ان کے مصر والوں نے اپنی شکایت میں عثمان کے سامنے ابن عدیس کو بات کرنے کیلئے اگے کیا_

اس نے بھی عثمان کے سامنے عبداللہ کے خلاف بیان دیا، اور یاد دلایا کہ کسطرح مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے ساتھ یہ شخص مظالم ڈھاتا ہے، مال غنیمت کی تقسیم میں انصاف نہیں کرتا، خود اپنے پاس رکھ لیتا ہے، جب اسکی نا انصافیوں پر اعتراض کیا جاتا ہے تو امیر المومنین کا خط دکھاتا ہے کہ خلیفہ نے ایسا ہی حکم دیا ہے(2)

## اتش فتنہ بجھانے کیلئے امام کی مساعي

ابن اعثم اپنی تاریخ ص 46 میں لکھتا ہے:

مصر کے کچھ معزز افراد عبداللہ بن سعد بن سرح کی شکایت لیکر مدینہ میں ائے اور مسجد رسول خدا میں اترے

---

1_ تاریخ طبری ج 5 ص70_ 71

2_ تاریخ طبری ج 5 ص118 وابن اثیر ج 3 ص70

وہاں انھوں نے مہاجرین وانصار کے گروہ سے ملاقات کی، اصحاب نے جب ان کے مدینے انے کی وجہ پوچھیں تو انھوں نے کہا:

اپنے گورنر کی شکایت لیکر ائے ہیں_

حضرت علی(ع) نے کہا:

اپنے کاموں اور انصاف طلب کرنے میں جلدی نہ کرو اپنی شکایت خلیفہ کے سامنے پیش کرو، سارا واقعہ ان سے بیان کرو کیونکہ ممکن ہے کہ مصر کے حکمراں نے خلیفہ کے حکم کے بغیر یہ سارے کام کئے ہوں، تم لوگ خلیفہ کے پاس جائو، اور اپنے مصائب ان کے سامنے دہرائو تو عثمان اسکی سختی سے باز پرس کریں گے اسے معزول کر دیں گے، اسطرح تمہارا مقصد حاصل ہو جاے گا، اگر عثمان نے ایسا نہ کیا اور عبداللہ کے کرتوتوں کی تائید کی تو تم خود سمجھ جائو گے_

مصر والوں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور دعائے خیر کے بعد کہا صحیح یہی ہے جسے اپ نے بیان کیا، لیکن ہماری استدعا ہے کہ اپ خود ہم لوگوں کے ہمراہ وہاں چلیں_ حضرت علی نے جواب دیا، وہاں میری موجودگی کی ضرورت نہیں، تم لوگ خود جائو اور سارا واقعہ ان سے بیان کرو یہی کافی ہے مصر والوں نے کہا:

اگر چہ یہی ہے لیکن ہماری خواہش ہے کہ اپ بھی ہمراہ چلیں اور جو کچھ پیش ائے اسکے گواہ رہیں_

حضرت علی(ع) نے انھیں جواب دیا:

جو ذات ہم سب سے قوی تر ہے تمام خلاق پر مسلط ہے اور بندوں پر سب سے زیادہ مہربان ہے وہ تم سب کا گواہ اور نگراں ہو گا_

اشراف مصر عثمان کے گھر گئے اور اندر انے کی اجازت طلب کی، جب یہ عثمان کے سامنے پہونچے تو عثمان نے ان کا بڑا احترام کیا، انھیں اپنے پہلو میں بٹھایا، پھر پوچھا_

کس لئے ائے ہو؟ کون سی مصیبت اپڑی کہ تم بغیر میرے گورنر یا میری اجازت کے مصر سے نکل پڑے_

ہم اسلئے ائے ہیں کہ اپ کے کاموں کی شکایت کریں اور اپ کا گورنر جو ہمارے اوپر ظلم ڈھا رہا ہے اسکا مداوا چاہیں_

اسکے بعد ابن اعثم نے اس گروہ کے دلائل جو عبداللہ کے خلاف عثمان کے سامنے پیش کئے اور جو کچھ عثمان اور ان کے درمیان واقعہ پیش ایا ساری تفصیل لکھی ہے_

## عثمان کے خلاف مدینے والوں کی شورش

عثمان اور ان کے کارمندوں اور حاشیہ نشینوں کی غلط حرکات بڑھتی ہی گئیں، لوگوں کی شکایات اور اعتراض کی کوئی شنوائی نہیں تھی مخالفت و اعتراض کا سیلاب تمام اسلامی مملکت میں پھیل گیا اخر اس سیلاب نے مدینے کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا_

بلاذری ان حوادث کی اسطرح تشریح کرتا ہے_

جب عثمان مسند خلافت پر بیٹھے تو اکثر اصحاب رسول (ص) خدا ان سے خوش نہیں تھے، کیونکہ عثمان میں اقربا پروری بہت زیادہ تھی، اپنی بارہ سالہ مدت خلافت میں اپنے خاندان کے اکثر ایسے لوگوں کو ولایت و حکومت دیدی تھی، جنھوں نے رسول کی صحبت بھی نہیں پائی تھی، ان سے خلاف توقع کام سرزد ہوئے، اسلئے اصحاب رسول خفا ہوتے اور اعتراض کرتے، لیکن عثمان ان تمام باتوں کو نظر انداز کرتے، کسی کارندے کی سرزنش نہیں کرتے نہ انھیں معزول کرتے تھے، خلیفہ نے اپنے اخر چھ سالہ دور حکومت میں اپنے چچیرے بھائی کو تمام مسلمانوں پر برتری دیدی تھی، انھیں حکومت دیکر لوگوں کی گردنوں پر مسلط کر دیا تھا_

منجملہ ان کے عبد اللہ بن ابی سرح کو مصر کی حکومت دیدی تھی اس نے کئی سال مصر پر حکومت کی وہاں کے باشندوں نے بار بار اسکے ظلم و ستم کی شکایت کر کے داد چاہی، یہاں تک کہ عثمان نے مجبور ہو کر عبد اللہ کو خط لکھا اور ڈرایا دھمکایا، لیکن عبد اللہ نے نہ صرف یہ کہ اپنی گھنائونی حرکتیں نہیں چھوڑیں بلکہ ایک شکایت کرنے والے کو اسقدر مارا کہ وہ ہلاک ہو گیا (1)

جب مصائب حد سے زیادہ بڑھ گئے کہ مسلمانوں کو عثمان اور اسکے کارندوں کی غلط حرکات برداشت سے باہر ہو گیا تو مدینے کے اصحاب رسول نے تمام شہروں کے مسلمان بھائیوں کو خطوط لکھے اور انھیں عثمان کے خلاف جہاد کرنے پر ابھارا_

طبری نے اس خط کا متن یوں درج کیا ہے_

تم لوگ جہاد فی سبیل اللہ اور تبلیغ دین کے لئے مدینے سے باہر ہو حالانکہ جو شخص تم پر حکومت کر رہا ہے وہی دین محمد کو تباہ کر رہا ہے_

ابن اثیر کی روایت میں خط کا فقرہ یہ ہے، تمھارا خلیفہ دین محمد کو تباہ کر چکا ہے_

شرح بن ابی الحدید میں ہے کہ خط کے اخر میں لکھا گیا تھا، اسکو خلافت سے خلع کر دو (اسکی خلافت کا جوا اتار پھینکو) اسکے بعد تو چاروں طرف سے ناراض لوگوں کا ہجوم پہونچ گیا اور اخر کار انھیں قتل کر ڈالا (2)

---

1_ انساب الاشراف بلاذری ج 5 ص 25 _ 26

بلاذری لکھتاہے:

34ھ میں کچھ اصحاب رسول نے اپنے تمام صحابہ دوستوں کو خط لکھ کر عثمان کی روش بیان کی یہ کہ انھوں نے قوانین اور سنت رسول کو بدل ڈالا ہے اس کے کارندوں نے جو مظالم ڈھائے ہیں انکی چاروں طرف سے شکایتیں ارہی ہیں اگر تم راہ خدا میں جہاد کے خواہاں ہو تو جلد مدینے پہونچو_

اس سال اصحاب رسول میں ایک شخص بھی عثمان کی طرف سے صفائی دینے والا اور جانبداری کرنے والا نہیں تھا، سوائے زید بن ثابت (1) ابو اسید انصاری اور حسان بن ثابت (2) اور کعب بن مالک کے_

تمام مہاجرین اور دوسرے لوگ حضرت علی (ع) کے گرد جمع ہوئے اور ان سے مطالبہ کیا کہ عثمان سے گفتگو کریں اور وعظ و نصیحت کرکے انھیں راہ راست پر لائیں_

---

1_ زید بن ثابت بن ضحاک انصاری، انکی ماں کا نام نوار بنت مالک تھا، یہ پہلے کاتب رسول تھے، پھر یہی خدمت عمر و ابو بکر کی بھی کی، جب عمر و عثمان مدینے سے مکہ جاتے تو انھیں کو جانشین بناتے زید عثمان کے زمانے میں بیت المال کے خزانچی تھے، ایک دن عثمان زید سے ملنے گئے تو زید کا غلام وھیب گیت گارہا تھا، عثمان کو اواز پسند ائی اسکا ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کردیا، زید عثمان کے شدید حمایتی تھے، انکی موت کی تاریخ میں اختلاف ہے 42، سے 55 تک لکھا گیا ہے، مروان نے انکی نماز جنازہ پڑھائی، ابو اسید ساعدی اور کعب بن مالک بھی ان اصحاب میں ہیں جنھوں نے بدر اولی اور دیگر غزوات میں شرکت کی، صرف تبوک اور بدر میں شرکت نہیں کی، ابو اسید قتل عثمان سے پہلے اندھے ہوگئے تھے، انکی تاریخ انتقال کے بارے میں اختلاف ہے

2 _ حسان بن ثابت انصاری کی کنیت ابو عبدالرحمن تھی، مشھور شاعر قبیلہ خزرج سے تھے، ان کی ماں کا نام فریعہ بنت خالد انصاری تھا، حسان کے بارے میں رسول خدا نے فرمایا تھا، خدا حسان کی اسوقت تک تائید کرے جب تک وہ رسول کی مدح کرتا رہے، حسان نے خوبصورت اسلوب میں اشعار کہے رسول کی تعریف کی، اور کفار کی ہجو کی، حسان بہت بزدل تھے، جنگ خندق کے موقع پر رسول خدا نے حسان کو بچوں اور عورتوں کا نگراں بنایا تھا تاکہ دشمنوں کی نظر سے پوشیدہ رہیں، عورتوں میں صفیہ بھی تھیں، اسی درمیان ایک یہودی قلعہ کی دیوار سے جاسوسی کرنے لگا، صفیہ نے حسان سے کہا اسے موقع نہ دو کہ ہماری خبر ہو، رسول خدا ھم سے مطمئن ہو کر جھاد کر رہے ہیں جاکر اس یہودی کو قتل کردو، حسان نے جواب دیا، اے دختر عبدالمطلب، تم خوب جانتی ہو کہ میں اس میدان کا انسان نہیں ہوں، میرے پاس حوصلہ نہیں، صفیہ نے یہ سنکر خیمے کا ستون لیا اور قلعہ سے نکل کر یہودی کے سر پر مارا اور فاتحانہ قلعے میں داخل ہوئیں، حسان سے کہا، اب جاکر اسکے کپڑے اتار لو، حسان کو جیسے ڈر لگ رہا تھا کہ یہودی مقتول کے ساتھی ہجوم کرکے اجائیں، انھوں نے جواب دیا، اے دختر عبدالمطلب مجھے ان کپڑوں کی ضرورت نہیں حسان اسی بزدلی کی وجہ سے کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے اور اس سعادت سے محروم رہے رسول خدا نے ماریہ کی بہن شیریں حسان کو بخش دی تھی جس سے عبدالرحمن تولد ہوئے، یہ عبدالرحمن رسول خدا کے فرزند ابراہیم کے خالہ زاد بھائی تھے، حسان نے اپنے باپ دادا کی طرح طویل عمر پائی 40 یا 50 یا 54 ، میں ایکسو بیس سال کی عمر میں مرے، اسد الغابہ استیعاب اصابہ دیکھئے کعب بن مالک انصاری قبیلہ خزرج سے تھے، کنیت ابو عبداللہ یا ابو عبدالرحمن تھی، ماں کا نام لیلی بنت زید بن ثعلبیہ خزرجی تھا، کعب نے عقبہ کی رات مکّے میں (بیعت عقبہ) کے موقع پر بیعت کرتے ہوئے رسول خدا کا ہاتھ دبایا تھا کعب نے تمام غزوات میں شرکت کی سوائے بدر و تبوک کے، یہ ان تین افراد ہی تھے جنھوں نے تبوک نہ جانے میں پشیمانی جھیلی اور توبہ کی اور قبولیت توبہ کی ایت اتری، کعب شاعروں کی بڑی عزت کرتے، بیت المال سے بخشش زیادہ کرتے بلا سبب مسلمانوں کا مال دے ڈالتے، اسی لئے یہ دونوں عثمان کے زبردست حمایتی تھے

حضرت علی(ع) عثمان کے پاس گئے اور انھیں نصیحت کی_

لوگ میرے پاس اکر تمھارے بارے میں باتیں کرتے ہیں، خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ تم سے کیا کہوں، کوئی بات تم سے ڈھکی چھپی نہیں، جسے میں بتائوں، تمھیں راستہ سوجھانے کی ضرورت نہیں جو کچھ میں جانتا ہوں تم بھی جانتے ہو تم سے زیادہ نہیں جانتا کہ تمھیں اگاہ کروں_

تم نے رسول کی صحبت پائی ہے، ان سے باتیں سن کر اور دیکھ کر میری طرح بہرہ حاصل کیا ہے، ابوقحافہ اور خطاب کے بیٹے تم سے زیادہ نیک اور شائستہ تر نہیں تھے، کیونکہ تم رسول سے دامادی اور رشتہ داری کی قربت رکھتے ہو، تم رسول کے داماد ہو اسلئے اپنے اپ میں ائو اور اپنی جان سے ڈرو تم اسطرح اندھے ہو کر چل رہے ہو کہ تمھیں بینا کرنا بہت مشکل ہے، اور اسطرح جہالت و نادانی کے کنویں میں گر چکے ہو کہ تمھیں باہر نکالنا مشکل ہے_

عثمان نے جواب دیا_

خدا کی قسم، اگر تم میری جگہ پر ہوتے تو اپنے رشتہ داروں کو نوازنے اور صلہ رحم کرنے کی بنا پر میں تمھیں سرزنش نہیں کرتا، اگر تم اپنے پریشان حالوں کو پناہ دیتے اور جنھیں عمر نے کاموں پر لگایا تھا انھیں ہٹا کر انھیں مقرر کرتے تو میں تمھاری ملامت نہ کرتا_

تمھیں خدا کی قسم ہے، اخر تمھیں بتائو کیا مغیرہ بن شعبہ کو جو کسی طرح بھی لائق نہ تھا، عمر نے حکومت نہیں دی تھی_

کیوں صحیح ہے

تب اخر کیوں اب جبکہ میں نے اپنے رشتہ دار فرزند عامر کو گورنری دیدی ہے تو مجھے ملامت کر رہے ہو؟

تمھیں یہ بتانا ضروری ہے کہ جب عمر کسی کو حکومت دیتے تھے تو پورے طور سے اس پر حاوی رہتے تھے، پہلے اسے اپنے پائوں تلے روند لیتے تھے، جب اسکے خلاف شکایت ملتی تو اس پر سختی کرتے، اسے حاضر ہونے کا نوٹس دیتے، اور اس بارے میں سخت کاروائی کا مظاہرہ کرتے تھے، لیکن تم نے یہ سب کچھ نہیں کیا، بلکہ اپنے رشتہ داروں کے سامنے ضعف نفس اور نرمی کا مظاہرہ کر رہے ہو_

کیا یہ لوگ میرے رشتہ دار تمھارے بھی رشتہ دار اور اپنے نہیں ہیں (بیان کیا جا چکا ہے کہ بنی امیہ اور بنی ہاشم چچیرے بھائی ہیں)

ہاں، اپنی جان کی قسم، یہ میرے قریبی رشتہ دار ہیں لیکن ان کے پاس فضیلت و تقوی نام کی چیز نہیں_

ان کے مقابل دوسروں کو میرے نزدیک امتیاز حاصل ہے۔

کیا عمر نے معاویہ کو حکومت نہیں دی تھی ؟

معاویہ اپنے سارے وجود سے عمر سے لرز تا تھا، ان کا مطیع وفرمان بر دار تھا، وہ عمر کے غلام یر فا سے اتنا ڈر تا تھا جتنا عمر سے نہیں ڈر تا تھا لیکن وہ بھی اج کل من مانی کر رہا ہے، کاموں میں بے اعتنائی برت رہا ہے جدھر چاہتا ہے خواہشات کے گھوڑے دوڑاتا ہے اور تمھاری اطلاع کے بغیر جو چاہتا ہے کر ڈالتا ہے اور لوگوں سے کہتا ہے کہ یہی عثمان کا حکم ہے اس کسمپرسی کی عوام شکایت کرتے ہیں تو تم میں ذرا بھی جنبش نہیں ہوتی، اور نہ کوئی اقدام کرتے ہو (1)

حضرت علی (ع) نے یہ فرمایا اور عثمان کے پاس سے اٹھکر چلے گئے، حضرت علی کے جانے کے بعد عثمان منبر پر گئے اور تقریر کے درمیان کہا، ہر چیز کے لئے افت ہے اور ہر کام کے لئے نقصان ہے، اس امّت کی افت اور نقصان ہے پارٹی بندی اور عیب جوئی کرنے والے لوگ جو ظاہر داری میں وہ کام کرتے ہیں جو تم پسند کرتے ہو اور چھپے چوری ایسی حرکتیں کرتے ہیں جسے تم پسند نہیں کرتے، شتر مرغ کی طرح ہر اواز پر دوڑ پڑتے ہیں اور بہت دور کے گھاٹ کو پسند کرتے ہیں_

خدا کی قسم تم لوگ ایسے ہو کہ انھیں چیزوں کو عمر کے زمانے میں مان لیتے تھے میرے زمانے میں تنقید کرتے ہو، اور حکم سے سر تابی کرتے ہو، حالانکہ عمر تمھیں پیروں سے روندتے تھے، اپنے ہاتھوں سے تمھارے سر کوٹتے تھے، اپنی زبان کی تیزی سے تمھاری جڑ اکھاڑ پھینکتے تھے تم لوگ بھی جان کے خوف سے ان کے فرماں بر دار رہتے_

لیکن میں ہوں کہ تمھارے ساتھ نرمی اور ملائمت کا برتائو کرتا ہوں، اپنی زبان اور ہاتھ کو تاہ کر لئے ہیں، تو میرے اوپر سختی کر رہے ہو میری نافرمانی کر رہے ہو_

اس موقع پر مروان نے بھی کچھ کہنا چاہا لیکن عثمان نے کہا، چپ رہو (2)

---

1_ قارئین کی توجہ ان دونوں سابقین اسلام کی باتوں کی طرف موڑنا چاہتا ہوں، خاص طور سے عثمان کے دلائل کی طرف جو مسلمانوں کے خلیفہ ہیں اور حضرت علی کے اعتراضات کے جواب میں کہتے ہیں کہ مغیرہ بن شعبہ نالائق تھا لیکن اسے عمر نے حکومت دی، فرزند عامر کو خود عثمان اور دوسرے تمام لوگ نالائق سمجھ رہے ہیں، لیکن اسے حکومت دیدی، معذرت میں صلہء رحم کا حوالہ دے رہے ہیں، معاویہ کو حکومت دیدی جبکہ پورے طور سے جانتے ہیں کہ مسلمان کے بیت المال کو لوٹ رہا ہے، مسلمانوں پر ظلم وتعدی کر رہا ہے (سر دار نیا)

2_ بلاذری ج 5 ص 60 ، تاریخ طبری ج 5 ص 96 ، ابن اثیر ج 3 ص 63 ، ابن ابی الحدید ج 1 ص 303 ، ابن کثیر ج 7 ص 168

## مروان حکم

چونکہ ان تفصیلات میں مروان کانام کئی جگہوں پر ایاہے اسلئے مناسب ہے کہ اس مشہور شخصیت کا تعارف کر دیاجائے کیونکہ اسکے بعد بنی امیہ کی سلطنت اسی کو ملی_

یہ مروان اس حکم بن ابی العاص کابیٹاہے جسکاہم نے ( ولید کی گورنری ) کے ذیل میں تعارف کرایاہے، مروان کی کنیت ابو عبد الملک تھی، جب اسکے باپ حکم کو فرمان رسول(ص) کے مطابق طائف جلاوطن کیاگیایہ بچہ ہی تھا، یہ اپنے باپ اور بھائیوں کے ساتھ عثمان کی خلافت کے زمانے تک جلاوطنی کی زندگی گذارتارہا، لیکن جب عثمان خلیفہ ہوئے توان سب کو مدینہ بلالیا، مروان کو اپنے سے قریب کرلیااور کتابت دیوان (سکریٹری) کاعہدہ بھی دیدیا مروان کاخلیفہ کے یہاں رسوخ ہی اصل وجہ ہے عثمان کی بدبختی اور لوگوں کی رنجش کی، بالاخر لوگوں نے بغاوت کردی_

جس زمانے میں بلوائیوں نے عثمان کا محاصرہ کرر کھاتھا، مروان باغیوں سے نرمی کے بجائے پیکار پر امادہ ہوگیا، اس جھڑپ میں اسکی گردن پر شدید چوٹ ائی اور گردن کی ایک رگ ٹوٹ گئی وہ اخر عمر تک اس چوٹ کی وجہ سے گردن کی کجی جھیلتارہا،لوگ تمسخر کے طور پر خیط باطل کہتے تھے_

اسکے بھائی نے مروان کی بیوی کیلئے یہ اشعار کہے ہیں:

فواللہ ماادری وانی لسائل

حلیلۃ مضروب القفاکیف تصنع

لحااللہ قوماامر واخیط باطل

علی الناس یعطی مایشاء ویمنع

ایک دن حضرت علی(ع) نے مروان کو دیکھ کر فرمایا:

( تجھ پر افسوس ہے، اور امت محمد (ص) جو کچھ تیرے بچوں سے جھیلے گی اس پر افسوس ہے )

مروان جنگ جمل میں، حضرت علی(ع) کے خلاف لشکر عائشہ میں شامل تھاجب معاویہ کو حکومت ملی تو اسے مدینہ مکّہ اور طائف کا گورنر بنادیا، لیکن 48ھ میں اس کو ہٹا کر سعد بن ابی العاص کو گورنر بنادیا_

جس وقت معاویہ بن یزید بن معاویہ کا شام میں انتقال ہوگیااور اس نے کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایاتوشام والوں نے مروان کی بیعت کرلی، لیکن ضحاک بن قیس فہری اور اسکے دوستوں نے عبد اللہ بن زبیر کی بیعت کرلی، نتیجے میں مروان اور ضحاک کے درمیان ( مرج راھط دمشق ) میں گھمسان کی جنگ ہوئی ضحاک قتل کیاگیااور شام ومصر

مروان کے زیر نگین اگئے، اسکے بعد تمام مملکت اسلامی پر قبضہ کرنے کیلئے اس نے یزید کی زوجہ سے شادی کرلی

ایک دن مروان نے یزید کے بیٹے خالد کو غصہ میں ( یاابن رطبتہ الاست (1)) کہکے پکارا، خالد نے جواب دیاتوامانت رکھنے والوں کے لئے خائن ہے، پھر جاکر اپنی ماں سے شکایت کر کے سارامسئلہ بیان کیاخالد کی ماں نے اسکوخوداپنی توہین سمجھ کر بیٹے سے کہا:

یہ بات اپنے ہی تک رکھو، خاص طور سے مروان نہ سمجھے کہ تم نے مجھ سے کہاہے اس نے گالی کے بدلے میں اپنی کنیز.وں سے تنہائی میں منصوبہ بیان کر کے ان سے مدد چاہی اور انتظار کرنے لگی، جیسے مروان کمرے کے دروازے پر ایا اس نے زمین پر پٹک دیا، خالد کی ماں نے خود کمبل اسکے منہ پرڈال دیااور بیٹھ گئی، اتنی دیر بیٹھی رہی کہ مروان مرگیا_

مورخوں نے لکھاہے کہ مروان ان چندلوگوں میں ہے جو بیوی کے ہاتھوں ماراگیا(2) اسکے اخلاق، معتقدات اور طرز تفکر کی ساری باتیں اگلے صفحات میں ائینگی_

---

1_ انتہائي غیر مہذب اور گندی گالی ہے

2_ حالات مروان کے لئے اسد الغابہ ج 4 ص 384 اور اسیتعاب واصابہ دیکھئے

# جلد دوم

# مقدمہ مترجم

محترم قارئین کے پیش نظر موجودہ کتاب "احادیث ام المومنین عائشہ" کا ترجمہ ہے، کتاب کا متن مشہور محدث علامہ مرتضی عسکری نے لکھاہے_

مولف کتاب کے مذہبی، معاشرتی وعلمی خدمات اس قدر ہیں کہ دوست اور دشمن سبھی تحسین وستائشے کرتے ہیں، جنکی تفصیل کیلئے مستقل کتاب کی ضرورت ہے_

انہیں جناب کی علمی وثقافتی خدمات کا ایک نمونہ، احادیث ام المومنین عائشہ ہے، دانشور مولف نے اس کتاب میں عائشہ کے انکار وعقاید اور اوصاف واخلاق کو بھرپور طریقے سے واضح کرکے ان کی نفسیات قارئین کے سامنے مجسم کردی ہیں عائشہ کے واقعی چہرے سے انھیں واقفیت ہوجاتی ہے_

عائشہ کی حیات وزندگی پر مشتمل یہ کتاب ان کے زمانے میں پیش انے والے اہم واقعات وحوادث کا تجزیہ پیش کرتی ہے_

لیکن محترم مولف کا اس کتاب لکھنے سے اصل مقصد یہ نہیں کہ عائشہ کے حالات زندگی لکھے جائیں، بلکہ بلندتر اور وسیع تر مقصد پیش نظر ہے، وہ چاہتے کہ وہ احادیث جو عائشہ سے مروی ہیں انکا تحلیل وتجزیہ کیاجائے، انکا صحت وسقم اور وقعت واعتبار کی حدیں واضح کی جائیں_

اس عمیق اور وسیع الذیل بحث سے قبل اس کتاب میں مقدمہ کے عنوان سے بعض ان تاریخی حوادث کا تذکرہ کیاگیاہے جن میں عائشہ نے مداخلت کی، مولف نے ان کا تحلیل وتجزیہ کرکے اخلاقی حالت شخصیت اور جس راوی نے اسے بیان کیاہے اسکا واقعی قیافہ پیش کیاہے جس سے روایات کی قدروقیمت اور عیار ومیزان واضح ہوتاہے_

مولف محترم نے انھیں وقائع سے بھرپور حیات عائشہ کے تجزیے کو مقصد قرار دیتے ہوئے یہ کتاب لکھی ہے، اور انھیں متعدد فصلوں پر تقسیم کیا، ان میں حساس ترین مندرجہ ذیل تین قسمیں ہیں_

1_ عائشہ، عثمان کے زمانے میں

2_ عائشہ، حکومت علی کے زمانے میں

3_ عائشہ، حکومت معاویہ کے زمانے میں

حصّہ اوّل کا ترجمہ، فاضل ارجمند جناب اقای سردار نیا کے قلم سے ہوا ہے، اور نقش عائشہ در تاریخ اسلام کے نام سے شائع ہوا، حصّہ دوم بھی مولف محترم کے حکم سے ترجمہ کیا گیا ہے، جو موجودہ کتاب کی شکل میں، قارئین کے پیش نظر ہے، اسکا تیسرا حصّہ بھی خدا کی مدد سے جلد ہی شائع کیا جائے گا_



اخر میں چند باتوں کی یاد دہانی ضروری معلوم ہوتی ہے_

1_ چونکہ اصل کتاب عربی میں ہے، فارسی داں حضرات میں چند ہی اس سے استفادہ کرسکتے تھے، فارسی زبان میں ترجمہ ہونے سے اسکی افادیت عام ہوگئی، اسکا مقصد یہی ہے کہ تمام لوگ اس سے بہرہ مند ہوسکیں، اس لئے جہاں اصل مطلب میں ضرورت سمجھی گئی، توضیحی حواشی کا اضافہ کیا گیا، تا کہ وہ تمام لوگ بھی استفادہ کرسکیں جنھیں تاریخی اصطلاحات سے پوری اشنائی نہیں رکھتے_

2_ مندرجہ بالا مقصد کے پیش نظر ترجمہ ٔ کتاب کے سلسلے میں ازاد اسلوب اختیار کیا گیا ہے_

3_ ممکن حد تک مولف کے مقصد کا تحفظ کرتے ہوئے مطالب کو ایک دوسرے سے علحدہ کردیا گیا ہے، کہیں کہیں اصل کتاب کے مطالب میں اضافہ بھی کیا گیا ہے تا کہ قارئین کو تھکن کا احساس نہ ہو

4_ اگر قارئین کرام درمیان مطالب تاریخی فقروں میں تکرار کا مشاہدہ کریں تو اسے عیب اور نقص نہ سمجھیں، کیونکہ اس کتاب کے محترم مولف نے محض ایک تاریخی تسلسل کے بیان پر اکتفا نہیں کیا ہے، بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ حوادث تاریخی کو واضح انداز میں بیان کرکے حقائق کو روشن اور نمایاں کریں، اس بلند مقصد کیلئے ناگریز تھا کہ حادثات وواقعات کے تسلسل کو تھوڑے فرق کے ساتھ مختلف اسناد کے پیش نظر متعدد کتابوں کے حوالے سے درج کئے جائیں، تا کہ تمام جزئیات سامنے اجائیں_

اسی وجہ سے اس کتاب میں بعض واقعات تاریخی کے مدارک وماخذ کے اختلاف کی وجہ سے تکرار پیدا ہوگئی ہے، ظاہر ہے کہ یہ تکرار نقص یا عیب نہیں سمجھی جاسکتی بلکہ اس قسم کے اسلوب تحریر کو خوبی واعتبار کے حساب میں رکھا جاتا ہے تا کہ جن حقائق کو پیش کیا جارہا ہے وہ زیادہ سے زیادہ واضح ہوسکیں_

**"واللہ ولی التوفیق وھو یھدی السبیل"**

**محمد صادق نجمی_ ھاشم ہریسي**

**قم المقدسہ 1393ھ**

# مقدمہ مولف

ہمارے پیش نظر جو تحقیق و تجزیہ ہے اسکا مقصد نہ تو علم کلام کے درپئے ہونا ہے نہ فقہی یا تاریخی اور دوسرا کوئی مقصد واضح لفظوں میں کہا جائے کہ ہم نہیں چاہتے کہ کسی گروہ کے عقائد وافکار کی تنقید کریں، یا کسی دوسرے گروہ کے عقائد کے بارے میں صفائی دیں یا اسکی طرفداری کریں، ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ کسی کی ستائشے و تعریف اور دوسرے کی مذمت و بدگوئی کریں_

پھر ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ کوئی فقہی بحث چھیڑ کے حکم قتل اسلامي اسلامي فقہ کے اعتبار سے تحلیل و تجزیہ کریں، یہاں تک کہ ہمارا مقصد تاریخ نویسی بھی نہیں ہے کہ ہمیں اس بات کی ضرورت ہو کہ تمام تاریخی حوادث کو تفصیل سے نقل کریں_

بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ بعض تاریخی حوادث کو مدارک اصلي واولین کو معتبر کتب تاریخ سے نقل کرکے قارئین کرام کے حوالے کردیں تا کہ ان کا مطالعہ کرکے عائشہ کی شخصیت اور واقعی قیافہ پہچان سکیں، ان کے افکار وعقائد اور روحانی علامتوں کو سمجھ سکیں، نتیجے میں ائندہ زیر بحث انے والی انکی روایات واحادیث کی قدر وقیمت اور اعتبار واضح ہوسکے گا، اس طرح انکی احادیث کے تحقیق و تجزیے کی راہ ہموار ہوگی_

یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس کتاب میں ان حوادث کو نظر انداز کیا ہے جو ہماری بحث و تحقیق سے ربط نہیں رکھتے تھے، صرف انھیں وقائع و حوادث تاریخی کو نقل کیا ہے جو میرے مقصد سے مربوط ہیں، کیونکہ اس قسم کی واقعات نقل کرنے سے عائشہ کی عجیب اور پیچیدار شخصیت اور انکا سیاسی و فکری تدبر نمایاں ہوتا ہے، کہ وہ لوگوں کے افکار اپنی طرف مائل کرنے کی کسقدر مہارت رکھتی تھیں، کسطرح دو خلفاء کے پائے حکومت کو متزلزل کرڈالا، ان میں سے ایک (عثمان) کو قتل کرنے کا فتوی صادر کیا اور اپنا فتوی موثر بنانے کی راہ ہموار کی، کیونکہ اگر انھوں نے فتوی نہیں دیا ہوتا تو عثمان قتل نہ ہوتے، خلیفہ کا خون بہانے اور مرتبہء خلافت کی ھتک و حرمت برباد کرنے کی جرائت نہ ہوتی_

پھر یہ کہ انہوں نے کس طرح اپنی سیاسی سوجھ بوجھ سے عثمان کے قتل ہونے کے بعد تیزی کے ساتھ، بڑی اسانی سے، ان سے اپنی سابقہ دشمنی وعداوت کے لباس کو بدل کر، ان کے خون کا بدلہ لینے اور طرفداری کرنے کا مظاہرہ کیا_

جی ہاں_ عائشہ ایسی ہی زیرک اور ماہر تھیں کہ انہوں نے واقعی قاتل سے اپنی بیزاری ظاہر کی اور اپنے کو

5

ان کاطرفدار، اور قصاص لینے والا، متعارف کرایاانتہائی تعجب کی بات تو یہ ہے کہ انہوں نے عثمان کے قاتلوں اور دشمنوں کوان کے دوستوں اور فرزندوں کے ساتھ ایک ہی لشکر مین ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا، اسطرح عثمان کی خونخواہی کالشکر ترتیب دیدیا_

واقعی وہ بڑی مہارت رکھتی تھیں، کہ حضرت علی(ع) قتل عثمان میں ذرہ برابر بھی شریک نہیں تھے، انھیں پر قتل کاالزام تھوپ دیااور انھیں کو قاتل کی حیثیت سے متعارف کرایا، انکی وہ سابقہ عظمت وبزرگی جو انھیں اسلامی معاشرے میں حاصل تھی، انھیں یکسر حرف غلط بناکر عوام کوان کے خلاف بغاوت پر امادہ کر دیا_

جی ہاں، یہ بے نظیر سیاسی صلاحیت اور عجیب وغریب توانائي عائشہ ہی سے مخصوص ہے، جنکانام تاریخ میں مشہورہ ہوگیا، اور برجستہ شخصیت تاریخی حیثیت سے پیش کیاجاتاہے_

افسوس کی بات یہ ہے کہ اج تک عائشہ کے بارے میں ان کے کردار کا صحیح طریقے سے تحلیل وتجزیہ نہیں کیاگیاہے، نہ انکاواقعی قیافہ نمایاں کیاگیاہے، اس بارے میں بہت سے حقائق سے پردہ نہیں اٹھایاجاسکا_

اب میں خدائے تعالی سے دعاکرتاہوں کہ ہماری اس راہ میں مدد فرمائے، کہ میں اس تاریک گوشے کوواضح کرسکوں، ان حقائق سے پردہ اٹھاسکوں، عائشہ کی شخصیت جیسی کہ ہے، اسکی نشاندہی کرسکوں، تاکہ اس طرح انکی احادیث کی قدروقیمت اور حدودواعتبار معلوم ہوسکے_

سید مرتضی عسکري

6

# بیعت کے بعد

## حساس ترین فراز

جس وقت عثمان قتل کردئے گئے، اور مسلمانوں کے تمام معاشرتی وسیاسی اموران کے ہاتھوں میں واپس اگئے، خلیفہ کی بیعت ہونے کی وجہ سے انکی گردنیں محدوداور دوسرامنتخب کرنے کی راہ مسدود تھی، جب وہ اس سے رہائي پاگئے توسب نے باہم حضرت علی(ع) کی طرف رخ کیااپ کے گرد ہجوم کرلیاکہ اپ کی بیعت کرکے اپکوخلیفہ منتخب کرلیں_

طبری نے اس واقعے کویوں لکھاہے کہ:

رسول خدا(ص) کے اصحاب حضرت علی(ع) کے سامنے اکر عرض کرنے لگے کہ یا علي مسلمانوں کے خلیفہ عثمان قتل کر دئے گئے، اور اج بھی تمام مسلمان ایک امام اور سر پرست کیلئے مجبور وناچار ہیں، اور انکی سرپرستی کے لئے اپ سے زیادہ موزوں اور لائق تر ہم کسی کو نہیں جانتے ،کیونکہ اسلام میں اپ کی سابقہ زندگی سب سے زیادہ مفید اور رسول خدا(ص) سے قرابت بھی سب سے زیادہ ہے_

امیر المومنین نے انھیں جواب دیا:

نہیں، تم لوگ ہمیں یہ پیشکش ہرگز نہ کرو، خلافت میرے گلے مت منڈھو، کیونکہ میرے لئے خلیفہ کا مشیر اور وزیر، ہونا اس سے کہیں بہتر ہے کہ میں کرسی خلافت پر ٹیک لگائوں_

اصحاب نے کہا: نہیں، خدا کی قسم، ہم اپ سے دستبردار نہیں ہونگے جب تک اپ ہماری قبول نہ کرلیں_

حضرت علی(ع) نے فرمایا: اب جبکہ میرے لئے تمھاری بیعت قبول کرلینے کے سوا چارہ نہیں، تو ہونا یہ چاہیئے کہ مراسم بیعت مسجد میں تمام مسلمانوں کی رضا اور رغبت سے ظاہر بظاہر ہو_

اس کے بعد طبری نقل کرتا ہے:

تمام مسلمانوں نے، جن میں طلحہ وزبیر بھی تھے، حضرت علی کے اس ہجوم کی شکل میں ائے اور یوں کہا:



یا علی ہم اپ کے پاس اسلئے ائے ہیں کہ اپ کی بیعت کریں، اور اپ کو خلافت وامامت کے لئے چن لیں_

امیر المومنین نے ان لوگوں کے جواب میں فرمایا:

مجھ سے باز ائو، مجھے میرے حال پر چھوڑ دو، کیونکہ مجھے خلافت وحکومت کی ضرورت نہیں ہے، میں بھی تمھاری ہی طرح ایک مسلمان ہوں، جسے بھی اس عہدے کیلئے مناسب دیکھو اسکے ہاتھ پر بیعت کرلو، خدا کی قسم میں بھی اس پر راضی ہو جائوں گا، اور تمھارے اس اقدام پر کسی قسم کا اعتراض نہیں کروں گا_

لیکن وہ حضرت علی(ع) کے ارشاد پر راضی نہ ہوئے، انھوں نے بڑی سختی کے ساتھ زور دیتے ہوئے کہا:

یا علی، خدا کی قسم، ہم اپ کے سوا کسی کو بھی مسلمانوں کی رہبری وپیشوائي کے لئے منتخب نہ کریں گے_

اس کے بعد طبری لکھتا ہے:

عثمان کے قتل ہونے کے بعد عوام جتھ بنا کر اجتماعی شکل میں کئی مرتبہ حضرت علی کے پاس ائے، اور ان سے تقاضہ کیا کہ مرتبہ خلافت کو قبول کر کے مسلمانوں کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیں، لیکن امیر المومنین نے ان لوگوں کے تقاضوں کا اثبات میں جواب نہیں دیا، انکی خواہش پوری نہیں کی، مسلمانوں نے اخری بار ان کے پاس اکر کہا کہ، یا علی، اگر خلیفہ کے انتخاب وتعین کا معاملہ اس سے زیادہ طول پکڑے گا تو مسلمانوں کے انتظامی معاملات چوپٹ ہو جائیں گے، اس صورتحال میں اپ جیسے لائق سرپرست کیلئے لازم ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کے امور کی اصلاح فرمائیں، انکی اجتماعیت کی طوفان زدہ کشتی کو نجات ورہبری کے ساحل پر لگائیں، اب یہاں پر حضرت علی نے لوگوں کو مثبت اور کارگر جواب دیا اپ نے فرمایا:

تم لوگوں نے حد سے زیادہ میرے اوپر دبائو ڈالا، حد سے زیادہ اصرار کیا، میرے سوا کسی کو قبول کرنے پر امادہ نہیں ہو، تو اب میری بھی ایک پیشکش ہے، اگر تم لوگوں نے اسے قبول کیا تو میں بھی تم لوگوں کی بیعت قبول کرنے پر امادہ ہوں، ورنہ کبھی تم لوگوں کی بیعت قبول نہ کروں گا، نہ خلافت کا سنگین بوجھ کاندھے پر لونگا_

انھوں نے کہا: یا علی، اپ جو فرمائیں ہمیں جان ودل سے قبول ہے، پھر سارے عوام مسجد کی طرف چلے، وہاں مجمع ہوا، حضرت علی بھی مسجد میں تشریف لائے، منبر پر جا کر اسطرح گفتگو شروع کی_

اے لوگو میں نہیں چاہتا کہ کرسی خلافت پر بیٹھوں اور تم پر حکومت کروں، لیکن اخر کیا کروں؟ تم لوگ مجھے

نہیں چھوڑتے میرے کاندھے پر یہ سنگین بوجھ ڈالنا ہی چاہتے ہو_

یں پہلے سے تم لوگوں کے سامنے یہ خاص بات رکھ دینا چاہتا ہوں اور تم سے اس پر عہد لینا چاہتا ہوں کہ میری خلافت کے دوران یہ دو باتیں سختی سے عملی جامہ پہن لینگی کہ:

1_ طبقاتی امتیازات ختم ہو جائیں گے_

2_ تمام مسلمانوں کے درمیان مساوات کا سختی سے نفاذ ہو گا، ہاں، میری خلافت کے زمانے میں اس قانون کو عام ہونا چاہیے، یہاں تک کہ میں بھی، جو تمھارا حاکم ہوں، تمھارا بیت المال اور دولت کے تمام اختیارات میرے قبضے میں ہیں، میں بھی حق نہیں رکھتا کہ دوسرے لوگوں کے حقوق سے ایک درہم زیادہ لے لوں، پھر امام نے مزید فرمایا، اپنی حرص و طمع کے دانت کند کر لو، کسی قسم کے معاشرتی امتیاز کی توقع نہ رکھو، مجھ سے اضافی حقوق نہیں لے سکو گے، کیا تم لوگ ان متذکرہ شرائط پر میری خلافت سے راضی ہو؟ سب نے ایک زبان ہو کر کہا، ہاں، یا علي

اس وقت امیر المومنین نے دعا کی، خدایا تو اس عہد پر گواہ رہنا، اسکے بعد مسلمانوں کے ہاتھ بیعت کیلئے بڑھنے لگے اور مراسم بیعت شروع ہوئے (1)

بلاذری کہتا ہے: گروہ در گروہ مسلمان تیزی اور کامل اشتیاق کے ساتھ حضرت علی (ع) کی طرف بڑھنے لگے، وہ یہ بھی نعرے لگا رہے تھے، ہمارے علی امیر المومنین ہیں ہمارے علی امیر المومنین ہیں، ہمارے علی امیر المومنین ہیں_

یہ نعرے لگاتے ہوئے علی (ع) کے گھر میں داخل ہوئے اور کہا:

یا علی، اپ خود بہتر جانتے ہیں کہ مسلمانوں کے لئے حاکم ہونا ضروری ہے، ہم نے بھی اپ کو اپنا پیشوا، امام بنایا ہے اب ہم ائے ہیں تا کہ اپ کی بیعت کریں اور اسلامی خلافت کے معاملات و حالات اپ کے حوالے کریں_

حضرت علی (ع) نے ان کے جواب میں فرمایا:

خلیفہ اور امام کا انتخاب صرف تمھارے اجتماع سے انجام پذیر نہیں ہو سکتا، بلکہ ان لوگوں کو بھی شریک ہونا چاہیئے

---

1_ طبری ج 5 ص152 ، کنزل العمال ج 3 ص 161 ، ترجمہ فتوح ابن اعثم ج 2 ص243

جو جنگ بدر میں شامل تھے، یا جنھیں سبقت اسلامی کا شرف حاصل ہے، انھیں کی رائے اور مشورے سے خلیفہ متعین ہو تا ہے _

جس وقت حضرت علی (ع) کی بات بدری صحابہ کے کانوں میں پڑی وہ تمام لوگ بھی اپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے _

یا علی ہم نے اپ کو منتخب کیا، ہاں، اپ ہی کو _

کیونکہ اپ کے ہوتے کسی کے لئے خلافت سزاوار نہیں، اور اس جگہ کے لئے اپ سے زیادہ بہتر اور موزوں دوسرا کوئی شخص نہیں _

حضرت علی (ع) نے جب انکی بات سنی اور انکی رائے حاصل کرلی تو منبر پر تشریف لے گئے، اور لوگوں کو خبر دار کیا کہ میں نے خلافت قبول کرلی ہے، مسلمانوں کے ہاتھ حضرت علی (ع) کی طرف بڑھنے لگے اور مراسم بیعت کا اغاز ہو گیا، طلحہ پہلے شخص تھے جنھوں نے حضرت علی (ع) کی بیعت کی، اتفاق سے ان کا ہاتھ شل تھا، کہتے ہیں کہ اس عیب پر حضرت علی (ع) نے بدشگونی سمجھی اور فرمایا، دیر نہیں گذرے گی کہ یہ اپنا عہد توڑ ڈالے گا (1)

لیکن طبری نقل کرتا ہے کہ، جس وقت طلحہ نے حضرت علی (ع) کی بیعت کی حبیب بن ذویب نے دیکھ کر کہا، یہ بیعت پوری نہ ہو گی کیونکہ پہلا ہاتھ جو بیعت کیلئے بڑھا ہے ناقص اور معیوب ہے (2) لیکن جو بھی صورت ہو، مدینے والے اس بیعت کو طلحہ کے مشلول ہاتھ کی وجہ سے بدشگونی سجھ رہے ہوں لیکن عائشہ نے اس کو نیک شگونی خیال کیا، اور خوشحال ہو کر کہا کہ اب مدینے والے طلحہ کے اس ناقص ہاتھ پر بیعت کرکے انھیں کو خلیفہ منتخب کریں _

## جب فرمان قتل، انتقام میں بدل گیا

خلافت عثمان کے اخری ایام میں عائشہ حالات خلافت سے سخت کبیدہ خاطر ہو گئی تھیں، کیونکہ دو خلافتوں کے زمانے میں وہ جن حالات سے بہرہ مند تھیں، ان سے قطعی محروم ہو چکی تھیں، یہی وجہ تھی کہ عائشہ نے مخالفت عثمان کا پرچم بلند کیا تھا، اس مہم میں جٹ گئیں، شہروں شہروں خطوط لکھے تاکہ عثمان کے روش سے مسلمانوں میں جو برہمی

---

1_ انساب الاشراف ج 1 ص70 ،حاکم ج 3 ص114

2_ طبری ج 1 ص153

ہے وہ شورش اور انقلاب کا روپ دھارلے جب اتش فتنہ مشتعل اور اپنے کو کامیاب دیکھا تو مکّہ کی راہ لی وہیں سکونت پذیر ہو گئیں اور ہر لحہ قتل عثمان اور بیعت طلحہ کا انتظار کرنے لگیں_

اس سلسلے میں طبری لکھتا ہے:

ایک دن اخضر نام کا شخص مدینے سے مکّہ گیا، عائشہ نے اسے دیکھ کر پوچھا مدینے کا کیا حال ہے ؟

اخضر نے جواب دیا، عثمان نے مصر والوں کو قتل کر ڈالا

عائشہ چلّائیں، اناللہ وانا الیہ راجعون، واقعی اب عثمان نے اپنی سرکشی اس حد کو پہونچادی ہے کہ جو لوگ، اپنے حق کے لئے ظلم کے خلاف کھڑے ہوئے ہیں انھیں قتل کر ڈالتا ہے ؟ خدا کی قسم میں اس ظلم و زیادتی پر کبھی راضی نہیں ہوں گی ؟

اس کے بعد ایک دوسرا شخص ایا، عائشہ نے اس سے بھی پوچھا تم نے مدینے کے کیا حالات دیکھے ؟

اس نے جواب دیا، مصر والوں نے عثمان کو قتل کر ڈالا، عائشہ نے کہا، کتنی حیرت کی بات ہے کہ اخضر نے قاتل کو مقتول سمجھ لیا تھا، اسی تاریخ سے عربی زبان میں یہ کہاوت بنگئی کہ فلاں شخص تو اخضر سے بھی زیادہ جھوٹا ہے_

بلاذری لکھتا ہے:

جس وقت قتل عثمان کی خبر مکے میں عائشہ کو ملی تو حکم دیا کہ مسجد الحرام میں ضمیہ لگا یا جائے، انھوں نے خیمے میں جا کر یہ خطبہ دیا_

اے لوگو، سمجھ لو کہ میں عثمان کی روش کی وجہ سے پیش گوئی کرتی ہوں کہ وہ ایک دن اپنی قوم اور مسلمانوں کے ہاتھوں بد بختی کا شکار ہو گا، جسطرح ابو سفیان جنگ بدر میں اپنی قوم کے ہاتھوں بد بختی کا شکار ہوا_ (1)

اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ جس وقت عثمان کی خبر مکے میں عائشہ کو ملی تو کہا، عثمان رجعت خدا اسے دور ہو، وہ اپنے کالے کرتوتوں کی وجہ سے تباہی گھاٹ لگا، کیونکہ خدا تو کسی پر بھی ظلم نہیں کرتا_

کبھی کہتیں، خدایا اسے اپنی رحمت سے دور کر دے اسکے گناہوں کی وجہ سے ورطۂ ہلاکت میں جھونک

---

1_ انساب ج 5 ص 91 ، کنزالعمال ج 3 ص 161

دے، اسطرح وہ اپنے کیفر کردار کو پہونچ گیا، اے لوگو، قتل عثمان کی وجہ سے تم ہر گز غمگین نہ ہو، قوم ثمود کا احمر جس نے ناقہ ءصالح پئے کیا تھا اور قوم ثمود کو ہلاکت میں ڈالا تھا، عثمان بھی اسی طرح تمھارے درمیان باعث فساد و اختلاف نہ بن جائے

اگر عثمان قتل ہو گیا تو یہ لو، یہ طلحہ موجود ہے، یہ تمام لوگوں میں سب سے لائق اور بہتر شخص ہے، اسی کی بیعت کر لو اور اختلاف و تفرقہ سے بچو_

عائشہ ان باتوں کے بعد جس قدر جلد ممکن ہو اتیزی سے مدینے کی طرف چلیں، راستے بھر مدینے کے اوضاع وحالات کا پتہ لگاتی رہیں، لیکن طلحہ کے خلیفہ ہونے میں ان کو ذرا بھی شک وشبہ نہ تھا(1)

عائشہ نے مدینے کی راہ تیزی سے طئے کی وہ اس فکر میں غلطاں تھیں، وہ بدبداتی رہیں_

(عثمان وہی یہودی شخص، عثمان اپنی عیاریوں اور حماقتوں کا مجموعہ، رحمت خدا اسے دور ہو عثامن کو الگ کرو_ مجھ سے طلحہ کی بات کرو، وہی جو میدان جنگ کا شیر ہے، میرے چچیرے بھائی طلحہ کی بات مجھ سے کرو، اے طلحہ کیا کہنا تمھارے باپ کا جس نے تمھارے جیسا فرزند پیدا کیا لوگوں نے بڑا اچھا انتخاب کیا ہے، انھوں نے صرف طلحہ کو خلافت کیلئے مناسب سمجھا، اسی کو خلافت کے لئے منتخب کیا، ہاں صرف وہی اسکے لائق بھی ہے، گو یا دور سے میری انکھیں دیکھ رہی ہیں کہ لوگ بڑھکر اسکی بیعت کر رہے ہیں، میری سواری تیز ھنکائو، تیز ھانکو تا کہ میں اسکے پاس پہونچ جائوں)

عائشہ اسی غوطے میں تھیں، مدینے کی راہ طئے کر رہی تھیں کہ اثنائے راہ عبید بن ام کلاب (2) کا سامنا ہوا، وہ مدینے سے ارہا تھا، اس سے پوچھا، اے عبید مدینے کی کیا خبر ہے؟

عبید نے جواب دیا، لوگوں نے عثمان کو قتل کر ڈالا، اور اٹھ دن بغیر سرپرست رہے_

عائشہ نے جھٹ سے پوچھا، اسکے بعد کیا ہوا؟

---

1_ کیونکہ طلحہ خلیفہ اول کے چچیرے بھائی تھے، اس خاندان کے ہونے کی وجہ سے خلافت سے قربت حاصل تھی، لیکن عائشے ہ نے رسول (ص) کے چچیرے بھائی کے بارے میں یہ رائے ظاہر نہیں کی

2_ عبید قبیلہ لیث کی فرد تھا، اسکا عائشے ہ سے مکالمہ اکثر مورخوں نے لکھا ہے، جیسے طبری ج 5 ص 172 ، ابن اثیر ج 3 ص 80 ، طبقات بن سعد ج 4 ص 88 ، کنز العمال ج 3 ص 16

عبید نے کہا خدا کا شکر کہ بخیر و خوبی کام انجام پا گیا، مسلمانوں نے پوری دل جمعی اور ایک دل و زبان ہو کر علی بن ابی طالب کی بیعت کر لی، انھیں کو امام منتخب کر لیا۔

عائشہ نے کہا، خدا کی قسم، اگر خلافت کا معاملہ علی کے حق میں تمام ہوا ہے تو اسمان پھٹ پڑے، اے عبید تجھ پر افسوس ہے، ذرا غور تو کر، تو کیا کہہ رہا ہے؟

عبید نے کہا: اے عائشہ، اطمینان رکھیئے، واقعہ ایسا ہی ہے، جیسا میں نے بیان کیا۔

عبید کی بات سنتے ہی عائشہ نے صدائے فریاد بلند کی، وہ زور زور سے چلانے لگیں، ہائے واویلا کرنے لگیں عبید نے کہا، اے عائشہ تم علی کی بیعت سے نالاں اور خفا کیوں ہو، خلافت علی سے خوش کیوں نہیں ہو، علی تو خلافت کیلئے سب سے زیادہ سزاوار اور لائق ہیں، علی ہی میں جن کے فضائل و مناقب کا کوئی پاسنگ نہیں

ابھی عبید کی بات یہیں تک تھی کہ عائشہ نے چلا کر کہا، مجھے واپس لے چلو، جتنی جلدی ہو سکے مجھے واپس لے چلو، اسطرح وہ مکہ واپس چلی گئیں، لیکن اپنا پہلا نعرہ جن میں قتل عثمان کا فرمان صادر کیا تھا، اب بدل دیا تھا، اب وہ کہہ رہی تھیں، خدا کی قسم عثمان بے گناہ اور مظلوم قتل کئے گئے ہیں، مجھے ان کے انتقام کیلئے اٹھنا چاہیئے، قیام کرنا چاہیئے۔

عبید نے کہا: اے عائشہ، مجھے سخت حیرت ہے کہ اپ کل تک عثمان کے کفر کا فتوی صادر کرتی تھیں، قتل کا حکم دیتی تھیں، اسکا نام بڈھا یہودی رکھ چھوڑا تھا، کتنی جلدی اپ اپنی بات سے پلٹ گئیں کہ اج عثمان کو مظلوم اور بے گناہ کی حیثیت سے متعارف کرا رہی ہیں؟

عائشہ نے کہا، ہاں عثمان ایسے ہی تھے، لیکن انھوں نے خود توبہ کر لی تھی، یہ عوام تھے جنھوں نے ان کی توبہ پر توجہ نہ کی انھیں بے گناہ قتل کر دیا، جانے دو ابھی بھی ان باتوں کو، تمھیں میری گذشتہ باتوں سے کیا سروکار؟ جو کچھ میں اج کہہ رہی ہوں اسے مانو، اج کی میری بات کل سے بہتر ہے۔

عبید نے عائشہ کی بات پر یہ چند اشعار کہے:

فمنک البداء و منک الغیر

و منک الریاح و منک المطر

وانت امرت بقتل الامام

و قلت لنا انہ قد کفر

فھبنا اطعناک فی قتلہ

و قاتلہ عندنا من امر

ولم یقسط السقف من فوقنا

ولم تنکسف شمسنا والقمر

وقد بایع الناس تدراء

بذیل الشبا ویقیم الصعر

ویلبس للحرب اثوابھا

وما من وفی مثل من قد غدر

اے عائشہ، ان تمام اختلافات و انقلابات کا سرچشمہ تمہیں ہو، تمام لرزہ خیز طوفانوں اور فتنوں کو تمہیں نےپیدا کیا_ تمہیں نے قتل عثمان کا فرمان صادر کیا، تمھیں نے کہا کہ وہ کافر ہوگیا ہے، اگرچہ ہم نے تمھارے حکم سے عثمان کو قتل کیا لیکن دراصل عثمان کی قاتل تم ہو، کہ تم نے قتل کا حکم دیا_

اے عائشہ، نہ تو اسمان پھٹ پڑا نہ چاند سورج گہنائے بلکہ لوگوں نے ایک عظیم انسان کی بیعت کرلی، وہ بہادر مرد جو جنگی لباس زیب تن کرتا ہے، اور سرکش اور خود پسند لوگوں کی گردن اینٹھتا ہے، کیا وہ شخص کہ جو وفادار ہو، وہ اس کے مانند ہو سکتا ہے جو غدار ہو؟

اسکے بعد عائشہ مکہ واپس چلی گئیں اور مسجد الحرام میں اپنا اونٹ بیٹھایا اور اپنے کو چھپا کر حجر الاسود کی طرف بڑھیں، اسی ھنگام لوگوں نے چاروں طرف سے ان کو گھیرے میں لے لیا_ جب عائشہ نے اپنے گرد بڑا مجمع دیکھا تو انھیں مخاطب کرکے کہا:

اے لوگو مظلوم عثمان کو قتل کردیا گیا، مجھے بھی انکی مظلومیت پر رونا چاہیئے، خدا کی قسم، ان کے خون کا انتقام ضرور لوں گی_

کبھی کہتی تھیں:

اے قبیلۂ قریش علی نے عثمان کو قتل کرادیا، عثمان وہ تھے جنکی ایک رات علی کی تمام زندگی سے بہتر تھی ابومخنف نے بھی اس روایت کو نقل کرکے کہا ہے:

جب عائشہ کو معلوم ہوا کہ لوگوں نے علی کی بیعت کرلی تو صدائے فریاد بلند کی، ناس جائے ان لوگوں کا خلافت کو قبیلۂ تیم (1) میں واپس نہیں کررہے ہیں؟(2)_

## بیعت توڑنے والے

عام طور سے تمام مسلمانوں نے جان ودل سے حضرت علی(ع) کو خلافت کے لئے چن لیا، ان کی بیعت بھی کرلی، سوائے چند نفر کے، جو انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں، جیسے عبداللہ بن عمر، محمد بن مسلم، اسامہ بن زید، حسان بن ثابت اور سعد بن ابی وقاص_

حضرت علی(ع) کے دوستوں میں سے دو افراد عمار یاسر اور مالک اشتر نے ان سے اس بارے میں گفتگو کی_

عمار نے کہا: اے امیر المومنین، عام مسلمانوں نے تو اپکی بیعت کرلی سوائے ان لوگوں کے جو انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں، اپ خود انھیں بیعت کرنے کیلئے بلایئے شاید اپ کی بات مان لیں، اور صحابہ کی روش اور مہاجر و انصار کے رویّے سے روگردانی نہ کریں، مسلمانوں کے اجتماع سے الگ نہ ہوں_

حضرت علی(ع) نے فرمایا: اے عمار جو شخص میری پھیلی ہوئی اغوش میں نہ اے اور دل و جان سے میری بیعت نہ کرے مجھے اسکی ضرورت بھی نہیں_

مالک اشتر نے عرض کی، یا امیر المومنین، ان میں سے بعض سر پھرے اگرچہ سبقت اسلامی بھی رکھتے ہیں، لیکن صرف سابق الاسلام ہونا بیعت سے روگردانی کو جائز نہیں بنا سکتا، خلیفہ معین کرنا تو انتہائی حسّاس موضوع ہے، بڑا اہم ہے، اسکی مخالفت اجتماعیت سے انحراف ہے، انھیں بھی دوسروں کی طرح بیعت کرنی چاہیئے اور مسلمانوں میں تفرقہ و اختلاف نہیں پیدا کرنا چاہیئے_

حضرت علی(ع) نے فرمایا: اے اشتر، میں ان لوگوں کے خیالات کے بارے میں تم سے زیادہ جانتا ہوں، اگر انھیں کے حال پر چھوڑ دوں تو یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ بیعت کے لئے مجبور کروں، انھیں منحرفین میں سعد بن ابی وقاص بھی تھا، اس نے حضرت علی کی خدمت میں اکر کہا:

یا علی، خدا کی قسم مجھے اس بارے میں ذرا بھی شک وشبہ نہیں کہ اپ مرتبہ خلافت کے سب سے زیادہ لائق اور موزوں ہیں، لیکن کیا کروں، مجھے بھرپور یقین ہے کہ دیر نہیں گذرے گی کہ کچھ لوگ اسی خلافت کے لئے جسے اپ کے حوالے کیا ہے اپ سے شدید نزاع واختلاف کریں گے، بات خونریزی تک پہونچے گی_

میں اپ کی اس شرط پر بیعت کرسکتا ہوں کہ زبان کی تلوار اپ میرے اختیار میں دیدیں تا کہ جو بھی قتل کا

سزاوار ہو مجھے متعارف کرادے_

امیر المومنین(ع) نے اسکے جواب میں فرمایا: اے سعد

مسلمانوں نے میرے باتوں پر اس شرط سے بیعت کی ہے کہ میں کتاب خدا اور سنت رسول کے مطابق عمل کروں، کیا میں نے ان دونوں کی مخالفت کی ہے کہ تم میری مخالفت کر رہے ہو؟

تم بھی ازاد و مختار ہو کہ اسی شرط کے مطابق میری بیعت نہ کرو اور اجتماعیت سے الگ رہو(1) ان متذکرہ افراد کے علاوہ کچھ بنی امیہ کے لوگوں نے بھی علی کی بیعت نہیں کی_

مشہور مورخ یعقوبی لکھتا ہے کہ ان چند منحرفین میں سے کچھ کے نام یہ ہیں_

مروان بن حکم، سعید بن عاص، ولید بن عقبہ یہ لوگ بھی حضرت علی(ع) کی خدمت میں ائے، ان میں تیز طرار ولید تھا اس نے حضرت علی سے عرض کیا_

یا علی، اپ نے ہم سب کو اچھی طرح کوٹ ڈالا، ہماری کمریں توڑ ڈالیں، میں ہی ہوں کہ بڑے افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ اپ نے میرے باپ کو جنگ بدر میں قتل کیا_

سعید کے باپ کو بھی اپ نے قتل کیا جو قریش کا بااثر تھا، اسکے قتل سے اپ نے قبیلہء قریش کی کمر توڑی_ اور یہ جو مروان ہے، اسکے باپ کی بھی مذمت کی، ہمیں اور اسکے باپ کی برائی بیان کر کے ہمارے کلیجے چھلنی کئے، جس دن عثمان نے اس پر احسان اور صلہء رحمی کا برتائو کیا، اسکے حقوق میں اضافہ کیا تو اپ نے اس پر عثمان کی لے دے مچائی، ان پر سخت نکتہ چینی کی، ان تمام گرہوں اور خفگیوں کے باوجود ہم اپ کی بیعت کرنے کو تیار ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ جو کچھ ہم لوگوں سے خلافت عثمان کے زمانے میں غلطیاں ہوئی ہیں، ان کو نظر انداز فرمایئے، ہم نے مسلمانوں پر جو ظلم و ستم کئے ہیں انھیں بھول جایئے، ہم نے مسلمانوں کے مال و دولت کو لوٹا ہے انھیں واپس نہ لیجئے_ دوسرے یہ کہ قاتلان عثمان کو سزا کے طور پر قتل کیجئے_

یہ تھا خلاصہ بنی امیہ کے تیز طرار شخص کی بات کا_

---

1_ ترجمہ فتوح اعثم ص163

حضرت علی(ع) ان کی باتیں سنکر غضبناک ہوئے، اپ کے چہرے پر اثار غضب صاف دیکھے جاسکتے تھے، اپ نے فرمایا، تم نے یہ جو کہا کہ میں نے تمھارے باپ اور بزرگوں کو قتل کیا ہے تو انھیں میں نے نہیں قتل کیا ہے، بلکہ انکی حق سے مخالفت اور دشمنی نے قتل کیا ہے، شرک وبت پرستی کی طرفداری نے قتل کیا ہے_

تم نے جو مجھے پیشکش کی ہے کہ ہم نے بیت المال سے بہت بڑی دولت لے لی ہے، بے حساب مال لوٹا ہے، تم سے نہیں لوں تو سن لو کہ اس بارے میں بھی ہمارا عدالت وانصاف ہی کار فرما ہو گا، عدالت کا جو بھی تقاضہ ہو گا میں اسی کے مطابق برتائو کروں گا، تم نے دوسری پیشکش کی ہے کہ عثمان کے قاتلوں کو قتل کروں اگر میں اج انھیں قتل کردوں تو ایک بہت بڑی داخلی جنگ مسلمانوں کے درمیان چھڑ جائے گی_

امیر المومنین نے مزید فرمایا: یہ بہانہ ختم کرو، جو کہتا ہوں اس پر کان دھرو، یہی تمھارے حق میں مفید ہے، میں تمھیں کتاب خدااور سنت رسول کی طرف بلارہا ہوں، حق کو قبول کرواور باطل سے دور ہو جائو، کیونکہ اگر کسی کی زندگی سایہ حق وعدالت میں اسکے لئے تلخ ہو اور باطل کے سائے میں تو اور بھی تلخ ہو گی، یہی ہے میری اخری بات، دل چاہے مانو، اور دل چاہے تو اپنے خیالات کی پیروی کرو، جہاں جی چاہے چلے جائو_

مروان نے کہا:

ہم اپ کی بیعت کرتے ہیں، اپ کے ساتھ ہیں تاکہ اسکے بعد کیا گذرتی ہے(1)

## طلحہ وزبیر نے بیعت توڑی

طلحہ اور زبیر کافی عرصے تک ایک افت اور دنیائے اسلام پر حکومت کرنے کی ارزودل میں رکھتے تھے لیکن سب کا خیال علی کی طرف تھااور لوگ صرف انھیں کواس مرتبے کے لائق سمجھتے تھے انھیں کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے یہی وجہ تھی کہ یہ دونوں خلافت کی ارزو سے منھ موڑ کر حضرت علی کی بیعت کرنے پر امادہ ہوئے، اپ کی بیعت کرنے میں بظاہر سب پر سبقت کی کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ بیعت کر کے خلیفہ کی توجہ اپنی طرف مائل کرلیں

---

1_ تاریخ یعقوبی ج 2 ص125 ، مسعودی فصل بیعت علی ترجمہ فتوح بن اعثم ص193 _ 194

تا کہ اسی راستے حساس عہدے ان کے ہاتھ اسکیں اور حکومت میں زیادہ سے زیادہ حصہ بٹور سکیں لیکن جب خلاف توقع حضرت علی نے ان لوگوں کو بھی سارے مسلمان افراد کیطرح یکساں اور برابر قرار دیا، ان کے لئے ذرہ برابر بھی امتیاز نہیں برتا تو ان کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا اور ان کا تیر نشانہ پر نہیں لگ سکا_

طلحہ اور زبیر کی بے جا توقع کو یعقوبی نے اس طرح لکھا ہے:

طلحہ وزبیر حضرت علی(ع) کی خدمت میں اکر بولے ، یا علی ہم لوگ رسول(ص) خدا کے بعد ہر عہدے اور مرتبے سے محروم رکھے گئے ، ہمیں کوئی حصہ نہیں دیا گیا، اب جبکہ خلافت اپ کے اختیار میں ائی ہے تو ہمیں امید ہے کہ ہم دونوں کو بھی خلافت کے معاملات میں شریک وسہیم قرار دینگے اور کوئی حکومت کا حساس عہدہ ہمارے اختیار میں دیدینگے_

حضرت علی(ع) نے انھیں جواب دیا کہ تم اس پیش کش سے باز ائو، کیونکہ اس سے بالاتر مرتبہ کیا چاہتے ہو کہ میری حکومت وتوانائی کو سختیوں اور مصائب میں میرا سہارا ہو اس حکومت کے استحکام تمھارے رویّے میں منحصر ہے کیا اس سے بھی بالاتر اور بہتر مرتبہ کسی اور مسلمان کیلئے ممکن ہے ؟(1)

مورخین نے نقل کیا ہے کہ حضرت علی نے یمن کی حکومت طلحہ کو دی اوریمامہ اور بحرین کی حکومت پر زبیر کو مامور کیا، جس وقت اپ نے حکومت کا منشور اور عہد نامہ انھیں دینا چاہا تو ان دونوں نے کہا:

اے امیر المومنین اپ نے ہمارے ساتھ صلہ رحم فرمایا اور رشتہ داری کا حق ادا کر دیا_ حضرت علی(ع) نے

یۃ ہوں_

طلحہ وزبیر حضرت علی(ع) کے اس سلوک سے غصّہ ہو گئے ، انھوں نے کہا یا علی دوسروں کو ہم پر ترجیح دیتے ہیں اور ان کے مقابلہ میں ہمیں ذلیل کرتے ہیں_

حضرت علی(ع) نے فرمایا: کہ تم لوگ ریاست وحکومت کیلئے حد سے زیادہ والہانہ پن کا مظاہرہ کررہے ہو، میرے خیال میں حریص اور ریاست طلب افراد اس کام کیلئے ہرگز موزوں نہیں ہیں کہ مسلمانوں پر حکومت کریں اور

---

1_ یعقوبی فصل بیعت علی ص126

ان کے اختیارات حوالے کیلئے جائیں(1)

طبری اس سلسلے میں یوں لکھتا ہے:

طلحہ وزبیر نے حضرت علی(ع) سے مطالبہ کیا کہ کوفہ اور بصرہ کی حکومت انھیں دیدیں، حضرت علی(ع) نے انھیں جواب دیا کہ اگر تم دونوں میرے پاس رہو اور خلافت وحکومت کو رونق بخشو تو اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ دور دراز علاقوں میں جائو اور مجھ سے جدا رہو، کیونکہ میں تم لوگوں کے فراق سے احساس تنہائی اور دکھ محسوس کرونگا(2)

جیسا کہ کہا گیا حضرت علی نے طلحہ وزبیر کی خواہش کے مطابق عہدہ ومنصب ان کے حوالہ نہیں کیا اور معاملہ خلافت میں اپنے ساتھ حصّہ دار اور شریک بھی قرار نہیں دیا، یہ پہلی وجہ تھی کہ طلحہ وزبیر خلافت سے ناراض ہوگئے اور اسی بات نے انھیں حکومت سے رنجیدہ بنایا کہ نتیجہ میں انھوں نے بیعت توڑ دی اور اخری جنگ جمل واقع ہوتی _

دوسری وجہ جو طلحہ وزبیر کے بیعت توڑنے کی باعث ہوئی اور انھیں میدان جنگ میں کھینچ لائی، یہ تھی کہ حضرت علی(ع) بیت المال کو تمام مسلمانوں کے درمیان مساویانہ تقسیم کرتے تھے، اور کسی شخص کے بھی خصوصی امتیاز کے قائل نہیں تھے،یہاں تک کہ طلحہ وزبیر بھی اس قانون سے مستثنی نہیں تھے، لیکن یہ مساوات کی روح اور عادلانہ رویّہ ان دونوں کو ہضم نہ ہوسکا اور یہ لوگ بات کو برداشت نہ کرسکے، یہاں تک کہ ان لوگوں نے حضرت علی(ع) پر شدّت کے ساتھ اعتراضات کئے اور مساوات کے خلاف ریشہ دوانیوں پر امادہ کیا_

_ابن الحدید کہتا ہے کہ حضرت علی(ع) نے بیت المال کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کیا اور ہر شخص کو تین دینار عطا کیا، زمانہ خلافت عمر اور عثمان کے برخلاف حضرت علی(ع) نے تمام عرب وعجم کے مسلمانوں کو برابر ویکساں قرار دیا_

_طلحہ وزبیر نے حضرت علی(ع) کی اس مساوات پر اعتراض کرتے ہوئے اس عادلانہ بٹوارے کی مخالفت کی، اور اپنا حصہ نہیں لیا_

_حضرت علی(ع) نے انھیں اپنے پاس بلایا بلا کر پوچھا اللہ کو حاضر وناظر جان کر بتائو کہ تم ہی لوگ میرے پاس

---

1_ رسول اللہ نے بھی حریص اور ریاست طلب افراد کو کوئی منصب اور عہدہ حوالہ نہیں کیا، صحیح بخاری ج 4 ص156 ، صحیح مسلم ج 5 ص6

2_ طبری ج 5 ص153 ، تاریخ ابن کثیر ج 7 ص127 _ 128

نہیں ائے تھے اور مجھ سے مطالبہ نہیں کیا تھا کہ خلافت کی باگ دوڑ اپنے ہاتھ میں لے لیجئے حالانکہ میں اسے قبول کرنے سے انکار کر رہا تھا اور میں نے سخت ناپسندیدگی کا مظاہرہ کیا_

_جی ہاں

_کیا تم لوگوں نے بغیر زور زبردستی کے خود اپنے ہی اختیار سے میری بیعت نہیں کی تھی اور خلافت و حکومت کے معاملات میرے حوالے نہیں کئے تھے

_جی ہاں

_پھر اخر کون سی میرے اندر ناپسندیدہ بات تم نے دیکھی کہ میرے اوپر اعتراض کر رہے ہو اور میری مخالفت کر رہے ہو

_یا علی اپ خود بہتر جانتے ہیں کہ میں تمام مسلمانوں کے مقابلے میں سابق الاسلام ہوں اور صاحب فضیلت ہوں، ہم نے اس امید پر اپ کی بیعت کی تھی کہ میرے مشورہ کے بغیر معاملات حکومت کے اہم کام نہیں کیجئے گا لیکن اب ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے مشورہ کے بغیر اہم کام کر رہے ہیں اور بغیر ہماری اطلاع کے بیت المال مساویانہ تقسیم کر رہے ہیں

_اے طلحہ وزبیر؟ تم چھوٹی چھوٹی باتوں پر اعتراض کر رہے ہو اور اہم امور و مصالح سے چشم پوشی کر رہے ہو، اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو شاید اللہ تمھاری توبہ قبول کر لے_

_اے طلحہ وزبیر مجھے بتائو تو کہ کیا میں نے جو تمھارا واجبی حق ہے، اس سے محروم رکھا ہے، تم پر ظلم و ستم روا رکھا ہے_

_معاذاللہ اپ سے کوئی ظلم نہیں ہوا ہے_

_کیا بیت المال کی یہ دولت میں نے اپنے لئے مخصوص کر لی ہے_

_کیا دوسروں سے زیادہ حق لے لیا ہے_

_نہیں، خدا کی قسم ایسا کام اپ سے نہیں ہوا ہے_

_کیا کسی مسلمان کے بارے میں تمھیں ایسی بات معلوم ہوئی ہے کہ جو میں نہیں چاہتا ہوں یا اسے نافذ

کرنے میں سستی اور کمزوری دکھائی ہے_

_ نہیں خدا کی قسم

_ پھر تم نے میری حکومت میں کیا بات دیکھی کہ مخالفت کر رہے ہو اور اپنے کو مسلمانوں کے معاشرے سے الگ تھلگ کر رہے ہو_

_ ایک ہی چیز نے ہمیں اپ سے رنجیدہ خاطر کیا، اور حکومت سے بد ظن بنایا ہے کہ اپ نے خلیفہء دوم عمر بن خطاب کی روش کی مخالفت کی ہے، وہ بیت المال کی تقسیم کے وقت سابق الاسلام افراد اور صاحبان فضیلت لوگوں کا خیال رکھتے تھے، اور ہر شخص کو اس کے مرتبہ ومقام کے لحاظ سے حصہ دیتے تھے_

لیکن اپ ہیں کہ تمام مسلمانوں کو مساوی قرار دیدیا ہے اور ہمارے امتیاز کو نظر انداز کیا ہے، حالانکہ یہ مال ودولت ہماری ہی تلواروں سے اور ہماری ہی کوششوں اور جانبازیوں سے حاصل ہوا ہے، کیسے جائز ہوگا کہ جن لوگوں نے ہماری تلواروں کے خوف سے اسلام قبول کیا وہ ہمارے برابر ہو جائیں ؟

_ تم نے معاملات خلافت میں مشورے کی بات کہی تو سن لو کہ مجھے خلافت سے ذرا بھی رغبت نہیں تمہیں نے مجھے اس کی طرف بلایا اور مجھے زبردستی مسند خلافت پر بیٹھایا میں نے بھی مسلمانوں کے اختلاف اور بکھرائو کے ڈر سے اس ذمہ داری کو قبول کیا، جس وقت ہم یہ ذمہ داری قبول کر رہے تھے تو عہد کیا تھا کہ کتاب خدا (قران) اور سنت رسول ہی پر عمل کرونگا ہر مسئلہ کا حکم انھیں دونوں سے حاصل کرونگا مجھے تمہارے مشورے کی ضرورت نہیں ہے تاکہ تمھارے خیالات سے امور خلافت میں مدد حاصل کروں اسی قران وسنت نے مجھے دوسرے لوگوں کے استنداد سے بے نیاز بنا دیا ہے، ہاں، اگر کسی دن کوئی اہم معاملہ پیش ائیگا کہ جس کے بارے میں کوئی حکم قران وسنت میں نہ ہو، اور اپنے مشورے کا محتاج سمجھوں گا، تو تم سے مشورہ کرونگا، اب رہی بیت المال کے مساویانہ تقسیم کی بات، تو یہ بھی میری خاص روش نہیں ہے میں پہلا شخص نہیں ہوں کہ یہ رویّہ اپنایا ہو، میں اور تم رسول خدا کے زمانے میں تھے ہم نے ان کا رویّہ دیکھا کہ ہمیشہ بیت المال کو مساویانہ تقسیم کرتے تھے اور کسی شخص کے لئے ذرہ برابر امتیاز کے قائل نہیں تھے_

اس کے علاوہ اس مسئلہ کا حکم قران میں بھی ایا ہے کہ ہم مساوات اور برابر کا برتائو کریں اور مہمل امتیازات کو ٹھکرا دیں، یہ قران تمھارے درمیان ہے، اس کے احکام ابدی ہیں اس میں ذرہ برابر بھی باطل اور ناروابات شامل نہیں ہوئی ہے_

تم جو یہ کہہ رہے ہو کہ یہ بیت المال تمھاری تلواروں سے حاصل ہوا اس طرح تمھارے امتیاز کالحاظ کیا جائے، پچھلے زمانہ میں ایسے لوگ تھے کہ جنھوں نے اپنے جان ومال سے اسلام کی مدد کی انھوں نے مال غنیمت حاصل کیا، اس کے باوجود رسول خدا(ص) نے بیت المال کی تقسیم میں ان کے لئے کوئی امتیاز نہیں برتا، ان کی سبقت اسلامی اور سخت جدوجہد اس کا باعث نہیں ہوتی کہ انھیں زیادہ حصہ دیدیا جائے، ہاں، یہ جانبازی حتمی طور سے ان لوگوں کو اللہ کی بارگاہ میں لائق توجہ قرار دیتی ہے وہ قیامت کے دن اپنے اس عمل کی جزا پائیں گے، خدا جانتا ہے کہ میں اس بارے میں تمھارے اور تمام مسلمانوں کیلئے اتنا ہی جانتا ہوں، خداوند عالم ہم سب کو راہ راست کی ھدایت کرے، ہمیں صبر عطا کرے ہماری مدد و نصرت کرے، خداوند عالم ان لوگوں پر رحمت نازل کرے جو حق کی حمایت کرتے ہیں ظلم وستم سے پرہیز کرتے ہیں اور اس کیلئے برابر کوشاں ہیں_(1)

طبری نے بھی اس سلسلہ میں لکھا ہے:

جب طلحہ تمام قسم کے امتیاز سے مایوس ہوگئے تو یہ مشہور کہاوت زبان پر جاری کی_

مالنا من ھذا الامر الا کلحسۃ الکلب انفہ (ہمیں تو اس کام میں بس اتنا ہی فائدہ حاصل ہوا جتنا کتّا اپنی زبان سے چاٹنے میں فائدہ محسوس کرتا ہے)(2)

ہاں، ہم علی کی خلافت سے نہ تو پیٹ بھر سکے اور نہ کوئی منصب پاسکے_

طلحہ وزبیر حضرت علی(ع) کی بیعت کرنے کے بعد کسی منصب اور عہدہ کے منتظر تھے انھوں نے چار مہینے تک اس کا انتظار کیا وہ اس عرصے میں حضرت علی کی روش دیکھتے رہے کہ شاید وہ اپنا رویّہ بدل دیں لیکن انھوں نے کسی قسم کی نرمی یا اس رویّہ سے انحراف محسوس نہیں کیا کوئی تبدیلی نہیں پائی اس طرح وہ عہدے اور منصب کے حصول سے قطعی مایوس ہوگئے، ادھر انھیں اطلاع ملی کہ عائشہ نے حضرت علی(ع) کی مخالفت کا پرچم مکّہ میں لہرا دیا ہے تو انھوں نے پکا ارادہ کر لیا کہ عائشہ کی مدد کرنے کیلئے مکہ جائیں، وہ دل میں یہی خیال لئے ہوئے حضرت امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زیارت خانہء کعبہ کیلئے سفر کی اجازت چاہی حضرت علی(ع) نے بھی بظاہر ان سے اتفاق کیا اور سفر کی اجازت تو دیدی لیکن اپنے دوستوں سے فرمایا، خدا کی قسم ان لوگوں کے

---

1_ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج 7 ص 39

2_ طبری ج 5 ص 53

سفر کا مقصد خانہ کعبہ کی زیارت نہیں ہے بلکہ انھوں نے زیارت کو بہانہ بنایا ہے بلکہ ان کا مقصد صرف بیعت توڑنا (غداری اور بے وفائی کرنا ہے)

بہر صورت جب حضرت علی (ع) نے ان لوگوں کو سفر کی اجازت دیدی تو انھوں نے دوبارہ بیعت کی، اور مکہ کی طرف جانے لگے وہاں مکہ میں پہونچ کر حضرت کے مخالف گروہ عائشہ کے لشکر میں مل گئے (1)_

## لشکر کی تیّاری

جب مدینہ کے راستے میں عائشہ کو معلوم ہوا کہ لوگوں نے حضرت علی کی بیعت کرلی ہے تو وہ مخالفت کا پکا ارادہ کر کے مکہ واپس چلی گئیں اور وہاں مخالفت علی کا پرچم لہرایا، کھلم کھلا لوگوں کو اپ کی مخالفت پر ابھارا جب حضرت علی (ع) کی مخالف پارٹیوں کو اس کی اطلاع ملی تو چاروں طرف سے عائشہ کی طرف پہنچنے لگے اور ان کے گرد جمع ہوگئے_

طلحہ و زبیر جو حضرت علی (ع) کی مساوات کے سخت مخالف تھے، جیسا کہ گذشتہ فصل میں بیان کیا گیا، حضرت علی (ع) سے بیعت توڑ کر اور ان کی صحبت چھوڑ کر مکہ چل پڑے پھر وہ عائشہ کے لشکر میں شامل ہوگئے (2)

ادھر بنی امیہ کو حضرت علی (ع) سے پرانی دشمنی تھی وہ اس موقعے کے انتظار میں تھے کہ حضرت علی (ع) کی بغاوت کریں جب انھیں مخالفت عائشہ کی خبر ملی تو وہ بھی مدینے سے مکہ گئے اور اس پرچم کے سایہ میں پہنچ گئے جسے عائشہ نے حضرت علی (ع) کی مخالفت کیلئے لہرایا تھا_

ادھر ان گورنروں اور عاملوں کی ٹولی تھی جو عثمان کے زمانہ میں عہدہ پائے ہوئے تھے، ان سب کو حضرت علی (ع) نے ایک کے بعد ایک معزول کیا اور معزول کر کے عہدوں سے ہٹا دیا یہ بھی مختلف شہروں سے بڑی دولت لیکر جو مسلمانوں کے بیت المال سے حاصل کی گئی تھی، عائشہ کے لشکر میں جمع ہونے لگے، اخر کار یہ تمام مختلف الخیال گروہ جن کے دماغ میں حضرت علی (ع) کے خلاف ایک مخصوص مقصد تھا چاروں طرف سے عائشہ کے لشکر میں شامل ہونے لگے_

---

1_ تاریخ یعقوبی ج 2 ص 127، تاریخ ابن اعثم ص 166 _ 167

2_ یہ دونوں عائشہ کے رشتہ دار تھے کیونکہ طلحہ ان کے خاندانی تھے اور زبیر ان کی بہن کے شوہر تھے

طبری نے زہری کا بیان نقل کیا ہے کہ:

طلحہ وزبیر عثمان کے قتل ہونے کے چار مہینہ کے بعد مکہ ائے اور عبداللہ ابن عامر (1) بھی ایا جو عثمان کی طرف سے بصرہ کا گورنر تھا اور حضرت علی (ع) نے اس کو معزول کر دیا تھا وہ ایک بہت بڑی دولت لیکر مکہ ایا، ادھر یعلی بن امیہ (2) وہ بے حساب دولت لیکر چار سو اونٹوں کے ساتھ مکہ میں وارد ہوا عبداللہ بن عامر نے بھی لشکر کی تیاری میں چار لاکھ دینار زبیر کو دیئے سپاہیوں کے ہتھیار کا انتظام کیا اور وہ مشہور اونٹ جس کو عسکر کہا جاتا ہے، اور جسے اسّی دینار یا بقول مسعودی دو سو دینار میں خرید اتھا، عائشہ کو دیا تاکہ جنگ میں وہ اس پر سوار ہوں_

عائشہ کا ھودج اسی اونٹ پر باندھا گیا، عائشہ کو اس پر بٹھایا گیا اس طرح علی کی مخالفوں کی ٹولی مکہ میں جمع ہوئی اور ایک زبردست لشکر تیار ہو گیا اور لڑنے کیلئے چلا_

## عراق کی طرف

طبری کا بیان ہے کہ: عائشہ نے حضرت علی (ع) کے مخالف گروہ کو مکہ میں اپنے گرد جمع کر لیا اور اس طرح ایک بہت بڑا اور وسائل سے اراستہ لشکر بنالیا اس کے بعد سرداران لشکر بھی جمع ہو کر گہار مچانے لگے_

ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ ہمیں سیدھے مدینے کیطرف چلنا چاہیئے اور اپنی اس طاقت اور لشکر سے علی کے

---

1_ عثمان کا خالہ زاد بھائی

2_ یعلی بن امیہ کی کنیت ابو صفوان اور ابو خالد تھی، فتح مکہ میں اسلام لایا جنگ حنین طائف اور تبوک میں شرکت کی عمر نے اس کو یمن کے ایک شہر کا حاکم بنا دیا تھا یعلی نے ایک چراگاہ وہاں اپنے لئے مخصوص کر لی تھی عمر نے اس جرم کی بازپرس کیلئے مدینہ طلب کیا لیکن مدینہ پہونچنے سے پہلے ہی عمر قتل ہو گئے، پھر عثمان نے اس کو صنعاء کا حکمراں بنایا اور حساس عہدہ حوالہ کیا اس طرح اس نے اس سے شدید وابستگی ظاہر کی جب مسلمانوں نے عثمان سے بغاوت کی تو وہ یہ مدد کرنے کیلئے صنعاء سے چلا راستہ میں اپنی سواری سے گرا اور اس کا گھٹنا ٹوٹ گیا، عثمان کے قتل کے بعد وہ مکہ پہونچا اور اعلان کیا کہ جو بھی عثمان کے انتقام میں اٹھے گا میں اس کے ہتھیار اور اخراجات کا ذمہ دار بنوں گا اسی عہد کے مطابق اس نے چار ہزار درہم زبیر کو دیئے اور قریش کے ستر سپاہیوں کو مسلح کیا مسلح کر کے گھوڑے اور اونٹ دیئے اسی نے عائشے ہ کو وہ اونٹ حوالہ کیا تھا کہ جس پر وہ جنگ جمل میں سوار ہوئی تھیں، یعلی نے جنگ جمل سے ان اخراجات کے علاوہ خود بھی شرکت کی لیکن جنگ کے بعد توبہ کر کے حضرت علی کے صف میں شامل ہو گیا وہ جنگ صفین میں حضرت علی کے لشکر میں تھا، یہ مطلب ہے اسکے ابن الوقت ہونے کا

خلاف جنگ کرنا چاہیئے_

کچھ دوسروں نے رائے دی کہ ہم اس کمزور طاقت اور کم افراد کے ساتھ حضرت علی کے لشکر کا مقابلہ نہیں کرسکتے اور نہ مرکز اور اسلامی راجدھانی پر حملہ کرکے حکومت وقت سے جنگ کرسکتے ہیں(ہمیں چاہیئے کہ پہلے شام کی طرف چلیں اور معاویہ سے مدد طلب کریں ان سے فوجی کمک اور جنگی سازوسامان حاصل کریں اس کے بعد حضرت علی(ع) سے جنگ کریں)

کچھ دوسروں نے یہ پیش کش کی کہ ہمیں پہلے عراق کی طرف کوچ کرنا چاہیئے اور دو عراق کے بڑے شہروں کوفہ اور بصرہ کی طاقت جمع کرنی چاہیئے، جہاں طلحہ اور زبیر کے حمایتی ہیں اس طرح ہم وسائل جنگی سے زیادہ تیار ہوجائینگے اس کے بعد ہم لوگوں کو مدینہ چل کر علی سے جنگ کرنی چاہیئے_

سبھی ارکان شوری نے اس رائے کو پسند کرکے تائید کی، اسی پر عائشہ نے امادگی ظاہر کرکے اپنے فوجیوں کو تیار ہونے کا حکم دیا اور وہ سات سو جنگی سپاہیوں کے ساتھ مکہ سے عراق کیطرف چلیں، لیکن اثنائے راہ میں چاروں طرف سے لوگ ان کے گرد جمع ہوکر ان کے لشکر میں شامل ہونے لگے اخر کار اس فوج کی تعداد تین ھزار تک پہونچ گئ(1)

## ام سلمہ نے عائشہ کو سمجھایا

ابن طیفور کا بیان ہے:

جس دن عائشہ نے اپنے لشکر کے ساتھ بصرہ کی طرف حرکت کی ام سلمی نے ان سے ملاقات کرکے کہا:

اے عائشہ اللہ نے تمھیں پابند بنایا ہے اس کے حکم سے سرتابی نہ کرو اللہ نے اپنے پیغمبر(ص) اور تمھارے درمیان اور لوگوں کے درمیان حجاب کا احترام قرار دیا ہے، وہ پردہ پھاڑ کر رسول(ص) کا احترام مت برباد کرو، اللہ نے تمھیں گھر میں بیٹھنے کا حکم دیا ہے اسے صحرانوردی میں مت بدل دو_

---

1_ طبری ج 5 ص167

اے عائشہ رسول(ص) خدا تمھیں بہت اچھی طرح پہچانتے تھے_

تمھاری حیثیت سے بھرپور واقفیت رکھتے تھے اگر ایسے معاملات میں تمہاری مداخلت بہتر ہوتی تولازمی طور سے تمھیں کوئی حکم دیتے اور تم سے کوئی معاہدہ کرتے، لیکن صورت حال یہ ہے کہ صرف یہی نہیں کہ انھوں نے اس بارے میں تم کو کوئی حکم نہیں دیا ہے بلکہ ایسے اقدامات سے تمھیں منع کیا ہے_

اے عائشہ اگر رسول خدا(ص) تمھیں اس طرح سفر کی حالت میں دیکھیں تو انھیں تم کیا جواب دوگی ؟ خدا سے ڈرو، اور خدا کے رسول سے حیا کرو کیونکہ خداوند عالم تمھاری اس روش کو دیکھ رہا ہے وہ تمھارے سارے اعمال کا نگراں ہے اور تمھارا چھوٹا سا عمل بھی رسول خدا(ص) سے پوشیدہ نہیں ہے_

اے عائشہ تم نے جو راستہ اپنایا ہے یہ انسانیت سے گرا ہوا راستہ ہے کہ اگر میں تمھاری جگہ پر ہوتی اور مجھے حکم دیا گیا ہو تا کہ جنت میں جائوں تو مجھے شرم اتی کہ وہاں میں رسول خدا(ص) سے ملاقات کروں گی، تم بھی اپنی شرم وحیا ختم نہ کرو اور مرتے دم تک ایک گھر کے کونے میں بیٹھی رہو تاکہ رسول اللہ تم سے راضی رہیں_

بعض مورخین کے بیان کے مطابق ام سلمی نے اخر میں یہ فرمایا کہ:

اے عائشہ تمہارے بارے میں جو کچھ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے، اگر انھیں دہرائوں تو تم اس طرح تڑپنے لگوگی جیسے سانپ کا کاٹا تڑپتا ہے، اور تم صدائے فریاد بلند کرنے لگوگی_

عائشہ نے ام سلمی کا جواب دیا اے ام سلمی اگرچہ میں نے ہمیشہ تمھاری نصیحت مانی ہے لیکن میں اس معاملہ میں تمھاری بات نہیں مان سکتی، کیونکہ یہ بہت مبارک سفر ہے جس کا میں نے ارادہ کیا ہے، دیکھو مسلمانوں کی دو پارٹیوں میں اختلاف ہے اب ان میں صلح وصفائی ہو جائیگی، میں ان اختلافات کو ختم کرکے دم لونگی،

نعم المطلع مطلعاً اصلحت فیہ بین فئتین متناجزتین (1)_

---

1_ فائق زمخشری ج 1 ص290 ، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج 2 ص79 ، عقد الفرید ج 3 ص69 ، تاریخ یعقوبی

## راستے کی باتیں

عائشہ نے اپنے اس لشکر کو کوچ کا حکم دیا کہ جو حضرت علی(ع) کے مخالف گروہوں اور پارٹیوں سے تشکیل پایا تھا اور عراق کی طرف چلیں اس طویل راستے میں بصرہ پہنچنے تک ایسے واقعات وحوادث پیش ائے جنھیں یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

## پیش نمازی پر اختلاف

طبری لکھتا ہے:

جس وقت عائشہ کا لشکر مکہ سے چلا شھر کے باہر مروان نے نماز کیلئے اذان دی، اس کے بعد طلحہ وزبیر کے سامنے اکر بولا۔

میں تم دونوں میں سے کس کو امیر سمجھوں کہ جسے لوگوں کے سامنے پیش نمازی کیلئے متعارف کرائوں چونکہ طلحہ وزبیر اپنے نظریہ کو ایک دوسرے کے سامنے واضح طور سے بیان نہیں کر سکتے تھے کہ اپنے کو اس مقام کیلئے پیش کریں، ان دونوں کے بیٹوں نے اپنی رائے ظاہر کی ہر ایک اپنے باپ کو پیش کرنے لگا عبد اللہ نے اپنے باپ زبیر کو اور محمد نے بھی اپنے باپ طلحہ کو پیش کیا، اس طرح دونوں کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا جب عائشہ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ سمجھ گئیں کہ پیش نمازی کے بہانے سے نفاق اور اختلاف کا بیج لشکر کے درمیان بویا جا رہا ہے انھوں نے مروان کو اپنے پاس بلا کر کہا اے مروان تو کیا چاہتا ہے؟ اپنی اس حرکت سے لشکر میں اختلاف کیوں پیدا کر رہا ہے نماز میرے بھائی کا بیٹا عبد اللہ ابن زبیر پڑھائیگا عائشہ کے فرمان کے مطابق جب تک لشکر بصرہ پہنچے عبد اللہ نماز پڑھاتے رہے اور تمام لوگ انھیں کے پیچھے نماز پڑھتے رہے۔

معاذ ابن عبد اللہ نے جب پیش نمازی کے مسئلے میں طلحہ وزبیر کے درمیان اختلاف دیکھا تو کہا:

خدا کی قسم، اگر فتح اور کامیابی ہمارے حصہ میں ائی تو مسئلہ خلافت میں ہم لوگ سخت اختلاف کا شکار ہو جائیں گے

کیونکہ نہ توزبیراس منصب سے دستبردار ہونگے کہ وہ طلحہ کو دیدیں اور نہ طلحہ یہ منصب زبیر کو دینگے(1)_

## انتظامی معاملات کا اختلاف

طبری کابیان ہے کہ جب عائشہ کالشکر ذات عرق پر پہنچاتو سعید ابن عاص(2) جو بنی امیہ کے اشراف قریش میں تھااور عائشہ کے لشکر کافوجی تھااس نے مروان اور اس کے ساتھیوں سے کہاکہ اگر واقعی تم خون عثمان کاانتقام لینا چاہتے ہوتوکہاں جارہے ہو؟چونکہ عثمان کے قاتل تواسی لشکر میں موجود ہیں(3)

انھیں کو قتل کردواور اپنے گھروں کوواپس چلو، حضرت علی(ع) سے جنگ کرکے اپنے کوموت کے منھ میں کیوں جھونکا جائے؟

مروان اور اسکے ساتھیوں نے جواب دیا، ہم اس لئے جارہے ہیں کہ طاقت حاصل کرسکیں اس طرح ہم عثمان کے تمام قاتلوں کو قتل کرسکیں گے_

اس کے بعد سعید نے طلحہ وزبیر سے ملاقات کی اور کہامیرے ساتھ سچائی کے ساتھ ائو صحیح صحیح بات کہوکہ اگر اس جنگ میں تمھیں فتح ملی تو حکومت وخلافت کو کس شخص کے حوالے کروگے؟

انھوں نے کہاہم دونوں میں سے جس کو بھی عوام چن لیں_

سعید نے کہا:سچ، اگر تم خون عثمان کے انتقام میں اٹھے ہو توکیااچھاہو تاکہ اس خلافت کو بھی انھیں کے بیٹوں کے حوالے کردو_

ان لوگوں نے جواب دیاہم مہاجرین کے بوڑھوں اور بزرگوں کو الگ کردیں اور ناتجربہ کار جوانوں کو اس کام میں لگادیں؟

سعید نے کہا: ہم بھی نہیں چاہتے کہ خلافت خاندان عبدمناف سے لیکر دوسروں کے اختیار میں دیدیں(4) یہ کہکر

---

1_ طبری ص 168

2_ سعید ابن عاص یہ شخص بنی امیہ کاتیزطرار ادمی سمجھا جاتا تھاامیر المومنین(ع) نے اس کے باپ کو جنگ بدر میں قتل کیا تھا، یہ عثمان کا منشی تھااور عثمان کی طرف سے کوفے کاحکمراں تھاعلی(ع) نے اس کو معزول کردیا تھا

3_ اس کامطلب طلحہ زبیر اور عائشے ہ سے تھا

وہاں سے چلا ایا_

عبداللہ ابن خالد اسید بھی بنی امیہ سے تھاوہ لشکر سے الگ ہوگیا، مغیرہ ابن شعبہ جو قبیلہ سقیف سے تھا، جب اس نے اس حادثہ کا مشاہدہ کیا تو اپنے قبیلہ کے افراد سے پکار کر کہا جو بھی قبیلہ ثقیف کا ہے وہ واپس ہو جائے، وہ لوگ بھی جو راستے میں ائے تھے واپس ہوگئے(1) اور بقیہ لشکر اگے بڑھتا رہا_

## تیسرا اختلاف

طبری اپنی بات اگے بڑھاتے ہوئے لکھتا ہے کہ امارت کے اس اختلاف کے بعد اور چند افراد کی واپسی کے بعد عثمان کے دونوں فرزند ولید اور ابان بھی عائشہ کے لشکر میں تھے منزل ذات سے اگے بڑھے_

لیکن لشکر میں تیسری بار بھی اختلاف پیدا ہو گیا کہ کچھ لوگ کہنے لگے کہ ہمیں شام کیطرف چلنا چاہیئے اور کچھ لوگ عراق کی رائے دے رہے تھے اس بارے میں زبیر نے اپنے بیٹے عبداللہ اور طلحہ نے اپنے بیٹے علقمہ کو مجلس شوری میں نامزد کیا ان دونوں نے اس بات پر اتفاق رائے کیا کہ ہم لوگوں کو عراق کی جانب چلنا چاہیئے، اس طرح نظریاتی اختلاف اور فوجی کشاکش ختم ہوئی(2)

## حواب کا واقعہ

چوتھا بھی پیش ایا، جب عراق کے راستے میں عائشہ کا لشکر تھا اسی وقت اثنائے رائے میں طلحہ وزبیر کو معلوم ہوا کہ حضرت علی(ع) مدینہ سے چل چکیں ہیں اور وہ منزل ذیقار میں پہنچ گئے ہیں، اور کوفے کا راستہ ان پر بند ہو چکا ہے ،طلحہ وزبیر نے کوفہ جانے کا خیال بدل دیا اور بے راہہ سے استفادہ کرتے ہوئے بصرے کی طرف چلنے لگے.یہاں تک کہ وہ اس جگہ پہچے جس کا نام حواب تھا، وہاں عائشہ کے کانوں میں کتّوں کے بھونکنے کی اواز پہنچی_ انھوں نے پوچھا اس جگہ کا کیانام ہے_

---

1_ طبری ج 5 ص 168 _ طبقات ج 5 ص 23

2_ طبری ج 5 ص168 ،طبقات ج 5 ص23

لوگوں نے جواب دیا، حواب

فوراًعائشہ کو حضرت رسول(ص) اللہ کی حدیث یاد اگئی کہ اپ نے اپنی ازواج سے کہا تھا کہ تم میں سے ایک کو حواب کے کتّے بھونکیں گے اور ان ازواج کو منع کیا تھا_

عائشہ کو اس حادثہ نے بے چین کر دیا کیونکہ انھیں حدیث رسول یاد تھی وہ گھبراہٹ میں کہنے لگیں انا اللہ وانا الیہ راجعون، ہائے میں وہی عورت ہوں کہ جس کی رسول خدا(ص) نے خبر دی تھی_

عائشہ اس خیال کے اتے ہی اس سفر سے پلٹنے لگیں انھوں نے پکّا ارادہ کر لیا کہ میں واپس جائوں گی_

جب عبداللہ ابن زبیر کو عائشہ کے واپسی کی اطلاع ہوئی تو ان کے پاس اکر حواب کے بارے میں گفتگو کی اور یہ ظاہر کیا کہ جن لوگوں نے اپ کو بتایا ہے انھیں دھوکا ہوا ہے، اس جگہ کا نام حواب نہیں ہے_

عبداللہ ابن زبیر اس واقعے کے بعد ہمیشہ عائشہ کی نگرانی کرتے رہے کہ مبادا دوبارہ بھی کوئی شخص ان سے ملکر اس سفر سے موڑدے_

جی ہاں، فرزند زبیر نے حواب کے بعد سے عائشہ کے ھودج کے پاس سائے کیطرح چلتے رہے.یہاں تک کہ بصرہ وارد ہوگئے(1)_

## سرداران لشکر کی وضاحت

طبری کا بیان ہے کہ:

عائشہ کا لشکر مکے سے چل کر بصرہ کے نزدیک پہنچا اور وہاں ایک مقام جس کا نام حفر ابو موسی تھا اتر پڑا عثمان ابن حنیف انصاری حضرت علی(ع) کی طرف سے بصرہ کے گورنر تھے جب انھیں واقعہ کی اطلاع ملی تو ابو الاسود دئیلی کو مامور کیا کہ لشکر عائشہ میں جاکر ان کے سرداروں سے ملاقات کریں اور ان کی خواہش و مقصد کی تحقیق کریں_

ابو الاسود نے اپنے کو عائشہ کے لشکر میں پہونچایا، پہلے انھوں نے خود عائشہ سے ملاقات کی اور پوچھا_

---

1_ طبری ج 5 ص 178 ،عبداللہ بن سباج 1 ص100

اے عائشہ بصرہ انے کا مقصد کیا ہے_

عائشہ نے جواب دیا عثمان کے خون کا ان کے قاتلوں سے انتقام لینے یہاں ائی ہوں

ابو الاسود نے کہا اے عائشہ بصرہ میں کوئی بھی عثمان کا قاتل نہیں ہے کہ اپ ان سے انتقام لیں_

عائشہ نے کہا: اے ابو الاسود تم ٹھیک کہتے ہو، عثمان کے قاتل بصرے میں نہیں ہیں اور ہم بھی یہاں اس لئے نہیں ائے ہیں کہ قاتلوں کو بصرہ میں تلاش کریں بلکہ اس لئے ائے ہیں کہ اس شہر کے لوگوں سے مدد طلب کریں اور ان لوگوں کی مدد و حمایت سے مدینہ کے قاتلان عثمان سے انتقام لیں جو حضرت علی (ع) کے ارد گرد ہیں_

اے ابو الاسود جس دن عثمان نے تمہیں تازیانے سے اذیت دی تھی تو مجھے دکھ ہوا تھا اور میں نے صاف طور سے ان کے اوپر سخت اعتراض کیا لیکن تم لوگوں نے تو انھیں تلواروں سے قتل کیا یہ کیسے مناسب ہے کہ میں خاموش رہ جائوں اور ان کی مظلومیت پر فریاد نہ کروں، ان کا انتقام نہ لوں؟

اے ابو الاسود نہیں، میں ہر گز خاموش نہیں رہونگی_

_ ابو الاسود نے کہا: اے عائشہ اپ کو تلوار اور تازیانے سے کیا سروکار اپ تو رسول (ص) خدا کے حکم کے مطابق پردہ نشین ہیں اپ کی صرف یہی تکلیف ہے کہ اپنے گھر میں بیٹھی رہیں قران کی تلاوت کریں، اور پروردگار کی عبادت بجالائیں، اے عائشہ اسلام میں عورتوں پر جہاد نہیں ہے، اس کے علاوہ خون عثمان کا انتقام تو تمھارا حق بھی نہیں، حضرت علی خون عثمان کے انتقام کا زیادہ حق رکھتے ہیں کیونکہ وہ رشتہ کے لحاظ سے تم سے زیادہ عثمان کے قریب ہیں کیونکہ دونوں ہی خاندان عبد مناف سے ہیں، لیکن تم قبیلہ تیم سے ہو_

عائشہ نے کہا: اے ابو الاسود میں اپنا ارادہ بدلوں گی نہیں، اب اس راہ سے واپس نہیں جائوں گی جب تک اپنا مقصد نہ حاصل کرلوں اور اپنے قیام کے نتیجہ تک نہ پہونچ جائوں_

اے ابو الاسود تم نے کہا عوتوں پر جنگ و جہاد نہیں، کون سی جنگ؟ اور کیسا جہاد؟ کیا اس معاملے میں جنگ و جہاد کی بھی بات ہے، میری جو حیثیت ہے (کیا کسی کو جرائت ہو سکتی ہے کہ مجھ سے جنگ کرے)

ابو الاسود نے کہا: اے عائشہ اپ کو دھوکا تو یہیں ہوا ہے کیونکہ اپ سے ایسی جنگ ہوگی کہ اس کا اسان ترین میدان شعلوں سے بھرا ہوا اور کمر شکن ہوگا_

ابوالاسود نے یہیں بات ختم کردی، پھر انھوں نے زبیر سے ملاقات کی اور کہا:

اے زبیر وہ دن بھولا نہیں ہے جب لوگوں نے ابو بکر کی بیعت کرلی تھی، اور اپ قبضہ شمشیر پر ہاتھ رکھ کر نعرہ لگارہے تھے_

(کوئی شخص خلافت کیلئے علی سے بہتر اور لائق نہیں ہے، خلافت کا لباس صرف علی کیلئے موزوں ہے ان کے علاوہ کسی کو زیب نہیں دیتا، لیکن اج وہی شمشیر اپ نے ہاتھ میں لیکر انھیں علی کے خلاف قیام کیا ہے_

اے زبیر کہاں وہ دلسوزی اور طرفداری، اور کہاں یہ عداوت و مخالفت؟

زبیر نے ابوالاسود کے جواب میں قتل عثمان کا مسئلہ پیش کیا_

_ابوالاسود نے کہا: ہم نے تو جیسا کہ سنا ہے قتل عثمان میں اپ ہی لوگ شریک ہیں، حضرت علی (ع) کو ذرہ برابر بھی اس کے قتل میں دخل نہیں زبیر نے کہا اے ابوالاسود ذرا طلحہ کے پاس جائو، دیکھو وہ کیا کہتے ہیں_

ابوالاسود کا بیان ہے: کہ میں طلحہ کے پاس گیا لیکن وہ بہت تند مزاج اور فتنہ انگیز تھے، وہ بہت زیادہ جنگ کی باتیں کرتے رہے میری تمام نصیحتیں اور باتیں بے اثر رہیں (1)

دوسری روایت کے مطابق ابوالاسود کا بیان ہے کہ میں اور عمران ابن حصین بصرہ کے گورنر عثمان ابن حنیف کی طرف سے عائشه کے پاس گئے اور ان سے یہ وضاحت چاہی کہ_

اے عائشه کیا وجہ ہوئی کہ اپ یہاں تک پہنچ گئیں، کیا اپ کے اس قیام اور سفر کے بارے میں رسول (ص) خدا کا فرمان ہے یا اپ نے اپنی ذاتی رائے سے یہ اقدام کیا ہے_

عائشه نے کہا: اس بارے میں میرے پاس رسول (ص) خدا کا کوئی فرمان یا حکم نہیں ہے بلکہ جس دن سے عثمان قتل کئے گئے میں نے ذاتی طور سے ان کے خون کا انتقام لینے کی ٹھان لی، کیونکہ ہم عثمان کے زمانے میں واضح طور سے ان پر اعتراض کیا کرتے تھے کہ مسلمانوں پر کیوں ظلم ڈھارہے ہو، انھیں تازیانے کیوں لگارہے ہو، عام زمینوں اور چراگاہوں کو اپنے اور خاندان والوں کے مویشیوں کیلئے کیوں مخصوص کرلی ہے، اس سفّاک اور ظالم ولید کو

---

1_ الامامة والسیاسة ج 1 ص 57، شرح نہج البلاغہ ابی الحدید ج 2 ص 81، طبری ج 5 ص 178

جسے رسول(ص) خدانے جلاوطن کیا تھااور قران نے فاسق کانام دیا(1) ایسے شخص کو مسلمانوں کا حکمراں بنادیا،ہاں،ہم نے یہ تمام باتیں اس کے کان میں ڈالیں اس نے میری تمام باتیں مان لیں اپنے کارندوں کی حرکات پر شرمندہ بھی ہوا،اور اپنے توبہ سے اپنے کو پاک کرکے غلطیوں کی تلافی کی_

لیکن تم لوگوں نے اس کے توبہ کو ذرہ برابر بھی اہمیت نہیں دی، تلواریں کھینچے ہوئے اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کے گھر میں اسے مظلوم اور بے گناہ قتل کردیا،تم لوگ اسلامی سرزمین مدینہ کی عظمت اور خلافت کی شان وشوکت،ماہ ذی الحجہ کی حرمت ان تمام چیزوں کو اسلام نے محترم قرار دیا ہے تم نے ان سبکو روندڈالا، کیسے اورکیوں میں اس ظلم وستم کے مقابلہ میں خاموش رہوں اور اس سرکشی اور زیادتی کے مقابلے میں چپ بیٹھ جائوں_

ابوالاسود نے کہا: اے عائشہ اپ کو تلوار اور تازیانے سے کیا سروکار؟ کیارسول(ص) خدانے اپ کو ایسے معاملات میں مداخلت سے منع نہیں کیا تھا؟

انھوں نے اپ کے لئے گھر کی کوٹھی پسند نہیں کی تھی اپ اپنے شوہر کے حکم کے خلاف اپنے گھر سے باہر کیوں نکل ائیں اور مسلمانوں کے درمیان فتنہ وہنگامہ کھڑا کیا؟

عائشہ نے کہا: اے ابوالاسود،کون سافتنہ وفساد؟ کیا کوئی ایسا بھی ہے جو مجھ سے جنگ کرے؟ یا میرے خلاف زبان کھولے کہ فتنہ وفساد پیدا ہو؟ ہرگز ایسا واقعہ پیش نہیں ائیگا میرے مقابلہ میں ایسی حرکت کی کسی کو جرائت نہیں ہو گی_

ابوالاسود نے کہا: اے عائشہ اگر یہ مخالفت اور ہنگامہ ارائی اگے بڑھتی رہی تو لوگ اپ سے جنگ کرینگے اور ایک عظیم فتنہ برپا ہو جائیگا_

عائشہ نے کہا: اے ابوالاسود،اے قبیلہ عامر کے پست فطرت،اے بنی عامر کے چھوکرے بات کم کر،کون شخص ہے جو زوجہ رسول سے جنگ کرسکے(2)

---

1_ سورہ حجرات ایت6

2_ بلاغات النساءص9 ،عقدالفریدج 3 ص98 ،البیان والتبیین جاحظ ج 2 ص209



ابوالاسود اور عائشہ سے یہیں پر بات ختم ہو گئی، لیکن عائشہ نے ابوالاسود کی بات کاذرا بھی اثر نہیں لیا، اپنا ارادہ نہیں بدلا،انھوں نے اپنے لشکروالوں کے ساتھ حفرابوموسی سے اگے بڑھکر بصرہ کے نزدیک ایک جگہ پڑائوڈال دیا_

## سرداران لشکر نے تقریریں کیں

لشکر عائشہ بصرہ پہنچ گیااور شہر کے وسیع میدان --"مربد" کو اپنی چھائونی بنایا_

عثمان ابن حنیف انصاری جو حضرت علی(ع) کی جانب سے بصرہ کے حکمراں تھے، دوبارہ کچھ لوگوں کو مربد بھیجا، تاکہ لشکر عائشہ کا انتہائی مقصد دریافت کریں_

عائشہ نے جب اپنی فوج میں ایک بڑااجتماع دیکھا اور بصرے والوں کو بھی ایک جگہ دیکھا تو موقعہ غنیمت خیال کرکے ان کے سامنے اس طرح تقریر کی_

اے لوگو امیر المومنین عثمان اگرچہ حق وعدالت کے راستے سے منحرف ہوگئے تھے، انھوں نے رسول خد(ص) اکے اصحاب کو اذیت دی، ناتجربہ کار اور فاسد جوانوں کو حکومت دیدی، ایسے لوگوں کی حمایت کی جن پر رسول خدا (ص) غضبناک تھے اور انھوں نے مسلمانوں کی ابادی سے جلاوطن کیا تھا، عمومی چراگاہوں کو اپنے لئے اور بنی امیہ کیلئے خاص کرلیا تھالیکن ان تمام باتوں کے باوجود جب لوگوں نے ان پر اعتراض کیااور اس کے انجام گوش زد کئے تو انھوں نے لوگوں کی نصیحتوں سے سبق لیا اپنے خراب کرتوتوں سے پشیمانی کا اظہار کیااور اپنے دامن الودہ کو اب توبہ سے دھوڈالا، اپنے کو گناہوں سے پاک کرلیا_

لیکن کچھ لوگوں نے ان کے توبہ کو وقعت نہیں دی ان کی پشیمانی پر اعتنا نہیں کیااور انھیں قتل کرڈالا اور اس پاکیزہ شخص اور بے گناہ شخص کا خون بہاڈالا اسے قتل کرکے بہت سے بڑے گناہوں سے اپنے کو الودہ کیا کیونکہ وہ خلافت کا مقدس لباس پہنے ہوئے تھے، جس مہینے میں جنگ اور خونریزی حرام ہے اسی ماہ ذی الحجہ میں، اور اس شہر میں کہ جس کا احترام اسلام نے لازم قرار دیا ہے، اسی شہر میں قربانی کے اونٹ کی طرح انھیں قتل کرڈالا ان کا خون زمین پر بہادیا_

اے لوگو جان لو کہ قریش قتل عثمان کے اصل مجرم ہیں انھیں قتل کرکے خود اپنے تیروں کا نشانہ بنالیا ہے اور اپنے مکّے خود اپنے منھ پر مارے ہیں قتل عثمان سے وہ اپنا مقصد نہ پائیں ان کی حالت کو کوئی فائدہ نہ ہو، خدا کی قسم ان

لوگوں کوافت گھیر لے گی جو انھیں نیست ونابود کر دیگی انگاروں سے بھر پور افت، انھیں جڑ سے اکھاڑنے والی، ایسی افت کہ سوئے لوگوں کو جگا دیگی اور بیٹھے لوگوں کو اٹھا دیگی_

ہاں، خدائے عادل اس بے حد ظلم کے مقابلے میں ایسے لوگوں کو ان پر مسلط کر دیگا کہ ان پر ذرا بھی رحم نہ کرینگے اور انھیں بد ترین اور سخت عذابوں سے انھیں اذیت دیگا_

اے لوگو عثمان کا گناہ ایسا نہیں تھا جو ان کے قتل کو جائز بنادے پھر یہ کہ تم لوگوں نے ان سے توبہ کرنے کو کہا اس کے بعد ان کی توبہ کو وقعت دیئے بغیر (ٹوٹ پڑے اور بے گناہ ان کا خون بہاڈالا اس کے بعد تم نے لوگوں کے مشورہ کئے بغیر علی کی بیعت کرلی اور غاصبانہ طریقے سے انھیں کرسی خلافت پر بٹھادیا) تم لوگ سونچو کہ میں تمھیں لوگوں کے فائدہ کیلئے عثمان کے حق میں تمہاری ان شمشیروں سے جو ان پر برسائی گئیں غضبناک نہیں ہو جائوں اور خاموش رہوں؟

اے لوگو ہوش میں ائو کیونکہ عثمان کو مظلوم اور بے گناہ قتل کیا گیا اب تم لوگ ان کے قاتلوں کو تلاش کرو، جہاں بھی ان پر قابو پائو انھیں قتل کر ڈالو، اس کے بعد ان لوگوں میں سے جنھیں عمر نے خلافت کیلئے نامزد کیا تھا شوری کے ذریعے سے خلیفہ منتخب کرلو، لیکن ایسا نہیں ہونا چاہیئے کہ جس شخص نے عثمان کو قتل کیا(1) وہ خلافت کے بارے میں یا شوری میں خلیفہ معین کرنے کیلئے شامل ہو اور ذرا بھی مداخلت کرے(2) زھری کا بیان ہے کہ عائشہ کی تقریر ختم ہوتے ہی طلحہ وزبیر نے بھی اٹھ کر لوگوں کے سامنے یہ تقریر کی_

اے لوگوں، ہر گناہ کی توبہ ہے اور ہر گنہگار پشیمان ہونے کے بعد وہ پلٹتا ہے جس کے اثر سے وہ پاک اور مغفور ہو جاتا ہے، عثمان بھی اگر چہ گنہگار تھے لیکن انکا گناہ توبہ اور امرزش کے قابل تھا ہم بھی کسی حیثیت سے ان کے قتل کا ارادہ نہیں رکھتے تھے ہم صرف یہ چاہتے تھے کہ ان کی سرزنش کریں اور اس طرح انھیں توبہ پر مجبور کریں، لیکن کچھ نادان اور ھنگامہ پسند ادمیوں نے انھیں قتل کرنے کا ارادہ کر لیا اور ہمارے جیسے صلح وپسند (ملائم اور حلیم لوگوں پر حاوی ہوگئے اور نتیجہ میں انھیں قتل کر ڈالا) ابھی طلحہ وزبیر کی بات یہیں تک پہونچی تھی کہ بصرہ والے چاروں طرف

---

1_ قاتل عثمان سے ان کی مراد حضرت علی ہیں

2_ الامامۃ والسیاسۃ ج 1 ص 51 ،شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج 2 ص499

سے اعتراض کرنے لگے اور چلانے لگے _ اے طلحہ تمھارا خط ہمارے پاس پہنچا تھا، اس کا لہجہ بہت سخت تھا، اج کی تمھاری بات سے اور اس خط کے مضمون سے کوئی مناسبت اور میل نہیں ہے، اس موقعہ پر زبیر نے لوگوں کو مطمئن اور خاموش کرنے کیلئے کھڑے ہو کر تقریر شروع کر دی، اور کہا اے لوگو:

میں نے عثمان کے بارے میں تمھیں کوئی خط نہیں لکھا اگر تمھارے پاس اس بارے میں کوئی خط پہنچا ہے تو وہ دوسروں نے لکھا ہو گا_

اپنی پہلی بات کو زیادہ اب و تاب سے بیان کرنے لگے اور عثمان کی مظلومیت لوگوں کے سامنے زیادہ وضاحت سے بیان کی اس ضمن میں حضرت علی اور ان کے ماننے والوں کی شدت کے ساتھ تنقید اور مذمت کی_(1)_

---

1_ طبری ج 2 ص178



## مقرروں پر اعتراض

عائشہ اور ان کے سرداران لشکر کی اتشیں تقریروں کے بعد جو مربد میں ہوئی تھیں کچھ سامعین کھڑے ہو گئے اور انھوں نے واضح لفظوں میں اعتراضات کئے_

طبری نے ان تقریروں کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اسی موقعہ پر خاندان عبد القیس کا ایک شخص کھڑا ہو کر بولا، اے زبیر خاموش ہو جا، میں بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں اور جو کچھ لازم ہے وہ لوگوں تک پہونچانا چاہتا ہوں_

عبد اللہ ابن زبیر اس پر بھڑ کر بولے، اے مرد عبدی تیری کیا حیثیت کہ بات کرے لیکن اس شخص نے ابن زبیر کی سرزنش پر کوئی توجہ نہیں کی اور عائشہ کے لشکر والوں سے کہنے لگا تم مہاجرین کے گروہ میں ہو تم نے زندگی میں عظیم فضیلت و افتخار حاصل کیا کیونکہ تم ہی تھے جنھوں نے رسول اکرم (ص) کی پہلی اواز پر لبیک کہی، اور تمام لوگ تمھارے بعد تمھاری پیروی میں اسلام سے وابستہ ہوئے، اسے جان و دل سے قبول کیا اور جس وقت رسول (ص) خدا لقائے الہی سے جا ملے تمھیں لوگ تھے جنھوں نے اپنوں میں سے ایک کا انتخاب کیا اور اسکی بیعت کی، باوجود اس کے کہ تم نے اس انتخاب میں ہم سے مشورہ نہیں کیا اور ہماری اطلاع کے بغیر یہ اقدام کر ڈالا، پھر بھی ہم نے تمھاری

مخالفت نہیں کی، تم جس بات کو پسند کرتے تھے ہم اس پر راضی رہے ان کی زندگی ختم ہوئی اور کسی شخص کو تمھارے درمیان سے خلافت کیلئے چن لیا گیا تم لوگوں نے ہمیں اطلاع دیئے بغیر اس کی بیعت کرلی ہم نے بھی اسے مان لیا، اور تمھاری خوشنودی خاطر کیلئے ہم نے اسکی بیعت کرلی، اس نے بھی جب دنیا سے رخت سفر باندھا تو امارت و خلافت کو چھ ادمیوں کے درمیان ڈال کر معاملہ شوری کے حوالے کر دیا، ان چھ افراد میں سے عثمان کو منتخب کر کے تم نے بیعت کرلی لیکن دیر نہیں گذری کہ تم نے اسکی روش کو ناپسند کیا، اس کے کرتوتوں پر اعتراض کیا، یہاں تک کہ تم نے اس کے خون سے اپنا ہاتھ رنگین کیا حالانکہ تم نے نہ اسکی خلافت میں ہم سے مشورہ کیا تھا اور نہ قتل میں، وہیں تم لوگ علی کے گھر پر چڑھ دوڑے ان سے حد سے زیادہ اصرار کیا یہاں تک کہ انکو زبردستی اس کام پر امادہ کیا اور انکی بیعت کرلی، پیمان خلافت باندھ لیا، یہ تمام باتیں تو ان لوگوں نے ہماری اطلاع کے بغیر اور ہمارے مشورے کے بغیر انجام دیا لیکن اب ہم نہیں جانتے کہ کس دلیل سے اسکے خلاف تم نے فتنہ ابھارا ہے اور ان سے امادہ ءجنگ ہو گئے ہو؟

کیا حضرت علی (ع) نے مسلمانوں کے مال و دولت میں خیانت اور زیادتی کی ہے یا خلاف حق کوئی کام کیا ہے یا تم لوگوں کی پسند کے خلاف کسی عمل کے مرتکب ہوئے ہیں _

نہیں، ہرگز نہیں، حضرت علی (ع) کا دامن ان تمام باتوں سے پاک ہے _

پھر ہم لوگ ان پر کیا اعتراض کریں؟ اور کیوں ان سے جنگ کریں؟

ابھی اس شخص کی بات یہیں تک پہونچی تھی کہ لشکر عائشہ سے کچھ لوگ اسکی حق گوئی پر بھڑک اٹھے اور اسکے قتل کا ارادہ کیا اس شخص کے خاندان کے لوگ اور رشتہ دار اسکی مدد میں کھڑے ہو گئے، اسکی طرف سے دفاع کرنے لگے، یہاں تک کہ وہ اپنی جان بچا کر لشکر کے درمیان سے بھاگ گیا _

لیکن حادثہ یہیں پر ختم نہیں ہو گیا، اور دوسرے دن عائشہ کے لشکر اور اس شخص کے قبیلہ کے درمیان جنگ ہو گئی اس شخص کے قبیلے کے ستر ادمیوں کو ان لوگوں نے بزدلانہ طریقے سے قتل کر دیا (1)

جس وقت یہ واقعہ امام نے سنا تو بہت زیادہ غمگین ہوئے اپ نے ان لوگوں کی تعزیت میں شعر اس مضمون

---

1_ طبری ج 5 ص178

کے پڑھے:

بہت افسوس اور دکھ ہوا اس ظلم پر جو قبیلہ ربیعہ پر ڈھایا گیا، ربیعہ کے لوگ اپنے امام کی بات ہمیشہ سنتے اور اطاعت کرتے ہیں_

ہاں، وہ ہمیشہ طرفدار حق رہے

اور حق کی راہ میں انھوں نے اپنا خون نثار کیا

یالھف قلبی علی ربیعہ

ربیعہ السامعۃ المطیعہ

سنتھا کانت بھا الوقیعہ (1)

اس کے بعد طبری نے نصر ابن مزاحم سے نقل کیا ہے کہ جاریہ ابن قدامہ لشکر عائشہ کے مقابل کھڑے ہو کر بولے اے عائشہ خدا کی قسم خون عثمان کا بہانا بہانے کا گناہ اس سے کمتر ہے کہ تو اس ملعون اونٹ پر سوار ہے اور اپنے گھر سے باہر نکل کر مردوں کی طرح میدان جنگ میں چلی ائی ہے

اے عائشہ تیرا اسلامی معاشرے میں احترام کیا جاتا ہے، لیکن اس عمل سے تونے اپنی وقعت برباد کر دی اپنی عظمت و احترام کا ناس مار دیا اور اپنے کو قتل اور ہلاکت میں جھونک دیا کیونکہ جو بھی تجھ سے جنگ کرے گا وہ تیرا خون بہانے سے باز نہیں ائے گا_

اے عائشہ اگر تو اپنے جی سے اور اپنے اختیار سے ادھر ائی ہے اور یہ راہ اپنائی ہے تو یہیں سے اپنے گھر واپس جا اور اگر تو زبردستی یہاں تک لائی گئی ہے تو مسلمانوں سے مدد طلب کر تا کہ تجھ کو ان لوگوں کے چنگل سے چھڑائیں جنھوں نے تجھ کو مجبور کر رکھا ہے اور تجھ کو تیرے گھر پہنچا دیں (2)

طبری اگے لکھتا ہے:

جیسے ہی جاریہ کی بات ختم ہوئی فوراً بنی سعد کا ایک جوان کھڑا ہو کر طلحہ و زبیر سے بولا_

اے زبیر کیا تو رسول خدا (ص) کا صحابی اور حمایتی نہیں تھا، اے طلحہ کیا تو وہی نہیں ہے جس نے اپنی تلوار سے اور

جان ودل سے رسول(ص) خدا کے دشمنوں کے مقابل حمایت کی تھی _ لیکن اج کیاہوا کہ وہ تمام یاری اور وفاداری ظلم اور خیانت سے بدل گئی ؟

میں ہر گز تم لوگوں کا ساتھ نہیں دوں گا کیونکہ تم نے اپنی عورتوں کو تو گھروں میں بیٹھار کھاہے اور زوجہء رسول کو اپنے ساتھ یہاں تک کھینچ لائے ہو تمھارے اس اقدام سے ہم راضی نہیں ہونگے _

اس جوان نے یہ کہااور لشکر سے اپنے کو علحدہ کر لیا پھر........ اس نے چند اشعار بھی پڑھے :

صنتم حلائلکم وقد تم امکم

ھذالعمرک قلۃ الانصاف

امرت بجر ذیو لھافی بیتھا

فھوت تشق البید بالایجاف

غرضاًیقاتل دونھاابناءُھا

بالنبل والخطی والاسیاف

ھتکت بطلحۃ والزبیر ستورھا

ھذاالمخبر عنھم والکافی (1)

ترجمہ: خدا کی قسم یہ بڑی ناانصافی ہے کہ اپنی عورتوں کو تم نے گھروں میں بیٹھار کھاہے اور زوجہ رسول کو میدان میں کھینچ لائے ہو عائشہ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اپنے گھر میں بیٹھیں اور اپنے ابرو کی حفاظت کریں، لیکن انھیں......... صحر انوردی اور گھوڑوں کو اسے روندنے کی ہوس نے انھیں برباد کرڈالاہے ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کو جوان کے بیٹوں کیطرح ہیں اپنے سامنے شمشیر ونیزہ سے لڑادیں اور وہ اس کا تماشہ دیکھیں _

طلحہ وزبیر نے بھی اپنی حیثیت اور احترام کاناس مار دیا یہ ان لوگوں کا بہت پست مقصد اور منحوس ارمان ہے _

اس کے بعد طبری نے مزید لکھاہے کہ: اسی موقعہ پر قبیلہ جہینہ کا ایک جوان محمد ابن طلحہ کے سامنے پہنچاجو بہت عابد وزاھد سمجھے جاتے تھے اور ان سے قاتلان عثمان کے بارے میں پوچھا محمد نے جواب دیاخون عثمان تین لوگوں پر ہے_

ایک تہائی اس خاتون کی گردن پر ہے جو ھودج میں سوار ہے، دوتہائی اس شخص کی گردن پر ہے جو سرخ اونٹ والاہے (جو سرخ اونٹ پر سوار ہے، طلحہ) اور تیسرا حصہ خون عثمان کا علی کے گردن پر ہے،

وہ جوان محمد کی بات پر ہنسا اور یہ اشعار پڑھنے لگا_

سالت ابن طلحة عن ھالک

بجوف المدینہ لم یقبر

فقال ثلاثة رھط ھم

اماتوا ابن عفان واستعبر

فثلث علی تلک فی خدرھا

و ثلث علی راکب الاحمر

و ثلث علی بن ابیطالب

و نحن بدویة قرقر

فقلت صدقت علی الاولین

واخطات فی الثالث الازھر (1)

ترجمہ: میں نے فرزند طلحہ سے عثمان کے قتل کے بارے میں وضاحت چاہی کہ مسلمانوں نے انھیں اپنے قبرستان میں کیوں نہیں دفن ہونے دیا، اس نے مجھے جواب دیا کہ عثمان کا خون ان تین افراد کی گردن پر ہے_

ایک تو وہ عورت جو ھودج میں سوار ہے دوسرا وہ کہ جو سرخ اونٹ پر سوار ہے اور تیسرے علی بن ابیطالب ہیں، اور ہم لوگ تو صحرا نشین عوام تھے ہمیں ان باتوں میں دخل نہیں دینا چاہئے،

میں نے اس کا جواب دیا کہ تم نے سچ کہا کہ ھودج سوار، اور اونٹ سوار ہی عثمان کو قتل کرنے والے ہیں_

لیکن حضرت علی (ع) کے بارے میں تم نے غلطی کی اور دھوکے کا شکار ہوئے_

# جنگ جمل

## پہلی جنگ شروع ہوئی

ان لوگوں نے کہا: کہ ہمارا پہلا اعتراض یہ ہے کہ انھیں ہمارے اوپر کوئی برتری اور تفوق نہیں ہے لیکن وہ ہم لوگوں پر حکومت کرنا چاہتے ہیں اور یہ رویہ ہمارے لئے قابل قبول نہیں _

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ انھوں نے ایسے کام کئے ہیں کہ جو ہر طرح سے اعتراض و تنقید کے قابل ہیں _

عثمان ابن حنیف نے کہا کہ میں حضرت علی(ع) کی طرف سے اس شہر کا حکمراں ہوں مجھے کوئی اختیار نہیں ہے تھوڑی مہلت دو کہ میں امیر المومنین کو ایک خط لکھ کر تمھارے مطالبات کی اطلاع دے دوں تا کہ وہ جیسا کہیں اور جو حکم دیں اس پر عمل کیا جائے _

عثمان ابن حنیف کی منصفانہ پیش کش قبول کرلی گئی اور اسی پیش کش کے مطابق ان لوگوں نے باہم عہد کیا اور خدا کو بھی اس پر گواہ قرار دیا، عثمان ابن حنیف نے یہ سارا واقعہ امام کو لکھ دیا لیکن دو روز سے زیادہ نہ ہوا کہ عائشےہ کے لشکر نے بصرہ کا امن و سکون درہم برہم کرڈالا اور عثمان پر ہلّا بول دیا، انھیں قید کرلیا انھیں تازیانوں سے اذیت دی اور بہت قابل رحم حالت میں ان کے سر اور ڈارھی کو تراش ڈالا(1)

کچھ دوسرے مورخوں یعقوبی، مسعودی اور صاحب استیعاب نے یوں بیان کیا ہے:

عائشےہ اور عثمان ابن حنیف کی فوجوں کے درمیان اس مضمون کا عہد نامہ ہوا تھا کہ طرفین جنگ کی اگ بھڑکانے سے پرہیز کرینگے اور شہر بصرہ کے انتظامی امور پہلے کی طرح عثمان ابن حنیف کے اختیار میں رہیں گے یہاں تک کہ خود حضرت علی(ع) بصرہ میں تشریف لائیں اور اپنے مخالفین سے گفتگو کر کے اپنے نقطہ نظر کی تحریری وضاحت کریں _

صلحنامہ کا یہی مضمون دونوں لشکر کے درمیان لکھا گیا پھر حضرت علی(ع) کے حکمراں نے اس صلحنامہ کے مطابق اپنے ساتھیوں اور فوجیوں کو حکم جاری کیا کہ جنگی ہتھیار اتار دیں تا کہ صلح و صفائی کی راہ ہموار ہو سکے لیکن تھوڑے دن نہ ہوئے تھے کہ ایک انتہائی ٹھنڈی اور بارش کی راہ میں کچھ عائشےہ کے لشکر والے عبداللہ ابن زبیر کی سرکردگی میں بصرہ کے گورنر پر حملہ کر بیٹھے، حضرت علی(ع) کے گورنر عثمان کو قید کرلیا پھر بیت المال لوٹنے کیلئے بڑھے اور پاسبانوں کو منتشر کر دیا ان کے چالیس ادمیوں کو بھی قتل کر دیا(2)

---

1_ طبری ج 5 ص178

2_ الاستیعاب حالات حکیم ابن جبلہ

مسعودی کا بیان ہے کہ: اس حملہ میں مقتولوں اور زخمیوں کی تعداد ستر تک پہونچ گئی ان میں سے پچاس کو قید کر کے عوام کو مرعوب کرنے کیلئے ان کی انکھوں کے سامنے گردن ماردی گئی_

طبری اور صاحب استیعاب کہتے ہیں_ عثمان ابن حنیف کو قید کرنے کے بعد ابان ابن عثمان کو عائشہ کے پاس بھیجا گیا تا کہ ان کے بارے میں حکم حاصل کیا جائے، عائشہ نے بھی انکے قتل کا حکم دیا اور کہا:

اے ابان، عثمان ابن حنیف کو اپنے باپ کے انتقام میں قتل کر ڈالو اور اپنے باپ کا انتقام اس سے لے لو_ جس وقت عثمان ابن حنیف کے فرمان قتل کی اطلاع لوگوں کو ہوئی تو ایک عورت عائشہ کے پاس اکر بولی_

اے ام المومنین تمھیں خدا کی قسم ہے عثمان ابن حنیف کا احترام کرو کیونکہ وہ رسول خدا(ص) کے صحابی اور ساتھی ہیں اس بات کو نظر انداز نہ کرو اور ان کے قتل سے باز ائو_

عائشہ پر اس عورت کی بات کا اثر ہوا اور حکم دیا کہ ابان کو واپس لایا جائے ابان دوبارہ عائشہ کے پاس ائے تو عائشہ نے اس سے کہا: کہ ابان قتل عثمان سے باز ائو اور انھیں قید خانے میں ڈال دو_

ابان نے کہا: اے عائشہ، اگر میں جانتا کہ تم عثمان کے معاملہ میں تخفیف کا حکم دو گی اور ان کے قتل کو قید سے بدل دو گی تو میں واپس نہیں اتا، کیا میں تمھارے پہلے حکم کو نافذ کر دوں اور اپنے باپ کے انتقام، میں اسکی گردن مار دوں_

اس موقع کے مطابق نظریہ وصلاح مجاشع ابن مسعود چالیس تازیانہ عثمان ابن حنیف کے بدن پر لگایا گیا، ان کے سر اور ڈاڑھی کو چھیل ڈالا گیا ان کی حالت قابل رحم ہو گئی اور اس کے بعد انھیں قید خانے میں ڈال دیا گیا(1)

مشھور مورخ یعقوبی کا بیان ہے کہ:

گورنر کے قصر پر حملہ کر کے عثمان کو گرفتار کیا گیا پھر عائشہ کا لشکر بیت المال کیطرف حملہ اور ہوا اور جو کچھ اس میں تھا مال غنیمت کی طرح لوٹ لیا، اس طرح عائشہ کے لشکر نے پہلی جنگ جیت لی، اور شہر بصرہ کی حکمرانی (بیت المال اور شہر کے تمام اختیارات ان لوگوں کے زیر نگیں اگئے)_

---

1_ طبری ج 5 ص182

## دوسری جنگ شروع ہوئی

طبری کا بیان ہے: عثمان بن حنیف کی گرفتاری کا واقعہ جب حکیم بن جبلہ کو معلوم ہوا، جو بصرے کے معزز اور مشہور بزرگ تھے(1) بصرے کے بکر بن وائل اور عبد قیس قبیلے کے افراد کو لیکر عبد اللہ بن زبیر کے پاس گئے، اور ان سے درخواست کی کہ جس صلحنامہ کے مضمون کی مخالفت کر کے توڑا گیا ہے اسے نافذ کیا جائے اس کے مطابق عثمان بن حنیف کو قید خانے سے نکال کر گورنر ہاؤس میں پہونچایا جائے، تا کہ جب تک حضرت علی(ع) ائیں حکومت بصرہ انھیں کے اختیار میں رہے_

حکیم بن جبلہ نے اخر میں کہا، اے عبد اللہ، خدا کی قسم اگر میں کچھ مدد گار فراہم کر سکتا تو تو تمھاری اس عہد شکنی اور بے گناہ مسلمانوں کے قتل پر تم سے سخت جنگ کر کے مقتولوں کا انتقام لے لیتا، اے عبد اللہ، اب تمھارا خون بہانا ہمارے اوپر حلال اور مباح ہو گیا، کیونکہ تم نے ہمارے بے گناہ مسلمان بھائیوں کو قتل کر کے انکا خون زمین پر بہایا ہے، اے عبد اللہ، تم خدا کے غضب سے نہیں ڈرتے کہ اتنے مسلمانوں کو تلواروں کی باڑھ پر رکھ لیا، ان کا خون زمین پر بہا دیا؟

عبد اللہ بن زبیر نے کہا: اے حکیم ہم نے انھیں قتل عثمان کے بدلے میں قتل کیا ہے، ان کا خون عثمان کے خون کے بدلے بہایا ہے_

حکیم نے کہا، اے عبد اللہ، خدا سے ڈرو، اسکے غضب کا خوف کرو، کیونکہ ان میں سے ایک بھی قتل عثمان میں شریک نہیں تھا نہ ان کا قاتل تھا_

عبد اللہ بن زبیر نے کہا: اے حکیم، ہماری اخری بات یہی ہے کہ عثمان بن حنیف جب تک خلافت علی کی بیعت گردن سے نہ اتارے ان سے بیزاری کا اظہار نہ کرے، اسے قید خانے سے ازاد نہیں کیا جائے گا_

---

1_ حکیم بن جبلہ مرد صالح اور متدین تھے عبد قیس گروہ کے رئیس و سردار بھی تھے بعض مورخوں کے مطابق وہ صحابی رسول بھی تھے، اسد الغابہ ج 2 ص39

اس وقت حکیم نے، اسمان کی طرف رخ کرکے کہا: اے داد گر خدا، تو گواہ رہنا کہ جو کچھ لازمی اور ضروری موعظہ تھا میں نے ان لوگوں کے گوش گذار کر دیا لیکن میری نصیحت نہیں سنی (اللھم انک حکم عدل فاشھد)

اسکے بعد حکیم نے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کرکے کہا، اب میں اپنی تکلیف یہی سمجھ رہاہوں کہ ان لوگوں سے جنگ کروں اب جو بھی تم میں سے تکلیف جنگ کا قائل نہ ہو وہ مجھ سے علحدہ ہو جائے، یہ کہکر اپنے ساتھیوں کے ساتھ لشکر عائشہ پر حملہ کر دیا، اسطرح لشکر عائشہ اور حکیم کے ساتھیوں کے درمیان خونریز جنگ ہوئی، حکیم جنگ کر ہی رہے تھے کہ عائشہ کے ایک فوجی نے موقع پا کر اپ کی پنڈلی پر تلوار ماری، حکیم کا پیر پنڈلی سے کٹ گیا، اور زمین پر گر پڑے، حکیم نے اپنی وہی پنڈلی اپنے ہاتھ میں لیکر تیزی سے اس پر پڑے، اپنے کٹے پیر کو اسکی گدّی پر اسقدر زور سے مارا کہ وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا، حکیم نے خود کو کشاں کشاں، اپنے کٹے پائوں کے ساتھ جا کر اپنے کو اس پر ڈال دیا، پھر اسے قتل کرکے لاش پر ٹیک لگا کر بیٹھ گئے، اسی وقت ایک راہگیر نے پوچھا، اے حکیم، کس نے تمھیں یہ برے دن دکھائے؟

فرمایا: یہی شخص جو میرے نیچے ہے_

لیکن یہ زخم اتنا کاری اور موثر تھا کہ تھوڑی دیر بعد اپکی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئي(1) طبری کا بیان ہے، لشکر عائشہ نے حکیم کے قتل کے بعد دوبارہ عثمان بن حنیف کو قتل کرنے کا ارادہ کیا_

عثمان نے کہا کہ تم جانتے ہو میرے بھائی سھل بن حنیف مدینے کے حاکم اور گورنر ہیں، اگر تم نے مجھے قتل کیا تو وہ بھی تمہارے رشتہ داروں کو مدینے میں قتل کر دیں گے، یہی وجہ ہوئی کہ وہ لوگ قتل سے باز ائے اور انھیں ازاد کر دیا(2)_

---

1_ طبری ج 5 ص182 ،استیعاب شرح حال حکیم بن جبلہ

2_ طبری ج 5 ص181

# داخلی جنگ شروع ہو گئی

لشکر عائشہ پہلی اور دوسری جنگ میں فتح مندرہا، شہر بصرہ کو ہر لحاظ سے اپنے قبضے میں کر لیا، لیکن اسی کے بعد شدید اختلاف اور داخلی جنگ شروع ہو گئی، کیونکہ

طلحہ کی کوشش تھی کہ اس فتح کے بعد پہلی نماز کی امامت اور پیشنمازی ان کے حوالے ہو، کیونکہ یہ پیشنمازی خلافت کی نشانی بھی سمجھی جاتی تھی، زبیر بھی اسی کوشش میں تھے کہ یہ مرتبہ ومقام وہ خود جھپٹ لیں، اسطرح ان دونوں میں سخت اختلاف اور کشاکش پیدا ہو گئی کہ محراب اور پیشنمازی کیسے حاصل کی جاسکے، یہ معاملہ اتنا کھنچا کہ قریب تھا وقت نماز بھی نکل جائے، چنانچہ مسلمانوں کی اوازیں ہر طرف سے بلند ہونے لگیں، الصلاۃ الصلاۃ، اے اصحاب رسول نماز پڑھو، کہیں نماز کا وقت نہ نکل جائے_

لیکن ان دونوں میں اختلاف بڑھتا ہی چلا گیا، یہاں تک کہ خود عائشہ نے مداخلت کی اور حکم دیا کہ طلحہ وزبیر محراب پیشنمازی سے الگ رہیں، ایک دن طلحہ کے فرزند محمد نماز پڑھائیں اور دوسرے دن زبیر کے فرزند عبد اللہ نماز پڑھائیں_

صاحب طبقات کا بیان ہے:

اس طرح عائشہ کی پیشکش کے باوجود اختلاف ختم نہیں ہوا کیونکہ اب یہ جھگڑا شروع ہوا کہ ان دونوں میں پہلے کون پیشنماز بنے دوبارہ ایسا شدید اختلاف ہوا کہ ہر ایک اپنے کو محراب تک لے جانا چاہتا تھا، اور دوسرا اپنی کوشش کرتا تھا اس مشکل کو قرعہ اندازی کے ذریعے حل کیا گیا_

اسی نماز میں محمد بن طلحہ نے سورہ سال سائل بعذاب واقع کی تلاوت کی اس تلاوت کا مقصد یہ تھا کہ وہ عبد اللہ پر طعن کر رہے ہے کہ ان کا غرور ٹوٹ گیا، کامیابی ان کے نصیب میں رہی (1)

صاحب اغانی کہتا ہے طلحہ وزبیر اور ان کے بیٹوں کی پیشنمازی کے واقع کو ایک شاعر نے یوں نظم کیا ہے_

تباری الغلاما اذ صلیا

وشح علی الملک شیخاھما

ومالی وطلحہ وابن الزبیر

وھذ الذی الجذع مولاھما

---

1 طبقات ج 5 ص39

فامھما الیوم غیر تھما

ویعلی بن امیہ دلا ھما

ترجمہ: یہ دونوں پیشنمازی کے لئے محراب میں جھگڑا کر رہے ہیں، اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ دونوں حکومت کے حریص ہیں_

ان دونوں کے باپ طلحہ وزبیر بھی حد سے زیادہ حکومت کے حریص ہیں مجھے طلحہ وزبیر سے کیا سروکار؟

کیونکہ ان دونوں کے امام حضرت علی (ع) تو ہمارے دسترس میں ہیں، طلحہ وزبیر کو ان کی ماں نے دھوکہ دیا، اور یعلی بن امیہ نے ان دونوں کو ورطہء ہلاکت اور بدبختی کا راستہ دکھایا(1)_

## جب حقیقت روشن ہوئی

طبری نے جون بن قتادہ سے نقل کیا ہے کہ:

میں زبیر کے پاس تھا اتنے میں ایک سوار نے اکر کہا:

اے امیر اپ پر سلام

زبیر وعلیک السلام

گھوڑے سوار نے کہا، اے امیر، حضرت علی کا لشکر فلاں جگہ پہونچ چکا ہے، لیکن وسائل جنگی کے اعتبار سے بہت مفلس ہے، تعداد بھی بہت کم ہے، ان سب کے دل میں خوف بھرا ہوا ہے، سبھی مرعوب ہیں_

وہ جیسے ہی گیا ایک دوسرے سوار نے اکر کہا:

اے امیر، اپ پر سلام

زبیر، وعلیک السلام

سوار نے کہا: اے امیر حضرت علی (ع) کا لشکر فلاں جگہ ٹھہرا ہوا ہے، لیکن انھوں نے اپ کے لشکر اور وسائل جنگی کا حال سنا تو انکے دل خوف سے دھڑکنے لگے، وہ اسی راستے سے واپس چلے گئے جس سے ائے تھے

زبیرنے کہا: خاموش ہو جا، توکیا کہہ رہاہے ؟تیری باتوں سے چاپلوسی اور جھوٹ ظاہر ہو رہاہے، کیونکہ اگر علی ایک ڈنڈے کے سوا بھی کوئی اسلحہ فراہم نہ کر سکیں تو اسی ڈنڈے سے جنگ کرنے چلے ائیں گے، اپنے راستے سے پلٹیں گے نہیں_

جون بن قتادہ کا اگے بیان ہے کہ: حضرت علی(ع) کا لشکر بصرہ کے نزدیک پہونچ چکا تھا، ایک اور سوار زبیر کے پاس اکر بولا:

اے امیر اپ پر سلام:

زبیر.......... وعلیک السلام:

سوار، اے امیر، حضرت علی(ع) کا لشکر تیزی سے اپکی طرف بڑھتا ارہاہے، ان کے ساتھ عمار بھی ہیں، میں نے انھیں اپنی انکھوں سے دیکھاہے اور ان سے بات کی ہے

زبیر، تمھیں دھوکہ تو نہیں ہوا؟ عمار کو علی کے لشکر میں نہیں ہونا چاہیئے_

سوار، اے امیر، خدا کی قسم، مجھے کوئی دھوکہ نہیں ہوا_

واقعی عمار یاسر حضرت علی(ع) کے لشکر میں ہیں_

زبیر، خدا کی قسم، خدا عمار کو علی کے لشکر میں نہ قرار دے_

سوار، اے امیر، خدا گواہ ہے کہ وہ انکے لشکر میں موجود ہیں_

اخر کار زبیر جتنا انکار کرتے رہے وہ سوار اتناہی زیادہ اصرار کے ساتھ کہتا رہا کہ عمار یاسر حضرت علی کے لشکر میں ہیں_

زبیرنے جب سوار کا اصرار دیکھا تو قریب کے ایک شخص کو حکم دیا کہ حضرت علی کے لشکر میں جاکر واقعہ کی نزدیک سے تحقیق کرے_

جون بن قتادہ کا بیان ہے، وہ شخص گیا اور دیر نہیں گذری کہ واپس اکر بولا:

اے زبیر، خدا کی قسم، اس نے جو کہا تھا صحیح تھا، میں نے بھی عمار کو حضرت علی(ع) کے لشکر میں دیکھا ہے_

بس یہیں پر زبیر کے سامنے حقیقت روشن ہو گئی، وہ بے اختیار چیخ پڑے، ہائے میری کمر ٹوٹ گئی، میں

نے دھول چاٹ لی_

(یاجدع انقاہ یاقطع ظھراہ)ان کے جسم میں ایسی تھرتھری پڑ گئی کہ جسم کا اسلحہ حرکت کررہاتھا_

جون کہتاہے: میں نے یہ منظر خود اپنی انکھوں سے دیکھا، اور میں خواب غفلت سے بیدار ہو گیا، میں نے دل میں کہا:

مجھ پر افسوس ہے، میں چاہتا تھا کہ اس شخص کی رکاب میں جنگ کروں، اسکے لئے جان دیدوں، حالانکہ وہ خود اپنے کو باطل کے راستے پر سمجھ رہاہے، لازمی طور سے اس نے رسول خدا سے اس بارے میں کوئی بات سنی ہو گی، تبھی اسکے جسم میں لرزہ ہے(1)

(جی ہاں، رسول(ص) خدانے عمار کو حق کے میزان و معیار کی حیثیت سے متعارف کرایاتھا کہ جدھر عمار ہوں گے ادھر ہی حق بھی ہو گا، یہی وجہ تھی کہ حضرت علی کے لشکر میں عمار یاسر کی موجودگی سے تشویش میں مبتلا ہو گئے تھے)

## طلحہ وزبیر اپنے مقصد میں مشکوک تھے

طبری نے عوف اعرابی کا بیان نقل کیاہے:

طلحہ وزبیر مسجد بصرہ میں تھے، اتنے میں ایک شخص اکران دونوں سے بولا

تمھیں خدا کا واسطہ، کیاتم دونوں کو اس جنگ کے بارے میں رسول(ص) خدانے کوئی حکم دیا تھا؟

چونکہ طلحہ کے پاس کوئی جواب نہیں تھا، اسلئے تجاہل برتنے لگے، وہ مسجد میں چلے گئے_

پھر اس شخص نے زبیر کی طرف رخ کرکے یہی سوال کیا اے زبیر کیا اس جنگ کے بارے میں رسول خدا(ص) نے تمھیں کوئی حکم دیا تھا، یا تم نے اپنی خواہش سے یہ اقدام کیاہے ؟

زبیر نے کہا، نہیں، اس بارے میں ہمیں رسول(ص) خدانے کوئی حکم نہیں دیاتھا، میں بصرہ میں اس لئے ایاہوں کہ تمہارے بصرہ کے بیت المال میں بے حساب دولت اور پیسہ جمع ہو گیاہے، اسمیں ہم بھی حصہ دار بن سکیں_
طبری نے اس قصے کو نقل کرنے کے بعد زبیر کے خاص غلام اور پیشکار ابو عمرہ کا بیان بھی اسی مفہوم کا نقل کیاہے، پھر طبری لکھتاہے کہ: جب بصرہ والوں نے طلحہ وزبیر کی بیعت کرلی تو زبیر نے بصرہ والوں کے سامنے تقریر کی_ اگر اسلحوں سے

اراستہ ایک ہزار افراد میر اساتھ دیں تومیں ہر گز علی کو موقع نہ دوں کہ بصرہ میں داخل ہو سکیں، ایک ہی شب خون میں ان کی فوج کو ختم کر دوں، لیکن بصرے کے کسی شخص نے بھی جواب نہیں دیا، نہ انکی تائید کی، زبیر نے جب یہ حالت دیکھی تو کہا:

اے لوگو یہ وہی فتنہ وفساد ہے جسکے بارے میں رسول خدا(ص) برابر ہمارے گوش گذار کرتے تھے، ہمیں اس سے روکتے رہتے تھے_

ابو عمرہ کا بیان ہے: میں نے زبیر پر اعتراض کرتے ہوئے کہااے زبیر، جب تم اپنے اس عمل کو تباہی وفساد سمجھ رہے ہو، اسے فتنہ کہہ رہے ہو تو ادھر دوڑ کر کیوں اگئے ہو؟

زبیر نے کہا: چپ ہو جا، ہم اگرچہ دوسروں کوراستہ بتارہے ہیں لیکن خود اپنے راستے کے بارے میں حیران وسرگرداں ہیں، اس اقدام کے بارے میں مشکوک ہیں(انا ینصر ولا ینصر)

ہاں، میں نے اپنی زندگی میں جب بھی کوئی اقدام کیا اسکے انجام کے بارے میں خوب سوچ سمجھ لیا تبھی اقدام کیا لیکن اس کام کے بارے میں ہمیں انجام کی کوئی خبر نہیں(1)

اسکے بعد طبری نے علقمہ بن وقاص کا بیان نقل کیا ہے(2) جس زمانے میں طلحہ، زبیر اور عائشہ حضرت علی سے جنگ کرنے کیلئے بصرہ کی طرف بڑھ رہے تھے، میں طلحہ کی روش ورفتار کا گہری نظر سے مطالعہ کر رہا تھا میں نے ہمیشہ پریشان اور متفکر ہی دیکھا، اکثر وہ تنہائی میں بیٹھے رہتے، گریبان میں منھ ڈالے سوچتے رہتے، ایک دن میں نے ان سے پوچھا_

اے طلحہ، اپ اتنے فکر مند کیوں ہیں؟ کیا وجہ ہے کہ اپ اسقدر پریشان نظر ارہے ہیں؟ اگر علی سے جنگ پسند نہیں تو لشکر سے علحدہ ہو جایئے، اپنے گھر واپس جایئے_

طلحہ نے جواب دیا، اے علقمہ، ایک دن تھا کہ ہم تمام مسلمان دشمن کے مقابلے میں ایک دل اور ایک زبان تھے، لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ اج ہم مسلمان ہی دو مخالف گروہ کی شکل میں امنے سامنے ہو رہے ہیں،

---

1_ طبری ج 5 ص184

2_ علقمہ بن وقاص لیثی زمانہ رسول میں پیدا ہوا، جنگ خندق میں شریک تھا عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں اس کا انتقال ہوا_ اسد الغابہ ج 4 ص51

ایک دوسرے کو جنگ کی دعوت دے رہے ہیں_

اخر میں کہا:اے علقمہ، قتل عثمان کے سلسلے میں مجھ سے بڑی غلطی ہوئی ہے، جسکی تلافی سوائے اسکے ممکن نہیں کہ میرا بھی خون ان کے انتقام میں بہہ جائے(1)

یہ دونوں واقعہ جنھیں میں نے معتبر مدارک سے نقل کیا ہے اچھی طرح واضح کرتے ہیں کہ طلحہ وزبیر اپنے اقدام میں مشکوک تھے، اپنے مقصد وہدف پر ان کا ایمان وعقیدہ نہیں تھا، اپنے اقدام کو شک وتردید کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اسکے خطرناک انجام سے ہراساں تھے، کبھی کبھی وہ اپنے شک وتردید کا بے اختیارانہ اظہار بھی کردیتے تھے_

لیکن اسکے برخلاف امیر المومنین اپنے مقصد وہدف پر کامل ایمان رکھتے تھے، اپنے خطبوں میں فرماتے تھے، بھرپور یقین ہے کہ اس جنگ میں خداوند عالم میرا مددگار ہوگا، وہ مجھے اسمیں کامیاب قرار دیگا، کیونکہ مجھے یقین ہے کہ اس جنگ میں بے گناہ اور حق پر ہوں، اپنے اقدام پر ذرا بھی شک نہیں (وانی لعلی یقین من امری وفی غیر شبھۃ من دینی)

اپ فرماتے تھے( وان معی بصیرۃ) مجھے اپنے اقدام کی پوری بصیرت ہے_

## عائشہ کے پاس دو خط

1_ زید ابن صوحان کو خط

طبری نے مجاہد ابن سعید سے نقل کیا ہے کہ عائشہ نے زید ابن صوحان کو خط لکھا جو عالم اور پرہیزگار اور صحابی رسول تھے، خط کا مضمون یہ تھا_

یہ خط ہے زوجہ رسول عائشہ بنت ابوبکر کا اپنے نیک فرزند زید ابن صوحان کو پیارے فرزند میں تم سے ہر قسم

---

1_ طبری ج 5 ص 183 ، مستدرک ج 3 ص 372 ،یہاں طلحہ نے قتل عثمان میں شرکت کا خود ہی اعتراف کیا، پھر وہ حضرت علی سے خون عثمان کا مطالبہ کیوں کررہے ہیں

کے مدد کی امید رکھتی ہوں، جیسے ہی یہ خط پہنچے تو میرے پیارے نصرت و مدد کیلئے میری طرف تیزی سے ائو، اور اگر میرا یہ مطالبہ قبول نہ کرو تو کم سے کم علی سے علحدہ رہو اور انکی مدد سے پرہیز کرو_

زید نے عائشہ کو یوں جواب دیا:

یہ خط ہے زید ابن صوحان (1) کی طرف سے زوجہ ء رسول عائشہ بنت ابو بکر کو

اے عائشہ ہاں میں تمھارا وفادار اور فرمانبردار فرزند ہوں بشرطیکہ اس خطرناک اقدام سے باز اجائو اور جس راستے سے تم ارہی ہو اپنے گھر واپس چلی جائو اور اگر میری پیکش قبول نہ کرو اور میری نصیحت نہ مانو تو صرف یہ نہیں کہ میں تمھارا فرزند نہیں ہوں گا، بلکہ وہ پہلا شخص ہوں گا کہ تم سے دشمنی کروں اور سخت جنگ کروں (2)

اس خط کا اثر تھا کہ زید ابن صوحان نے عائشہ کے بارے میں شیریں اور تاریخی جملہ کہا تھا_

خدا رحمت کرے عائشہ پر، میرے ساتھ انھوں نے عجیب معاملہ کیا ان کی ذمہ داری تھی گھر میں بیٹھنا اسے ہمارے حوالہ کیا اور ہماری ذمہ داری ہے جنگ و جھاد اسے اپنے ذمہ لے لیا ہے_

## 2_ حفصہ کو خط

ابو مخنف کا بیان ہے کہ جب عائشہ کو معلوم ہوا امیر المومنین کا لشکر ذیقار میں پہنچ گیا ہے تو ایک خط حفصہ

---

1_ زید ابن صوحان کی کنیت ابو سلمان یا ابو سلیمان تھی انھیں صحابی رسول ہونے کا شرف حاصل تھا مرد فاضل و تقوی شعار تھے اپنی قوم کے رئیس تھے، صعصعہ اور سیحان بھی دونوں صوحان کے فرزند تھے اور زید کے بھائی تھے

منقول ہے کہ رسول خدا نے زید کے بارے میں فرمایا تھا، زید کیا اچھا زید ہے ؟

جندب کیا اچھا جندب ہے ؟ جب رسول اللہ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ میری امت میں دو شخص خصوصی امتیاز سے سرفراز ہیں، ایک زید جس کا ہاتھ اس کے دوسرے اعضاء سے پہلے جنت میں پہنچ جائیگا اور دوسرے جندب جو شمشیر (تلوار) کھینچے گا، تو حق کو باطل سے الگ کر دیگا رسول خدا کی پیش گوئی کے مطابق زید ابن صوحان کا ہاتھ جنگ جلولہ میں کٹ گیا، اور جندب نے بھی ایک جادوگر کو تلوار کی وار سے قتل کیا تھا

2_ امابعد فانا ابنک الخالص ان اعتزلت ھذا الامر ورجعت الی بیتک والا فانا اول من نابذک، طبری، شرح نہج البلاغہ ج 2 ص 81 عقد الفرید، جمھرۃ رسائل العرب ج 1 ص 379

بنت عمر کو جو رسول اللہ کی دوسری زوجہ تھیں لکھا

اے حفصہ ایک اچھی خبر اور بہت حیرت انگیز اطلاع تمھیں پہچاتی ہوں، علی اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ سے چلکر منزل ذیقار میں پہنچ گئے ہیں وہاں وہ میرے لشکر کی طاقت اور جنگی سازوسامان کے بارے میں سنکر بہت مرعوب اور خوفزدہ ہیں، رعب کے مارے ان کا سر جھک گیاہے اور ان کے پائوں نہیں اٹھ رہے ہیں_

اج علی تھکے گھوڑے کیطرح اور خودباختہ ہیں کہ نہ وہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں کیونکہ ان کو پیر کٹنے کاڈر ہے اور نہ اگے بڑھ سکتے ہیں کہ وہ قتل ہونے سے ڈر رہے ہیں_

جب یہ خط حفصہ کے پاس پہونچاتو انھوں نے اپنی کنیزوں ( نوکروں اور خاندان کی لڑکیوں ) کو جمع کیاجمع کر کے حکم دیا کہ عائشہ کے خط کو گیت کے انداز مین پڑ ہیں اور ڈھول بجا کر اس طرح کہیں_

مالخیر ؟مالخیر ؟ علی فی الکفر کالخرس الاشقر ان تقدم عقروان تاخر نحر

طلقاء کی عورتیں اور لڑکیاں اور علی کے مخالفین (جب ان سب نے یہ واقعہ سنا تو حفصہ کے گھر میں ائے اور ان لوگوں نے اس جشن میں شرکت کی )

حضرت امیر المومنین کی بیٹی ام کلثوم کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو اپنے سر پر اس طرح سے چادر ڈالی کہ پہچان میں نہ ائیں، اور کچھ عورتوں کے ساتھ حفصہ کے گھر میں پہنچیں اور ایک گوشے میں بیٹھ گئیں، تھوڑی دیر کے بعد اپنے چہرے سے چادر ہٹائی، جب حفصہ کی نظر ام کلثوم پر پڑی تو بہت شرمندہ ہوئیں اور اپنی اس نازیبا حرکت پر اظہار ندامت کیا_

ام کلثوم نے کہا: اے حفصہ تم سے اور عائشہ سے یہ کیا بعید ہے، اج تم میرے باپ علی کی دشمنی اور عداوت میں ایک دوسرے کی مدد کر رہی ہو، اسی طرح تم نے رسول اللہ کو تکلیف پہچانے میں ایک دوسرے کی مدد کی تھی، یہاں تک کہ تمھاری مذمت اور ملامت میں قران کا ایک پورا سورہ نازل ہو گیا(1) حفصہ نے کہا: اے ام کلثوم خدا تم پر رحم کرے مجھے معاف کرو، اس سے زیادہ میری ملامت نہ کرو، اس کے بعد حکم دیا کہ ام کلثوم کے سامنے عائشہ کا یہ خط پھاڑ ڈالو(2)_

---

1_ ان کی مراد سورہ تحریم سے ہے، یہ سورہ عائشےہ اور حفصہ کے بارے میں نازل ہوا تھا" ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما وان تظاھرا علیہ' اس ایت سے ان کیامذمت کی گئي'

2_ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدیدج 2 ص 157

# علی کا لشکر مدینے سے چلا

یہاں تک حضرت علی امیر المومنین کے مخالفوں کے حالات کو بیان کیا گیا تھا اور یہ بتایا گیا تھا کہ یہ تمام گروہ اپس میں کس طرح مل کر ایک فوج کی شکل میں انحضرت کے خلاف محاذ ارائی کیلئے امادہ ہوئے اور اسی طرح اس کا نام لشکر عائشہ رکھا گیا، اور وہ مکہ سے شہر بصرہ کو قبضے میں کرنے تک کے حالات بیان کئے گئے _

اب موقعہ ہے کہ یہاں سے مدینہ چل کر علی کا پتہ لگائیں اور وہاں سے بصرہ تک پہنچنے کے حالات بیان کریں کہ کیا حالات پیش ائے _

جس وقت حضرت امیر المومنین کے کان میں یہ بات پہونچی کہ عائشہ نے بغاوت کی ہے اور طلحہ وزبیر نے مخالفت پر کمربستہ ہو کر عائشہ کی فوج کے ساتھ عراق کا رخ کیا ہے تو اپ نے تمام مہاجرین وانصار اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ مسجد مدینہ میں جمع ہوں _

اپ نے یہ تقریر فرمائی

اے لوگو عائشہ نے میری مخالفت کا پرچم لہرایا ہے اور میرے خلاف لشکر ترتیب دیا ہے اب وہ اپنے لشکر کے ساتھ عراق کی طرف جارہی ہیں، طلحہ وزبیر نے بھی میری بیعت توڑ کر عائشہ کی مدد کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے، کیونکہ طلحہ ان کے چچیرے بھائی ہیں اور زبیر بھی ان کی بہن کے شوہر ہیں، طلحہ وزبیر اس بیعت شکنی اور مخالفت سے حکومت کی ارزو رکھتے ہیں، اور انھوں نے خلافت وحکومت پر قبضہ کرنے کی لالچ کی ہے، اگر وہ کامیاب ہو جائیں تو خلافت پر قبضہ کرلیں، ان دونوں کے درمیان لازمی طور سے شدید اختلاف پیدا ہو گا، کیونکہ ہر ایک اس خلافت کا خواستگار ہے، اور اس مرتبہ تک پہنچنے کیلئے ایک دوسرے کی گردن ماردیگا (خون بہادیگا) لیکن میں بھر پور یقین رکھتا ہوں کہ یہ دونوں اس مرتبہ تک نہیں پہنچیں گے اور نہ کامیاب ہونگے اور نہ خلیفہ ہو سکیں گے _

اور یہ جو عائشہ ہے یہ شتر سوار عورت، خدا کی قسم وہ اس سفر میں جو بھی پہاڑ یا صحرا کی طرح چل رہی ہے یا بیابان کا چکر لگارہی ہے وہ صرف مخالفت حکم الھی اور معصیت کی راہ چل رہی ہے، اپنے کو جرم اور گناہ سے الودہ کر رہی ہے، وہ اس راہ میں اپنے کو اپنے ساتھیوں کو ہلاکت وبدبختی کے بھنور میں کھینچ رہی ہے، ہاں، خدا کی قسم، اس جنگ میں



لشکر عائشہ کا ایک تہائی حصہ قتل ہو جائے گا اور ایک تہائی فرار اختیار کریگا اور ایک تہائی بھی نادم وپشیمان ہو گا _

اے لوگو یہ عائشہ وہی عورت ہے کہ جس پر حواب کے کتے بھونکیں گے (کہ یہ واقعہ رسول خدا(ص) کی پیشگوئی کے مطابق عائشہ کے باطل ہونے پر اور گنہگار ہونے پر مضبوط دلیل ہے)

اب رہے طلحہ وزبیر، خدا کی قسم وہ دونوں خود اچھی طرح جانتے ہیں کہ باطل کیطرف جارہے ہیں اور معصیت وگناہ کاراستہ اپنارہے ہیں، انھیں یقین ہے کہ میری بیعت توڑنے اور مخالفت کرنے کیوجہ سے وہ گنہگار اور خطاکار ہیں، واہ، وہ بھی کیساعالم ہے جو اپنے ہاتھ میں علم ودانش کی مشعل لیکر بھی جہالت ونادانی کے بھنور میں ہلاک ہوجائے اور بدبختی اس کا مقدر بن جائیگا، اس کا علم ودانش اسے کوئی فائدہ نہ پہونچاسکے، وربّ عالم قتلہ جھلہ ومعہ علمہ لاینفعہ، خداوند عالم میرے ساتھ ہے اور میرا مددگار ہے وہ مجھے کبھی نہ چھوڑے گا حسبنا اللہ ونعم الوکیل _

اسکے بعد امیر المومنین کے اگے ارشاد فرمایا:

اے لوگو اگاہ ہوجائو کہ اج بہت بڑا فتنہ وفساد برپا ہوگیا ہے اس فتنہ کی سلسلہ جنبانی بھی وہی سرکش گروہ (فئہ باغیہ) کررہاہے، جسکی رسول خدا نے بار بار خبر دی تھی، اور ہمیں اس سے اگاہ کیا تھا، اپ نے اس فتنے کی پیشگوئی مجھ سے فرما دی تھی _

اے لوگو یہ ہمارے اوپر اور تمھارے اوپر لازم ہے کہ ان فتنہ پردازوں اور باغیوں کو خاک چٹادیں ان سب کو پچھاڑ دین اور مسلمانوں کے درمیان سے ہٹا کر فتنہ وفساد کو خاموش کردیں، کہاں ہیں حق اور حقیقت کے محافظ، کہاں ہیں وہ غیرت مند اور باایمان مرد _

کہاں ہیں وہ لوگ کہ جو حق وباطل سے ظالم اور مفسد کو عادل اور صالح کے درمیان امتیاز پیدا کردیں _

اے لوگو میں نے قریش کے ساتھ کیابرائی کی ہے ؟ ہم سے مخالفت کا کیاحساب کتاب ہے کہ انھوں نے میرے خلاف یہ سب ہنگامہ کھڑا کر دیاہے، خدا کی قسم میں بھی باطل کو پھاڑ کر اس کے پہلو سے حق کو ظاہر کردوں گا باطل کے ضخیم پردوں کو پارہ پارہ کردونگا اور اس سے حق کا خوب صورت چہرہ نمایاں کردوں گا، اور قریش کو نالہ وزاری

میں مبتلا کر کے چھوڑوں گا ان سے کہہ دو جہاں تک وہ چاہتے ہیں بد بختی اور جہالت میں سر دھنتے رہیں اور اپنی ذلت و بے چاری پر روتے رہیں حضرت امیر المومنین کی یہ پہلی تقریر اس طرح ختم ہوئی دوسرے اور تیسرے دن بھی لوگوں کو امادہ کرنے کیلئے اپ نے اتشیں تقریر مسجد مدینہ میں فرمائی یہاں تک کہ اخری دن اپ نے اعلان جنگ کر کے لشکر تیار کیا پھر اپ نے حکم دیا کہ تیار ہو کر مدینہ سے کوچ کرو(1)

مسعودی کا بیان ہے کہ: حضرت علی(ع) نے سہل ابن حنیف انصاری کو مدینہ میں اپنا جانشین بنایا اور مدینہ کے معاملات ان کے حوالے کئے، پھر سات سو افراد کے ساتھ عراق کی طرف چل پڑے ان میں چار سو افراد ایسے تھے جنھیں مہاجر و انصار ہونے کا شرف حاصل تھا ستّر وہ تھے جنھوں نے جنگ بدر میں رسول اللہ کے ساتھ شرکت کی تھی، انھیں بدری کہا جاتا ہے، ان کے علاوہ بھی جو لوگ تھے، صحابی تھے اور مسلمانوں میں احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، اس طرح علی ابن ابیطالب نے اپنے لشکر کو امادہ کر کے پہلے مکہ کی راہ لی پھر عراق کی طرف چل پڑے یہاں تک کہ اس مقام پر پہنچے جس کو ربذہ کہا جاتا ہے(2)

---

1_ ارشاد شیخ مفید ص 118 ،خبطہ 102 ،103 ،107 _ نہج البلاغہ ایھا الناس ان عائشے ہ سارت الی البصرۃ و معھا طلحۃ والزبیر و کل منھما یری الامر لہ دون صاحبہ اما طلحہ فابن عمھا واما الزبیر فختنتھا، واللہ لو ظفروا بما ارادوا، ولن ینالوا ذالک ابداً، لیضربن احدھما عنق صاحبہ، بعد تنازع منھما شدید، واللہ ان راکبۃ الجمل الاحمر، ماتقطع عقبۃ ولا تحل عقدۃ الا فی معصیۃ اللہ و سخطہ، حتی تورد نفسھا و من معھا موارد الھلکۃ ای واللہ لیقتلن ثلثھم، ولیھربن ثلثھم ولیتوبن ثلثلھم و انھا الّتی تنبحھا کلاب الحوائب و انھما لیعلمان انھما مخطئان ورب عالم قتلہ جھلہ و معہ علمہ ولا ینفعہ حسبنا اللہ و نعم الوکیل_ وقد قامت الفتنۃ فیھا الفئۃ الباغیۃ این المحتسبون؟ این المومنون؟

مالی والقریش؟ اما واللہ لابقرن الباطل حتی یظھر الحق من خاصرتہ، فقل لقریش فلتضج ضجیجھا

2_ مروج الذھب ج 2 ص 367

## لشکر علی(ع) ربذہ میں

امیر المومنین(ع) اپنے فوجیوں کے ساتھ پہلی منزل پر اترے جسے ربذہ کہا جاتا ہے وہاں اپ نے چند دن قیام فرمایا

عثمان ابن حنیف جو امام کی طرف سے بصرہ کے گورنر تھے (انھیں عائشہ کے لشکر نے اسیر کر کے ضرب وشتم کے ساتھ وہاں سے نکال دیا تھا) انھوں نے اپنے کو حضرت علی(ع) تک پہنچایا اور ملاقات کی_

طبری نے عثمان ابن حنیف اور امیر المومنین کی ملاقات کا واقعہ محمد بن حنفیہ کے بیان کے مطابق نقل کیا ہے:

عثمان ابن حنیف جب بصرہ سے حضرت علی(ع) کی خدمت میں ائے اور ربذہ پہنچے تو ان کے سر اور چہرے کے بال اڑے ہوئے تھے جنھیں عائشہ کی فوج نے اکھاڑ دیا تھا، عثمان اسی ہیئت کے ساتھ حضرت علی(ع) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور غم واندوہ کے ساتھ کہا، اے امیر المومنین جس دن اپ نے مجھے بصرہ کی گورنری عطا کی تھی اس دن میں بوڑھا اور میری داڑھی بھری، اور سفید تھی، لیکن اج میں ایک نوجوان اور نابالغ کی صورت میں اپ کے پاس واپس ایا ہوں_

حضرت علی(ع) نے فرمایا: اے عثمان صبر کرو کیونکہ خداوند عالم اس اذیت کے بدلے تم کو اچھی خبر عطا کریگا، اس کے بعد امام نے اپنے لشکر کی طرف رخ کر کے فرمایا:

اے لوگو طلحہ وزبیر نے اپنی بیعت توڑ دی اور لوگوں کو میرے خلاف بغاوت پر ابھارا، مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ انھوں نے ابو بکر وعمر کے ساتھ کیسے موافقت کی تھی اور ان دونوں خلیفہ کے فرمان پر گردن جھکا دی تھی، لیکن اج وہ میری مخالفت پر امادہ ہیں خدا کی قسم یہ دونوں اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں ان دونوں خلیفہ سے کمتر نہیں ہوں، اس کے بعد حضرت علی(ع) نے طلحہ وزبیر پر اس طرح بد دعا کی

خدایا ان کا منصوبہ ملیامیٹ کر دے ان کے عمل کی بنیاد درہم برھم کر دے، خدایا ان کے کرتوتوں کی سزا جلد دیدے_

اللّھم فاحلل ماعقدأ ولا تبرم ما احکما فی انفسھما (1)

امیر المومنین نے وہیں سے کوفہ کے گورنر عبد اللہ ابن قیس کو خط لکھا جو ابو موسی اشعری کے نام سے مشہور تھے_

---

1_ طبری ج 5 ص186

اے ابو موسی کچھ لوگوں نے میری بیعت توڑ دی ہے_

میرے دوستوں اور ماننے والوں کو تلوار کی باڑھ پر رکھ لیا ہے، انھیں قتل کرڈالا ہے، اور اس طرح مسلمانوں کے درمیان عظیم فتنہ وفساد برپا کیا ہے، انتظامی حالت اور امن وچین کو درہم برہم کر دیا ہے_

اے ابو موسی تم میری جانب سے حکمراں ہو، تمھیں چاہیئے کہ حق کی راہ میں میرے مددگار بنو، جیسے ہی میرا یہ خط پہونچے تم کوفہ کے کچھ لوگوں کو تیار کرکے ہتھیار کے ساتھ میری طرف روانہ کرو، تاکہ وہ لوگ اس حساس موقعہ پر میری مدد کریں، اور ان ظالم اور بیعت شکن (اور فتنہ پرور لوگوں سے جنگ کرکے ان کی اوقات بتادیں_ والسلام

حضرت علی(ع) نے اپنے اس گورنر کے خط کے علاوہ بھی ایک خط کوفے والوں کو لکھ کر اپنی نصرت کی دعوت دی لیکن ابو موسی نے امام کے خط پر کوئی توجہ نہیں دی، اس نے صرف یہی نہیں کہ امام کے خط کا اثبات میں جواب نہیں دیا بلکہ کوفے والوں کو بھی امام کی مدد سے روکا، حضرت علی(ع) کا خط جو لوگ لیکر گئے تھے وہ مایوس واپس ائے، امیر المومنین نے ایک دوسرا خط ابو موسی کو لکھا جس میں ابو موسی کی سخت سرزنش کی اور ان کے ناشائستہ عمل کی مذمت کی_

اس کے بعد حضرت علی(ع) ربذہ سے جو مکہ کے راستے میں تھا، اپنے لشکر کے ساتھ عراق کی جانب متوجہ ہوئے اور اگے بڑھتے رہے_(1)

## لشکر علی(ع) ذی قار میں

حضرت علی(ع) اپنے لشکر کے ساتھ ربذہ سے چل کر دوسری منزل پر پہنچے جس کا نام ذیقار تھا، وہیں اپ نے کوفے والوں کو دوسرا خط لکھا اور اپنے فرزند امام حسن کو مامور فرمایا کہ اہل کوفہ تک یہ خط پہنچا کر اس کے مضمون سے لوگوں کو مطلع کریں اور انھیں حضرت علی(ع) کی مدد پر امادہ کریں_

حضرت حسن مجتبی(ع) کوفہ تشریف لیگئے اور اپنے والد ماجد کا خط کوفہ والوں کو سنا کر والد کی مدد کیلئے ابھارا_ حضرت

---

1_ طبری ج 5 ص184

حسن مجتبی(ع) نے اپنا کام بخوبی انجام دیااور بہت اچھا نتیجہ نکلاکیونکہ کوفے کے بہت زیادہ لوگوں پر امام کی تقریر کا اثرہوااور وہ لشکر حضرت علی(ع) کی طرف چل کر اپ کے لشکر سے مل گئے طبری نے اس واقعہ کو یوں لکھاہے کہ ابو لیلی کا بیان ہے حضرت علی(ع) نے ایک خط کوفے والوں کو لکھا کہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کوفے والومیں چونکہ خدااور رسول کے بارے میں تمھارے عقیدے سے واقف ہوں اس لئے تمھیں دوسروں پر ترجیح دیتاہوں اور میں نے تمھاری طرف رخ کیاہے تمھارے شہر کے قریب اچکاہوں جو بھی میری نصرت کریگا،وہ اپنی دینی ذمہ داری کو پورا کرے گا، حق وعدالت کی نصرت کرے گا" فمن جاءني ونصرني فقد اجاب الحق وقضي الدين عليه " (1)______1_ طبری ج 5 ص186

ابو طفیل کا بیان ہے کہ: حضرت علی(ع) نے کوفے والوں کو خط لکھنے کے بعد مجھ سے پیش گوئي فرمائي کہ باشند گان کوفہ میں سے بارہ ھزار اور ایک شخص نے میرے خط کا مثبت جواب دیاہے،وہ میری نصرت کیلئے ارہے ہیں_

اسکے بعد ابو طفیل کہتاہے:

جو لشکر کوفے سے ایا تھااس کا اچھی طرح شمار کیا گیا،ان کی تعداد بغیر کمی وزیادتی کے وہی تھی کہ جس کی امام نے پیشگوئي فرمائي تھی(1)

ابن عبدربہ کہتاہے کہ کوفے کے لوگوں نے حضرت علی(ع) کی طرف بڑھتے ہوئے منزل ذیقار کی فوجی چھائونی میں اپنے کو پہچادیا،امیر المومنین نے ان کے سامنے یہ تقریر کي

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد وصلاۃ

اے لوگو جان لو کہ جن دنوں سارے جھان میں فتنہ وفساد پھیلاہوا تھااور خاص طور سے عرب پر فتنہ کی حکمرانی تھی جبکہ انسان جنگ وخونریزی اور اختلاف کے پائوں تلے روند اجارہاتھا، جبکہ خوف اور اذیت کا چاروں طرف ڈیرا تھا، خدائے مہربان نے اپنے پیغمبر محمد مصطفی(ص) کو سارے عالم کی ہدایت کیلئے مبعوث فرمایااور ان کے وسیلے

---

1_ طبری ج 5 ص184

2_ طبری ج 5 ص199

سے فساد و خونریزی کو ختم کیا، نفاق کو مہربانی سے بدل دیا، معاشرتی رخنوں اور طبقاتی اختلافات کا ان کے درمیان سے خاتمہ کیا، خوف و خطر سے بھرے راستوں کو امن و امان بخشا، پرانے کینہ و عناد کو جڑ سے اکھاڑ دیا، پھر انھیں اس حال میں اپنی طرف واپس بلایا کہ اللہ ان کی کوششوں سے راضی تھا اور ان کے کارناموں سے خوشنود تھا، اپنی بارگاہ میں وہاں بھی وہ محترم ہیں، انھیں بہشت میں بہترین منزلت و مقام عطا کیا_

لیکن افتاب نبوت کے غروب ہوتے ہی تمام مسلمانوں پر حوصلہ شکن مصیبت نازل ہو گئی جو اس قوم میں اس سے پہلے نازل نہیں ہوئی تھی_

رسول خدا (ص) کے بعد ابو بکر نے لوگوں کے اختیارات کی زمام اپنے ہاتھ میں لی، انھوں نے اپنی حکومت کے زمانے میں اپنی حد بھر مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک برتا اور مسلمان بھی نسبتاً ان سے راضی تھے_

ابو بکر کے بعد عمر کرسی حکومت پر بیٹھے اور انھوں نے ابو بکر کی روش اپنائی، ان دونوں کے بعد عثمان حکومت و خلافت پر بیٹھے انھوں نے مسلمانوں کے اختیارات پر قبضہ کیا لیکن ایسی راہ و روش اپنائی کہ تمام مسلمان غم و غصہ میں بھر گئے، یہاں تک کہ ان کے قتل کا ارادہ کیا اور اخر کار انھیں قتل کر ڈالا، اس وقت تم لوگ میری طرف بڑھے اور مجھے بہت زیادہ اصرار کے ساتھ اس خلافت کو قبول کرنے پر امادہ کیا، میں نے جتنا بھی اپنے کو بچانا چاہا تم نے ہاتھ پھیلایا میں نے جتنا ہاتھ کھینچا تم نے اتنا ہی مجھے اپنی طرف کھینچا، میں نے بہت کہا کہ مجھے اس عہدے سے معذور رکھو تم نے اتنا ہی زیادہ سختی سے اصرار کیا تمھارا اصرار بڑھتا رہا، تم نے کہا ہم اپ کے سوا اس عہدے کیلئے کسی کو بھی قبول نہ کریں گے، ہم کسی دوسرے کے پاس نہیں جائیں گے_

اے لوگو تم میری طرف یوں ٹوٹ پڑے جیسے پیاسہ اونٹ کسی چشمے کیطرف جاتا ہے اور شوق کے ساتھ والہانہ پن کے انداز میں اپنا منھ ڈال دیتا ہے تم اسی طرح میرے گھر پر ہجوم کر کے ائے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کسی کو قتل کرنا چاہتے ہو، اخر کار تم نے ہمیں اتنا مجبور کیا کہ میں نے تمھاری پیشکش قبول کر لی اور تم نے ہماری بیعت کر لی_

طلحہ و زبیر نے میرے ہاتھ پر بیعت کا ہاتھ رکھا لیکن دیر نہیں گذری کہ خانہ کعبہ کی زیارت کے بہانے مدینے سے نکل گئے، لیکن وہ خانہء کعبہ کے بجائے بصرہ کی طرف چل پڑے، وہاں انھوں نے فتنہ پھیلایا اور وہاں کے مسلمانوں کو اذیت دیکر بہت سے لوگوں کو قتل کر ڈالا، خدا کی قسم وہ لوگ بہتر جانتے ہیں کہ میں گذشتہ خلفاء سے کمتر نہیں ہوں_

پھر امام نے فرمایا: اگر میں حقیقت کے چہرے سے پردہ اٹھاناچاہوں تو اس سے بھی زیادہ کہہ سکتا ہوں، حقائق کو روشن کر سکتا ہوں_

اس کے بعد اپ نے اسمان کی طرف رخ کیا اور فرمایا: خدایا گواہ رہنا، انھوں نے میرے احترام اور رشتہ داری کی رعایت نہیں کی میری بیعت کا عہد توڑ دیا، لوگوں کو میری عداوت و دشمنی پر ابھارا_

خدایا توہی ان کے منصوبوں کو ملیامیٹ کر اور جس قدر جلد ہو انکے برے کرتوتوں کی سزا دے(1)

## ذیقار میں حضرت علی(ع) کی دوسری تقریر

منزل ذیقار میں حضرت علی(ع) کے قیام کی مدت ختم ہوئی اور اپ نے اپنے لشکر کو وہاں سے اگے بڑھانا چاہا لیکن اپ نے مناسب سمجھا کہ چلنے سے پہلے ایک شعلہ بار تقریر کی جائے_

ابن عبدالبر نے اس تقریر کو اس طرح نقل کیا:

اے لوگو اللہ نے ہر انسان پر جہاد واجب قرار دیا ہے کیونکہ جہاد کے ذریعہ سے دین خدا کی مدد ہوتی ہے، اس کے بغیر دنیا و اخرت کے امور اصلاح پزیر نہیں ہوتے، اے لوگو، میں اج چار شخصیتوں کے مقابل کھڑا ہوں جو ایک دوسرے کے معاون بن گئے ہیں_

طلحہ_ بہت پست اور لوگوں میں سب سے سخی انسان

زبیر_ اپنے وقت کا بہادر ترین انسان

عائشہ_ مسلمانوں میں جن کی بات سب سے زیادہ مانی جاتی ہے

یعلی بن امیہ_ یہ بھی بہت بڑا فتنہ پرداز شخص ہے

خدا کی قسم، میرے بارے میں ان لوگوں کا اعتراض صحیح نہیں ہے، کیونکہ میں نے کوئی بھی ناپسندیدہ کام

---

1_ عقدالفرید ج 4 ص318

انجام نہیں دیاہے، نہ مسلمانوں کے مال کیطرف ہاتھ بڑھایاہے، نہ اپنے خواہش نفس کی پیروی کی ہے اے لوگو ان لوگوں نے مجھ سے اس حق کا مطالبہ کیاہے جسے انھوں نے خود کھو دیاہے، جس خون کو انھوں نے بہایاہے اس کا انتقام مجھ سے لیناچاہتے ہیں، ہاں خدا کی قسم، انھیں کے ہاتھ خون عثمان سے رنگین ہیں، ان کے قتل میں میں ذرہ برابر بھی شریک نہیں ہوں، وہی لوگ ہیں جنھیں رسول(ص) خدانے باغی گروہ(فئۃ باغیہ) قرار دیاہے، انھیں ظالم قرار دیاہے اور انھیں سرکش قوم میں شامل کیاہے_

ہاں، کون ساظلم اس سے بڑھ کر ہوگا کہ عثمان کو خود انھوں نے قتل کیالیکن ان کے خون کابدلہ بے گناہوں سے لے رہے ہیں اور ان سے کہ جو قتل میں شریک نہیں تھے

کون سی سرکشی اس سے بڑھ کر ہوگی کہ انھیں میری عدالت ولیاقت کا اعتراف بھی ہے، انھوں نے میری بیعت کی اور بار بار مجھ سے عہد کیالیکن اپنا عہد توڑ دیااور بیعت ختم کردي

صرف میرے دل کو یہ سوچکر سکون ملتاہے کہ ان پر خدا کی حجت تمام ہوگئي اور خدائے داناان کی خائن نیتوں سے اگاہ ہے_

خدا کی قسم طلحہ زبیر عائشہ یہ خود اچھی طرح جانتے ہیں کہ حق میرے ساتھ ہے اور وہ باطل کی راہ پر ہیں لیکن اس کے باوجود میں ان لوگوں کو حق وعدالت کی پیروی اور صلح وصفائي کی دعوت دوں گا، اگر انھوں نے میری دعوت قبول کی تو میں بھی انھیں معاف کردوں گا، ان کی لغزش وجرم سے چشم پوشی برتوں گا، اور اگر پھر بھی وہ سرکشی وتمرد پر امادہ رہے تو ان کا جواب تیز تلوار سے دونگا، کیونکہ تلوار ہی حق کی سب سے بڑی مددگار اور باطل کو ملیامیٹ کرنے والی ہے(1)

## لشکر علی(ع) زاویہ میں

حضرت علی(ع) ذیقار سے چل کر بصرہ کے نزدیک اس مقام پر پہنچے جسے زاویہ کہاجاتا تھاوہاں اپ نے کچھ دن قیام فرمایا، اس تیسری منزل پر بھی حضرت علی(ع) کی چھائونی میں کچھ واقعات پیش ائے_

---

1_ استیعاب حالات طلحہ، عقدالفرید، تاریخ جنگ جمل اغانی ج11 ص119

منجملہ یہ کہ حضرت علی(ع) نے یہاں سے ایک خط اپنے مخالف سرداروں کو لکھا:

سبط ابن جوزی نے اس خط کا مضمون نقل کیا ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ خط ہے امیر المومنین کی طرف سے طلحہ، زبیر اور عائشہ کی طرف، تم لوگوں پر سلام

اے طلحہ اے زبیر تم خود جانتے ہو کہ مجھے خلافت کی خواہش نہیں تھی لیکن لوگوں نے حد سے زیادہ اصرار کیا اور مجھے اس عظیم ذمہ داری کو قبول کرنے پر امادہ کیا اور میں نے یہ سنگین ذمہ داری یعنی خلافت کو قبول کر لیا، اور تم دونوں نے بھی اپنی باہیں پھیلائے خوش وخاطر کے ساتھ میری بیعت کی، اج میں تم پر واضح کر دینا چاہتا ہوں اور اس سلسلہ میں وضاحت چاہتا ہوں کہ اگر تمھاری بیعت اس دن خوشی کی خاطر سے نہیں تھی تو کیوں اج پیمان شکنی کر رہے ہو، اپنی بیعت توڑ رہے ہو_

اللہ سے ڈرو، اور بیعت شکنی کے گناہ سے توبہ کرو اگر تم نے خوشی سے میری بیعت کی تھی تو اس صورت میں مجھے تم پر اعتراض کا حق ہے کیونکہ معلوم ہونا چاہیئے کہ تم لوگ منافق ہو اور جس عمل پر تمھارا خود ایمان نہیں تھا اسے انجام دیا، بظاہر مجھ سے موافقت کی اور باطن میں میری مخالفت کی اے طلحہ اے مہاجرین کی بزرگ فرد اے زبیر اے قریش کے بہادر اگر تم نے بیعت سے پہلے میری مخالفت کی ہوتی تو یہ تمھارے لئے زیادہ بہتر اور ابرومندانہ بات ہوتی جو اج میری بیعت کر کے پیمان شکنی کے مرتکب ہو رہے ہو_

اے عائشہ تو نے بھی حکم خدا کو پاؤں سے روند ڈالا اپنے شوہر رسول خدا کے ارشاد اور حکم کو نظر انداز کیا کہ حکم خدا اور رسول کے خلاف اپنے گھر سے باہر نکلی_

تو ایسا کام کرنا چاہتی ہے جس کا تجھ سے کوئی تعلق نہیں اس کے باوجود تو سمجھتی ہے کہ اس طرح مسلمانوں میں صلح وصفائی پیدا ہو گی، واہ، تو بھی کسقدر دھوکے میں ہے اور حقیقت سے بہت دور نکل گئی ہے_

اے عائشہ مجھے بتا، عورتوں کو فوجی کاروائی سے کیا سروکار؟ کہاں عورت اور کہاں مردوں کے ساتھ جنگ کیلئے نکلنا؟ اے عائشہ حقیقت یہ ہے کہ تو مسلمانوں کے درمیان فتنہ وفساد برپا کرنا چاہتی ہے اور بے گناہ مسلمانوں کا خون بہانا چاہتی ہے_

اے عائشہ تواپنے خیال میں عثمان کا انتقام لینے کیلئے ائی ہے، تجھے خون عثمان سے کیا سروکار تیرے لئے انتقام عثمان کا نعرہ زیبا نہیں کیونکہ وہ بنی امیہ کی فرد تھے اور تو خاندان تیم کی ہے، کیا تو ہی نہیں تھی کہ کل ان کے قتل کا حکم دیا تھا؟ اور تو نے کہا تھا کہ اس احمق اور یہودی صفت شخص کو قتل کرڈالو، اسے قتل کردو یہ اسلام سے پھر گیا ہے، اج تو کس منہ سے اس کے انتقام اور طرفداری کیلئے کھڑی ہو گئی ہو_

اے عائشہ، خدا کا خوف کر اور اپنے گھر واپس جا، اپنی غفلت کا پردہ چاک مت کر، فاتقی اللہ وارجعی الی بیتک واسبلی علیک والسلام

یہ تھا اس مضمون خط کا خلاصہ جسے امیر المومنین نے بصرہ کے نزدیک منزل زاویہ سے عائشہ کے سرداران لشکر طلحہ وزبیر اور عائشہ کو لکھا یہ، معقول اور جھنجھوڑ دینے والا خط ان لوگوں نے پڑھا لیکن ان لوگوں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا اور نہ ان لوگوں نے جواب دیا_

بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ عائشہ نے اس خط کا یہ جواب دیا_

اے ابو طالب کے فرزند ہمارا اقدام عتاب وملامت سے گذر چکا ہے اور اب ہم ہرگز تمھارا حکم نہیں مان سکتے تم سے جو بن پڑے کر ڈالو اور جو کچھ تمھارے قبضے میں ہو ہمارے لئے اٹھا نہ رکھو(1)

تاریخ اعثم کوفی میں ہے کہ طلحہ وزبیر نے حضرت علی کا تحریری جواب نہیں دیا لیکن زبانی پیغام بھیجا کہ

اے علی تم نے بہت سخت وسنگین راہ اختیار کی ہے اس راستے پر چلنا اپنے لئے لازمی سمجھ رہے ہو، اب ہمارے لئے بھی سوائے اس کے کوئی راستہ نہیں کہ تمھارا حکم مانیں اور تم اس کے سوا کسی بات پر راضی نہیں ہوگے ہم بھی تمھارا حکم نہیں مان سکتے_

اے علی تم اپنے راستے پر چلو اور ہمارے بارے میں جو کچھ تم سے بن پڑے کر ڈالو

بہر صورت امیر المومنین نے پند ونصیحت پر مشتمل یہ خط صلح وصفائی کیلئے عائشہ کے سرداران لشکر کو لکھا تھا، جو بے نتیجہ رہا ان لوگوں نے صلح وصفائی کی بات نہ سنی، یہی وجہ تھی کہ اپ نے وہاں سے اپنے لشکر کے ساتھ بصرہ کیطرف کوچ کیا اور شہر بصرہ میں داخل ہوگئے_

---

1_ الامامة والسیاسة ج 1 ص 55 _ 62 ، جمھرة رسائل العرب ج 1 ص 379 ، ترجمہ تعلیق اعثمی ص 174

قارئین کرام!

یہاں تک جو کچھ پیش کیا گیا اس سے دونوں مخالف فوجوں کی تیاری اور بصرہ میں پہنچنے تک کے حالات کو کتب تاریخ اور معتبر ماخذ سے نقل کیا گیا، اب بات کو یہیں پر ختم کرتے ہیں اور حادثہ جنگ جمل کو شروع سے بیان کرتے ہیں ،اس سلسلہ میں مشہور تاریخ نگار ابو مخنف کا بیان نقل کرتے ہیں جس کو عراق کے حالات و اخبار کی بہت اچھی اطلاع تھی اور اسے ماہر عراقیات کہنا زیادہ بہتر ہو گا_

## گورنر بصرہ کو طلحہ و زبیر کا خط

مشہور مورخ ابو مخنف(1) اپنی مشہور کتاب تاریخ جنگ جمل میں لکھتا ہے:

طلحہ زبیر اور عائشہ بہت تیزی کے ساتھ بصرہ میں پہونچ گئے اور مقام حفر ابو موسی پر وارد ہوئے جو بصرہ سے قریب تھا، وہاں سے انھوں نے گورنر بصرہ عثمان ابن حنیف کو اس موضوع کا خط لکھا:

اے عثمان ہمارا ارادہ ہے کہ بصرہ میں داخل ہون میرے انے سے بیشتر تم دارالامارہ کو خالی کر دو اور ہمارے لئے تیاری کرو، اور تمھیں شہر کے اختیارات بھی ہمارے حوالے کر دینا چاہیئے اور اپنے کو گورنری کے عہدے سے علحدہ کر لو(ان داخل لنا دار الامارہ)

عثمان نے خط کے مضمون سے اخنف ابن قیس کو باخبر کیا جو شیوخ بصرہ میں شمار کئے جاتے تھے اور عقل و دانائی میں مشہور، تیز طرار تھے، یہ خط دیکر ان سے کہا اے اخنف طلحہ و زبیر کا لشکر بصرہ کے قریب پہنچ چکا ہے انھیں لوگوں میں زوجہ رسول بھی ہیں لوگ ان کیلئے چاروں طرف سے سیلاب کی طرح ٹوٹے پڑ رہے ہیں، اس سلسلے میں تمھاری کیا رائے ہے؟

---

1_ ابو مخنف لوط کا بیٹا اور خاندان مخنف سے تھا جو ازدی گروہ سے تعلق رکھتا تھا خاندان مخنف حضرت علی کے دوستوں میں شمار کیا جاتا ہے ابو مخنف مرد فاضل محدث اور مورخ تھا اور اس سلسلے میں اس نے بہت زیادہ کتابیں لکھی ہیں اسکی ایک کتاب کا نام الجمل ہے ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں جنگ جمل کی ساری داستانیں اسی کتاب سے نقل کیا ہے ابن ندیم کا بیان ہے کہ علماء کو اس بات کا اعتراف ہے کہ ابو مخنف کو عراق کے حالات تمام مورخین سے زیادہ معلوم تھے جس طرح مدائنی کو خراسان و ہند و فارس کے حالات کی خصوصی مہارت تھی واقدی کو بھی حجاز کے حالات سے واقفیت تھی، ابو مخنف نے 157ھ میں وفات پائی

اخنف نے کہا: اے عثمان یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے مسلمانوں کو قتل عثمان پہ ابھارا تھا اور ان کا خون بہایا اور اج بھی شرم وحیا سے بالائے طاق رکھ کر ہماری طرف ارہے ہیں تاکہ خون عثمان کا ہم سے انتقام لیں، اگر یہ مقصد لیکر ہمارے شہر میں اگئے تو اس شہر کے لوگوں میں اختلاف اور دشمنی پیدا ہوگی اور ہمیں تلوار کی باڑھ پر رکھ لیں گے، ہمارا خون بہادینگے_

اے عثمان تم اس شہر کے گورنر ہو لوگ تمھارے مطیع وفرمانبردار ہیں تمھیں اس حساس موقعہ پر اپنی حیثیت سے فائدہ اٹھانا چاہیئے، اعلان جنگ کردو، اور کچھ بصرے کے فوجیوں کو لیکر تیزی سے ان کی طرف جائو، کیونکہ اگر تم نے انھیں موقعہ دیدیا اور وہ بصرہ میں ائے تو لوگ تمھاری اطاعت سے منحرف ہوجائیں گے اور ان لوگوں کی اطاعت کرنے لگیں گے_

عثمان نے کہا اے اخنف میں بھی اس بات کو سمجھ رہا ہوں کہ ہماری بہتری جنگ کرنے میں ہے، لیکن میں کیا کروں؟ میں فتنہ وفساد سے ڈر رہا ہوں، اور یہ کہ یہ فتنہ مجھ ہی سے شروع ہو گا یہ سونچ کر سخت خوفزدہ ہوں، میں چاہتا ہوں کہ صلح وصفائی ہوجائے، اور جب تک حضرت علی(ع) کا حکم نہ ائے میں کوئی اقدام نہ کرسکوں_

اخنفکے بعد حکیم ابن جبلہ عثمان کے پاس ائے، عثمان نے لشکر عائشہ کے سرداروں کا خط ان کے سامنے رکھدیا، حکیم نے بھی اخنف کی رائے کی تائید کی اور عثمان کو عائشہ کے لشکر سے جنگ پر ابھارا، حکیم نے بھی عثمان کا وہی جواب سنا جو اخنف سن چکے تھے، حکیم نے جب اپنی پیشکش کا کوئی اثر نہیں دیکھا تو کہا:

اے عثمان اگر تم جنگ پر امادہ نہیں ہو تو مجھے اجازت دو کہ میں اپنے قبیلہ والوں کے ساتھ ان کے خلاف قیام کروں، اگر ان لوگوں کو امیر المومنین کا حکم منوا سکوں اور ان کی بیعت کے تابع لاسکوں تو کیا اچھا ہے، اور دیگر وہ نہ مانیں تو ہم تم سے مدد لئے بغیر ان لوگوں کے ساتھ جنگ کریں_

عثمان نے کہا: اے حکیم میں جنگ اور قتل سے ڈرتا نہیں کہ اپنے کو الگ کر کے تم کو تمھارے حال پر چھوڑ دوں، بلکہ میں بنیادی طور سے مسلمانوں کے ساتھ جنگ اور فتنہ وفساد کو اچھا نہیں سمجھتا اور اس سے بھاگتا ہوں، ورنہ میں خود اپنے دل وجان کے ساتھ جنگ پر اقدام کرتا اور اس راہ میں پیش قدمی دکھاتا_

حکیم نے کہا، ہاں، صلح وصفائی تو اچھی ہے لیکن خدا کی قسم تم بھی جانتے ہو کہ اگر وہ لوگ بصرہ میں داخل

ہو گئے تو لوگوں کا دل اپنی طرف موڑلیں گے اور تم کو عہدے سے معزول کر دینگے _

لیکن حکیم نے جنگ کیلئے جس قدر اصرار کیا عثمان نے ان کی پیشکش نہیں مانی _

## امیر المومنین کا خط اپنے گورنر بصرہ کے نام

امیر المومنین ربذہ میں تھے کہ اپ کو خبر ملی کہ عائشہ کا لشکر بصرہ کے قریب پہنچ گیا ہے اپ نے اپنے گورنر کو اس مضمون کا خط لکھا:

یہ خط بندئہ خدا امیر المومنین علی کی طرف سے اپنے گورنر عثمان ابن حنیف کے نام

اے عثمان باغی اور ظالم نے اللہ سے عہد کیا پھر اپنا عہد توڑ دیا، اور اب ان کا رخ تمھاری طرف ہے، شیطان نے ان لوگوں کو اتنا مغرور بنا دیا ہے کہ مرضيء خدا کے خلاف اقدام کر رہے ہیں، لیکن خدا کا عذاب اس سے زیادہ دردناک اور انتقام کا تازیانہ اس سے بہت سخت ہو گا _

اے عثمان وہ لوگ بصرہ میں داخل ہوں تو انھیں حکومت وقت کی اطاعت اور میری بیعت کی دعوت دو اگر وہ اثبات و تائید میں جواب دیں تو ان کا احترام واجب ہے اور اگر تمھاری دعوت قبول نہ کریں ( اپنی مخالفت میں مصر ہوں تو ان سے جنگ کرو تا کہ اللہ تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان حاکم ہو خدائے دادگر کا فیصلہ عادلانہ ہو گا ) میں اس خط کو تمہارے پاس ربذہ سے لکھ رہا ہوں اور میں خود بھی تمہارے پاس بہت جلد پہنچوں گا _ کاتب خط عبید اللہ ابن ابی رافع بتاریخ 36ھ _ (1)

---

1_ عبید اللہ ابن ابی رافع مدینہ کے باشندے تھے ازاد کردہ رسول اللہ اور ان کے باپ کو بھی رسول نے ازاد کیا تھا حضرت علی نے انھیں اپنے خزانے کا انچارج اور منشی مقرر کیا تھا، تہذیب التہذیب ج 6 ص 15

ابو مخنف کا بیان ہے کہ: جب علی کا خط عثمان کے پاس پہنچا تو مشہور افراد ابوالاسود دئیلی(1) اور عمران ابن حصین کو بلایا اور انھیں مامور کیا کہ جا کر لشکر عائشہ کے سرداروں سے ملاقات کریں اور ان کے بغاوت کی وجہ اور مقصد کو پوچھیں_

ابوالاسود اور عمران حفر ابوموسی میں واقع لشکر عائشہ کی چھائونی میں پہنچے پہلے انھوں نے عائشہ سے ملاقات کرکے گفتگو کی اور موعظہ و نصیحت کی_

عائشہ نے کہا اچھا ہو تا تم لوگ طلحہ و زبیر سے ملاقات کرتے اور ان سے بھی گفتگو کرتے، ابوالاسود اور عمران زبیر کے پاس گئے ان سے بھی گفتگو کی_

زبیر نے کہا ہمارے اس قیام کا دو بنیادی مقصد ہے_

1_ انتقام خون عثمان، ہم ان لوگوں کو قتل کرنا چاہتے ہیں جنھوں نے عثمان کو قتل کیا ہے_

2_ علی کو چاہیئے کہ خلافت سے معزول ہو جائیں اور مسلمانون کی جماعت، کسی دوسرے کو شوری کے ذریعہ سے منتخب کرلے_

ان لوگوں نے زبیر کا جواب دیا:

جہاں تک انتقام خون عثمان کی بات ہے تو عثمان کو بصرہ والوں نے قتل نہیں کیا ہے کہ تم ان لوگوں سے انتقام لو_

اے زبیر تم خود اچھی طرح جانتے ہو کہ قاتلان عثمان کون لوگ ہیں؟ اور کہاں ہیں؟

تم اور تمھارے ساتھی طلحہ نے اور عائشہ نے جو اج انتقام خون عثمان کا پرچم لہرا رہے ہو کل تم عثمان کے سخت ترین دشمن تھے اور تمہیں تھے کہ لوگوں کو ان کے قتل پر ابھار رہے تھے_

---

1_ ابوالاسود کا نام ظالم تھا وہ عمرو ابن سفیان ابن جندل کے فرزند تھے دئیلی قبیلہ دئل کی طرف منسوب ہے اور دئل قبیلہ کنانہ کی شاخ تھا وہ بزرگ تابعی تھے اور حضرت علی کے دوستوں میں شمار کئے جاتے تھے، جنگ صفین میں علی کے ساتھ تھے امیر المومنین نے علم نحو اور قواعد زبان عربی پورے طور سے انھیں تعلیم کئے تھے، انھوں نے اس کی شرح کرکے اسے ایک علمی بنیاد دیدی، ابوالاسود نے 85 سال کی عمر میں عمر ابن عبدالعزیز کے زمانے میں بصرہ میں وفات پائی فہرست ابن ندیم ص60 ،62 ،وفیات الاعیان ج 2 ص 216_ 219

اب رہ گئي حضرت علی کے معزول ہونے کی بات توتم عہدہ ءخلافت سے کیسے معزول کرسکتے ہو؟اور ان کا مسلّم حق کیسے چھین سکتے ہو؟جبکہ تمھیں نے باہیں پھیلا کر خوشی خاطر کے ساتھ ان کی بیعت کی تھی تمھاری بیعت میں ذرا بھی زور زبر دستی نہیں تھی_

اے زبیر واقعی بہت تعجب کی بات ہے جس دن رسول(ص) خدا رحمت حق سے ملحق ہوئے اور لوگوں نے ابو بکر کی بیعت کی تو نے ان کی بیعت کرنے سے انکار کیا تھا،ہاتھ میں تلوار لیکر بھانج رہے تھے کہ خلافت کیلئے علی سے بہتر کوئي نہیں، لیکن اج انھیں سے ایسی سخت مخالفت پر امادہ ہو، کہاں وہ طرفداری؟اور کہاں یہ دشمنی و مخالفت؟

زبیر نے جب اپنے کو عثمان ابن حنیف کے نمائندوں کے سامنے زچ ہوتے دیکھا اور اپنے کو لاجواب پایا تو کہا:

تم لوگ طلحہ کے پاس جائو انھیں سے بات کرو دیکھو وہ کیا کہتے ہیں_

ابو الاسود اور عمران طلحہ کے پاس گئے لیکن انھیں سخت مزاج اور فتنہ انگیز پایا انھوں نے سمجھ لیا کہ ان کا مقصد صرف جنگ کی اگ بھڑکانا ہے اس کے سوا اور کوئي مقصد نہیں وہ لوگ وہاں سے مایوس ہو کر عثمان ابن حنیف کے پاس واپس اگئے اور سارا واقعہ انھیں سنادیا_

ابو الاسود نے اس سلسلے میں کچھ اشعار کہے ہیں:

یابن حنیف قد اتیت فانفر
وطاعن القوم وجالد واصبر
وابرز لھا مستلئما وشمر
اتینا الزبیر فدانی الکلام
وطلحہ کالنجم اوابعد
واحسن قولیھما فادح
یضیق بہ الخطب مستنکد(1)

" اے پسر حنیف اگاہ ہو جائو کہ دشمن کا لشکر جنگ کے سوا کوئي مقصد نہیں رکھتا تم بھی اٹھ کھڑے ہو اور ان کے مقابلہ میں جنگ کرنے کیلئے اپنے کو امادہ کرو، ان لوگوں کی سرزنش کیلئے کوشش کرو اور اس راہ میں استقامت دکھائو ہم نے زبیر سے

بات کی تو اس کی باتوں میں نرمی دیکھی لیکن طلحہ بہت تند تھا، وہ بے راہ روی کا شکار تھا، اسکا فاصلہ صلح سے اتنا ہی ہے جتنا زمین کا اسمان سے، ان کی سب سے اچھی بات بہت بری تھی بہت سخت تھی اور فتنہ انگیز تھی_

انھوں نے ہمیں بہت ڈرایا دھمکایا لیکن ان کی ساری باتیں ہماری نگاہ میں بے وقعت تھیں_

ابو الاسود نے جیسے ہی اپنے اشعار ختم کئے، عثمان ابن حنیف جوش مین بھر گئے اور کہا، ہاں، دونوں مقدس شہروں مکہ و مدینہ کی قسم تم نے جیسا کہ بیان کیا میں ان لوگوں سے ایسی ہی جنگ کروں گا_

پھر حکم دیا کہ فوجی تیاری کا عام اعلان کیا جائے اور سب لوگ جنگ کیلئے امادہ ہو جائیں، بصرے میں نعرے گونجنے لگے بصرے والے اسلحوں سے اراستہ ہو کر عثمان ابن حنیف کے پاس اگئے_

لشکر بصرہ وہاں کے ایک وسیع میدان کی سمت جس کا نام مربد تھا بڑھنے لگا، جہاں لشکر عائشہ کی چھاؤنی تھی اور دونوں لشکر اسی میدان میں امنے سامنے ہو گئے_

# شعلہ بار تقریریں

## مرد جشمی نے تقریر کی

لشکر بصرہ اور لشکر عائشہ میدان مربد میں امنے سامنے تھے اتنے میں لشکر بصرہ سے قبیلہ جشم کا ایک شخص کھڑا ہوا اور اپنے کو پہنچوانے کے بعد بصرے والوں سے اس طرح مخاطب ہوا_

اے لوگو یہ جمعیت جسے تم دیکھ رہے ہو شہر مکہ سے ایا ہے اور اس نے تمھاری طرف رخ کیا ہے، لیکن نہ انھیں بد امنی کا ڈر ہے نہ فرار اور ہرج مرج کا کیونکہ یہ لوگ اس شہر میں تھے کہ جو سب کے لئے امن و پناہ کی جگہ ہے اور تمام موجودات وہاں امن میں رہتے ہیں یہاں تک کہ پرندے حیوانات اور درندے بھی اس شہر میں لوگوں کے گزند سے اسودہ خاطر ہوتے ہیں، اس بناء پر یہ لوگ خوف کی وجہ سے یہاں نہیں ائے ہیں بلکہ خون عثمان کا انتقام لینے ........... کیلئے سیلاب کی طرح ہمارے شہر میں ٹوٹ پڑے ہیں حالانکہ ہم بصرے والوں نے نہ قتل عثمان میں شرکت کی نہ ہم میں کا کوئی شخص ان کے قتل میں شامل تھا_



اے لوگو میری بات پر توجہ دو اور اس لشکر کو جہاں سے ایا ہے وہیں واپس کر دو اور اگر تم نے غیرت و صلاح کو راہ نہیں دی تو تمھارے درمیان جنگ کی ایسی اگ بھڑکے گی جو کبھی خاموش نہ ہو گی اور اس کے شعلے تمہاری زندگی کو اپنا لقمہ بنالیں گے_

اس شخص کی بات ابھی یہیں تک پہنچی تھی کہ بصرے کہ کچھ لوگوں نے اس پر سنگ باری کر دی اور وہ خاموش ہو کر بیٹھ گیا_

## طلحہ کی تقریر

ابو مخنف کا بیان ہے کہ اس جشمی شخص کی تقریر کے بعد طلحہ کھڑے ہوئے اور بہت کوشش کے بعد چیختے چلاتے لوگوں کو خاموش کیا اور کہا:

اے بصرے والو تم سبھی جانتے ہو کہ عثمان ابن عفان ایک شریف شخص اور بافضیلت ادمی تھے، بہت اچھے سابق الاسلام تھے، وہ انھیں مہاجرین میں تھے کہ جن کے بارے میں اللہ نے اپنی رضا کا اعلان کیا اور قران نے ان لوگوں کے فضائل بیان کئے_

ہاں، عثمان گروہ مہاجرین کی فرد تھے اور صحابی رسول تھے، مسلمانوں کے امام تھے لیکن اپنی خلافت کے اخری زمانے میں روش بدل دی تھی اور کبھی کبھی وہ عدالت کی راہ سے منحرف ہو جاتے تھے، ہم نے اس معاملے میں ان کو چونکایا، (ان پر اعتراض کیا) تو انھوں نے ہماری باتوں کو قبول کیا اور اپنے کرتوتوں سے توبہ کی، پھر وہ عدالت کی راہ پر چل پڑے، لیکن کیا فائدہ؟

وہ شخص کہ جس نے اج مسلمانوں کے معاملات کی لگام بغیر مسلمانوں کی رضا اور اطلاع کے غاصبانہ طریقے سے اپنے ہاتھ میں تھام لی ہے، وہ ان پر ٹوٹ پڑا اور انھیں بے گناہ قتل کر ڈالا، کچھ فسادی اور لاپرواہ لوگوں نے بھی اس ظالمانہ عمل میں اس کی مدد کی_

ہاں، عثمان تمام مسلمانوں کے نزدیک قابل احترام تھے وہ بے گناہ اور مظلوم قتل کئے گئے_

اے بصرہ والو ہم اس پاک اور بے گناہ شخص کا انتقام لینے کیلئے یہاں ائے ہیں تاکہ ان کے قاتلوں کو قابو میں کر کے قتل کریں اور مسلمانوں میں استقلال پیدا کریں، اور وہ اختیارات جو ان کے ہاتھ سے نکل گئے ہیں واپس



لائیں، شوری کے ذریعہ کسی شخص کو خلافت و حکمرانی کیلئے انتخاب کر لیں، کیونکہ خلافت و حکمرانی صرف عوام کا حق ہے، اور جو شخص استبدادی طریقے سے اور لوگوں کو دھوکا دیکر اس عہدے پر قبضہ جمالے اس کی استبدادی حکومت کا پایہ ہلا دینا چاہیئے اور ختم کر دینا چاہیئے_

## زبیر کی تقریر

طلحہ کی تقریر کے بعد زبیر کھڑے ہو کر تقریر کرنے لگے وہ بھی طلحہ کیطرح عثمان کی بے گناہی اور یہ کہ علی ان کے قاتل ہیں بیان کرنے لگے، پھر انھوں نے طلحہ کے بیان کی تائید کی _

یہیں پر کچھ بصرہ والے کھڑے ہو گئے اور طلحہ اور زبیر پر اعتراض کرنے لگے، انھوں نے واضح طریقے سے کہا:

اے طلحہ اے زبیر کیا تم لوگوں نے حضرت علی کی بیعت نہیں کی تھی اور ان کی اطاعت کا عہد وپیمان نہیں کیا تھا، اخر کیا بات ہوئی کہ کل تم نے بیعت کی اور اج تم نے بیعت توڑ دی ؟

ان لوگوں نے جواب دیا، ہم نے اپنے اختیار اور رضاو رغبت سے علی کی بیعت نہیں کی، اور ہماری گردن پر کسی کی بیعت واطاعت کا حق نہیں ہے جو میرے اوپر اعتراض کرے اور ہمیں بیعت شکنی کا الزام دے _

بات یہاں تک پہنچی تھی کہ اہل بصرہ کے درمیان شدید اختلاف پیدا ہو گیا، ہلّڑ ہنگامہ ہونے لگا کیونکہ کچھ تو طلحہ وزبیر کی طرفداری کرنے لگے، ان کی باتوں کی تائید وتصدیق کرنے لگے اور صحیح ہے صحیح ہے کے نعرے لگانے لگے اور کچھ دوسرے لوگ ان کو جھٹلانے لگے، کہنے لگے کہ طلحہ وزبیر جھوٹ بول رہے ہیں، ان کی باتوں میں مکاری پائی جاتی ہے _

## عائشہ کی تقریر

ابو مخنف کا بیان ہے کہ: لوگوں کا اختلاف اور ہنگامہ کافی طول پکڑ گیا، یہاں تک کہ خود عائشہ نے انھیں خاموش



کرنے کیلئے مداخلت کی، اپنے اونٹ پر سوار ہوئیں لوگوں کے سامنے اکر بہت بلند اواز میں کہا:

اے لوگو بس کرو، اپنی بات کم کرو، خاموش ہو جاؤ، خاموش، خاموش، جب لوگوں نے عائشہ کی اواز سنی تو خاموش ہو گئے، ہلّڑ ہنگامہ خاموشی میں بدل گیا، جب مربد کے تمام گوشہ وکنار میں خاموشی پھیل گئی تو عائشہ نے بصرہ والوں سے اس طرح خطاب فرمایا:

اے لوگو امیر المومنین عثمان راہ حق وعدالت سے منحرف ہوئے اور اصحاب رسول کو تکلیف پہنچائی، فسادی اور ناتجربہ کار چھوکروں کو حکومت میں لگا دیا، ایسے منحرف اور فاسد لوگوں کی حمایت کی جنھیں رسول اللہ نے جلاوطن کیا تھا، اور ان پر غضبناک ہوئے تھے _

مسلمانوں نے ان پر اعتراض کیا ان کے کرتوتوں کے نتائج سے باخبر کیا انھوں نے بھی لوگوں کی نصیحتوں سے سبق حاصل کیا اور اپنے برے اعمال پر شرمندہ ہوئے، اپنے دامن الودہ کو اب توبہ سے دھو ڈالا، اپنے کو گناہوں اور لغزشوں سے پاک کر لیا _

لیکن کچھ لوگوں نے ان کی توبہ کو اہمیت دیئے بغیر انھیں قتل کرڈالا اس پاک اور بے گناہ شخص کا خون بہادیا، ان کے قتل سے ڈھیر سارے گناہوں کے مرتکب ہوئے، ان کی خلافت کا مقدس لباس اس مقدس ماہ ذی الحجہ (جس میں جنگ حرام ہے، اور اس شہر مدینہ میں جس کا احترام اسلام نے لازم قرار دیا ہے) ہاں ان حالات وشرائط کے باوجود انھیں یوں قتل کرڈالا جیسے قربانی کا اونٹ پئے کیا جاتا ہے_

اے لوگو جان لو کہ قریش عثمان کو قتل کرکے خود اپنے تیروں کا نشانہ بن گئے ہیں اور اپنے ہاتھ اور منھ کو خون سے الودہ کرلیا ہے، قتل عثمان ان لوگوں کو مقصد تک نہ پہنچائے انھیں کوئی فائدہ نہ بخشے، خدا کی قسم، انھیں کوئی بلا گھیر لے گی، جو انھیں ملیامیٹ کردے گی، ہاں، انگاروں سے بھری افت، ان کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے والی، ایسی افت کہ ان کے سوتوں کو جگادے اور بیٹھے ہوئے لوگوں کو اٹھادے_

اے لوگو_ اول تو یہ کہ عثمان کا گناہ ایسا نہیں تھا کہ ان کا قتل جائز ہوجائے دوسرے یہ کہ تم نے انھیں توبہ کی دعوت دی پھر ان کی توبہ پر اعتنا کئے بغیر چڑھ دوڑے اور بے گناہ خون بہادیا، پھر تم نے علی کی بیعت کرلی، اور ان کو غاصبانہ طریقے سے خلافت کی کرسی پر بیٹھادیا_



ذرا سوچو_ میں نے تمھارے فائدے کیلئے عثمان کی فاشیوں پر غم وغصہ کا مظاہرہ کیا تھا، لیکن اج عثمان کے فائدے کیلئے جو تم نے ان پر تلوار کھینچی غم وغصہ کا مظاہرہ نہ کروں؟ اور خاموش ہو جائوں؟

اے لوگو ہوش میں ائو، کیونکہ عثمان کو مظلوم اور بے گناہ قتل کیا گیا اور اب تم لوگوں پر لازم ہے کہ ان کے قاتلوں کو تلاش کرو اور جہاں بھی ان پر قابو پائو انھیں قتل کرڈالو_

اس کے بعد ان چھ افراد میں سے کہ جن کو عمر نے معین کیا تھا شوری کے ذریعے سے خلیفہ مقرر کرلو، لیکن ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیئے کہ جس نے قتل عثمان یں شرکت کی ہے وہ شوری میں یا خلیفہ معین کرنے میں کسی قسم کی مداخلت کرے_

ابو مخنف کا بیان ہے کہ: عائشہ کی بات ابھی یہیں تک پہنچی تھی کہ لوگ موج دریا کیطرح جوش میں بھر گئے اور پیچ وتاب کھانے لگے_

ایک نے کہا کہ حقیقت وہی ہے جو عائشہ نے کہا:

دوسرے نے کہا کہ: عائشہ نے غلط بات کہی ہے کیونکہ انھیں حق نہیں ہے کہ گھر سے باہر نکلیں_

ایک بولا، انھیں کیا حق پہنچتا ہے کہ معاشرتی معاملات میں دخل دیں

اخرکار، ہر شخص اپنی اپنی ہانکنے لگا، اوازیں بلند ہونے لگیں

لوگوں کی چیخ پکار بڑھنے لگی اور اختلاف پیدا ہونے لگا یہاں تک کہ جوتے لوگوں کے سروں پر چلنے لگے، گھوسے اور مکّے ایک دوسرے کی ضیافت کرنے لگے_

بس یہیں سے بصرہ کے باشندے دو حصوں میں بٹ گئے اور ایک دوسرے کے امنے سامنے محاذ ارائی اور صف بندی کرنے لگے_

ایک پارٹی گورنر بصرہ عثمان کی طرفداری ہو گئی اور دوسری پارٹی عائشہ کی طرفدار ہو گئی اسطرح عائشہ نے اپنی تھوڑی دیر کی تقریر میں کچھ لوگوں کو اپنا ہم خیال بنالیا اور اپنے لشکر کی تعداد میں اضافہ کر لیا_

## پہلی جنگ

ابو مخنف کا بیان ہے کہ: میدان مربد میں جو تقریریں اور باتیں ہوئیں اس کے بعد لوگ متفرق ہو گئے



لیکن طلحہ وزبیر نے عثمان ابن حنیف کو اسیر کرنے کیلئے کچھ لوگوں کے ساتھ دارالامارہ پر قبضہ جمانے شہر کے مرکزی حصے کی طرف چلے، لیکن انھیں لشکر عثمان کی شدید مقاومت کرنی پڑی کیونکہ بصرے والے شہر کے تمام حصوں سے واقف تھے اور لشکر عائشہ کے حملے سے قبل ہی تمام گلی کوچوں تک کو اپنے قبضے میں کر لیا تھا اور گھات لگائے بیٹھے تھے_

جب عائشہ کا لشکر شہر کے مرکزی حصے کیطرف نہیں بڑھ سکا تو اپنا راستہ میدان اور باغوں کی طرف بدل دیا، لشکر بصرہ نے وہاں بھی روکا اور دونوں میں گھمسان کی جنگ ہونے لگی اس مقاومت میں حکیم ابن جبلہ نے اپنے قبیلے والوں کے ساتھ دوسروں سے کہیں زیادہ جدوجہد کی اور لشکر عائشہ پر حملہ کیا، بصرہ کی عورتوں نے بھی کوٹھوں سے سنگباری کی اور اسطرح بصرے والوں نے لشکر عائشہ کو پسپا کر کے قبرستان بنی مازن تک ڈھکیل دیا_

عائشہ کے فوجی وہاں دفاعی حالت میں ٹھر گئے تاکہ چھائونی سے ان کی مدد اسکے اور شکست خوردہ لشکر اس کمک کے ذریعے بصرہ کے باہر زابوقہ کی طرف جاسکے، وہاں بھی ایک وسیع اور بنجر میدان دار الرزق کے نام سے تھا، وہیں چلے گئے اور اسی کو اپنی چھائونی بنالیا، اسطرح پہلی جنگ میں گورنر بصرہ کو فتح حاصل ہوئی اور عائشہ کا لشکر پیچھے ہٹ گیا_

اس کے بعد ابو مخنف کہتا ہے کہ: قبیلہ تیم کے ایک سردار عبداللہ ابن حکیم جن کو طلحہ وزبیر نے قتل عثمان کے بارے میں خط لکھ کر مدد طلب کی تھی، وہ طلحہ کے پاس ائے اور اس خط کو دکھا کر رائے طلب کرتے ہوئے پوچھا_

اے طلحہ کیا تم ہی نہیں ہو کہ جس نے ہمیں خط لکھا تھا اور ہمیں قتل عثمان پر ابھارا تھا_

طلحہ نے کہا ہاں، یہ خط ہماری ہی طرف سے ہے عبداللہ نے کہا اے طلحہ، تم پر حیرت ہے کہ اس خط کے مطابق تم کل ہمیں عثمان کو معزول کرنے اور انھیں قتل کرنے پر ابھار رہے تھے اخر کار تم نے انھیں قتل کر ڈالا اور اج انھیں کی

طرفداری اور ان کا انتقام لینے کیلئے ہمارے پاس ائے ہو_

اے طلحہ خدا کی قسم، تمھارا مقصد صرف یہ ہے کہ دنیا حاصل کر لو اور حکومت پر قبضہ جمالو، اور ایک غلط اور نامناسب محرک تمھیں اس جنگ پر ابھار رہا ہے ورنہ تم نے کل علی کی بیعت کیوں کی تھی اور راضی خوشی ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ کیوں رکھا تھا، اور اج تم نے اپنی بیعت توڑ دی ہے، اور ان کی مخالفت میں کھڑے ہوگئے ہو؟ ان تمام باتوں سے بدتر یہ کہ یہاں تم شہر کو فتنہ وفساد میں الجھانے ائے ہو اور ہمیں اس فتنہ میں شریک کر رہے ہو_

74

طلحہ نے کہا کہ: اے عبد اللہ میں نے علی کی بیعت اپنی مرضی اور خوشی سے نہیں کی تھی، حضرت علی(ع) نے لوگوں کی بیعت قبول کرنے کے بعد مجھ کو بھی بیعت کی دعوت کی تو میں نے بھی مجبور ہو کر ان کی دعوت قبول کر لی اور اپنی بیعت کا ہاتھ بڑھا دیا، اگر میں نے ان کی بات نہ مانی ہوتی تو جس طرح میں خلافت سے محروم کر دیا گیا( اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا کیونکہ لوگ میرے اوپر ٹوٹ پڑتے اور میرا کام تمام کر دیتے )_

ابو مخنف کا بیان ہے کہ: اس طرح پہلا دن بیت گیا، اس کے دوسرے دن دونوں لشکر دوبارہ امنے سامنے ہوئے اور انھوں نے صف ارائی کی_

اس موقع پر عثمان ابن حنیف اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ طلحہ وزبیر کے پاس گئے اور انھیں نرم وملائم انداز میں نصیحت کی، انھیں اختلاف وبیعت شکنی کے انجام سے ڈرایا_

لیکن طلحہ وزبیر نے بجائے اس کے کہ ان کی نصیحت کو مانیں صاف صاف کہنے لگے کہ اے فرزند حنیف ہم یہاں خون عثمان کا انتقام لینے کیلئے ائے ہیں ہم اس سے کبھی دستبردار نہیں ہونگے_

عثمان ابن حنیف نے کہا، تمھیں خون عثمان سے کیا سروکار؟ ان کے بیٹے اور چچیرے بھائی انتقام کیلئے تم پر مقدم اور قریب تر ہیں، وہ لوگ کہاں ہیں؟ خدا کی قسم خون عثمان کا انتقام ایک بہانا ہے اور بس، حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ خلافت ہتھیانا چاہتے ہو اور اس سلسلے میں تم نے حد سے زیادہ کوشش کی لیکن مسلمانوں نے تمھاری طرف کوئی توجہ نہیں کی، وہ حضرت علی کی جانب مائل ہوگئے، یہی وجہ تھی کہ حضرت علی کی عداوت تمھارے دل میں پیدا ہوگئی اور حسد کی اگ بھڑکنے لگی، اسی گرہاں اور انگاروں نے تمھیں بیعت توڑنے اور مخالفت کرنے پر امادہ کیا، ان گرہاں اور انگاروں کو ڈھاکنے کیلئے تم نے خون عثمان کا بہانا بنایا ہے ورنہ تم وہی ہو کہ عثمان کے خلاف ہنگامہ برپا کرنے میں سب سے اگے تھے، تمھیں سب سے زیادہ ان پر تنقید کرتے تھے_

ابن حنیف کی بات یہیں تک پہنچی تھی کہ طلحہ وزبیر نے دشنام درازی شروع کر دی اور بہت گندی باتیں زبان سے نکالنے لگے یہاں تک کہ بہت شرمناک طریقے سے ان کی ماں کا نام بھی لے لیا_

عثمان نے ایک نگاہ زبیر پر ڈالی اور کہا:

اے زبیر میں کیا کروں؟ تمھاری ماں صفیہ رسول خدا کی رشتہ دار ہیں، اسی وجہ سے رسول خدا کے احترام

میں تمھاری ماں کا نام لینے سے معذور ہوں_

اس کے بعد ایک نظر طلحہ پر ڈالی اور کہا:

اے طلحہ اے صعبہ کے فرزند میرا اور تمھارا حساب کتاب اس سے بالاتر ہے جو باتوں سے ختم ہو اس کا جواب صرف تلوار ہے ہمارے اور تمھارے درمیان اسی کو فیصلہ کرنا ہے، میں واقعی ان گالیوں کا جواب تمھیں دوں گا_

عثمان نے ایک نظر اسمان پر ڈالی اور دعا کی خدایا تو گواہ رہنا کہ میں نے ان لوگوں پر حجت تمام کر دی اور ان کیلئے عذر کی کوئی گنجائشے نہیں چھوڑی_

یہ کہنا اور عائشہ کے لشکر پر ٹوٹ پڑے، اور عملی طور سے اعلان جنگ کر دیا، پھر دونوں لشکر کے درمیان گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی، جب جنگ نے بہت شدت اختیار کر لی تو یہ بات طئے پائی کہ دونوں کے درمیان عہد نامہ صلح لکھا جائے تا کہ جنگ ختم ہو سکے_

## صلح اور صلحنامہ

جیسا کہ گذشتہ فصل میں بیان کیا گیا کہ لشکر عائشہ اور لشکر بصرہ کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی اور بہت سے لوگ لقمہء اجل بن گئے اس طرح یہ لڑائی گورنر بصرہ اور ان کے سپاہیوں کی کامیابی پر ختم ہوئی_

ابو مخنف کا بیان ہے کہ جنگ و خونریزی کے بعد (جس کا نام ہم نے پہلی جنگ رکھا ہے) دونوں لشکر کے سردار اس بات پر متفق ہوئے کہ چند شرائط کے مطابق باہم صلح کر لی جائے اور عہد نامہ لکھ لیا جائے، تا کہ جب تک حضرت علی بصرے میں تشریف نہیں لائیں جنگ رکی رہے، یہی بات دونوں لشکر کے درمیان صلحنامہ کی شکل میں لکھی گئی اور اس پر سرداران لشکر کے دستخط ہوئے_

## صلحنامہ کا متن ان پانچ دفعات پر مشتمل تھا

یہ وہ عہد وپیمان ہے کہ جو عثمان ابن حنیف اور ان کے ساتھیوں نے طلحہ وزبیر اور ان کے حمایتیوں کے ساتھ طئے پایا ہے ہر دو طرف کے لوگ اپنے کو اس عہد نامہ کا پابند سمجھتے ہیں کہ اس صلحنامہ کے مطابق عمل کرینگے اور ان کے دفعات کا احترام کر کے اسے نافذ کرینگے_

1_ طرفین کے کسی شخص کو بھی دوسرے سے چھیڑ چھاڑ کا حق نہ ہو گا اور اسائشے کے وسیلے سلب نہ کریگا نہ ایک دوسرے کو تکلیف دیگا_

2_ طرفین حق رکھتے ہیں کہ ازادانہ طریقے سے فطری اور معاشرتی خصوصیات سے بہرہ مند ہوں اور سبھی یکساں طریقے سے بغیر دوسرے کی مزاحمت کے نہروں وچراگاہوں اور شاہراوں اور بازاروں سے استفادہ کر سکیں گے اور ایک دوسرے کی ضرورت کو پورا کریں گے_

3_ شہری انتظامات اور حکومت اور قصر کی حکمرانی ( مسجد اور پیشنمازی کے حالات ) اور بیت المال کے اختیارات سابق کیطرح عثمان ابن حنیف کے قبضے میں رہیں گے_

4_ طلحہ وزبیر اور ان کے ساتھ بصرہ میں ازادی سے رہیں گے وہ بغیر رکاوٹ کے تمام جگہوں پر اپنی چھائونی بناسکتے ہیں اور شہر کے تمام حصوں پر ازادانہ رہ سکتے ہیں_

5_ یہ عہدنامہ اج کی تاریخ سے اس وقت تک نافذ رہے گا جبتک حضرت علی بصرہ میں اجائیں، اور حضرت علی کے تشریف لانے کے بعد طلحہ وزبیر ازاد ہیں کہ وہ سابق کی اپنی بیعت علی کے وفادار رہیں یا ہر ایک صلح وجنگ کا انتخاب کرے_

صلحنامہ کے اخر میں اس جملے کا بھی اضافہ کیا گیا کہ طرفین اس صلحنامہ کے دفعات پر اسی طرح عمل کرینگے جیسے خدا اور انبیاء کے عہد و میثاق میں برتا جاتا ہے، اور اس وسیلے سے ان لوگوں نے مضبوط پیمان باندھا( علی الفریقین بما کتبوا عہد اللہ و میثاقہ )

صلح نامہ پر طرفین کے دستخط ہو گئے اور صلح وصفائي ہو گئي، عثمان ابن حنیف اپنے لشکر کے ساتھ دار الرزق سے دار الامارہ کیطرف واپس چلے گئے اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ جنگی ہتھیار اتار ڈالو اور اپنے گھروں کو واپس جائو ارام کے ساتھ زخمیوں کا اعلاج و معالجہ کرو_

# دوسری جنگ

## طلحہ وزبیرنے دوسری بارپیمان شکنی کي

لشکر بصرہ نے صلحنامہ کے دفعات پر بھرپور عمل کیااور اس کے مفاد کے مطابق صلح کیا، شہر بصرہ میں جنگ سے پہلے کاامن واپس اگیا، تمام حالات معمول پر اگئے، لیکن طلحہ وزبیر نے جس طرح علی(ع) کی بیعت توڑی تھی دیر نہیں گذری کہ اس صلح اور عہد کو توڑنے کی فکر میں لگ گئے، وہ سوچ رہے تھے کہ اگر کچھ دن بعد حضرت علی(ع) بصرہ میں اجائینگے تو ہم یہ تھوڑے سے فوجی اور معمولی سامان جنگ سے کس طرح مقابلہ کر سکیں گے، وہ بہترین فوجی ساز وسامان سے اراستہ ہونگے(1)

یہی بات تھی کہ طلحہ اور زبیر کی بے چینی بڑھ گئی اور ان کی انکھوں سے نیند اڑ گئی تھی، وہ اس سلسلے میں رات دن تبادلہ ءخیال کرتے رہتے تھے_

اخر کارانہوں نے یہ ارادہ کرلیا کہ اس عہد کو بھی بیعت علی(ع) کی طرح توڑدیں اور مخفی طور سے قبائل عرب کے رئیسوں اور بصرہ کے بزرگوں سے مدد طلب کریں اور انھیں اپنی حمایت کی دعوت دیں_

طلحہ وزبیرنے اس منصوبے کے ماتحت قبیلوں کے بزرگوں کو خط لکھے اور انھیں انتقام خون عثمان کی دعوت دی اور علی کی بیعت توڑنے اور بصرہ کے گورنر کی اطاعت سے باہر ہونے پر امادہ کیا_

قبیلہ اذد، ضبہ، اور قیس عیلان ان تین قبائل نے ان کی دعوت کا مثبت جواب دیکر ان لوگوں کی بیعت کرلی، انھون نے وعدہ کیا کہ ہر طرح کی کمک اور حمایت کیلئے وہ تیار ہیں، صرف یہی انگلیوں پر گنے جانے والے تین قبیلے تھے جنھوں نے چھپے چوری ان کی موافقت کاعہد کیا_

طلحہ وزبیرنے ایک دوسرا خط ہلال ابن وکیع کو لکھاجو قبیلہ بنی تیم کا سردار تھا، ان لوگوں نے خط میں اپنی حمایت کی دعوت دی لیکن ہلال نے ان کا کوئی جواب نہیں دیانہ توجہ کی، اور ان سے ملاقات بھی نہیں کی_

---

1_ ایسامعلوم ہوتاہے کہ وہ پہلے صلح کاارادہ نہیں رکھتے تھے لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ گورنر بصرہ سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے تو ظاہری طور سے صلح کاہاتھ بڑھادیا تاکہ ان لوگوں کی غفلت سے فائدہ اٹھاکر اپنے بدترین مقاصد حاصل کرلیں

طلحہ وزبیر مجبور ہو کر خود ہی ہلال سے ملاقات کیلئے ان کے گھر گئے انھوں نے اپنے گھر میں بھی ان سے ملاقات نہیں کی اور اپنے کو چھپالیا، لیکن انکی ماں نے سرزنش کرتے ہوئے کہا:

اے ہلال، تمھاری جیسی شخصیت کیلئے شرم کی بات ہے کہ اپنے کو مہمانوں سے چھپاٶاور قریش کے دوبزرگوں کی ملاقات سے انکار کردو_

ہلال کی ماں نے اپنی بات اتنی بار کہی کہ فرزند کے دل پر اثر ہوااور ہلال نے طلحہ وزبیر کیلئے اپنادروازہ کھولا، ان سے ملاقات اور گفتگو کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ بھی طلحہ وزبیر سے متاثر ہوگئے اور ان دونوں کی بیعت کرلی، حمایت اور نصرت کا وعدہ بھی کیا_

قبیلہ تمیم کے دوبڑے خاندان، عمرواور ہنزلہ کا خاندان بھی ہلال کی پیروی کرتے ہوئے طلحہ وزبیر کی بیعت پر امادہ ہوگیا_

قبیلہ تمیم میں صرف ایک خاندان یربوع تھاجو حضرت علی(ع) سے وابستہ تھااپ کا خالص شیعہ اور وفادار تھااسی نے ان دونوں کی بیعت سے انحراف کیااسی طرح خاندان دارم بھی جو بنی تمیم ہی کی شاخ تھا، اسنے بھی ان دونوں کی بیعت سے انکار کیا_

اس طرح طلحہ اور زبیر نے بصرہ کے اکثر قبیلوں کو اپنی طرف مائل کرکے انھیں اپنی حمایت ونصرت پر امادہ کرلیا_

## دوسری جنگ شروع ہوئی

جب لشکر عائشہ کے سرداروں نے اپنے کو ہر طرح سے طاقتور دیکھ لیاتوایک اندھیری رات میں، جب سخت سردی تھی اور بادوباراں کازور تھا، اپنے کپڑوں میں اسلحے چھپاکر جامع مسجد کی طرف چلے، اور ٹھیک نماز صبح کے وقت مسجد میں پہنچ گئے_

یہ وقت تھاکہ عثمان ابن حنیف محراب میں تھے اور وہ لوگوں کو نماز پڑھانے کیلئے کھڑے ہوگئے تھے، طلحہ وزبیر کے ساتھیوں نے سامنے اکرانھیں محراب سے کھینچ لیااور زبیر کوان کی جگہ پر کھڑا کردیا، اس موقع پر بیت المال کے محافظوں نے مسجد کے حالات کی خبر پاکر عثمان ابن حنیف کی نصرت میں دوڑے اور زبیر کو محراب سے کھیچ کر عثمان



ابن حیف کو پھر وہیں کھڑاکیا، زبیر کے ساتھیوں نے بھی دوسری بار عثمان کو علحدہ کیااور زبیر کوان کی جگہ پر بیٹھایالیکن پھر محافظوں نے سخت جدوجہد کی اور زبیر کو پیچھے ہٹاکر عثمان کو محراب میں پہنچادیا_

یہ نزاع وکشمکش اور امام جماعت کی تبدیلی اتنی دیر تک جاری رہی کہ قریب تھا کہ سورج نکل ائے اور نماز صبح کا وقت ختم ہو جائے_

جو لوگ مسجد میں تھے وہ چلانے لگے کہ اے مسلمانوں خدا سے ڈرو کہ نماز کا وقت جا رہا ہے_

اخر کار اس اختلاف اور کشمکش کا نتیجہ یہ نکلا کہ زبیر نے اخری مرحلے میں عثمان ابن حنیف پر کامیابی حاصل کر لی اور محراب پر قبضہ کر کے لوگوں کو نماز صبح پڑھائی کیونکہ ان کے ساتھی زیادہ تیار اور منصوبہ میں پختہ تھے، نماز پڑھانے کے بعد فوراًزبیر نے حکم دیا کہ عثمان کو پکڑو اور گرفتار کر لو_

جیسے ہی یہ فرمان صادر ہوا زبیر کے ساتھیوں نے اپنے کپڑوں سے تلواریں نکال لیں اور عثمان کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا، تھوڑی سی ردو کد مروان اور عثمان کے درمیان واقع ہوئی، عثمان ابن حنیف اور بیت المال کے محافظوں کی تعداد ستر تھی انھیں زبیر کے ساتھیوں نے گرفتار کر لیا اور عثمان کو سخت اذیتیں دی، اس قدر مار پیٹ کی کہ قریب تھا کہ وہیں ان کی موت ہو جائے_

انھوں نے اسی پر بس نہیں کیا ان کی بھوں اور سر اور چہرے کے بال کو قابل رحم حالت پر چھیل ڈالا_

اس طرح عائشہ کا لشکر صلح کے باوجود اس جنگ میں فتحمند ہوا اور شہر بصرہ پر قبضہ کر لیا_



## جنگی قیدیوں کی سرگذشت

ابو مخنف کا بیان ہے کہ: عائشہ کے فوجیوں نے معاہدہ صلح کے بر خلاف گورنر ہاؤس اور مسلمانوں کے بیت المال پر حملہ کر کے گورنر اور بیت المال کے محافظوں کو قیدی بنالیا_

پھر انھیں عائشہ کے سامنے پیش کیا گیا تا کہ ان لوگوں کے بارے میں کوئی فیصلہ کریں وہ جیسا بھی حکم چاہیں ان لوگوں کے بارے مین حکم صادر کر دیں_

عائشہ نے بھی ہر ایک کے بارے میں الگ الگ فیصلہ سنایا_

## محافظوں کی سرگذشت

عائشہ نے بیت المال کے محافظوں کے بارے میں اسطرح فیصلہ سنایا کہ زبیر کو اپنے سامنے بلا کر کہا:

اے زبیر! انھیں لوگوں نے تم پر شمشیر کھینچی تھی اور عثمان ابن حنیف اور بیت المال کا دفاع کیا تھا، ان لوگوں کا قتل، میں تمھارے ذمہ قرار دیتی ہوں کہ ان کا سر تن سے جدا کر کے تلوار کا پانی پلائو_

ابو مخنف کا بیان ہے کہ یہ حکم پاتے ہی زبیر نے اپنے فرزند عبداللہ کی مدد سے ان سب کے سر بھیڑ بکریوں کی طرح تن سے جدا کر دیا_

اس کا بیان ہے کہ: بیت المال کے محافظوں میں ان ستر افراد کے علاوہ بھی کچھ ایسے تھے جو بیت المال کی حفاظت کیلئے بیت المال میں موجود تھے اور طلحہ و زبیر کو قبضہ نہیں کرنے دے رہے تھے، زبیر نے راتوں رات ان پر چڑھائی کر کے پراکندہ کر دیا اور بیت المال پر اپنا قبضہ جما لیا، ان میں پچاس ادمیوں کو قید کر کے تمام لوگوں کے سامنے بے رحمی سے گردن مار دی اور سب کی لاشیں ان ستر کے پہلو میں ڈال دیں_

ابو مخنف لکھتا ہے کہ سقعب ابن زبیر کے بیان کے مطابق اس دن قتل ہونے والے محافظوں کی تعداد چار سو تھی_

وہ مزید کہتا ہے کہ: سب سے پہلا غدر اور حیلہ اسلام میں یہی تھا جو طلحہ و زبیر کے ذریعہ عثمان ابن حنیف کی بابت انجام پایا اور اسلام میں مسلمانوں کا یہ پہلا گروہ تھا جو نہتّا مظلومی کے عالم میں تمام لوگوں کے سامنے انتہائی دردناک حالت میں قتل کیا گیا، یہ وہی بیت المال کے محافظوں کا گروہ تھا_

یہ تھی بیت المال کے محافظوں کی سرگذشت

پھر ابو مخنف لکھتا ہے کہ: طلحہ و زبیر کا لشکر بیت المال کے محافظوں کو پراکندہ کرنے اور قید کرنے کے بعد بیت المال میں داخل ہوئے، جس وقت انکی نظر سونے چاندی اور بے شمار دولت پر پڑی تو مارے خوشی کے زبیر نے یہ ایت پڑھی جو کفار سے جنگ کے بعد مال غنیمت حاصل ہونے سے متعلق ہے_

"وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونھا" ( سورہ فتح ایت 20)

اللہ نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ بے شمار مال غنیمت اور بہت بڑی دولت تمھارے حصہ میں قرار دیگا، خدا نے بہت جلد اپنا وعدہ پورا کیا اور یہ بے شمار دولت تمھارے قبضے میں دیدی اب ان سے فائدہ اٹھائو_

یہ ایت پڑھنے کے بعد زبیر نے کہا:

میں اس دولت وثروت کا بصرے والوں سے زیادہ حقدار ہوں_

اس کے بعد ان کے سپاہیوں نے لوٹ مار شروع کردی جو کچھ بیت المال میں تھاسب کو ہڑپ لیا، لیکن جس دن امیر المومنین نے ان لوگوں پر کامیابی حاصل کی تو اس تمام دولت کو واپس لیکر مسلمانوں کے درمیان تقسیم کردیا_

## گورنر بصرہ کی سرگذشت

ابو مخنف نے عثمان ابن حنیف کا حال اسطرح لکھا ہے کہ:

انھیں عائشہ کے سامنے پیش کیا گیا، عائشہ نے عثمان ابن عفان کے بیٹے ابان کو اپنے سامنے بلایا اور حکم دیا کہ اپنے باپ کے انتقام مین عثمان کو قتل کردو_

اور اپنے اس فرمان کی یہ توجیہ بیان کی کہ عثمان ابن حنیف اگرچہ قاتل عثمان نہیں ہیں لیکن قاتلوں کے مددگار ہیں، اور مددگار بھی قتل عثمان میں شریک ہیں اس وجہ سے ہر اس شخص کا قتل جائز ہے جو مددگار ہو اور اس سے عثمان ابن عفان کا قصاص لیا جاسکتا ہے_

عثمان ابن حنیف نے جب اپنے کو خطرے میں دیکھا تو عائشہ اور ان کے ساتھیوں سے خطاب فرمایا:

سمجھ لو کہ میرے بھائی سہل ابن حنیف مدینے کے گورنر ہیں، اگر تم نے مجھے قتل کیا تو خدا کی قسم وہ چین سے نہیں بیٹھیں گے، اور تمھارے خاندان کے تمام افراد کو میرے انتقام میں قتل کرڈالیں گے، کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے، خدا سے ڈرو اور اپنے خاندان کی ذلت اور بدبختی کے بارے میں سوچو، میرے قتل کے خطرناک نتائج سے ڈرو_

عثمان ابن حنیف کی بات کا ان لوگوں پر برا اثر ہوا اور اس ڈر سے کہ کہیں مدینے میں سھل اپنے بھائی کے انتقام میں ہمارے رشتہ داروں کو نہ پکڑلیں، ان کے قتل سے باز ائے

ابو مخنف کا بیان ہے کہ: جب لشکر عائشہ کے سرداروں نے عثمان ابن حنیف کے قتل کا ارادہ بدل دیا تو انھیں قید خانے سے بھی ازاد کردیا اور انھیں پیشکش کی کہ تمھیں اختیار ہے کہ بصرہ میں رہو یا حضرت علی(ع) کے لشکر میں اپنے کو پہنچادو، عثمان دوسری بات اختیار کرکے بصرہ سے نکل گئے اور راستے میں امام کے لشکر سے مل گئے، جیسے ہی عثمان نے

امام کو دیکھا ان کی انکھوں سے انسوئوں کی جھڑی لگ گئی اور کہا:

اے امیر المومنین میں جس دن اپ کے پاس سے چلا تھا ایک بوڑھا اور صاحب ریش تھا، سفید چہرہ تھا، اور اج میری ہیئت ایسے جوان کی ہے کہ جس کے چہرے پر کوئی بال نہ ہو میں اسی حالت میں واپس ہوا ہوں_

امیر المومنین اس حادثہ و جرم سے جو عثمان کے ساتھ پیش ایا تھا اتنے غمگین اور متاثر ہوئے کہ بے اختیار فرمایا، اناللہ وانا الیہ راجعون، اپ نے مصیبت کے موقعہ پر دہرایا جانے والا یہ فقرہ تین بار دہرایا_

## تیسری جنگ

پہلے دن جب عائشہ کا لشکر بصرہ میں داخل ہوا تھا عثمان ابن حنیف سے گھمسان کی جنگ ہوئی تھی اور بہت سے مسلمان لقمہ اجل ہوئے تھے اور اس جنگ کے بعد ایک صلحنامہ پر معاملہ ختم ہوا تھا_

لیکن طلحہ و زبیر نے معاہدہ توڑ دیا اور مسجد و بیت المال پر حملہ کر کے دوسری جنگ چھیڑ دی تھی، یہ جنگ اس بات پر ختم ہوئی تھی کہ حضرت علی کے گورنر کو نکال دیا گیا اور نگہبانوں کو قتل کیا گیا، لیکن اسی کے بعد تیسری جنگ بھی شروع ہو گئی جس کی تفصیل یہ ہے_

عثمان ابن حنیف کے قید اور جلاوطنی اور نگہبانوں کے قتل ہونے کی خبر حکیم ابن جبلہ کو ہوئی تو اپنے قبیلے کے تین سو افراد کے ساتھ جنگ کیلئے تیار ہو کر عائشہ کے لشکر کی طرف بڑھے، ان لوگوں نے بھی عائشہ کو اونٹ پر سوار کیا اور حکیم کے لشکر کا مقابلہ کرنے پر تیار کر دیا دونوں لشکر کے درمیان ایسی گھمسان کی جنگ ہوئی کہ مورخین نے اس کو چھوٹی جنگ جمل کا نام دیا اور امیر المومنین کی جنگ کو بڑی جنگ جمل کہا ہے_

اخر کار اثنائے جنگ میں قبیلہ ازد کا ایک شخص حکیم ابن جبلہ پر حملہ اور ہوا اس نے پائوں پر تلوار چلا کر بدن سے جدا کر دیا_

حکیم ابن جبلہ نے اپنے کٹے پائوں کو اٹھا کر بڑی شدت سے اس شخص پر کھینچ کر مارا کہ وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا پھر اپنے کو کشاں کشاں جا کر اس پر ڈال دیا، وہ مرد ازدی حکیم ابن جبلہ کے بھاری بوجھ سے ایسا بے بس ہوا کہ ٹھنڈا ہو گیا، حکیم ابن جبلہ بھی اس کے بے جان بدن پر اخر تک بیٹھے رہے، ایک راھگیر نے یہ منظر دیکھ کر ان سے پوچھا_



اے حکیم کس نے اپ کو یہ برا دن دکھایا_

حکیم نے کہا، یہی شخص جو میرے نیچے ہے_

اس راہ گیر نے غور سے دیکھا تو ایک ازدی شخص ان کے بدن کے نیچے تھا_

حکیم ابن جبلہ اپنی بہادری میں مشہور تھے وہ اس طرح حق اور حقیقت کی طرفداری میں قتل کئے گئے اور شہادت سے سرفراز ہو گئے_

ابو مخنف کا بیان ہے کہ اس جنگ میں وہ تمام تین سو افراد اور حکیم ابن جبلہ کے تین بھائی بھی قتل کر دیئے گئے_

اس طرح تیسری جنگ بھی لشکر عائشہ کے حق میں گئی اور پورا بصرہ شہر ان کے قبضے میں اگیا، اس تاریخ سے بصرہ کے تمام افراد یہاں تک کہ عائشہ کے مخالف فوجیوں نے بھی لشکر عائشہ کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور ان سے مل گئے_

## داخلی اختلافات

جب عثمان ابن حنیف بصرہ سے نکال دیئے گئے اور حکیم ابن جبلہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ قتل کر دیئے گئے اور پورا بصرہ شہر بغیر کسی رکاوٹ اور مزاحمت کے طلحہ اور زبیر کے قبضے میں اگیا تو اب کوئی اختلاف اور تصادم کی گنجائشے نہیں تھی لیکن اس بار داخلی کشمکش اور اختلاف شروع ہو گیا_

کیونکہ طلحہ اور زبیر دونوں ہی اس کوشش میں تھے کہ پیش نمازی انھیں حاصل ہو اور دونوں ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کر رہے تھے کیونکہ ان کے خیال میں یہ اقتداء ان کی اولویت کو ماننے کے مترادف تھی_

ان دونوں کا اختلاف بڑھتا گیا اور خطرناک صورت اختیار کر گیا یہاں تک کہ خود عائشہ نے اس معاملے میں مداخلت کی انھوں نے اختلاف اس طرح ختم کیا کہ طلحہ وزبیر عارضی طور سے پیش نمازی کے اپنے دعوے سے دستبردار ہو جائیں اور ان دونوں کے بجائے ان کے بیٹے باری باری لوگوں کو نماز پڑھائیں، ایک دن محمد ابن طلحہ لوگوں کو نماز پرھائیں اور دوسرے دن عبد اللہ ابن زبیر_

لیکن ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ عائشہ نے طلحہ وزبیر کا اختلاف ختم کرنے کیلئے حکم دیا کہ عبد اللہ ابن زبیر

عارضی طور سے نماز پڑھائے جبتک کہ عائشہ کو اخری فتح حاصل نہ ہو جائے، اس کے بعد وہ اپنا فیصلہ سنائیں گی کہ ان دونوں میں سے کون مستقل خلیفہ بنایا جائے_

## ایک دوسرا اختلاف

پھر ایک دوسرا اختلاف بھی طلحہ وزبیر کے درمیان پیدا ہو گیا وہ یہ کہ ان دونوں میں سے کس کو امیر کہہ کے خطاب کیا جائے اور امیر کہہ کے سلام کیا جائے_

اس بارے میں ابو مخنف کہتا ہے کہ طلحہ اور زبیر کو سلام کرنے کی نوعیت کے بارے میں مورخین کے درمیان اختلاف ہے، بعض تاریخوں میں ہے کہ جب عائشہ نے زبیر کو سردار لشکر معین کیا تھا تو صرف انھیں کو خطاب کرتے ہوئے السلام علیک ایھا الامیر کہا جاتا تھا_

لیکن دوسرے مورخین لکھتے ہیں کہ طلحہ اور زبیر دونوں ہی کو امیر کہہ کے خطاب کیا جاتا تھا، اور سلام کے موقعہ پر دونوں ہی کو اس لقب سے سرفراز کیا جاتا تھا(1)_

## خطوط و پیغامات

طبری کا بیان ہے کہ: حضرت علی(ع) ابن ابی طالب نے جب لشکر عائشہ کے حالات سنے تو اپنے لشکر کے ساتھ مدینے سے زاویہ اور وہاں سے بصرہ کی طرف نکل پڑے_

لشکر عائشہ کو بھی حضرت علی(ع) کے امد کی اطلاع ہو گئی اور بصرہ سے ان کے لشکر کی طرف بڑھا، یہ دونوں لشکر اس جگہ ایک دوسرے کے امنے سامنے ہوئے جسے بعد میں قصر عبید اللہ بن زیاد کے نام سے پکارا جانے لگا_

لیکن تین روز تک دونوں لشکر کی طرف سے کسی قسم کی جنگ یا جھڑپ نہیں ہوئی، ان تین دنوں میں کیلے

---

1_ ان تمام مطالب ابن ابی الحدید نے ابو مخنف کے حوالے سے نقل کیا ہے



حضرت علی(ع) بطور اتمام حجت لشکر عائشہ کے سرداروں کو بار بار خطوط لکھتے رہے یا کچھ لوگوں کو سفیر بنا کر انکی جانب بھیجتے رہے، کبھی کبھی خود بھی ان لوگوں سے براہ راست ملاقات فرماتے_ اپ کی کوشش تھی کہ کسی طرح بھی

ہو یہ جنگ اور خونریزی نہ ہو، اور اپ ان لوگوں کو فتنہ وفساد سے باز رکھ سکیں _

## طلحہ وزبیر کو خط

طبری نے اس موقع پر اتنے ہی پر اکتفا کی ہے، اور گفتگو یا اتمام حجت اور خطوط کا متن نہیں لکھا ہے، لیکن کچھ گفتگو اور خطوط کو ابن قتیبہ، ابن اعثم اور سید رضی نے نقل کیا ہے انھیں میں ایک خط حضرت علی نے طلحہ وزبیر کو لکھا تھا اسے اپ عمران بن حصین کے ذریعے انھیں بھیجا، خط کا متن یہ ہے _

بعد حمد خدا اور صلواۃ بر رسول (ص) ........ اے طلحہ اور اے زبیر تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو حالانکہ چھپا رہے ہو، کہ میں نے لوگوں کو نہیں بلایا تھا اور نہ اپنی بیعت کی خواہش کی تھی، بلکہ لوگ خود ہی میری طرف بڑھے تھے اور میری بیعت کی خواہش کی تھی، میں نے بیعت کا ہاتھ انکی طرف نہیں بڑھایا تھا، یہاں تک کہ ان لوگوں نے خود اپنی بیعت کا ہاتھ میری طرف بڑھایا، اور تم دونوں نے بھی بغیر اسکے کہ میں تمھیں دعوت دوں میری طرف ائے تھے، اور تم نے خود ہی میری بیعت کی تھی اور عہد وپیمان باندھا تھا _

میرے پاس قدرت وتوانائی نہیں تھی کہ لوگ میری بیعت کرتے، میرے پاس مال ودولت بھی نہیں تھا کہ اسکی لالچ میں میری طرف اتے بلکہ انھوں نے اپنی خواہش اور اختیار سے میری بیعت کے لئے بڑھے اور مجھے اس عہدے کے لئے منتخب کیا _

تم نے بھی اگر اپنے اختیار سے میری بیعت کی اور عہد کیا، تو اب جتنی جلدی ہو سکے واپس ائو اور بیعت شکنی سے، جو بدترین عمل ہے، نادم وپشیمان ہو کر اپنے جرم سے توبہ کرو _

اور اگر تم نے بغیر میلان اور رغبت کے بیعت کی تھی اور دل میں نافرمانی اور گناہ کی نیت رکھتے تھے تو اپنے عمل سے خود ہی تم نے اعتراض کے دروازے کھولے، کیونکہ بغیر کسی زور زبردستی کے جس پر ایمان نہیں رکھتے تھے اسکا مظاہرہ کر کے نفاق کی ڈگر اپنائی، اور اب جو تقیہ کی بات کر رہے ہو تو خدا کی قسم یہ لچر بہانے کے سوا کچھ بھی نہیں، کیونکہ

جو لوگ تم سے کمزور اور طاقت وحیثیت کے اعتبار سے کمتر تھے، وہ خوف وتقیہ کے زیادہ سزاوار تھے، انھوں نے نہ تقیہ کی بات کی اور نہ اپنی بیعت کو خوف وتقیہ پر بناء کیا_

اگر تم دونوں نے پہلے دن میری بیعت نہ کی ہوتی، عہد وپیمان نہ باندھا ہوتا تو تمھارے لئے اس سے بہتر تھا کہ اج بیعت توڑدی تمھاری اس بیعت شکنی اور جنگ وخونریزی کا بہانہ یہ ہے کہ تم نے قتل عثمان کا الزام میرے اوپر تھوپا ہے اور اپنے کو اس جرم سے بری قرار دے رہے ہو_

اس حقیقت کو واضح کرنے کیلئے کیا ہی بہتر ہوتا کہ میرے اور تمھارے بارے میں سوال کیا جائے کہ کون اس سے علحدہ تھا اور ایک تیسرا شخص بغیر جانبداری کے اس بات کی تحقیق کرے اور جسے بھی قتل عثمان میں شریک پائے، یا جتنی مقدار میں خون عثمان اسکی گردن پر ہو وہ اپنے مقدار جرم کے مطابق سزا پائے_

پس اے طلحہ اور اے زبیر اے بوڑھو اس فاسد خیال اور خطرناک ارادے سے باز ائو، بات بنانے اور بہانے کرنے کا سلسلہ ختم کرو، جنگ وخونریزی سے پرہیز کرو_

اے طلحہ وزبیر، اج تم صرف عار وننگ سے ڈر رہے ہو لیکن اگر تم نے میری نصیحت پر عمل نہ کیا تو کل قیامت کے دن اتش جہنم میں جھونک دیئے جائوگے (1)

## زبیر کو پیغام

امیر المومنین نے طلحہ وزبیر کو یہ خط لکھا، اس خط کے علاوہ بھی خاص طور سے اپنے چچیرے بھائی ابن عباس کو زبیر کے پاس بھیجا اور انھیں یہ حکم دیا_

اے ابن عباس جس وقت تم میرا یہ پیغام زبیر کو پہونچائو تو وہاں پر طلحہ موجود نہ ہو، کیونکہ وہ شخص نہایت متکبر اور خود پسند ہے، اسکے اندر ذرا بھی لوچ نہیں، وہ انتہائی فتنہ انگیز اور ہنگامہ پرور ہے، وہ اپنا مطلب بر لانے کیلئے ہر ذلیل حرکت پر امادہ ہو سکتا ہے، اپنی جہالت ونادانی سے سخت اور خطرناک کاموں کو اسان وہموار بتاتا ہے_

---

1- ( شرح نہج البلاغہ، الامامة والسیاسة، ابن اعثم )

اے عبد اللہ، تم کیلے زبیر ہی سے ملا قات کرنا کیونکہ وہ بڑی حد تک نرم اور ملائم مزاج کا ادمی ہے_

اے عبد اللہ، زبیر سے ملا قات کر کے کہنا کہ تمھاری خالہ کا بیٹا علی کہتا ہے کہ اخر کیا بات ہوئي کہ تم نے حجاز میں مجھے پہچان لیا، میری بیعت کر لی لیکن اب عراق میں مجھے فراموش کر دیا ہے اور غیریت برت رہے ہو؟

اے زبیر تم نے کیسے اپنا مزاج بدل دیا، مجھ سے جو مہر و محبت کا برتاؤ عہد شکنی اور نفرت و عناد میں بدل دیا( فما عدا مما بدا)(1)

اس موقع پر ابن عسا کر نے کچھ اضافہ کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ حضرت علی(ع) نے زبیر کو پیغام بھیجا کہ اے زبیر کیا تم نے اس دن اپنی خوشی خاطر سے میری بیعت نہیں کی تھی؟ اج کیا ہوا کہ میرا خون بہانے پر امادہ ہو، مجھ سے جنگ کرنے کو اپنی لازمی ذمہ داری سمجھ رہے ہو؟

ابن عباس کا بیان ہے کہ مجھے جو ذمہ داری سونپی گئي تھی اسے بجالایا، حضرت علی کی بات زبیر تک پہونچادی لیکن زبیر نے اس ایک بے سر و پیر کے جملے کے سوا کچھ نہ کہا کہ ہم خوف و ہراس کی حالت میں ہیں لیکن اسی حالت میں دل کے اندر خلافت کی ارزو بھی رکھتے ہیں_ (2)

ابن عباس مزید کہتے ہیں کہ ہماری گفتگو میں عبد اللہ بن زبیر بھی شریک تھا، اس سے پہلے کہ زبیر کچھ کہیں اس نے جھٹ مجھ سے کہا:

اے ابن عباس علی سے کہہ دو کہ ہمارے تمھارے درمیان کچھ اختلافات ہیں_

ہم خون عثمان کا مطالبہ کر رہے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ تم بھی خلیفہ دوم کی طرح خلافت کو شوری کے حوالے کر دو اور خود کنارہ کش ہو جائو

ہمارا نظریہ ہے کہ خلیفہ دوم نے شوری کے جن دو ارکان طلحہ وزبیر کو معین کیا تھا وہ متفق الرائے ہیں_ لیکن تم اکیلے ہو اور اقلیت میں ہو مسلمانوں کی رائے.......... کے علاوہ ام المومنین عائشہ کی رائے بھی ان دونوں کے

---

1_ یہ مثل عرب میں اس وقت بولی جاتی ہے کہ اخر کیا بات ہوئي کہ ایسا ہو گیا؟ شرح نہج البلاغہ ج 1 ص 72 ، عقد الفرید ج 2 ص 314 ، اغانی ج 16 ص 127 ، تاریخ دمشق ج 5 ص 363 _ 365

2_ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج 2 ص 165 ، اغانی ج 16 ص 126

موافق ہے، ان دلیلوں کی بنیاد پر خلافت میں تمھارا ذرہ برابر بھی حصہ نہیں ہے(1)

ابن عباس جیسے نکتہ سنج اور دانشمند کی رائے اس بارے میں یہ ہے کہ میں نے عبداللہ بن زبیر کے اس جواب سے سمجھ لیا کہ یہ لوگ مصالحت کی رائے نہیں رکھتے، ان کا مقصد سوائے جنگ وخونریزی کے کچھ نہیں، وہاں سے میں نے حضرت علی کی خدمت میں اکر تمام باتیں بیان کردیں

## عائشہ کو پیغام

حضرت علی(ع) نے دوبارہ ابن عباس کو بلایا اور انھیں حکم دیا کہ زید بن صوحان کے ساتھ عائشہ کے پاس جاکر کہو کہ اے عائشہ تمہارے لئے پروردگار کا حکم یہ ہے کہ مرتے دم تک اپنے گھر میں رہو، اپنے گھر سے باہر نہ نکلو لیکن میں کیا کروں؟ کچھ لوگوں نے تمھیں فریب دیکر خانہ بدر کردیا ہے، اور اپنا الّو سیدھا کرنے اور مقصد حاصل کرنے کیلئے تمھیں اپنا ہم خیال بنالیا ہے اور کچھ مسلمانوں نے تمہاری ہم اہنگی سے ان لوگوں کے بارے میں دھوکہ کھایا ہے، اور اپنے کو موت وہلاکت میں جھونک دیا ہے، اس طرح بدبختی کو اپنا مقدر بنالیا ہے_

اے عائشہ تمھیں اپنے گھر واپس چلا جانا چاہیئے، اور مسلمانوں میں جنگ وخونریزی برپا کرنے سے پرہیز کرنا چاہیئے_

اے عائشہ، ہوش میں اجا، اگر تو اپنے گھر میں واپس نہ ہوگی تو جس اختلاف کی اگ بھڑکائی ہے وہ واقع ہوکر رہے گی اور بہت سے لوگوں کو اپنا لقمہ بنالیگی_

اے عائشہ تیری ذمہ داری سنگین ہے خدا کے غضب سے ڈر، اس عظیم گناہ سے توبہ کر خدا تیری توبہ قبول کرنے والا، اور گناہوں سے صرف نظر کرنے والا ہے_

اے عائشہ تجھے طلحہ کی رشتہ داری اور عبداللہ بن زبیر کی محبت اتش جہنم کی طرف نہ کھینچ لے جائے اور

---

1_ اس جواب کو ابن عبد ربہ نے عقد الفرید ج 4 ص314 میں خود زبیر سے منسوب کیا ہے، لیکن ابن ابی الحدید اور ابن عسا کرنے ابن زبیر سے منسوب کیا ہے، جواب کا لہجہ بھی بتارہا ہے کہ یہ زبیر کے بجائے ابن زبیر ہی کا جواب ہو سکتا ہے_

عذاب جہنم میں نہ گرفتار کردے(1)

یہ حضرت علی(ع) کے خطوط اور پیغامات کے نمونے تھے جنھیں اپ نے جنگ روکنے کے سلسلہ میں اتمام حجت اور ہر قسم کے بہانوں کی راہ بند کرنے کیلئے لشکر عائشہ کے سرداروں کے پاس بھیجے

### طلحہ وعائشہ کا جواب

حضرت علی نے جن لوگوں کو مامور فرمایا تھا انھوں نے عائشہ کے پاس اپ کا پیغام پہونچا دیا

عائشہ نے جواب میں کہا کہ میں علی سے بات نہیں کرونگی نہ انکی بات کا جواب دونگی، کیونکہ مجھے علی کی طاقت لسانی اور حسن بیان کا مقابلہ کرنے کی تاب نہیں، حضرت علی کے پیغام بروں نے عائشہ کے پاس سے واپس جا کر انکی بات حضرت علی(ع) سے بیان کر دی(2)

بعض تاریخ نگاروں نے لکھا ہے کہ طلحہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

اے لوگو علی کے لشکر پر چڑھ دوڑو اور ان کے ایلچیوں کی بات پر کان نہ دھرو، کیونکہ علی کی طاقت لسانی اور حسن بیان کے مقابلے میں اپنے نظریئے کی حفاظت نہ کر سکو گے انکی باتوں کی وجہ سے متاثر ہو جاوگے اور اپنے عقیدے سے ہاتھ دھو بیٹھو گے(3)

اس طرح طلحہ نے اپ کی منطقی باتوں کا جواب مغالطہ بازی سے دیا_

## ہیجان انگیز تقریریں

### عبداللہ بن زبیر کی تقریر

جیسا کہ پہلے اشارہ کیا گیا ان تین دنوں میں جبکہ حضرت علی(ع) اور عائشہ کا لشکر امنے سامنے تھا اور بالکل تیار کھڑا تھا حضرت علی(ع) نے وہ تمام ممکنہ وسیلہ اختیار کیا جس سے جنگ کی اگ ٹھنڈی ہو جائے اور فتنہ ختم ہو جائے_

---

1_ ترجمہ تاریخ ابن اعثم ص 175

لیکن لشکر عائشہ حضرت امیر المومنین کے بر خلاف جنگ کی اگ بھڑ کانے کیلئے برابر گرم اور ہیجان انگیز تقریریں کر تارہااور اپنی اتشیں باتوں سے لوگوں کو ابھار تارہاانہی ہیجان ................ تقریروں میں ایک عبداللہ ابن زبیر کی اتشیں تقریر ہے جو فوجیوں کو ابھارنے کیلئے کی گئی، وہ یہ تھی۔

اے لوگو ہوش میں اجائو، علي ابن ابی طالب نے خلیفہ بر حق عثمان کو قتل کیا، اج وہ ایک لشکر جرار لیکر تمھارے محاذ پر کھڑے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم لوگوں پر مسلط ہو جائیں اور تمام اختیارات اور معاملات اپنے ہاتھ میں لے لیں، تمہارے شہر پر قبضہ کرلیں، تمھیں چاہیئے کہ اپنی تمام قوتوں اور توانائیوں کو اکٹھا کر کے مردانہ وار اٹھ کھڑے ہو، اپنی بود و باش اور اب وہوا کو علی کے ظالمانہ ہاتھوں سے محفوظ کرو، اپنے استقلال و شرافت اور اپنی عورتوں اور بچوں کا دفاع کرو۔

اے بصرہ والو تم کیسے اس ذلت وخواری پر راضی ہو جائوگے کہ کوفے والے تمھاری سرزمین پر چڑھ دوڑیں اور تمھیں اپنے شہر و دیار سے نکال باہر کر دیں۔

اے لوگو اٹھ کھڑے ہو، تم ان پر غضبناک ہو جائو، کیونکہ وہ تم سے غضبناک ہیں، تم ان سے جنگ کرو کیونکہ وہ تم سے جنگ پر امادہ ہیں۔

اے لوگو علی اپنے سوا کسی کو اس خلافت کا لائق و سزوار نہیں سمجھتے، خدا کی قسم اگر وہ تم پر کامیاب ہو گئے تو تمھاری دین و دنیا کو تباہ کر دینگے۔

عبداللہ ابن زبیر نے لوگوں کو ابھارنے کیلئے ایسے ہی لچر دار اور لوچ مطالب پر مشتمل بہت زیادہ باتیں کہہ ڈالیں۔

## امام حسن (ع) نے جواب دیا

عبداللہ بن زبیر کی باتیں جب امام کے کانوں میں پڑیں تو اپ نے بھی اپنے فرزند امام حسن سے فرمایا:

بیٹے تم بھی اٹھ کر عبداللہ ابن زبیر کا جواب دو، امام حسن کھڑے ہوئے اور حمد و ثنائے الہی کے بعد لوگوں سے کہا، اے لوگو جو باتیں عبداللہ بن زبیر نے میرے بابا حضرت علی کے بارے میں کہیں، ہم نے اسے سنا، اس نے میرے بابا پر

قتل عثمان کاالزام لگایاہے،اس کے علاوہ بھی مہمل اور بیکار باتیں زبان پر جاری کی ہیں، حالانکہ تمھاراہر شخص جانتاہے کہ اس کاباپ زبیر عثمان کے بارے میں کیاکیابد گوئیاں کر تاہے ؟اور کیسے کیسے برے القاب سے نواز تارہاکیاکیا تہمتیں اور جھوٹی باتیں عثمان کے خلاف گڑھتارہا؟سب کو یادہے کہ...................... عثمان کی حیات و خلافت کے زمانے میں طلحہ نے اتنی جرائت پیدا کرلی تھی کہ بیت المال کے کوٹھے پر ایک دن پرچم لہرا کر عملاً اپنی مخالفت کااعلان کر دیاتھا،ایسے بدترین ماضی کے ساتھ جوانھوں نے عثمان سے برتاج وہ میرے باباپر قتل کاالزام کیسے لگارہے ہیں،اور کس منھ سے برائی کررہے ہیں ؟اگر میں بھی چاہوں توان دونوں کے بارے میں اس سے زیادہ باتیں کہہ سکتاہوں اور اس سے بہت زیادہ حقائق روشن کر سکتاہوں _

لیکن اس نے جویہ بات کہی ہے کہ حضرت علی لوگوں کی مرضی کے خلاف غاصبانہ طریقے سے ان پر حکومت کررہے ہیں،اس نامناسب اور جھوٹے اعتراض کے مقابل، میں بھی اس کے باپ پر اعتراض کرتاہوں کہ زبیر نے بغیر کسی جواز کے میرے باپ کی بیعت توڑدی اور اس نامناسب عمل کی،یہ توجیہ کررہے ہیں کہ ان کی بیعت مرضی اور رغبت سے نہیں تھی _

یہ بات نہ تنہاان کے عمل کو جائز نہیں ٹھہراتی بلکہ ان کے عصیان اور مخالفت کو بھی اشکار کرتی ہے کیونکہ وہ اپنی اس بات سے اپنی بیعت کااعتراف توکررہے ہیں اور اپنے عہد کابرملااظہار بھی کررہے ہیں اس طرح وہ اپنی شخصیت کو بیعت شکن کی حیثیت سے متعارف کرارہے ہیں _

یہ جو عبداللہ نے بات کہی ہے کہ کوفیوں کالشکر بصرہ والوں پر مسلط ہو جائیگایہ انتہائی مضحکہ خیزہے کیونکہ باطل پر حق کاتسلط اور باطل کو خاک چٹاناتعجب خیزبات نہیں،یہ فطری بات ہے کہ جب حق میدان میں اتر تاہے توباطل اپنا بوریہ بستر باندھ کر جگہ خالی کردیتاہے _

اس نے عثمان کے مددگاروں کے بارے میں بھی بات کہی ہے کہ جوواقعی مغالطہ سے بھرپور ہے کیونکہ ہم عثمان کے ساتھیوں سے کوئی اختلاف نہیں رکھتے نہ ان سے جنگ کررہے ہیں،ہمارامقصد صرف یہ ہے کہ یہ شتر سوار عورت اور اس کے ساتھیوں سے جنگ کی جائے،یہ لوگ بھی واقعے میں عثمان اور اس کے ساتھیوں سے کوئی ارتباط نہیں رکھتے(1)

---

1_ ترجمہ تاریخ ابن اعثم ص174 ،تاریخ جمل تالیف شیخ مفید ص159 _ 158

# حضرت علی(ع) کی اخری تقریر

امیر المومنین نے ان تین دنوں میں صلح وصفائی کی بہت کوشش کی اور اس راہ میں اپنی تمام توانائیاں صرف کرڈالیں لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ کوئی نتیجہ برامدنہ ہوااور اپ کے ایلچی لشکر عائشہ سے ناامید واپس ائے اور امیر المومنین کو بتادیا کہ طلحہ وزبیر جنگ کا مصمم ارادہ کئے ہوئے ہیں_

اس وقت حضرت علی(ع) اپنے لشکر کے درمیان کھڑے ہوئے اور اخری بار اپ نے یہ تقریر فرمائی:

حمد وثنائے الہی اور پیغمبر پر صلوات کے بعد ارشاد فرمایا:

میرے ساتھیو میں نے ان لوگوں کو تین دن مہلت دی اور اس مدت میں انھیں بیعت شکنی سے باز رکھنے کی کوشش کی ان کے طغیان وسرکشی کو ثابت کیا تاکہ شاید اپنے جاہلانہ ارادے سے باز اجائیں، لیکن انھیں شرم نہیں ائی اور اپنے ارادے سے باز نہیں ائے اور اب انھوں نے میرے پاس پیغام بھیجاہے کہ امادئہ جنگ ہو جائوں اور ان کے نیزہ وشمشیر کو اپنے اوپر قبول کروں_

وہ لوگ کہتے ہیں کہ علی کو باطل ارزوئوں نے مغرور بنادیا ہے خواہشات نفسانی نے فریب دیا ہے، ان کی باتوں پر افسوس ہے، ان کی مائیں ان کے سوگ میں بیٹھیں، کیونکہ وہ باطل کی راہ پر چل پڑے ہیں، مجھے جنگ کی پرواہ نہیں کہ مجھے جنگ (تلوار اور نیزے) سے ڈرایا جائے، ہاں، جو مجھے نیزہ و تلوار کی دعوت دیتا ہے وہ انصاف سے دور نہیں جارہا ہے، کیونکہ میں اول روز سے نیزہ و تلوار سے اشنائی رکھتاہوں" ولقد انصف القارہ من راماھا"(1) ان لوگوں نے میرے جنگ اور عملوں کو دیکھا ہے اور میری ضرب کو اپنی انکھوں سے مشاہدہ کیا ہے، انھیں میری تلوار کا سامنا کرنے کیلئے تیار ہو جانا چاہیئے نہ کہ مجھے جس کو امادہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ میں وہی فرزند ابو طالب ہوں جس نے مشرکوں کی مضبوط صفیں توڑیں ہیں اور ان کی جمیعت کو پراکندہ

---

1_ قارہ قریش کے قبیلے تھے جو تیر اندازی میں مشہور تھے اسی وجہ سے ان لوگوں کو بطور ضرب المثل کہاجاتا تھا کہ جو شخص قبیلہ قارہ کو تیر اندازی کی دعوت دے اس نے انصاف کیا_

کیاہے، اج بھی میں وہی مضبوط بازواور دل کے ساتھ ان پر حملہ کروں گا اور ان کی صفیں درہم برہم کروں گا_

اے لوگو میں اپنے مقصد پر ایمان رکھتاہوں اور حق وعدالت پر گامزن ہوں اسی وجہ سے یقین رکھتاہوں کہ اللہ میری نصرت ومدد فرمائیگا اور مجھے کامیابی عطا کریگا_

اے لوگو سمجھ لو کہ موت انسان کی اخری سرنوشت ہے وہ سب کو اپنے گھیرے میں لے لے گی اور کسی کو اس کے چنگل سے نجات نہیں اگر کوئی شخص میدان جنگ میں بھی قتل نہ ہو تو اپنی طبعی موت سے مرے گا، پس کیا اچھاہے کہ یہ انسان خدا کی راہ میں اور اس کی رضاوخوشنودی کیلئے جان دے اور اللہ کی راہ میں اپنا خون قربان کردے_

علی کے خدا کی قسم اگر ہزار مرتبہ بھی میدان جنگ میں قتل کیا جائوں تو یہ میرے لئے اس سے کہیں زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں نرم بستر پر اپنی موت مروں_

اس تقریر کے بعد امیر المومنین نے اپنا رخ اسمان کی طرف کرکے کہا خدایا طلحہ نے میری بیعت توڑی اور مجھ سے جو عہد کیا تھا روند ڈالا، اس نے لوگوں کو عثمان کے خلاف بھڑکایا یہاں تک کہ وہ قتل کئے گئے پھر میرے اوپر اس قتل کا الزام لگادیا_

پروردگارا تو اس بات پہ اسے مہلت نہ دے_

اے مہربان خدا زبیر نے میرے ساتھ قطع رحم کیا، میری بیعت توڑی، میرے دشمنوں کی مدد کی، خدایا، اپنی ہر راہ سے مجھے اس کے شر سے محفوظ رکھ

حضرت علی نے یہیں پر اپنی تقریر ختم کی اس کے بعد ابن اعثم کے بیان کے مطابق دونوں لشکر ایک دوسرے کی طرف بڑھنے لگے اور ایک دوسرے سے نزدیک ہوگئے

اس موقعہ پر حضرت علی کے لشکر کی تعداد بیس ہزار تک پہنچ گئی تھی، طلحہ وزبیر کے لشکر کی تعداد تیس ہزار تھی(1)_

## حضرت علی(ع) نے اپنے جنگی پروگرام کا اعلان فرمایا

طبری کا بیان ہے کہ حضرت علی اور عائشہ کے لشکر نے بروز پنجشنبہ 15 جمادی الثانیہ 36ھ امنے سامنے

---

1_ ترجمہ تاریخ ابن اعثم ص 175 ، ابن ابی الحدید ج 1 ص 101

صف ارائی کی (1) تین دن تک تیار حالات میں کھڑے رہے، حملہ یا کوئی جنگ ان کے درمیان واقع نہیں ہوئی، ان تین دنوں میں حضرت علی (ع) کی کوشش رہی کہ معاملہ صلح وصفائی پر انجام پا جائے، لیکن اپنی کوشش کا کوئی نتیجہ نہ دیکھا، اپ صلح سے قطعی مایوس ہوگئے، اپ نے جب ملاحظہ فرمایا کہ جنگ بہر حال ہو کر رہے گی تو اپنے لشکر کی تنظیم کیلئے عمومی پروگرام کا اعلان فرمایا، مورخین نے حضرت علی (ع) کے جنگی پروگرام کو تفصیل سے بیان کیا ہے_

حاکم نے مستدرک میں اور ملا علی متقی نے کنز العمال میں یحیی بن سعید کے چچا کا بیان نقل کیا ہے_

جنگ جمل کے دن حضرت علی (ع) نے اپنے لشکر والوں کے سامنے بلند اواز سے اعلان فرمایا:

اے لوگو تم دشمن کی طرف تیر اندازی نہ کرو، کسی پر تلوار یا نیزے سے حملہ نہ کرو، جنگ وخونریزی میں سبقت نہ کرو، ان سے نرمی اور ملائمت سے بات کرو_

اے لوگو اگر کوئی شخص اس خطرناک موقعہ پر ہدایت کی راہ پالے تو قیامت کے دن بھی ہدایت یافتہ رہیگا_

اس پروگرام کو نقل کرنے والے ایک شخص کا بیان ہے کہ ہم ظہر تک اسی حالت انتظار میں رہے اور حضرت علی کے فرمان کے مطابق جنگ میں پہل نہیں کی لیکن عائشہ کے لشکر سے اوازیں اور فریادیں بلند ہوتی رہیں، یالثارات عثمان، اے عثمان کا انتقام لینے والو اٹھو یہ اواز پورے صحرا میں گونجتی رہی_

محمد بن حنفیہ ہاتھ میں علم لیکر اپنے والد کے اگے ایک ٹیلے پر کھڑے تھے وہ دشمن کے لشکر کو اچھی طرح دیکھ سکتے تھے اور ان کی اوازیں پورے طور پر سن سکتے تھے امام نے انھیں پاس بلا کر پوچھا، اے محمد یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ اور ان کی اوازیں کیوں بلند ہے؟

محمد نے کہا بابا جان، یہ جنگی شعار بلند کر رہے ہیں، یالثارات عثمان، اس طرح وہ اپنے ساتھیوں کو انتقام خون عثمان پر ابھار کر جنگ کیلئے امادہ کر رہے ہیں_

اس وقت حضرت علی (ع) نے ہاتھ بلند کر کے دعا کی............ اے خدا اج تو قاتلان عثمان کو ذلت کی خاک چٹادے اور انھیں ناکام کردے،(2) دوسرے مورخین نے لکھا ہے کہ اس دن دونوں لشکر امنے سامنے ہوئے تو حضرت علی نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

---

1_ طبری ج 5 ص199 ،اغانی ج16 ص126

1_ مستدرک ج 3 ص 371، کنزل العمال ج6 ص85 حدیث 1311

جب تک دشمن جنگ شروع نہ کرے تم جنگ میں پہل نہ کرنا اور ان پر سبقت نہ کرنا، پھر فرمایا: خدا کا شکر ہے کہ حق ہمارے ساتھ ہے اور جنگ میں پہل نہ کرنا بھی ہماری حقانیت کی دلیل ہو گی اس کے بعد فرمایا:

جنگ شروع ہونے کے بعد جو نیزے سے زخمی ہو جائے اسے قتل نہ کرنا، کامیابی کے بعد بھاگنے والوں کا پیچھا نہ کرنا، مقتولوں کو عریاں نہ کرنا، اور ان کے جسم کا مثلہ نہ کرنا، اگر دشمن کے گھروں پر پہنچنا تو بے پردگی نہ کرنا، ان کی عورتوں پر زیادتی نہ کرنا، گھر کے اندرونی حصے میں داخل نہ ہونا اور نہ ان کا مال و دولت لوٹنا_(1)

اس موقعہ پر مسعودی نے اضافہ کیا ہے کہ حضرت علی(ع) نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دشمن کی جو دولت میدان جنگ میں مل جائے اسے مال غنیمت کی طرح مت لوٹنا، ان کی عورتوں کو تکلیف نہ پہچانا چاہے وہ تمھیں گالیاں بھی دیں اور تمھارے بزرگوں کو برا بھلا بھی کہیں کیونکہ ان کی عقل ناقص ہے، رسول خدا(ص) نے ان کی اذیت سے منع کیا ہے چاہے وہ کافر ہی ہوں، بالاخر معمولی زیادتی بھی یہاں تک کہ عورتوں کو سرزنش بھی ممنوع ہے_

## حضرت علی(ع) نے قرآن کے ذریعہ اتمام حجت فرمایا

حضرت علی نے صلح و صفائی کی اپنی کوشش کا کوئی نتیجہ نہ دیکھا تو قران سے تمسک اختیار کیا کہ دشمن پر اس سے اتمام حجت کیا جائے_

اپ نے قران ہاتھ میں لیکر بلند اواز سے فرمایا:

تم میں کون ہے، کہ اس قران کو ہاتھ میں لیکر دشمن کو اس کی طرف دعوت دے یہاں تک کہ وہ اس راہ میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا اور شہادت سے سرفراز ہو گا_

اس وقت ایک جوان سفید لباس میں ملبوس پڑا ہوا، اس نے کہا اے علي میں اس موت کی راہ کو عاشقانہ طریقے پر اپنے لئے خرید تا ہوں_

حضرت علی(ع) نے دوسری بار لوگوں سے فرمایا:

---

1_ یعقوبی ج2 ص157 _ 160 ، مروج الذھب ج 5 ص188 ، ترجمہ تاریخ ابن اعثم، اغانی ج6 1 ص127 ، شرح نہج البلاغہ

کون ہے جو کیلیے اس لشکر کے سامنے کھڑا ہو اور انھیں قران کی دعوت دے، اس راہ میں حتمی موت سے نہ ڈرے_

وہ جوان دوسری بار بھی کہنے لگا............... یا امیر المومنین میری جان اپ پر فدا، میں اس ذمہ داری کیلئے نیزہ و شمشیر سے ہراساں نہیں ہوں اور نہ مجھے موت کی پرواہ ہے_

امیر المومنین نے قران اس جوان کے حوالے کیا، اور وہ دشمن کی طرف روانہ ہو گیا، اس نے عائشہ کے فوجیوں کو قران ہاتھ میں لیکر دعوت دی اس حال میں لوگ اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کا ہاتھ جسم سے جدا کرکے زمین پر ڈال دیا_

اس جوان نے بھرپور حوصلے کے ساتھ قران بائیں ہاتھ میں لے لیا اور انھیں تبلیغ کرتا رہا، لوگوں نے پھر اس پر حملہ کرکے بائیاں ہاتھ کاٹ ڈالا، وہ اس حالت میں کہ قران اس کے سینے پر تھا اور خون اس کے دونوں ہاتھوں سے جاری تھا اپنی جان جاں افریں کے سپرد کر دی(1)

طبری نے یہ داستان اس طرح لکھی:

حضرت علی(ع) نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: کہ کون ہے جو اس قران کو ہاتھ میں لیکر دشمن کے سامنے جائے اور انھیں اطاعت فرمان کی دعوت دے اور ایسی استقامت و فداکاری کا مظاہرہ کرے کہ اگر ہاتھ بھی کٹ جائے تو قران دوسرے ہاتھ میں لیلے، اور اگر دوسرا ہاتھ بھی کٹ جائے تو قران دانتوں سے دبالے اور لوگوں کو اس کے حقائق کی تبلیغ کرے_

اس موقعہ پر ایک نوجوان کھڑا ہو کر بولا............ یا علی، میں

_ ہاں، اے امیر المومنین یہ ذمہ داری مجھے دیجئے

علی نے اپنی پیشکش دوبارہ سب کے سامنے رکھی لیکن اس غیرتمند جوان کے سوا کوئی بھی اس ذمہ داری کیلئے امادہ نہیں ہوا کہ جس میں لازمی طور سے موت تھی_

---

1_ کنزالعمال ج 6 ص 85 ، طبری ج 5 ص 205 ، ابن اثیر

حضرت علی(ع) نے اس وارفتہ جوان سے فرمایا کہ: دشمن کی طرف جائو اور ان کے سامنے یہ قران پیش کرو، ان سے کہو کہ یہ قران ہمارے اور تمھارے درمیان فیصلہ کرنے والا اور حاکم ہے، اسمیں جو بھی حکم ہو ہمیں اسی کے مطابق عمل کرتے ہوئے خونریزی اور برادرکشی سے پرہیز کرنا چاہیئے_

وہ جوان گیا اور اپنی ذمہ داری اچھی طرح نبھائی یہاں تک کہ دعوت قران کی راہ میں اس کے ہاتھ کٹ گئے اس نے قران کو دانتوں سے دبالیا اور تبلیغ کرتا رہا یہاں تک کہ اپنی جان دیدی_

اس واقعہ کے بعد امیر المومنین نے فرمایا، اب ان لوگوں پر ہر حیثیت سے حجت تمام ہو گئی اور ہمارے لئے ان سے جنگ واجب ہو گئی(1)

غمزدہ مادر نے اس پیارے جوان فرزند کے سوگ میں کچھ اشعار کہے جس کا مضمون یہ ہے_

لاھم ان مسلماً دعاھم

یتلو کتاب اللہ لایخشاھم

وامھم قائمۃ تراھم

یاتمرون الغی لاتنھاھم

قد خضبت من علق لحاھم

ترجمہ:- اے خدا تو گواہ رہنا کہ اس مسلمان جوان نے انھیں تیری طرف دعوت دی اور ان کی تلواروں کا خیال کئے بغیر قران پڑھتا رہا، اور انکی ماں(عائشہ) بھی ان کے درمیان موجود تھی، ان کے برے کرتوت دیکھ رہی تھی، ظلم و تعدی پر انکھیں پھرا رہی تھی، اس ماں نے اپنے بیٹوں کو اس راستے سے روکا نہیں جو بدبختی و ہلاکت کیطرف جا رہا تھا بلکہ وہ انھیں اس ظلم و ستم پر ابھار رہی تھی، انھیں مہندی کے بجائے خون سے خضاب کر رہی تھی_

ابو مخنف کا بیان ہے کہ: ان اشعار کو ام ذریح نے اس جوان کے سوگ میں کہے تھے_

ابن اعثم بھی کہتا ہے کہ: وہ جوان کوفے کا باشندہ خاندان مجاشع سے تھا_

جس شخص نے اس کے ہاتھ قطع کئے وہ عائشہ کا قریبی خدمتکار تھا اسی نے اسے قتل کیا_

---

1_ طبری ج 5 ص24 ، کامل ابن اثیر ج 2 ص104 ، شرح نہج البلاغہ ج2 ص 431 ، بحوالہ ابن اعثم وابو مخنف

## عمار یاسر نے عائشہ اور سرداران لشکر سے بات كي

ایک دن رسول خدا(ص) نے عمار یاسر سے فرمایا:

اے عمار تمھیں ظالم اور باغی گروہ قتل کرے گا یاعمار تقتلک الباغیۃ

جس دن سے رسول خدا(ص) نے یہ مختصر اور تاریخی جملہ عمار کے بارے میں فرمایا تھاوہ مسلمانوں کے درمیان معیار حق بن گئے تھے، عمار جس لشکر میں بھی ہوتے اس لشکر کی حقانیت کا ثبوت بن جاتے، اور انھیں کے ذریعہ سے مخالف لشکر کا باطل پر ہونا ظاہر ہو جاتا تھا_

یہی وجہ تھی کہ امیر المومنین(ع) نے عمار یاسر کو عائشہ اور سرداران لشکر کے پاس ملاقات کیلئے بھیجا تاکہ انھیں موعظہ و نصیحت فرمائیں شاید یہ لوگ ان کی باتیں سنکر اثر قبول کریں، ورنہ کم از کم ان پر حجت تو تمام ہی ہو جائے گی_

مسعودی نے یہ واقعہ یوں لکھا ہے:

جنگ جمل میں عائشہ کیلئے لکڑی کا ھودج بنایا گیا، اور مضبوط اور موٹا تختہ دیا گیا، اس کے اوپر گائے کی کھال اور کمبل بچھایا گیا اس کے بعد ہر قسم کے خطروں سے محفوظ رہنے کیلئے بہت سی زرہوں سے ڈھانپ کر ایک اھنی دیوار کھینچ دی گئی تھی، یہ ھودج ایسا مضبوط قلعہ بن گیا تھا، اسے مشہور اونٹ عسکر پر رکھا گیا جسے یعلی ابن امیہ نے خرید ا تھا عائشہ کا یہ اونٹ فوج کے اگے اگے چل رہا تھا، جب عمار یاسر نے یہ حالت دیکھی تو دونوں لشکر کے سامنے کھڑے ہو کر عائشہ کے فوجیوں سے فرمایا:

اے لوگو تم نے اپنے پیغمبر(ص) کے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ اپنی عورتوں کو تو پردے میں بیٹھار کھا ہے اور ان کی زوجہ کو میدان جنگ میں شمشیروں کے سامنے کھینچ لائے ہو_

پھر عائشہ کے ھودج کے پاس پہنچ کر کہا:

اے عائشہ تو ہم سے کیا چاہتی ہے

عائشہ نے جواب دیا، عثمان کا انتقام

عمار نے کہا، اللہ ان ظالم اور باغیوں کو قتل کرے جو بغیر معمولی سا حق رکھتے ہوئے انتقام کا نعرہ لگائے اس کے بعد عمار نے لوگوں سے خطاب فرمایا، کہ تم لوگ انھیں خوب پہچان رہے ہو جو خون عثمان میں شریک رہے ہیں،



اچھی طرح جانتے ہو کہ ان دونوں لشکر میں وہ کون لوگ ہیں جنھوں نے عثمان کو قتل کیا، ہاں تم پوری طرح جانتے ہو کہ عثمان کے قاتل وہی لوگ ہیں جو اج انتقام کے بہانے سے یہ جنگ اور اختلاف پیدا کر رہے ہیں_

اتنے میں بارش کے قطروں کی طرح دشمن کی طرف سے عمار پر تیر برسنے لگے اس وقت اپ نے یہ اشعار پڑھے

ومنک البداء ومنک الغیر

ومنک الریاح ومنک المطر

وانت امرت بقتل الامام

وقلت لنا انہ قد کفر

اے عائشہ تم ہی نے جنگ شروع کی اور تم ہی سے خونریزی ہوئی

یہ تمام ہنگامہ اور حادثے تیری وجہ سے پیدا ہوئے

تونے ہی خلیفہ کے قتل کا فرمان صادر کیا

اور تونے ہی اس کے کافر ہونے کا فتوی دیا

عمار کیطرف مسلسل تیر اتے رہے، انھوں نے بھی اپنے گھوڑے کو تازیانہ لگا کر اپنے کو لشکر سے علحدہ کر لیا، حضرت علی کے پاس اکر اپ نے عرض کیا، اے امیر المومنین_

کب تک صبر کیا جائے اور کہاں تک انتظار کیا جائے ؟

میں نے تو یہی دیکھا کہ یہ گروہ اپ سے بالکل جنگ پر امادہ ہے_

## حضرت علی(ع) نے اخری بار اتمام حجت فرمایا

حضرت علی(ع) نے جہاں تک ممکن ہوا صلح وصفائي کی کوشش کی اور دشمنوں پر مختلف طریقوں سے اتمام حجت فرما کر کوئي عذر اور بہانا نہیں چھوڑا_

1_ حضرت علی(ع) نے دشمن کے سرداران لشکر کو خط لکھااورانھیں بیعت شکنی اور جنگ وخونریزی سے ڈرایا_

2_ حضرت علی(ع) نے عائشه اور ان کے سرداران لشکر کوپیغام بھیجوایااور صلح وصفائي کی دعوت دی_



3_ حضرت علی(ع) بذات خود لشکر مخالف کے بزرگوں سے ملاقات کرکے انھیں موعظہ ونصیحت فرمائي_

4_ حضرت علی(ع) نے دشمنوں کے سامنے قران پیش کرکے دعوت دی اور اس کے ذریعہ اتمام حجت فرمایا_

5_ حضرت علی(ع) نے اپنے ساتھیوں کو ایک جنگی پروگرام مرتب کرکے انھیں سمجھایاجس کے دفعات میں محبت، مہربانی، اور صلح وصفائي تھی، اس پروگرام میں جن باتوں کو پیش کیا گیاتھاان میں انسانی ہمدردی کا عنصر زیادہ تھا اور اپنے بدترین دشمنوں سے بھی نرمی کابرتائو کرنے کاحکم تھا_

6_ اخرکار عمار یاسر کو جو حدیث رسول(ص) کے مطابق میزان حق وعدالت تھے حضرت علي(ع) نے انھیں لشکر عائشه کی طرف بھیجا کہ وہ انھیں حق کی دعوت دیں اس طرح دوبارہ اپ نے ان پر حجت تمام کی_

ان تمام مطالب کو گذشتہ فصلوں میں معتبر تاریخی مدارک سے ثابت کیا گیاہے_

حضرت علی(ع) نے اخری بار اس طرح اتمام حجت فرمایا کہ جب لشکر عائشه نے حضرت علی کے ساتھیوں پر تیر بارانی کی تواپ نے اپنی فوج کو صبر کی وصیت فرمائي اورانھیں جنگ سے روکتے ہوئے فرمایا:

اللھم اشھد اعذروا الی القوم اے اللہ، اے انصاف کرنے والے خدا تو گواہ رہنا_

اے میرے ساتھیو صبر اور بردباری کا مظاہرہ کرو اور چھوڑدو کہ دشمن پر اس سے زیادہ حجت تمام ہوجائے اور ان کیلئے کوئي عذر اور بہانے کی گنجائشے نہ رہ جائے_

ہاں، حضرت علی(ع) نے اس حدتک صلح وصفائي کی کوشش کی اور دشمن پر حجت تمام کی لیکن جتنی اپ کی صلح وصفائي کی کوشش بڑھتی گئي اپ کے دشمن جنگ وخونریزی پر اتناہی اصرار کرتے رہے، اب حضرت علی کا اخری اتمام

حجت بھی ملاحظہ فرمایئے، اسے معتبر مورخین نے لکھا ہے_

حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں بیان کیا کہ:

زبیر نے عائشہ کے لشکر والوں سے جو تیر اندازی پر مامور تھے حکم دیا(ارموھم برشق) تم سب ایک ساتھ ان لوگوں پر تیر بارانی کرو حاکم اگے لکھتے ہیں کہ یہ جملہ در اصل اعلان جنگ تھا جو لشکر عائشہ کے سردار کی طرف سے صادر ہوا تھا_

ابن اعثم اور زیادہ تر مورخین نے لکھا ہے کہ:

جس طرح رسول خدا(ص) نے جنگ حنین میں ایک مٹھی خاک لیکر دشمنوں کی جانب پھینکتے ہوئے فرمایا تھاشاھت الوجوہ، ان کے چہرے سیاہ ہو جائیں_

عائشہ نے بھی اس عمل رسول(ص) سے سوء استفادہ کیااور اسے مسلمانوں کے خلاف جنگ جمل میں برتا، ایک مٹھی خاک اٹھائی اور چلا کر کہاشاھت الوجوہ، اور وہ خاک حضرت علی(ع) کے لشکر کی طرف پھینک دی_

اس موقعہ پر حضرت علی کے ایک فوجی نے عائشہ کی سرزنش کرتے ہوئے کہا،" ومارمیت اذرمیت ولکن الشیطان رمی"

اے عائشہ تم نے یہ مٹی حضرت علی(ع) کے لشکر کی جانب نہیں پھینکی بلکہ یہ شیطان کا ہاتھ تھا، جس سے یہ ناپسندیدہ حرکت ہوئی(1)

یہ تمام اقدامات اصل میں جنگ شروع کرنے کا فرمان تھااس کے فوراًبعد عائشہ کے فوجیوں کیطرف سے باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی_

ابو مخنف اور دوسرے مورخین لکھتے ہیں کہ:

لشکر عائشہ کی طرف سے تیر اندازی شروع ہو گئی اور اتنی شدت سے علی کی طرف پے درپے تیر ارہے تھے کہ حضرت علی(ع) کے فوجی صدائے فریاد بلند کرنے لگے_

اے امیر المومنین، دشمن نے ہمارے امان کو پارہ پارہ کر دیاہمارے صبر کا دامن چاک کر دیا_

اپ بھی فرمان دفاع صادر فرمایئے

اس وقت ایک شخص کا جنازہ جو تیروں سے چھلنی تھاحضرت علی(ع) کے خیمے کے پاس لایا گیا، اور کہا گیا کہ اے امیر المومنین یہ فلاں شخص کا جنازہ ہے اپ کا وفادار ساتھی تھا، اسے دشمن نے قتل کیا ہے، امام نے اسمان کی طرف رخ کر کے دعا کی، اے انصاف ور خدا تو گواہ رہنا اس کے بعد اپنے ساتھیوں سے فرمایا، صبر کرو، تاکہ دشمن پر کچھ اور حجت تمام کی جائے_

---

1_ ترجمہ تاریخ ابن اعثم ص 171 ، شرح نہج البلاغہ ج 1 ص85

ایک دوسرا جنازہ بھی لا کر کہا:

اے امیر المومنین، یہ بھی فلاں شخص ہے جو دشمن کی تیروں سے اپنے خون میں نہا گیا ہے_

حضرت علی(ع) نے پھر اسمان کی طرف رخ کیا کہا اے خداوند قہار تو ناظر اور میرے حق کا گواہ ہے، اور اس بار بھی جنگ کی اجازت نہیں دی، اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

تمھیں دشمن کی زیادتیوں کے مقابلے میں اور بھی زیادہ صبر کا مظاہرہ کرنا چاہیئے، جانے بھی دو تمھاری حقانیت اور حسن نیت جتنی زیادہ ثابت ہو گی ان لوگوں پر اتنی ہی حجت تمام ہو گی_

اسی درمیان رسول(ص) کے صحابی عبداللہ ابن بدیل خزاعی اپنے بھائی عبدالرحمن کی خون الودہ لاش لائے اور حضرت علی(ع) کے سامنے زمین پر رکھ کر کہا:

یا علی یہ میرا بھائی ہے جسے دشمنوں نے بزدلانہ طریقے سے قتل کیا_

حضرت علی(ع) نے مختلف طریقوں سے دشمن پر اتمام حجت فرمایا تھا، اب یہاں اپنے کو مجبور پا رہے تھے اپ کیلئے جنگ کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا، اپ نے کلمہ، "اناللہ وانا الیہ راجعون" زبان پر جاری فرمایا اور رسول خد(ص) ا کی زرہ پہنی جس کا نام ذات الفضول تھا، سر پر عمامہ رکھا اور رسول خدا(ص) کے خچر پر سوار ہوئے جس کا نام دلدل تھا، پھر اپنی مشہور تلوار جس کا نام ذوالفقار تھا کمر میں حمائل کی اور عقاب نام کے پرچم کو اپنے فرزند محمد حنفیہ کے حوالے کیا، امام حسن و حسین سے فرمایا:

میرے بیٹو چونکہ تم لوگوں سے رسول خدا(ص) بہت زیادہ محبت فرماتے تھے اور تم انھیں سے منسوب ہو یہی وجہ ہے کہ میں نے علم تمہارے حوالے نہیں کیا، اور یہ علم تمہارے بھائی محمد کے حوالے کیا_

امام اس صورت سے امادہ جنگ ہوئے اور پھر اپ نے اپنے سپاہیوں کی سمت رخ کر کے یہ ایت تلاوت فرمائی

کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یوں ہی جنت کا داخلہ تمہیں مل جائیگا (حالانکہ ابھی تم پر وہ سب کچھ نہیں گذرا ہے جو تم سے پہلے ایمان لانے والوں پر گذر چکا ہے) ان پر سختیاں گذریں، مصیبتیں ائیں، ہلا مارے گئے، یہاں تک کہ اس وقت کا رسول اور اسکے ساتھی اہل ایمان چیخ اٹھے کہ اللہ کی مدد کب ائیگی، اس وقت انھیں تسلی دی گئي کہ ہاں اللہ کی مدد اور کامیابی بہت جلد واقع ہو گی. سورہ بقر ایت 214



امیر المومنین نے یہ ایت تلاوت فرما کر جنگ کا عزم کر لیا اپ جنگ کیلئے بڑھتے ہوئے یہ دعا کر رہے تھے

اے خدا ہم سب کو صبر و تحمل اور استقامت عطا کر، اپنی تائید اور کامرانی سے سرفراز فرما، اور اگر حساس موقعہ پیش ائیں یا خطرناک حالات سامنے ائیں تو ہماری مدد و نصرت فرما_

## حضرت علی(ع) کی زبیر سے ملاقات

دونوں طرف کی فوجیں امنے سامنے امادہ جنگ تھیں اسی وقت حضرت علی(ع) نے اپنے لشکر سے عائشہ کے لشکر کی طرف حرکت کی اور زبیر کو اپنے پاس بلا کر کہا:

_ اے زبیر تم نے کس مقصد سے اور کیا سوچکر اتنے بڑے لشکر کو اس سرزمین پر کھینچ بلایا ہے؟

_چونکہ میں نے تمھیں خلافت کے لائق نہیں سمجھا اس لئے اس فوج کے ساتھ ایا ہوں کہ تمھیں خلافت سے علحدہ کردو_

_اے زبیر جو کچھ تم کہہ رہے ہو یہ صرف بہانہ ہے کیونکہ میں عثمان سے کمتر نہیں ہوں، کہ خلافت کے لائق نہ رہوں_

اے زبیر تم تو خاندان عبدالمطلب کے اچھے لوگوں میں سے اور ہمارے خاندان کی فرد سمجھے جاتے تھے، لیکن جب سے تمھارا بیٹا عبد اللہ بر سر کار ہوا تو ہمارے اور تمہارے درمیان جدائي ڈال دی_

اے زبیر مجھے تعجب ہے کہ تم خود قاتل عثمان ہو لیکن اس کا بدلہ مجھ سے چاہتے ہو_

خداوند عالم ہم دونوں میں سے جس نے بھی عثمان سے زیادہ عداوت کا مظاہرہ کیا اسے دردناک عذاب میں ڈالے، اور سخت افت سے دوچار کرے_

یہاں تک کہا کہ اے زبیر تمھیں یاد ہو گا کہ ایک دن میں اور تم ایک ساتھ تھے رسول خدا(ص) بھی ہمارے ساتھ چل رہے تھے انھوں نے مجھ سے فرمایا، اے علی، ایک دن ایسا ہو گا کہ یہ تمھاری پھوپھی کا بیٹا ناحق تم سے جنگ کریگا
_

زبیر کو فوراً حدیث رسول یاد اگئي اور انھوں نے کہا:

اے علی، خدا کی قسم میں اج کے بعد تم سے ہرگز جنگ نہ کروں گا، یہ کہا اور اپنے بیٹے عبد اللہ کی طرف

واپس جا کر کہا:

اے عبد اللہ میں جس راہ جارہاہوں اس سے بہت زیادہ فکر مند ہوں، نتیجہ محل سے خوفزدہ ہوں، میں صاف صاف کہتاہوں کہ حضرت علی(ع) سے جنگ کرنا میرے نظریہ کے موافق نہیں ہے _

عبد اللہ نے کہا: اے بابا، اپ نے پہلے دن اس راہ میں مضبوط ایمان اور عقیدے کے ساتھ قدم بڑھایا تھا، اپ کے چہرے پر کسی قسم کا اضطراب نہیں محسوس کیا گیا، لیکن اج اپ نے اپنا ارادہ بدل دیا، اپ کو اپ کے دل میں تشویش بھر گئی، لازمی طور سے یہ کھلے ہوئے پرچم اور اٹھی ہوئی حضرت علی(ع) کی تلواروں نے رعب و وحشت میں مبتلا کر دیاہے اور دل میں اضطراب بھر دیاہے _

ہاں اے بابا، حقیقت یہ ہے کہ اپ موت کو اپنی انکھوں سے دیکھ کر علحدہ ہورہے ہیں، ورنہ ہمارے مقصد کی تقدیس میں کوئی شک نہیں _

عبد اللہ نے اسی طرح کی مہمل باتیں باپ سے کہیں یہاں تک کہ باپ نے غصہ میں چلا کر کہا: تیرا جیسا بیٹا ہونا میرے لئے افسوس ناک ہے جو باپ کو ہلاکت اور بدبختی میں جھونک رہاہے، اے بیٹا، تم مجھے حضرت علی(ع) سے جنگ پر ابھار رہے ہو، حالانکہ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں ان سے ہر گز جنگ نہ کروں گا میں اس قسم کا کیا کروں؟

عبد اللہ نے کہا: بابا یہ بہت اسان ہے، اپ اپنی قسم توڑ دیجئے اور قسم توڑنے کے کفارے میں اپنے غلام سر جس کو خدا کی راہ میں ازاد کر دیجئے _

زبیر نے اپنے فرزند کی ہدایت کے مطابق غلام کو اپنا کفارہ قسم میں ازاد کر کے دوبارہ صف لشکر میں اکر امادہ جنگ ہوگئے _

ابن اعثم کوفی نے بھی حضرت علی(ع) اور زبیر کی ملاقات کا واقعہ اس طرح لکھاہے کہ:

حضرت علی(ع) نے ان سے کہا:

زبیر، تم نے میری مخالفت کا علم کس لئے بلند کیا ہے؟ خون عثمان کا انتقام لینے کیلئے

تم اور تمھارے دوست طلحہ نے عثمان کو قتل کیا، ان کا خون تم دونوں کی گردن پر ہے اگر واقعی سچ کہہ رہے ہو تو اپنے کو عثمان کے بیٹوں کے حوالے کر دو تاکہ وہ باپ کے انتقام میں تم لوگوں کو قتل کرے یا ان سے باپ کا خون بہالے _

## واقعہ کی تفصیل

طبری نے اس واقع کو دوسری جگہ زیادہ تفصیل سے لکھاہے،وہاں اضافہ کیاہے کہ حضرت علی(ع) دونوں لشکر کے درمیان اس طرح قریب ہوئے کہ گھوڑوں کی گردنیں ایک دوسرے کے امنے سامنے تھیں،اس وقت حضرت علی (ع) نے ان دونوں سے کہا:

اے طلحہ وزبیر تم لوگوں نے ایک بڑالشکر جمع کر کے زبردست طاقت فراہم کرلی ہے،ہر طرح کی جنگی تیاری اور اسلحہ فراہم کر لیاہے،حالانکہ خدائے عادل کے سامنے تم لوگوں کے پاس کوئی عذر اور حجت نہیں ہے،لازمی طور سے اسی کی بارگاہ میں لاجواب ہوخدا سے ڈرو،اس کے غضب کاخوف کرو،تم نے خدا کی راہ میں اسلام اور کلمہ توحید کی بلندی کیلئے مقدس جھاد کئے ہیں ان تمام بہترین خدمات کے مقابلے میں یہ فتنہ وفساد اور داخلی اختلاف تم لوگوں نےپیدا کر دیاہے،اب مسلمانوں کوموت کے منھ میں مت جھونکو،ان تمام اجر اور ثواب کو اس گناہ کے بدلے میں عذاب جہنم سے مت بدلو،اس بوڑھیاکے مانند نہ ہو جائو کہ جس نے بڑی محنت سے مضبوط رسی بٹی پھر انھیں اتنی ہی کوشش سے دوبارہ پارہ پارہ کر دیا(ولا تکونا کالتی نقضت غزلھا من بعد قوۃ انکاثا)_

اس کے بعد فرمایا: اے طلحہ وزبیر کیاہم تم بھائی بھائی نہیں تھے کہ ایک دوسرے پر ذرا بھی زیادتی کو جائز نہیں سمجھتے تھے،اج کیاہوا ہے کہ مجھ پر ایسی شورش پیدا کی ہے اور میر اخون مباح ہونے کا اعلان کر دیاہے_

طلحہ نے حضرت علی(ع) کی ان نصیحتوں کو سن کر کہا: اے علی، تمھارا جرم وگناہ یہ ہے کہ تم لوگوں کو عثمان کے خلاف بھڑکایااور ان کا ناحق خون بہایا_

حضرت علی(ع) نے ان کے جواب میں یہ ایت تلاوت فرمائی،یومئذ یوفیھم اللہ دینھم الحق، قیامت کے دن ہر شخص کو حق کے خلاف اقدامات کی سزادی جائیگی_

حضرت علی(ع) کا مقصد یہ تھاکہ جس شخص نے بھی عثمان کاخون بھایاہے اسے سزادی جائیگی وہ اپنے کئے کابدلہ پائیگا،اسے نہیں جس پر ناحق الزام لگایاجارہاہے_

اس کے بعد حضرت علی(ع) نے مزید فرمایا:

اے طلحہ میں بنیادی طور سے خون عثمان میں شریک نہیں تھاتم مجھ سے اس خون کامطالبہ کیسے کررہے ہو



؟خدالعنت کرے اس شخص پر کہ جس کی گردن پر خون عثمان ہے_

اس کے بعد زبیر سے فرمایا:

اے زبیر تمھیں یاد ہے کہ ایک دن رسول(ص) خدامیرے پاس سے گذرے انھوں نے جب دیکھا کہ تم مجھ سے انتہائي محبت کا برتائو کررہے ہو اور میں مسکرا رہاہوں تو تم نے کہا کہ یا رسول(ص) اللہ فرزند ابو طالب اپنی خود نمائي سے باز نہیں ائے_

رسول خدا تمھاری بات سے غضبناک ہوئے اور سرزنش کرتے ہوئے فرمایا:

اے زبیر، جس طرح اج تم حضرت علی(ع) پر ناحق اعتراض کررہے ہو، خدا کی قسم وہ دن بھی ائیگا کہ ناحق ان سے جنگ کروگے_

اس موقعہ پر حدیث رسول(ص) یاد ائي اور ندامت سے سرجھکا کر کہا کہ اگر یہ حدیث مجھے یاد ہوتی تو ہرگز تم سے جنگ کا اقدام نہ کرتا، اب جبکہ میں جنگ کے ارادے سے گھر سے باہر نکل چکا ہوں، میں اپنے اس ارادے سے باز اتا ہوں، خدا کی قسم اب میں تم سے جنگ نہیں کرونگا_

طبری کا بیان ہے کہ:

اس گفتگو کے بعد حضرت علی(ع) اپنے لشکر میں واپس اگئے، اپ نے اپنے سپاہیوں سے فرمایا، زبیر نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ ہم سے جنگ نہ کریں گے_

زبیر بھی عائشہ کے پاس گئے اور کہا، اے عائشہ، میں نے جس دن سے ہوش سنبھالا ہے کبھی ایسا اقدام نہیں کیا کہ جس کے نتیجے کے بارے میں میں نے غور نہ کر لیا ہو، سوائے اس جنگ کے جس کا نتیجہ میرے اوپر مبہم تھا، میں اس کے انجام سے بہت خوفزدہ ہوں_

عائشہ نے کہا: اے زبیر اپنی پوری بات کہو اور جو کچھ ارادہ کیا ہے صاف صاف بیان کرو

_میں چاہتا ہوں کہ اس لشکر سے علحدہ ہو جائوں اور اپنے گھر واپس جائوں

زبیر کا بیٹا وہاں موجود تھا، اس نے اپنے باپ کی سخت ملامت کرتے ہوئے کہا:

بابا اب جبکہ دونوں لشکر کو ایک دوسرے کے امنے سامنے کھڑا کر دیا ہے، اور کسی وقت بھی جنگ شروع ہونے کا

احتمال ہے ایسے حساس اور خطرناک موقعہ پر انہیں اپنے حال پر چھوڑ رہے ہو فرار کو ثبات پر ترجیح دے رہے ہو؟

اے بابا حتمی طور سے علی کی تلوار اور فوج دشمن کے بہادر شہسواروں کے ہاتھ میں پرچم دیکھ کر ایسا خوف وہراس تمھارے دل میں پیدا ہو گیا ہے اور اب تم نے لشکر سے کنارہ کشی کا ارادہ کر لیا ہے_

زبیر نے جواب دیا، اے عبد اللہ، خدا کی قسم، کہ خوف اور وحشت کی بات نہیں ہے لیکن میں نے قسم کھالی ہے کہ علی سے جنگ نہیں کروں گا_

عبداللہ نے جواب میں پیشکش کي

اے بابا، اس کی تدبیر اسان ہے کہ اپ قسم توڑ دیجئے اور اس کا کفارہ ادا کر کے جنگ شروع کر دیجئے

زبیر نے بیٹے کی بات مان لی اور قسم توڑ کر کفارے میں اپنے غلام مکحول کو ازاد کر دیا اور دوبارہ صف لشکر میں شامل ہو گئے

عبد الرحمن ابن سلیمان تمیمی نے اس واقعے کو نظم کیا ہے

لم ار کالیوم اخاالاخوان

اعجب من مکفرالایمان

بالعتق فی معصیۃ الرحمن

یعتق مکحولا یصون دینہ

کفارۃ للہ عن یمینہ

والنکث قدلاح علی جبینہ

میں نے ساری عمر میں ایسادن کبھی نہیں دیکھا اس شخص نے مجھے حیرت میں ڈالا ہے، اس شخص نے اپنی قسم توڑی اور اپنا غلام کفارے کے طور پر ازاد کیا، تا کہ قسم توڑنے کا گناہ اس کے دامن سے پاک ہو جائے، لیکن اپنے اس عمل سے کہیں زیادہ بدتر گناہ کا مرتکب ہوا_

ایک دوسرے شاعر نے جو زبیر کا فوجی تھا اس سلسلے میں کچھ اشعار کہے ہیں

زبیر نے اپنے غلام مکحول کو کفارۂ قسم کے طور پر ازاد کیا تا کہ وہ دینی لحاظ سے عہد شکن نہ کہا جائے لیکن اس کا کیا فائدہ؟ کیونکہ اس کفارے کو ادا کرنے کے بعد اس پر عہد شکن کا داغ اور بھی زیادہ نمایاں ہو گیا_

# زبیر کی سرگذشت

مسعودی کا بیان ہے:

جس وقت دونوں لشکر امنے سامنے ہوئے، حضرت علی(ع) نے جنگی ہتھیار زمین پر رکھے، پھر رسول خدا(ص) کے مخصوص خچر استر پر سوار ہو کر عائشہ کے لشکر کی طرف چلے، وہاں اپ نے زبیر کو بلایا زبیر جنگی ہتھیار بدن پر سجائے حضرت علی(ع) کے سامنے ائے جب یہ خبر عائشہ کے کان میں پڑی تو اپنی بہن کے شوہر اور سپہ سالار لشکر زبیر کے بارے میں خوفزدہ ہو کر بے اختیار صدائے فریاد بلند کی (واحرباہ باسماء) ہائے میری بہن اسماء بیوہ ہو گئی_

لوگوں نے کہا: اے عائشہ غم نہ کرو، کیونکہ علی کے بدن پر ہتھیار نہیں، وہ زبیر سے جنگ کرنے یہاں نہیں ائے ہیں، عائشہ نے سنکر ذرا سکون کی سانس لی_

جس وقت زبیر حضرت علی(ع) کے سامنے پہونچے تو باہم بغلگیر ہو گئے، دونوں نے ایک دوسرے کے اغوش میں بھینچ لیا اور والہانہ بوسے لینے لگے_

پھر حضرت علی(ع) نے فرمایا: اے زبیر تم پر افسوس ہے، اخر کس غرض سے اس خطرناک لشکر کے ساتھ اس سرزمین پر ائے ہو؟ اور اخر کیا وجہ ہوئی کہ میرے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا ہے؟

زبیر نے کہا: خون عثمان کا بدلہ لینے کیلئے میں نے اس جنگ اور لشکر کشی کی تیاری کی ہے

حضرت علی(ع) نے فرمایا: خدا اسکو قتل کرے جس کا حصہ قتل عثمان میں زیادہ ہے، اے زبیر کیا تمھیں یاد ہے ایک دن رسول خد(ص) انے تم سے کہا تھا اے زبیر ایک دن تم ناحق علی سے جنگ کروگے_

زبیر نے کہا: استغفر اللہ.......... اے خدا میں اپنے اس عمل پر شرمندہ ہوں، اب اپنے کئے پر توبہ کرتا ہوں، خدایا میری تقصیر معاف فرما، پھر حضرت علی کی طرف رخ کر کے کہا:

خداوند عالم میرے دلی راز سے اگاہ ہے، اور میری صداقت بیانی پر گواہ، کہ اگر یہ حدیث رسول(ص) یاد ہوتی تو کبھی اس منحوس بغاوت پر امادہ نہ ہوتا، نہ اپنے گھر سے جنگ کے لئے نکلتا_

حضرت علی(ع) نے فرمایا: اے زبیر دیر نہیں ہوئی ہے، اب بھی تم جنگ سے دستبردار ہو سکتے ہو اور ابھی سے اپنے گھر واپس جا سکتے ہو_

زبیر نے کہا: لیکن اب میں یہ کیسے کر سکتا ہوں کیسے اس بڑے ننگ و عار پر امادہ ہو جائوں، اب تو دونوں لشکر امنے سامنے جنگ پر تیار ہیں، اب تو فرار کا راستہ بھی بند دیکھ رہا ہوں_

حضرت علی(ع) فرمایا: اے زبیر اگر اج تم نے ننگ و عار کو قبول کر لیا تو اس سے کہیں بہتر ہے کہ کل بھی تمھیں ننگ و عار کا سامنا کرنا پڑے گا، کل قیامت میں عار بھی ہے اور اتش جہنم بھی_

اس موقع پر حضرت علی(ع) کی باتوں سے زبیر بہت زیادہ متاثر ہوئے، حضرت علی(ع) سے جنگ پر سخت نادم و پشیمان ہو کر ارادہ جنگ سے باز ائے، انھوں نے اس سلسلے میں کچھ اشعار بھی کہے

_میں اپنے لئے عار و ننگ کو قبول کر رہا ہوں تا کہ ذلیل کرنے والی اتش جہنم سے نجات پا سکوں

_میرا کمزور جسم اتش جہنم کی تاب کیسے لا سکے گا؟ علی نے ایسی بات یاد دلا دی جسے میں خود جانتا تھا لیکن بھول گیا تھا

_ہاں علی سے جنگ دین و دنیا دونوں کو تباہ کرنے والی ہے، اور ننگ و عار سمجھے جانے والی اسی وجہ سے میں نے علی سے کہا:

اے ابو الحسن اب اس سے زیادہ ملامت نہ کرو

اپ نے اتنا ہی جو کچھ بیان کیا ہے یہی میری اگاہی کیلئے کافی ہے_

اخترت عاراً علی نار موججة

ماان یقوم لھا خلق من الطین

نادی علی بامر لست اجھلہ

عار لعمرک فی الدنیا وفی الدین

فقلت حسبک من عذل اباحسن

بعض الذی قلت منذ الیوم یکفینی

ترجمہ: _ میں اپنے لئے عار و ننگ کو قبول کر رہا ہوں تا سہ ذلیل کرنے والی آتش جہنم سے نجات پا سکوں

میرا گزور جسم آتش جہنم کی تاب کیسے لا سکے گا؟ علي نے ایسی بات یاد دلا دی جسے میں خود جانتا تھا لیکن.بھول گیا تھا.

بال علی سے جنگ دین و دنیا دونون کو تباہ کرنے والی ہے، اور نگ و عار سمجھے جانے والی اسی وجہ سے میں نے علی سے کہا:

اے ابوالحسن ! اب اس سے زیادہ ملامت نہ کرو.

آپ نے اتنا ھی جو کچھ بیان کیا ھے یہی میری آگاہی کیلئے کافی ہے-

مسعودی نے اگے لکھاہے:

جب عبداللہ بن زبیر کو باپ کے ارادے کی اطلاع ہوئی تو اس نے کہا:

اے بابااس حساس موقع پر مجھے کیسے چھوڑ رہے ہیں،اور خود فرار کر رہے ہیں

زبیر نے کہا: اے بیٹا علی نے ایسی بات یاد دلادی جسے میں بھول چکا تھا،اس وجہ سے اب میں جنگ اگے نہیں بڑھا سکوں گا_

عبداللہ نے کہا: اے بابا، نہیں، جو کچھ اپ کہہ رہے ہیں یہ صرف بہانہ ہے، بلکہ اپ تیز تلواروں سے ڈر گئے ہیں_

فوج دشمن کے بلند نیزے، ان کے بہادر اور جنگجو جوان ان سب کو دیکھ کر اپ خوف اور وحشت میں مبتلا ہو گئے ہیں، اسی وجہ سے اپ جنگ سے منھ پھرا رہے ہیں

زبیر نے کہا، خدا تیرے جیسے بیٹے کو ذلیل وخوار کرے تو باپ کی بدبختی وہلاکت کا باعث بن رہا ہے، باپ کی ذلت کیلئے کوشاں ہے (1)

اس جواب کو ابن اعثم نے نقل کیا ہے، لیکن مسعودی کے بیان کے مطابق زبیر نے عبداللہ کو جواب دیا_ عبداللہ نہیں، ایسا نہیں جیسا تو سمجھ رہا ہے، ہر گز ایسا نہیں کہ جنگ کا خوف مجھے باز رکھے، بلکہ اج مجھے وہ بات یاد اگئی جسے عرصے سے بھولا ہوا تھا، اس واقعے نے مجھے حضرت علی(ع) سے جنگ نہ کرنے کی یاد دہانی کرادی، اسی لئے میں نے جنگ نہ کرنے کا عار جہنم کی اگ کے مقابلے میں قبول کیا، اور اپنے کو جنگ سے علحدہ کر لیا_

لیکن میرے بیٹے اب جبکہ تم مجھے بزدل اور ڈرپوک کہہ رہے ہو تو اس دھبے کو بھی دامن سے دھوڈالوں گا، یہ کہہ کر نیزہ ہاتھ میں سنبھالا اور حضرت علی(ع) کے میمنہ لشکر پر شدید حملہ کیا، جس وقت حضرت علی(ع) نے زبیر کو غضبناک حالت میں چوکڑی بھرتے دیکھا تو اپنے لشکر کو حکم دیا، انھیں مہلت دو، کوئی تکلیف نہ پہونچاؤ کیونکہ انھیں بھڑکا یا گیا ہے، وہ اپنا فطری توازن کھو چکے ہیں_ زبیر نے دوسری بار لشکر علی کے میسرہ پر حملہ کیا، اسکے بعد قلب لشکر پر سخت حملہ کرنے کیلئے بڑھے_ اسکے بعد زور سے چلّائے کیا جو ڈرپوک ہو گا وہ ایسی شجاعت کا مظاہرہ کر سکتا ہے اور اس طرح بے باکانہ طریقے سے سپاہ دشمن پر حملہ کر سکتا ہے؟ پھر وہ لشکر سے علحدہ ہو کر صحرا کی طرف چلے گئے جس صحرا کا نام وادی السباع تھا_ احنف بن قیس تمیمي، اس جنگ جمل سے جانبداری کا اعلان کرکے بصرہ کو چھوڑ کر اسی وادی میں اقامت گزیں رہا، ایک شخص نے اس سے کہا، اے احنف یہی زبیر ہے، احنف نے کہا، مجھے زبیر سے کیا

---

1_ تاریخ اعثم، مسعودی، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج 2 ص170

سروکار؟اس نے مسلمانوں کے دو گروہ میں جنگ وخونریزی کی حالت پیدا کر دی ہے، اور اب اپنے کو سلامتی کی غرض سے وہاں سے علحدہ کر کے گھر جا رہا ہے، اسے چھوڑ بھی دو کہ چلا جائے_

زبیر وہیں گھوڑے سے اترے اور نماز پڑھنے لگے، اسی وقت ایک شخص جس کا نام عمرو بن جرموز تھا(1)،

اس نے پیچھے سے تلوار چلائی اور انھیں قتل کر کے لشکر عائشہ کے سپہ سالار کی زندگی کا خاتمہ کر دیا، زبیر کے بعد لشکر عائشہ کی حکمرانی طلحہ کے ہاتھ میں اگئی(2)_

## طلحہ کی سرگذشت

ابن عساکر کا بیان ہے:

جنگ شروع ہونے سے قبل حضرت علی(ع) نے طلحہ کو اپنے پاس بلا کر پوچھا اے طلحہ تجھے خدا کی قسم ہے کیا تو نے رسول خدا(ص) کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ، جس کا میں مولا ہوں اسکے یہ علی مولا ہیں، خدا یا جو اسے دوست رکھے تو بھی اسے دوست رکھ اور جو اسے دشمن رکھے تو بھی دشمن رکھ

طلحہ نے کہا: ہاں میں نے بھی سنا ہے اور مجھے اچھی طرح یاد ہے_

حضرت علی نے فرمایا: تعجب ہے، اسکے باوجود تو مجھ سے جنگ کر رہا ہے؟

اس بارے میں طبری یوں لکھتا ہے:

---

1_ مسعودی اور ابو مخنف لکھتے ہیں کہ جب عمرو بن جرموز نے زبیر کو قتل کیا تو انعام کی لالچ میں تلوار لئے حضرت علی کے پاس ایا، امام نے واقعہ سے مطلع ہو کر فرمایا، بخدا صفیہ کا بیٹا ڈرپوک نہیں تھا، لیکن اج اسکی ایک غفلت و لغزش نے اسے ہلاک کر دیا، پھر زبیر کی تلوار ہاتھ میں لیکر حرکت دی اور فرمایا، ہائے اس تلوار نے رسول کے دل سے کیسے کیسے غم دور کئے حریم رسالت کا کیا کیا دفاع کیا ابن جرموز نے کہا، میں نے اپ کے سخت دشمن کو قتل کیا ہے انعام دیجئے، اپ نے فرمایا، اے ابن جرموز میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ قاتل زبیر جہنمی ہے، مایوس ہو کر ابن جرموز یہ اشعار پڑھتا چلا گیا میں زبیر کا سر تن سے جدا کر کے علی کی خدمت میں ایا تا کہ انکی خوشنودی حاصل کروں لیکن توقع کے خلاف علی نے مجھے جہنمی بنا دیا، ہائے، کسقدر خطرناک انعام مجھے دیا، حالانکہ قتل زبیر میرے نزدیک بکری کے ریاح کی طرح تھا،

2_ زبیر کے حالات کیلئے طبری، اغانی، ابو مخنف بحوالہ شرح نہج البلاغہ، تاریخ اعثم، اصابہ، مروج الذھب، تاریخ بن کثیر، عقد الفرید، مستدرک، کنزل العمال، النبلاء ذھبی اور یعقوبی سے استفادہ کیا گیا ہے

جنگ شروع ہونے سے قبل حضرت علی(ع) نے طلحہ سے ملاقات کی اور اس سے کہا:

تو وہ شخص ہے جس نے اپنی زوجہ کو گھر میں بیٹھار کھا ہے اور زوجہ رسول(ص) کو میدان جنگ میں گھسیٹ لایا ہے، میری بیعت بھی توڑ دی ہے_

طلحہ نے حضرت علی(ع) کے ان تمام اعتراضات کے جواب میں صرف ایک بات پر اکتفا کی_

یا علی میں نے اپ کی بیعت اپنے اختیار سے نہیں کی تھی بلکہ طاقت اور تلوار نے مجھے بیعت پر مجبور کیا تھا_

ابن عساکر اور ذہبی لکھتے ہیں کہ:

ابو رجا کا بیان ہے: میں نے طلحہ کو دیکھا کہ گھوڑے پر سوار ہو کر سپاہیوں کے درمیان چلّا رہا تھا_

اے لوگو خاموش رہو اے لوگو میری بات سنو، طلحہ جتنا بھی چلّا رہا تھا، اتنا ہی ہائو ہو اور ھنگامہ بڑھتا جا رہا تھا، کوئی اسکی بات سننے پر امادہ نہ تھا، طلحہ نے لوگوں کی بے اعتنائی پر غصے میں کہا، تف ہے ان بھیڑیا صفت لوگوں پر جو اتش جہنم کے پروانے ہیں_

تاریخ بن اعثم میں ہے کہ:

طلحہ نے اپنے لشکر والوں سے چلا کر کہا، یا عباد اللہ اصبر و، اے بندگان خدا صبر کرو، صبر و استقامت کا مظاہرہ کرو کیونکہ صبر و ظفر دونوں قدیم زمانے سے ایک دوسرے کے دوست ہیں، استقامت اور کامرانی ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھی رہی، فتح اسی کو حاصل ہوتی ہے جس کے پاس صبر و استقامت ہو، جو لوگ سختیوں اور مصیبتوں میں صبر کرتے ہیں وہی بہترین اجر سے سرفراز ہوتے ہیں_

ابو مخنف لکھتا ہے کہ: جندب بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ میں نے جنگ جمل میں طلحہ اور اسکے ساتھیوں کو حضرت علی(ع) سے جنگ کرتے ہوئے دیکھا، ان کے جسم پر بہت زیادہ زخم تھے، وہ لوگ بھاگنے پر امادہ تھے ایک ایک کر کے طلحہ کے سپاہی فرار کرنے لگے، پیچھے ہٹنے لگے، طلحہ کو سب سے زیادہ زخم ائے تھے، تلوار ہاتھ میں لئے چلّا رہا تھا_

اے بندگان خدا، استقامت دکھائو، صبر و شکیب کا مظاہرہ کرو کامیابی صبر سے وابستہ ہے، اجر و ثواب استقامت میں ہے_

## طلحہ کیسے قتل ہوئے؟

یعقوبی، ابن عساکر، ابن عبد ربہ، ابن عبد اللہ استیعاب میں اور ابن اثیر کامل میں اور ابن حجر عسقلانی اس طرح لکھتے ہیں کہ، جب حضرت علی اور طلحہ کا لشکر مشغول کارزار تھے لشکر عائشہ کا ایک سردار مروان بولا_

میں اگر اج موقع سے فائدہ اٹھا کر، قاتل عثمان سے انتقام نہ لوں تو کب یہ موقع حاصل کر سکوں گا؟

یہ کہہ کر اس نے ایک تیر اپنے سپہ سالار طلحہ کی طرف چلایا جو ٹھیک طلحہ کے زانو پر لگا اور پیر کی رگ میں پیوست ہو گیا، اور فوارے کی طرح خون بہنے لگا، اور اسطرح مروان کے ہاتھوں طلحہ کی ہنگاموں سے بھرپور زندگی کا خاتمہ ہو گیا_

طبقات بن سعد میں ہے:

طلحہ خود بھی یہ خاص بات (نکتہ) سمجھ گئے تھے کہ وہ کاری اور قاتل زخم خود انھیں کے ساتھیوں کی طرف سے ایا تھا، زندگی کے اخری لمحوں میں کہنے لگے

خدا کی قسم جو تیر میرے پائوں میں پیوست ہوا وہ لشکر علی کی طرف سے نہیں ایا تھا_

مسعودی قتل طلحہ کے سلسلے میں لکھتا ہے:

مروان نے اثنائے جنگ میں طلحہ کو اپنے سے غافل دیکھا تو اسے انتقام عثمان کا خیال ایا، وہ بولا کہ خدا کی قسم میرے لئے کوئی فرق نہیں کہ میں لشکر علی کی طرف تیر اندازی کروں یا طلحہ کے سپاہیوں کی طرف_

یہ کہہ کر اس نے اپنے ساتھی طلحہ کی طرف تیر چلایا جس سے طلحہ کے بازو کی رگ کٹ گئی، اس سے خون کا فوارہ بہنے لگا، اسی زخم کی وجہ سے طلحہ کی جان گئی_

ابن سعد نے بھی اس واقعہ کی یوں تشریح کی ہے_

مروان کی انکھ نے جنگجو سواروں کے درمیان دیکھا کہ طلحہ کی زرہ میں شگاف ہے، اس سے اسی کو نشانہ بنا کر تیر چلا دیا، اس تیر نے اپنا کام کیا اور وہ قتل ہو گئے_

بعض مورخین نے لکھا ہے:

مروان نے طلحہ کو درمیان لشکر انتہائی حساس حالت میں دیکھ کر کہا خدا کی قسم، یہ شخص عثمان کا بدترین دشمن اور قاتل تھا، میں تو عثمان کے خون کا بدلہ لے رہا ہوں، کیا اچھا ہو کہ اصلی قاتل کو قتل کردوں اور جن لوگوں



پر ناحق الزام لگایا جارہا ہے انھیں نظر انداز کردوں، یہ کہکر تیر کمان میں جوڑ کر طلحہ کی طرف چلایا اور اسے قتل کر دیا_

مستدرک حاکم، تاریخ بن عساکر اور اسد الغابہ میں ہے

جس وقت مروان نے طلحہ کو قتل کیا، اس نے عثمان کے فرزند ابان کی طرف رخ کر کے کہا:

اے ابان تمہارے باپ کے ایک قاتل کو کیفر دار تک پہونچا کر تمھارا دل ٹھنڈا کر دیا_

ابن اعثم نے قتل طلحہ کی داستان ذرا تفصیل سے بیان کی ہے، جنگ کے درمیان مروان نے اپنے غلام سے کہا، مجھے بڑی حیرت ہے کہ یہ طلحہ ایک دن بدترین دشمن عثمان تھا، لوگوں کو ان کے قتل پر ابھارتا تھا، ان کا خون بہانے میں کوشاں تھا، یہاں تک کہ انھیں قتل کرڈالا اور اج انکی طرفداری اور انتقام کیلئے کھڑا ہے، ان کے دوستوں اور فرزندوں کے ساتھ ہے_

پھر کہا: میں اس متلون اور منافق کو قتل کرنا چاہتا ہوں تاکہ مسلمان اس کی شرارت سے نجات پائیں، ان بیچارے لوگوں کے سر سے اس کا منحوس سایہ کم ہو_

اے غلام، تو میرے سامنے اکر مجھے اپنی اڑ میں لے لے اگر تونے اچھی طرح یہ کام نبھایا تو تیرا بہت شکر گذار ہوں گا، اور اس کے بدلے تجھے ازاد کردوں گا_

مروان کے غلام کو اپنی ازادی سب سے زیادہ پیاری تھی، اس نے اپنے کو مروان اور طلحہ کی اوٹ میں کر لیا، اسی وقت مروان نے ایک زہر میں بجھائے ہوئے تیر کو کمان میں جوڑ کر طلحہ کا نشانہ بنایا اور انکی ران زخمی کر دی_

مورخین کا بیان ہے کہ: جب طلحہ نے اس زخم سے اپنی کمزوری بڑھتی دیکھی تو اپنے غلام سے کہا، کم سے کم مجھے ایک درخت کے سائے میں لیکر چل تاکہ سورج کی تیز گرمی سے نجات ملے، غلام نے کہا، اے امیر، اس بیابان میں دور دور تک کہیں سایہ نہیں، میں اپ کو کہاں اٹھا کر لیجائوں، اس وقت طلحہ نے بجھی بجھی حالت میں حسرت سے کہا، سبحان اللہ، قبیلہ قریش میں مجھ سے زیادہ بیچارہ کوئی نہ ہوگا، ہائے میرا خون رائگاں گیا، اور میرا قاتل لا معلوم ہے، اے خدا، یہ منحوس اور سوزش سے بھرپور تیر کدھر سے ایا تھا؟ اس نے تو میری دنیا اندھیر اور زندگی تباہ کر دی، یہ تیر دشمن کی طرف سے نہیں ایا تھا، کیا کروں کہ میری تقدیر میں یہی لکھا تھا

مدائنی کا بیان ہے: جب مروان کا تیر طلحہ کے پیر میں لگا تو اس نے اپنے کو میدان سے علحدہ کر لیا، اور ایک مناسب اور محفوظ جگہ پر اپنے کو ڈال دیا کہ وہاں ارام کر سکے، وہاں وہ کسی علی کے سپاہی کو دیکھتا تو اس سے امان طلب کرتا، بڑی عاجزی سے کہتا، میں طلحہ ہوں، میں تمہاری امان میں ہوں، کیا تم میں کوئی جواں مرد ہے جو مجھے امان دے، مجھے قتل سے نجات بخشے_

حسن بصری کو جب طلحہ کے امان طلب کرنے کی بات یاد اتی تو کہتے انھیں امان کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ پہلے ہی دن سے ایک عمومی امان میں تھے حضرت علی نے اپنے سپاہیوں سے قبل جنگ ہی عام اعلان کر دیا تھا کہ زخمیوں کو قتل نہ کیا جائے_

مورخین کا بیان ہے:

کہ طلحہ اپنے ساتھی مروان کے ہاتھوں قتل ہوئے اور ان کا جسد میدان بصرہ کے مقام سبخہ میں دفن ہوا_

ابن عبدربہ، ابن عبدالبر اور ذھبی کا بیان ہے، لشکر عائشہ میں سب سے پہلے طلحہ قتل ہوئے، طلحہ ہی زبیر کی کنارہ گیری کے بعد لشکر کے سپہ سالار تھے_

جی ہاں، لشکر عائشہ کے دوسرے سپہ سالار اسطرح قتل ہوئے، لیکن اس سپہ سالار کے قتل کے بعد بھی فوج عائشہ میں ذرا ہراس نہ تھا کیونکہ اس فوج کا پرچم وہ اونٹ تھا جس پر عائشہ کا ہودج رکھا ہوا تھا، لشکر کے اگے اگے چل رہا تھا، قتل طلحہ کے بعد لشکر کی توجہ زیادہ مرکوز ہو گئی، اور جنگ میں شدت بھی اگئی(1)_

## اخری جنگ شروع ہوئی

جنگ جمل چند چھوٹی بڑی جھڑپوں سے تشکیل پائی ہے

1_ لشکر عائشہ بصرہ میں وارد ہوا تو اس کے اور گورنر بصرہ کے درمیان جنگ ہوئی، اس جنگ میں گورنر

---

1_ طبری ج 5 ص 204 ،یعقوبی ج 2 ص158 ، تاریخ بن اعثم، تھذیب، تاریخ بن عساکر، استیعاب، اصابہ ج 2 ص 222 ، عقد الفرید ج 4 ص 321، مدائنی بحوالہ شرح نہج البلاغہ ج 2 ص 421

بصرہ کو فتح نصیب ہوئی اخر کار صلح کے بعد ختم ہوئی_

2_ لشکر عائشہ نے معاہدہ صلح روند ڈالا، ایک انتہائی تاریک رات میں مسجد، بیت المال اور دار الامارہ پر حملہ کرکے ایک دوسری جنگ شروع کی اس موقع پر لشکر عائشہ کو فتح ملی، اس طرح حضرت علی (ع) کے گورنر کو بصرہ سے نکال بصرہ پر قبضہ کر لیا گیا_

3_ حکیم بن جبلہ نے جو بصرہ کے مشہور بزرگ تھے، جب لشکر عائشہ کی زیادتی اور معاہدہ شکنی سنی تو اپنے قبیلے والوں کے ساتھ ان سے جنگ پر تیار ہو گئے، اس طرح تیسری جنگ شروع ہوئی، اس میں بھی بظاہر لشکر عائشہ کو فتح ملی، حکیم بن جبلہ کے قتل ہونے پر اس جنگ کا خاتمہ ہوا_

4_ ایک دوسری جنگ اور ہوئی جسے اخری اور سب سے بڑی جنگ جمل کہنا چاہیئے، یہ جنگ اس وقت شروع ہوئی جب حضرت علی (ع) بصرہ میں وارد ہوئے، اس جنگ میں لشکر عائشہ کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا_

اس جنگ میں عام دستور کے مطابق پرچم نہیں تھا، ان کا پرچم وہی عائشہ کا اونٹ تھا(1) جو لشکر کے اگے اگے چل رہا تھا، اسکی حرکت سے عائشہ کی فوج میں روح اور توانائی دوڑ جاتی تھی، جب تک وہ اونٹ کھڑا رہا، فوج عائشہ میں ذرا بھی کمزوری اور ضعف نہیں دیکھا گیا، بغیر کسی خوف وہراس یا اضطراب کے لشکر علی سے جنگ کرتا رہا، عائشہ اس اونٹ پر سوار تھیں اور فوج کو احکامات صادر کر رہی تھیں، حملہ کرنے کا حکم دے رہی تھیں_

حضرت علی (ع) نے جب یہ صورتحال دیکھی تو اپ نے بھی عمامہ مشکی (2) کو سر پر رکھا اور اپنے لشکر کو تیار ہونے کا حکم دیا، پرچم کو اپنے فرزند محمد حنفیہ کے حوالے کیا_

محمد حنفیہ کا بیان ہے کہ: میرے بابا علی نے جنگ جمل میں علم میرے حوالے کیا، اپ نے مجھے حملہ کرنے کا حکم دیا، میں نے قدم اگے بڑھایا لیکن اپنے سامنے لوہے، نیزوں اور تلواروں کی دیوار دیکھی تو قدم رک گئے، میرے بابا نے دوبارہ مجھ سے فرمایا، تیری ماں تجھ پر روئے، اگے بڑھ، میں نے پلٹ کر خدمت میں

---

1_ تاریخ بن اعثم ص 176 ، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج 2 ص 81 ، اس فرق کے ساتھ کہ ابن ابی الحدید عائشے ہ کے اونٹ کو پرچم بتاتے ہیں لیکن ابن اعثم خود عاشئہ کو پرچم اور ان کے اونٹ کو علمدار لشکر قرار دیتے ہیں

2_ یہ وہی عمامہ ہے جسے رسول خدا نے حضرت علی کو عطا فرمایا تھا، اسکا نام سحاب تھا، اس کے بارے میں زیادہ توضیح مولف کی کتاب عبد اللہ بن سبا میں دیکھی جا سکتی ہے

عرض کی، کیسے اگے بڑھوں، کیونکہ لوگوں نے میرے سامنے نیزوں اور تلواروں کی دیوار کھڑی کرر کھی ہے_

محمد حنفیہ کا بیان ہے کہ: ابھی بات یہیں تک پہونچی تھی کہ کسی نے اس تیزی سے جھپٹ کر میرے ہاتھ سے پرچم لے لیا کہ اسے پہچان بھی نہ سکا ادھر ادھر دیکھا تو یکبار گی متوجہ ہوا کہ پرچم میرے بابا علی کے ہاتھ میں ہے، فوج کے اگے اگے سپاہ دشمن پر حملہ کررہے ہیں اور یہ رجز پڑھ رہے ہیں_

اے عائشہ میری نیکیاں اور پچھلے سلوک نے تجھے مغرور بنادیا ہے، یہاں تک کہ تو مجھ سے بغاوت پر امادہ ہو گئی_

عائشہ مغرور مت ہو، یہ لوگ جو تیرے ارد گرد ہیں یہ تیرے دشمن ہیں جو دوستی کے لباس میں ہیں_

عائشہ تیرے لئے موت اور سر افگندگی اس سے بہتر ہے کہ تو مسلمانوں اور اپنے بیٹوں کے درمیان جنگ اور خونریزی بھڑ کا رہی ہے (1)

---

1_ انت الذی قد غرک منی الحسنا
یا عیش ان القوم قوم اعدا
والخفض خیر من قتال الابنا



## کہانی کعب بن سور کی.......... عائشہ کے اولین لجام بردار

(اونٹ کی لجام کعب کے ہاتھ میں)

جیسا کہ میں نے بیان کیا، عائشہ کی فوج کا پرچم ان کا اونٹ تھا جو بھی اس کی لجام تھام لیتا وہ لشکر کا علمدار سمجھا جاتا، وہ اپنے اس عہدے پر فخر وناز کرتا، اسے عظیم مرتبہ سمجھتا_

یہ منصب سب سے پہلے قاضی بصرہ کعب بن سور کو ملا(1)، جنگ شروع ہوئی اور بتدریج گرم تر ہوتی گئی، اس موقع پر کعب بن سور نے قران گردن میں حمائل کئے، ہاتھ میں عصا اور دوسرے ہاتھ میں اونٹ کی لجام تھامے ایک عجیب اور مضحکہ خیز حالت میں لشکر کے اگے اگے چلنے لگے، اتفاقا کسی نامعلوم شخص کا تیر انھیں لگا اسی تیر سے وہ لڑھک گئے، اسطرح عائشہ کے پہلے لجام بردار یایوں کہا جائے کہ اولین علم بردار اپنے خون میں نہا کر جان جان افریں کے سپرد کر بیٹھے_



## کعب بن سور کون ہے؟

کعب بن سور(1) خلیفہ دوم عمر کے زمانے میں قاضی بصرہ ہوئے، وہ اس منصب پر جنگ جمل کے دن تک باقی رہے، یہ ان لوگوں میں تھے جنھیں جنگ جمل سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، نہ اسے صحیح سمجھتے تھے

جیسا کہ طبری کا بیان ہے کہ: خود کعب کہتے تھے، خدا کی قسم، میرا عقیدہ اس جنگ کے بارے میں وہی ہے جو اس بڑھیا کا تھا جو اپنے بیٹے سے نصیحت کر رہی تھی، بیٹے نہ لوگوں سے علحدہ رہو نہ اختلافات اور جنگوں میں ان کا ساتھ دو _ ابن سعد یوں نقل کرتے ہیں کہ جب طلحہ وزبیر وعائشہ بصرہ میں داخل ہوئے تو کعب بن سور نے جنگ اور فتنہ سے علحدگی اختیار کرنے کیلئے اپنے کو گھر کے اندر محصور کر لیا، یہاں تک کہ کھانا پانی بھی روشندان سے پہونچایا جاتا تھا، اس طرح کعب بن سور نے عام لوگوں سے ملنا جلنا قطعی ختم کر دیا، یہاں تک کہ لوگوں نے عائشہ سے کہا کہ کعب بن سور کو حیرتناک معاشرتی اہمیت حاصل ہے، اگر وہ اپ کے ہم رکاب ہو کر جنگ میں شرکت کریں تو کئی ہزار افراد پر مشتمل قبیلہ ازد کی مدد بھی حاصل ہو جائے گی، عائشہ انکی حمایت حاصل کرنے کیلئے ان کے گھر گئیں تاکہ اس بارے، میں بات کریں، لیکن کعب نے خاطر خواہ جواب نہیں دیا، عائشہ نے اصرار کیا اور حد سے زیادہ منت سماجت کی، یہاں تک کہ کہہ دیا کہ......... اے کعب کیا میں تمھاری ماں نہیں ہوں؟ کیا تمھاری گردن پر میرا حق مادری نہیں ہے؟ الست امک ولی علیک حق...... عائشہ کی جھنجھوڑنے والی باتوں سے کعب بہت زیادہ متاثر ہوئے اور عائشہ کی موافقت وحمایت پر امادہ ہو گئے_

---

1_ کعب بن سور قبیلہ ازد کی فرد تھے زمانہ رسول میں اسلام قبول کیا لیکن انحضرت کی صحبت نہیں پائی، استیعاب میں ہے، ایک دن کعب عمر کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک عورت نے اکر کہا، اے عمر میرا شوہر دنیا کا سب سے بڑا عابد و زاہد ہے وہ رات بھر عبادت کرتا ہے، اور دن بھر روزے رکھتا ہے، عمر نے یہ سنکر اسکے شوہر کی تعریف کی اور اسکے لئے مغفرت طلب کی، عورت کو شرم ائی کہ اس سے واضح اپنی بات کہے اور اندرونی بات بیان کرے، کعب نے عمر سے کہا، اے خلیفہ وہ عورت اپ کے پاس اسلئے نہیں ائی تھی کہ اپ کی خوشنودی حاصل کرے اسکا مقصد تھا کہ وہ نماز روزے کرتا ہے، اور حق زوجیت ادا نہیں کرتا، عمر نے کعب کی بات سنی تو چونک پڑے حکم دیا عورت کو حاضر کیا جائے، تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس عورت کا مقصد یہی تھا، انھوں نے کعب کی معاملہ فہمی دیکھ کر اس عورت کا فیصلہ انھیں کے حوالے کر دیا، کعب نے کہا یہ مرد اپنے اوقات چار حصوں میں بانٹ دے، ایک حصہ اپنے بیوی بچوں سے مخصوص کرے، بقیہ اوقات عبادت اور دوسرے کاموں میں صرف کرے، اس فیصلے سے عمر کو بڑی حیرت ہوئی اسی لئے شہر بصرہ کا انھیں جج بنا دیا، یہاں تک کہ وہ جنگ جمل کے دن قتل ہوئے

ابن سعد نے اس شخص کا نام نہیں بتایا ہے جس نے عائشہ کو کعب سے ملاقات پر ابھارا، لیکن عظیم شیعہ عالم شیخ مفید نے اس پیشکش کی نسبت طلحہ وزبیر کی طرف دی ہے_

ان کا بیان ہے کہ: منجملہ ان قبائل کے جنھوں نے طلحہ وزبیر کی بیعت نہیں کی، ایک قبیلہ ازد بھی تھا، کیونکہ کعب بن سور جو قاضی بصرہ اور قبیلہ ازد کا رئیس بھی تھا، اس نے طلحہ وزبیر کی بیعت نہیں کی قبیلہ ازد والوں نے کعب کی پیروی کرتے ہوئے انکی بیعت نہیں کی طلحہ وزبیر نے کسی کو کعب کے پاس بھیجکر حمایت کرنے کی درخواست کی لیکن کعب نے انکار کرتے ہوئے کہا:

اج ہمارا بر تائو یہ ہو گا کہ دونوں لشکر سے علحدہ رہونگا، نہ تمھاری حمایت میں اقدام کروں گا نہ مخالفت میں اقدام کرونگا، طلحہ وزبیر نے کعب کی بات نہیں مانی_ انہوں نے باہم رائے قائم کی کہ ہمیں کعب کو............ کو غیر جانبدار نہیں رہنے دینا چاہئے، انھیں اپنی حمایت پر امادہ کرنا چاہئے، تاکہ اسکی طاقت سے استفادہ کیا جاسکے، اگر وہ علحدہ رہا تو قبیلہ ازد کے تمام افراد علحدہ رہیں گے، اسی وجہ سے طلحہ وزبیر کعب کے گھر گئے اور ملاقات کی اجازت مانگی کعب نے انھیں اجازت نہیں دی، طلحہ وزبیر واپس ہو کر عائشہ کے پاس گئے اور ان سے اس خطرناک مسئلے کے بارے میں سمجھا کر رائے دی کہ خود وہی جاکر اسکی حمایت طلب کریں عائشہ نے پہلے کعب کے یہاں جانا مناسب نہیں سمجھا اور ایک شخص کو بھیج کر ملاقات کے لئے بلایا، کعب نے عائشہ کی دعوت ٹھکرادی اور ملاقات سے انکار کیا، جب طلحہ وزبیر نے یہ صورتحال دیکھی تو عائشہ کو اس بات پر امادہ کیا کہ وہ خود ہی کعب کے گھر پر چلیں_

انھوں نے کہا کہ: اے عائشہ اگر کعب نے ہماری حمایت نہیں کی تو یہ بات طئے ہے کہ بصرہ کا سب سے بڑا قبیلہ ازد ہماری حمایت نہیں کریگا، اسکے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اپ خود مرکب پر سوار ہو کر ان کے گھر چلیں، شاید اپ کی حیثیت کے احترام سے متاثر ہو کر اپ کی پیشکش کو نہ ٹھکرائے_

طلحہ وزبیر نے باتیں اتنی زیادہ کرڈالیں اتنا اصرار کیا کہ عائشہ مجبور ہو کر خچر پر سوار ہوئیں اور بہت سے معززین بصرہ گرداگرد کعب کے گھر کی طرف چلیں، عائشہ نے وہاں پر کعب سے بہت زیادہ اصرار کے ساتھ اس طرح بات کی کہ گوشہ خانہ کا شخص میدان جنگ میں کھنچ کر اگیا، بلکہ اپنے لشکر کا پرچم بردار بنالیا_

مبرد نے کامل میں لکھا ہے کہ: جنگ جمل کے دن کعب نے قران گردن میں حمائل کرکے اپنے تین یا چار

بھائیوں کے ساتھ لشکر عائشہ میں شمولیت اختیار کی، دل وجان سے جنگ کرتے کرتے قتل ہوئے انکی ماں لاش پر اکر یہ اشعار پڑھنے لگیں

یاعین جودی بدمع سرب

علی فتیۃ من خیار العرب

ومالھم غیر حین النفو

س ای امیر قریش غلب (1)

اے انکھ، بہت زیادہ انسوئوں کی بارش کر ان جوانوں پر جو عرب کے بہت اچھے شہسوار تھے

ایسے جوان جنھیں یہ تمیز نہیں تھی کہ اس جنگ میں قریش کے دوامیروں میں سے کون فتحیاب ہو گا_

علی کامیاب ہوں گے، یا طلحہ اور اسکے ساتھی؟

ان جوانوں کی ماں نے اپنے اشعار میں یہ سمجھانا چاہاہے کہ کعب اور اسکے بھائی دل سے تو غیر جانبدار تھے لیکن عائشہ کے اصرار نے انھیں میدان جنگ میں گھسیٹا اور موت کے منھ میں ڈھکیل دیا

## اونٹ کی لجام قریش کے ہاتھ میں

جب کعب بن سور قتل ہوئے تو سب سے پہلے قریش نے بڑھکر لجام تھامی اور وہ اونٹ کے لجام بردار بن گئے، انھیں میں ابوجھل کا (نواسہ) عبدالرحمن بن عتاب بھی تھا، اس نے لجام تھام لی اور اونٹ کو کھینچتا پھر رہا تھا، اور جنگ کرتے ہوئے یہ رجز پڑھ رہا تھا_

میں ہوں عتاب کا فرزند، میری تلوار کا نام ولول ہے_

اس اونٹ کی راہ میں قتل ہونا میرے لئے باعث فخر اور مایہ شرافت ہے

---

1_ اس بات کی تمام باتوں کے حوالے، طبری ج 5 ص 219 ،استیعاب ص 221 ،اسد الغابہ ج 3 ص 242 _ اصابہ ج 3 ص 297 ، نہج البلاغہ ج 2 ص 81 ،طبقات بن سعد ج 7 ص 94 ، تاریخ جمل شیخ مفید ص 156

کامل ابن اثیر ج 3 ص 242

انا بن عتاب و سیفی ولول

والموت عند الجمل المجلل

عائشہ کے دوسرے لجام بردار عبد الرحمن نے اسطرح اپنے رجز سے لشکر والوں کو جانبازی پر ابھارا، خود بھی شدید جنگ کی، اس اونٹ اور اسکے سوار کی جان و دل سے مدافعت کی، اسی درمیان حضرت علی(ع) کے لشکر نے اس پر حملہ کر کے ہاتھ بدن سے جدا کر دیا، اور اس طرح وہ قتل ہو گیا_

عبد الرحمن کے بعد قریش کے ستّر ادمیوں نے اونٹ کی لجام ہاتھ میں تھامی اور سب نے جان دی، جو بھی لجام تھامتا فوراًہی تیر و تلوار سے موت کے گھاٹ اتر جاتا یا اسکے ہاتھ کٹ جاتے

## اونٹ کی لجام بنی ناجیہ کے ہاتھ میں

قریش کے بعد خاندان ناجیہ اگے بڑھا اور سبقت کر کے لجام تھام لی، عائشہ کا طریقہ یہ تھا کہ جو بھی لجام تھامتا اسے پہچاننے کے لئے سوالات کرتیں، یہ کون ہے ؟ کہاں کا رہنے والا ہے، کس قبیلے سے ہے _

جب خاندان ناجیہ نے لجام تھامی تو عائشہ نے پوچھا، یہ کون لوگ ہیں کس قبیلے سے ہیں جنھوں نے لجام تھام لی ہے، کہا گیا بنی ناجیہ ہیں عائشہ نے انھیں تشویق دلاتے ہوئے کہا: صبر و استقامت دکھائو جم کر لڑو کیونکہ میں تمہارے قبیلے میں غیرت و شجاعت دیکھ رہی ہوں، تم تو قریش سے ہو عائشہ نے یہ جملہ اس حساس موقع پر اسلئے کہا کہ بنی ناجیہ کا قریش کے قبیلے سے ہونے کے بارے میں اختلاف ہے، بعض ماہرین انساب انھیں قبیلہء قریش سے نہیں مانتے(1) دوسرے یہ کہ بنی ناجیہ کی قبیلہ قریش سے بیگانگی اس قبیلے کے لئے باعث ننگ تھی جس کی وجہ سے معاشرے میں وہ بدنام تھے، یہی وجہ تھی کہ

---

1_ بنی ناجیہ کے قرشی ہونے پر علماء انساب میں اختلاف ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بنی ناجیہ کی ماں کا نام ناجیہ تھا، ماں کے نام سے یہ خاندان مشہور ہوا، ناجیہ بھی لوی بن غالب کے بھائی سامہ کی بیوی تھی، اخر کار ناجیہ کا باپ سامہ اختلاف کی وجہ سے مکہ سے چلا گیا، بحرین میں رہتا تھا وہیں سانپ نے کاٹ لیا اور وہ مر گیا، کچھ دوسرے ماھرین کہتے ہیں کہ بنی ناجیہ قریش سے نہیں ہیں کیونکہ ناجیہ اگرچہ سامہ بن لوی قرشی کی بیوی تھی لیکن سامہ اسکا لڑکا نہیں تھا، اس نے دوسرے مرد بحرینی سے شادی کی تھی جسکا نام حارث تھا، وہ بچپن میں یتیم ہو گیا، ناجیہ اسے لیکر مکہ اگئی اور کعب سے کہا یہ اپ کے بھائی کا بیٹا ہے، کعب نے قبول کر لیا اتفاقاً ایک بحرینی نے اکر سارا واقعہ بیان کیا تو حارث نے چچا کی مخالفت کی وجہ سے بحرین واپس گیا، اسی لئے وہ قریشی نہیں ہے اغاني--:203/10_205، شرح نہج البلاغہ:120/3_ 121

موقع شناس عائشہ نے اس حساس موقع پر انھیں قبیلہ قریش سے ہونے کا اقرار کر کے تشویق دلائی، اور جانبداری وفداکاری کیلئے ابھارا، اس قبیلے کے معززین نے لجام تھام کر اپنی جان دی_

## لجام قبیلہ ازد کے ہاتھوں

خاندان ضبہ کے افراد نے ایک ایک کر کے لجام تھامی اور قتل ہوتے گئے ان کے بعد قبیلہ ازد والے اگے بڑھے اور لجام شتر ہاتھ میں لی، عائشہ نے معمول کے مطابق پوچھا، تم لوگ کس قبیلے سے ہو، انھوں نے کہا ہم ازد سے ہیں، عائشہ نے کہا:

عائشہ نے کہان: _ ہاں ازدی ازاد مرد ہیں جو شدائد میں صبر کرتے ہیں، اس جملے کا بھی اضافہ کیا کہ جب تک بنی ضبہ تھے میں اپنے لشکر میں فتحمندی کے اثار محسوس کر رہی تھی لیکن اب ان کے بعد میں فتح سے ناامید ہو چکی ہوں _

عائشہ نے ان جملوں سے قبیلہ ازد کو بھڑکایا تاکہ وہ دل وجان سے جنگ کریں_

قبیلہ ازد میں سب سے پہلے لجام عمرو بن اشرف ازدی نے تھامی، وہ ایسا بہادر تھا کہ جو بھی اسکے قریب اتا ایک ہی ضرب میں قتل ہو جاتا، وہ لوگوں کو ہیجان میں لانے کیلئے رجز پڑھ رہا تھا_

اے اماں جان، اے بہترین مادر کیا اپ نہیں دیکھ رہی ہیں کہ اپ کے سامنے کیسے کیسے بہادر اپنی شجاعت کا مظاہرہ کر رہے ہیں کیسے کیسے مردان عظیم اپ کے احترام میں نیزہ و تلوار چلا رہے ہیں، اپ کی راہ جسموں کی تلاش ہو رہی ہے، ہاتھ جدا ہو رہے ہیں، مغز اور کھوپڑیاں اڑ رہی ہیں

(یا امنا یا خیر ام نعلم...... اماترین کم شجاعاً یکلم......... و تختلی ھامتہ والمعصم)

اتفاقاً اسی درمیان جبکہ ابن اشرف رجز خوانی میں مصروف تھا اسکے چچیرے بھائی حارث بن زھرہ ازدی نے حضرت علی (ع) کے لشکر سے نکل کر اس پر حملہ کیا، یہ دونوں بھائی اپس میں گتھ گئے دونوں میں اتنی تلواریں چلیں کہ زمین پر گر گئے، ان دونوں کی طاقت ازمائی کی اتنی گرد اڑی کہ مطلع غبار الودہ ہو گیا، یہاں تک کہ دونوں ہی مر گئے،

اسطرح عائشہ کی لجام پکڑے ہوئے_ عمرو بن اشرف کے ساتھ قبیلہ ازد کے تیرہ افراد نے ایک کے بعد ایک اپنی جان دیدی(1)

## ایک عجیب داستان

مشہور مورخ مدائنی اس طرح لکھتاہے:

راوی کا بیان ہے کہ: میں نے بصرہ میں ایسے شخص کو دیکھا جس کے کان کٹے ہوئے تھے، میں نے اس سے کان ضائع ہونے کی وجہ پوچھی، اس نے جواب میں کہا کہ میں جنگ جمل ختم ہونے کے بعد مقتولوں کے درمیان قریب سے تماشہ دیکھ رہاتھا_

اس ہنگام میری نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جسکی سانس چل رہی تھی، وہ اپنے بدن کو حرکت دیتے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہاتھا_

ہماری ماں عائشہ نے ہمیں موت کے منھ میں ڈھکیل دیا، جبکہ ہم انکے فرمان سے منھ نہیں پھرارہے تھے، اور جاں بازی کے ساتھ ان کے سامنے بڑھ بڑھ کے جنگ کررہے تھے.یہاں تک کہ ہم موت سے سیراب ہوئے_

ہم قبیلہ ضبہ والوں نے اپنی ماں کے سامنے اس طرح رزم ارائي کی کہ ان کے ساتھیوں کو اور ان کو دوسروں کے حمایت کی ضرورت نہیں رہی_

ہم پر افسوس ہے کہ بنی تیم کے مٹھی بھر افراد جو غلاموں اور کنیزوں کی طرح تھے ہم نے ایسے ذلیلوں کی اطاعت کی_

لقد راودتنا حوۃ الموت امنا

فلم ننصرف الاونحن رواء

لقد کان عن نصرابن ضبۃ امہ

وشیعتھا مندوحۃ وغناء

اطعنابنی تیم ابن مرۃ شقو_ۃ

وھل تیم الا اعبد واماء

وہ شخص نزع کے عالم میں اسی طرح اشعار پڑھتارہا، میں نے حیرت سے پوچھا، اے شخص کیایہ وقت شعر گنگنانے کاہے؟ زبان پر کلمہ توحید اور شھادتین جاری کرو لا الہ الا اللہ کہو_

اس نے مجھے جواب دیا، اے فاحشہ کے جنے تو کیا بک رہا ہے، تو چاہتا ہے کہ موت کے وقت میں اظہار بیچار گی کروں؟

میں اس سے علحدہ ہونا چاہتا تھا کہ اس نے کہا:

مجھے کلمہ شہادتین پڑھائو، میں اسے شہادتین پڑھانے کیلئے قریب ہوا تو جھپٹ کر اس نے میرا کان دانتوں سے دبالیا، اور جڑ سے اکھاڑ ڈالا_

میں درد سے چلانے لگا، برا بھلا کہنے لگا لعن طعن کرنے لگا تو بولا، اس لعن طعن سے فائدہ کیا ہے؟

اگر تم اپنی ماں کے پاس جانا اور وہ پوچھے کہ کس نے تمھاری یہ گت بنائي ہے تو جواب دینا کہ عمیر بن اہلب ضبی نے، اسی عمیر نے جو عائشہ جیسی عورت کے فریب کا شکار ہوا جو حکومت پر قبضہ کر کے امیر المومنین بننا چاہتی تھی(1)

طبری نے یہ داستان اس طرح لکھی ہے کہ: ایک دوستدار علی کا بیان ہے کہ میں نے میدان جنگ میں ایک زخمی شخص کو دیکھا جو اپنے خون میں نہایا ہوا تڑپ رہا تھا، وہ اپنی اخری سانسیں گن رہا تھا لیکن اسی حال میں اشعار بھی گنگنا رہا تھا، میرے اوپر اسکی نظر پڑی تو بولا، ائو ذرا مجھے کلمہ شہادتین پڑھادو میں اسکے پاس پہونچا، پوچھا کس شہر اور قوم سے تمھارا تعلق ہے؟ میں نے کہا، کوفے کا باشندہ ہوں_

بولا ذرا اپنا سر میرے قریب لائو تا کہ تمھاری بات اچھی طرح سنوں، میں نے قریب کیا تو جھپٹ کر دانت سے میرے کان پکڑ لئے اور اسے جڑ سے اکھاڑ ڈالا(2)

## رجز خوانیاں

ابن ابی الحدید معتزلی نے مدائنی اور واقدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ: معرکہ ارائیوں کی تاریخ میں جنگ جمل سے زیادہ کوئي ایسی جنگ نہیں ہے جسمیں اس سے زیادہ رجز خوانیاں ہوئي ہوں، زیادہ تر رجز بنی ضبہ اور بنی ازد نے پڑھے، یہ دونوں قبیلے مہار شتر تھامے ہوئے حمایت میں رجز پڑھکر دوسروں کو جنگ پر ابھار رہے تھے، اس کے چند

---

1_ مروج الذھب درحاشیہ کامل ج 5 ص199 ، کامل بن اثیر ج 3 ص100

2_ طبری ج 5 ص213

نمونے ملاحظہ ہوں_

ابن ابی الحدید بحوالہ واقدی و مدائنی نقل کرتا ہے کہ لشکر بصرہ عائشہ کے اونٹ کے گرد حلقہ کئے ہوا تھا سبھی باہم ایک اواز اور ایک اھنگ کے ساتھ نعرے لگا رہے تھے_

اے عائشہ اے مادر مہربان اپنے دل میں ذرا بھی خوف وہراس پیدا نہ کیجئے، کیونکہ ہم اپنی تمام توانائیوں اور فداکاریوں کے ساتھ اپ کے اونٹ کا حلقہ کئے ہوئے ہیں، ہم اسے ہر قسم کے خطرے سے بچائیں گے_

اماں جان جب تک دنیا قائم ہے کوئی بھی ہمیں اس اونٹ کے اطراف سے نہیں ہٹا سکتا، نہ ہمیں منتشر کرکے اپ کو اکیلا کر سکتا ہے_

اماں جان کون سی طاقت تمہیں نقصان پہونچا سکتی ہے حالانکہ جنگجو اور بہادر اپ کا حلقہ کئے ہوئے ہیں_

قبیلہ ہمدان کے شجاع مرد بہترین تلوار چلانے والے اپ کی حمایت کر رہے ہیں اور قبیلہ ازد کے بہترین تلوار چلانے والے اپ کی حمایت کر رہے ہیں، جنھیں زمانے کی سختیوں اور مصائب نے کبھی ہراساں نہیں کیا ابن ابی الحدید نے اس رجز کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ لشکر بصرہ سے ایک بوڑھا، خوش وضع اور خوبصورت نکلا جسکے بدن پر جبہ بھی تھا اس نے بڑے جوشیلے انداز میں قبیلہ ازد سے خطاب کیا_

اے قبیلہ ازد کے لوگو اپنی مادر مہربان عائشہ کی مدد کرو کیونکہ یہی حمایت تمھاری نماز روزہ ہے، ان کی تمام حیثیت کا احترام تمھارے اوپر واجب ہے، ان کے حریم کا دفاع کرنے میں اپنی تمام توانائیاں صرف کر دینا چاہئے ایسا نہ ہو کہ دشمنوں کی ٹولی تمھارے اوپر فتح پالیں کیونکہ اگر دشمن نے تم پر فتح پالی تو تمھیں قیدی بنالے گا اور تمھارے اوپر ہر طرح کا ظلم و ستم ڈھائے گا، اسوقت تمھارے بوڑھے مرد و عورت پر بھی رحم نہ کرے گا، اے جواں مردوا ے شہ سوارو، اے قبیلہ ازد والو، چوکنّا ہو کہیں اس جنگ میں تم لوگوں کو شکست و

ہزیمت کا منھ نہ دیکھنا پڑے(1)

یا امنا یکفیک منا دنوہ
لن یوخذ الدھر الخطام عنوہ
وحولک الیوم رجال شنوہ
وحی ھمدان رجال الھبوہ
والمالکیون القلیلوا الکبوۃ
والازدحی لیس فیھم نبوہ
یا معشر الازد علیکم امکم
فانھا صلاتکم وصومکم
والحرمۃ العظمی التی تعمکم
فاحضروھا جدکم وحزمکم
لایغلبن سم العدو سمکم
ان العدو ان علاکم زکم(1)

مدائنی اور واقدی نے اس رجز کے ذیل میں اس نکتے کی بھی نشاندہی کی ہے کہ اس رجز کا مضمون طلحہ وزبیر کے اس تاریخی تقریر کی تائید کرتا ہے جسمیں انھوں نے کہا تھا_

اے بصرہ والو_ چوکنا رہو کہ اگر علی(ع) تمھارے اوپر فتحمند ہوئے تو تمہیں ملیامیٹ اور پامال کرڈالیں گے، تم میں سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے، اپنا تحفظ کرو، اگر علی(ع) تم پر کامیاب ہوگئے تو تمہارے مردوں کا احترام ختم کردیں گے اور تمہاری عورتوں کو اسیر کرلیں گے، تمھارے بچوں کو تلوار کی باڑھ پر رکھ لیں گے، تم پر لازم ہے کہ مردانہ وار قیام کرو، تاکہ اپنے ناموس کا تحفظ کرسکو، موت کو رسوائی پر ترجیح دو اور علی(ع) سے اسطرح جنگ کرو کہ انھیں اپنے وطن سے نکال باہر کرسکو، ابومخنف کا بیان ہے کہ جتنے بھی رجز خوان یا شاعر اس بارے میں نغمہ سرا ہوئے ہیں، ان میں کوئی بھی اس بوڑھے سے بازی نہیں لے جاسکا، جس کی بہترین شاعری نے لوگوں کو جھنجوڑ کر رکھ دیا، جس وقت بصرہ والوں نے اسکا رجز سنا تو تڑپ کر اپنی صفوں سے شدید تر حملہ کیا اور دوسروں سے زیادہ عائشہ کے اونٹ کے گرد اکر صبر واستقامت دکھایا_

طبری کا بیان:

جنگ جمل میں عمرو بن یثربی نے اپنے قبیلہ ازد والوں کو اسطرح ابھارا و کہ ان میں سے ایک کے بعد ایک لجام شتر تھامتے اور شدید تر جنگ کرکے اپنی مادر گرامی عائشہ کا جان ودل سے دفاع کرتے رہے، وہ اس

اس وقت یہ اشعار پڑھ رہے تھے_

ہم قبیلہ ضبہ والے ہیں، تلوار اور موت سے نہیں ڈرتے_

دشمنوں کے سروں کو درخت کی طرح کاٹ ڈالیں گے ان کا خون سیلاب کی طرح بہادیں گے، اے مادر گرامی عائشہ اپ ذرا بھی خوف نہ کیجئے کیونکہ اپ کے توانا اور شجاع بیٹے اپ کے گرد تلوار لئے کھڑے ہیں، اے ہماری ماں_ اے زوجہ رسول اپ ہی سرچشمہ رحمت و برکت ہیں، اپ ہی عالمین کے پاک رہبر کی زوجہ ہیں(1)

4_ بنی ضبہ کا ایک جیالا عوف بن قطن لشکر عائشہ سے نکلا اور چلانے لگا_

اے لوگو عثمان کا خون علی اور ان کے فرزندوں کی گردن پر ہے_

یہ کہہ کر اس نے اونٹ کی لجام تھام لی اور جنگ کرنے لگا جنگ کرتے ہوئے وہ یہ رجز پڑھ رہا تھا اے ماںَ اے ہماری ماں_ میں وطن سے دور ہوں نہ تو قبر کا طلبگار ہوں نہ کفن کا یہیں سے عوف بن قطن حشر کے میدان میں اٹھے گا ہماری زندگی یہیں ختم ہونا چاہیئے اور اسی بیابان سے صحرائے محشر میں اٹھوں گا_

اگر اج علی (ع) ہمارے خونین پنجے سے چھٹکارا پا جائیں تو ہم بڑے ہی گھاٹے میں رہیں گے اور اگر ان کے جگر گوشوں حسن و حسین کو زندگی کا خاتمہ نہ کر سکیں تو ہمارے لئے مناسب ہے کہ ہم مارے غم واندوہ کے جان دیدیں(2) عوف بن قطن نے یہ رجز پڑھتے ہوئے حضرت علی (ع) کے لشکر پر حملہ کیا، سخت جنگ کرتے ہوئے قتل ہوگیا_

---

1_
نحن بنو ضنبۃ لا نفر
حتی نری جما جما تخر
یخر منا العلق المحمر
کل بنیک بطل شجاع
یا امنا یا عیش لن تراعی
یا امنا یا زوجۃ النبی
یا زوجۃ المبارک المھدی

5_ ابومخنف کا بیان ہے: بصرہ کا مشہور و رئیس اور دولتمند شخص عبداللہ بن خلف خزاعی حکومت عمر و عثمان کے ایام میں بیت المال کا محاسب تھا، جنگ جمل کے موقع پر عائشه کے لشکر والوں کا میزبان تھا وہ صف سے نکلا اور حضرت علی(ع) کے سپاہیوں کے سامنے اکر رسم کے مطابق اپنا مبارز طلب کیا، اس نے ہانک لگائی کہ سوائے علی کے کوئی دوسرا میرے مقابلے میں نہ ائے، ہاں، علی ہی مجھ سے جنگ کیلئے ائیں تا کہ جنگ تمام کی جائے اور خونریزی ختم ہو پھر وہ حضرت علی(ع) کو للکارتے ہوئے بولا_

اے ابو تراب میں ایک بالشت بڑھکر تمہارے سامنے ایا ہوں تم بھی جرائت پیدا کرو اور میرا مقابلہ کرنے کیلئے ایک انگل اگے بڑھو، اے علی، تمہاری عداوت میرے سینے میں بوجھ بنی ہوئی ہے، تمھاری دشمنی سے میرا سینہ دہک رہا ہے، قدم اگے بڑھائو، ذرا سامنے ائو کہ تمھارا خون بہا کر اپنے دل کی اگ ٹھنڈی کروں(1) عبداللہ یہ رجز پڑھ کر حضرت علی(ع) کو مقابلے کیلئے پکارنے لگا امیر المومنین حضرت علي(ع) نے لشکر سے نکل کر میدان میں قدم رکھا اور ایک ہی تلوار کی ضرب سے اسکا بھیجہ نکال کر زمین پر بہا دیا اور قتل کر ڈالا(2)

## عبداللہ اور مالک اشتر کی جنگ

طبری نے خود عبداللہ بن زبیر کا بیان نقل کیا ہے کہ:

جنگ جمل میں مجھے تلوار اور نیزے کے سینتیس زخم لگے تھے_ اگرچہ اس دن میرے لشکر کی کثرت تعداد کے اعتبار سے یہ حالت تھی سیاہ پہاڑ نظر اتا تھا جو کسی بھی طاقت سے شکست کھانے والا نہیں تھا اس حالت میں ہمیں ایسی شکست ہوئی جسکی مثال نظر نہیں اتی ابن زبیر مزید کہتے ہیں کہ اس جنگ میں جو بھی اونٹ کی لجام ہاتھ میں لیتا تھا وہیں ڈھیر ہو جاتا تھا_ حالانکہ سینتیس زخم میرے بدن پر تھے میں نے اسی حالت میں اونٹ کی مہار تھام لی_ عائشه نے پوچھا اونٹ کی مہار کس نے تھام لی ہے؟

---

1_

ابا تراب ادن منی فترا

وان صدری علیک غمرا

فانی الیک شبرا

شرح نہج البلاغہ ج 1, ص, 261,262 تاریخ ابن اعثم

2_ شرح نہج البلاغہ ج 1, 261,وفتوح ابن اعثم

میں نے کہا_ میں عبد اللہ بن زبیر ہوں_

چونکہ عائشہ دیکھ رہی تھیں کہ جس نے بھی مہار شتر ہاتھ میں لی جان سے ہاتھ دھویا_ بے اختیار صدائے فریاد بلند کی_ واثکل اسماء.......... ہائے میری بہن اسماء اپنے فرزند کے سوگ میں بیٹھ گئی_

عبد اللہ کہتے ہیں کہ اسی درمیان میری نظر مالک اشتر پر پڑی میں اسے پہچان کر اس سے گتھ گیا_ یہاں تک کہ دونوں ہی زمین پر گر گئے_ میں چلّانے لگا_ لوگو_ مالک کو قتل کر دو اسے قتل کر دو چاہے مجھے بھی قتل ہونا پڑے دونوں طرف کے لشکر سے ڈھیر سارے افراد جمع ہو گئے_ ہر ایک اپنے اپنے سپاہی کی دفاع میں کوشش کر رہا تھا_ ہم دونوں ایک دوسرے کی دھینگا مشتی میں اس قدر تھک گئے تھے کہ ایک دوسرے سے علحدہ ہونے کے بعد میری اتنی طاقت نہیں رہ گئی کہ اونٹ کی مہار تھام سکوں واقدی نے بھی مالک اشتر اور ابن زبیر کی جنگ کا حال یوں نقل کیا ہے عبد اللہ جنگ کی غرض سے میدان میں ئے_ حضرت علي(ع) کے لشکر کے مقابل کھڑے ہو کر اپنا مقابل طلب کیا_ ان سے مقابلہ کے لیے مالک اشتر کھڑے ہوے_ جب یہ دونوں جیالے ایک دوسرے کے امنے سامنے ہوئے تو عائشہ نے پوچھا_ عبد اللہ سے مقابلہ کے لئے کون ایا ہے؟ لوگوں نے کہا_ اشتر

عائشہ نے اشتر کا نام سنکر بے اختیار نعرہ لگایا واثکل اسماء.......... بالاخر دونوں بہادروں میں جنگ ہونے لگی_ تلواریں ایک دوسرے سے ٹکرانے لگی_ ایک دوسرے کے بدن زخموں سے چور ہونے لگے یہاں تک کہ تلواریں بیکار ہو گئیں_ مالک اشتر بوڑھے تھے اسی کے ساتھ بھوکے بھی تھے_ کیونکہ وہ جنگ کے موقع پر تین دن برابر کھانا نہیں کھائے تھے_ اس حالت میں بھی عبد اللہ کو زمین پر گرادیا_ اور اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھے اسی ھنگام دونوں طرف کے لشکر سے لوگ وہاں جمع ہو گئے_ عبد اللہ کے ساتھی اسکی نجات کے لئے کوشاں تھے_

مالک اشتر کے ساتھی بھی انکے چھٹکارے کی کوشش کر رہے تھے_

داللہ بن زبیر زور سے چلاّئے_ لوگوں_ مالک اشتر کو قتل کر دو چاہے اسمیں مجھے بھی قتل ہونا پڑے_

لیکن اس وقت دونوں طرف کے لشکر سے اتنے لوگ جمع ہو گئے تھے کہ میدان کی حالت اشفتہ تھي_ لوگ ان دونوں کی تشخیص کرنے سے قاصر تھے_ اس وجہ سے ان دونوں کی جنگ طول پکڑتی گئی_

اخر کسی نہ کسی طرح عبد اللہ بن زبیر نے اپنے کو مالک اشتر کے چنگل سے نکالا اور میدان سے فرار کر گئے_

صاحب عقد الفرید نے اس واقعہ کے بعد عبد اللہ بن زبیر کا بیان نقل کیا ہے کہ مالک اشتر نے مجھے دبوچکر گڑھے میں ڈال دیا اور کہا اے عبد اللہ اگر تیری رشتہ داری رسول خدا(ص) سے نہ ہوتی تو تیرے بدن کے جوڑ جوڑ علحدہ کر دیتا (1)

طبری نے علقمہ کا بیان نقل کیا ہے کہ میں نے ایک دن مالک اشتر سے پوچھا_ تم قتل عثمان کے مخالف تھے تم نے کیسے جنگ جمل میں شرکت کی جس مین ہزاروں افراد قتل کیے گئے مالک نے میرا جواب دیا_ جب لشکر عائشہ نے علی کی بیعت کی اور پھر اپنی ہی بیعت توڑ دی تو ایسی بیعت شکنی اور علی کی مخالفت نے مجھے اس جنگ میں شریک ہونے پر امادہ کیا_ لیکن ان میں سب سے زیادہ گنہگار اور خطاکار عبد اللہ بن زبیر تھا_ کیونکہ اسنے عائشہ کو علی سے جنگ پر ابھارا وہی تھا جس نے اپنے باپ کو علی سے جنگ کرنے کیلئے بھڑکایا عائشہ اور زبیر دونوں ہی جنگ سے دست بردار ہوگئے تھے ان دونوں کو اسی ابن زبیر نے دوبارہ میدان جنگ میں گھسیٹا_ میں خدا سے دعا کرتا تھا کہ اسے قیدی بنالوں اور اسکے کرتوتوں کی سزا دوں_ خدا نے بھی میری دعا سن لی اور موقع غنیمت دیکھ کر گھوڑے پر سوار ہوا_ اور بھرپور قوّت کے ساتھ اس پر تلوار کی ضرب لگا کر اسے گرا دیا اور ذلّت کی خاک چٹائی_

ایک دن علقمہ نے مالک سے پوچھا_ کیا عبد اللہ بن زبیر نے کہا تھا کہ اقتلونی ومالکا_ مالک کو قتل کردو چاہے مجھے بھی قتل ہونا پڑے_ مالک نے جواب دیا_ نہیں_ یہ جملہ اسنے نہیں کہا تھا_ کیونکہ میں عبد اللہ کو قتل نہ کرتا_ صرف ایک تلوار چلا کے ہاتھ روک لیا تھا_ میرے دل میں خیال ایا اور میرے جذبات اس کے بارے میں بھڑک اٹھے_ اس کے بعد میں نے اس کے قتل کا ارادہ بدل دیا_

اس کے بعد مالک نے کہا: اصل میں یہ جملہ مذکورہ عبد الرّحمان بن عتاب نے کہا تھا_ اس دن وہ چلاّ کر بولا_ مجھے اور مالک دونوں کو قتل کردو اس کا مقصد یہ تھا کہ مالک کو قتل کردو چاہے اس کے ساتھ مجھے بھی قتل ہونا پڑے_ لیکن میدان جنگ کی حالت اس قدر درہم برہم تھی کہ عبد اللہ کے ساتھیوں کو میری پہچان نہ ہوسکی_ ورنہ مجھے تو قتل ہی کر دیتے_

---

1_ عبد اللہ کے باپ زبیر کی ماں صفیہ جناب رسول خدا(ص) کی پھوپھی تھی اسی رشتہ داری کی وجہ سے مالک اشتر نے ابن زبیر کو قتل نہیں کیا

طبری کا بیان ہے کہ: جنگ جمل میں عبداللہ بن زبیر کو بہت زیادہ زخم لگے تھے_ اسنے اپنے کو مقتولوں کے درمیان ڈال دیا تھا جنگ ختم ہونے کے بعد اسکا علاج معالجہ کیا گیا اور زخم ٹھیک ہو گئے_

جنگ جمل میں عبداللہ اگرچہ قتل تو نہیں ہوا لیکن بے شمار زخموں کی وجہ سے دشمن سے مقابلہ اور جنگی طاقت ختم ہو گئی تھی اسطرح طلحہ و زبیر کے بعد لشکر عائشه کا تیسرا سپہ سالار بھی بیکار ہو گیا_

لیکن کسی کے بھی بیکار ہو جانے سے لشکر عائشه میں کسی قسم کی افراتفری نہیں پھیلی اور جنگ ختم نہیں ہوئی_ کیونکہ اس جنگ میں تمام لوگوں کی نظریں عائشه کے اونٹ پر تھیں_ اسکے اردگرد خون بہتے رہے_ اسکے قریب شہ سواروں کے سر گرتے رہے_ اسی اونٹ کے اگے اگے بصرہ کے جیالے اور سر فروش خزاں رسیدہ پتوں کی طرح گرتے رہے جب تک اونٹ کھڑا تھا_ چل پھر رہا تھا_ جنگ و خونریزی جاری تھی لیکن اکیلے اونٹ کے گرتے ہی' جی ہاں صرف اسی کے گرنے سے جنگ و خونریزی ختم ہو گئی_ (1)

## جنگ اپنے شباب پر پہنچ گئی

طبری کا بیان ہے: حضرت علی(ع) کے میمنہ لشکر نے عائشه کے میسرئہ لشکر پر حملہ کیا اور گھمسان کی جنگ ہونے لگی عائشه کی فوج کے زیادہ قبیلہ ازد اور ضبّہ کے افراد تھے وہ پیچھے ہٹکر عائشه کی پناہ پکڑنے لگے اس طرح وہ ہودج کے اردگرد جمع ہو گئے(2)

ابو مخنف کا بیان ہے:

حضرت علی نے مالک اشتر کو حکم دیا کہ فوج دشمن کے میسرئہ پر حملہ کریں_ مالک نے میسرئہ پر حملہ کیا تو صفیں درہم برہم ہو گئیں اور فوجوں نے بھاگ کر عائشه کے پاس دم لیا میسرئہ کی شکست سے قبیلہ ضبّہ، ازد، عدی، ناجیہ، باہلہ وغیرہ کے تمام افراد نے ایک بار اونٹ کی طرف اپنی توجہ مبذول کی اب وہ اونٹ کی حفاظت کی طرف اپنی

---

1_ طبری 5 _ 210 _ 211 _ ;4 ;2 شرح نہج البلاغہ 871 شرح خطبہ کنتم جنند المراتہ کے ذیل میں کامل بن اثیر 3_99 عقد الفرید 4_ 326 لجنتہ التالیف_ تاریخ بن اعثم_ مروج الذھب_

2_ طبری ج 5 ص207

ساری توجّہ مرکوز کرنے لگے فطری طور سے لشکر علی کے حملہ بھی اسی طرف مرکوز ہوگئے_ اور یہاں جنگ کا دائرہ تنگ ہوگیا اور گھمسان کی جنگ اور خونریزی ہونے لگی_ اس کا نتیجہ اخر یہ ہوا کہ عائشہ کے لشکر کو شکست ہو گئی(1)

مدائنی اور واقدی جیسے مشہور مورخوں نے بتایا ہے کہ

لشکر عائشہ کی صفیں لشکر علی کے پے در پے حملوں سے درہم برہم ہو گئیں بہادروں نے ہر طرف سے لشکر عائشہ کی طرف اپنی توجہ مرکوز کی اونٹ اور ہودج کو اپنے گھیرے میں لے لیا_ اونٹ کے گرد زیادہ تر بنی ضبّہ اور بنی ازد کے لوگ تھے_ وہی سب سے زیادہ جانفشانی کررہے تھے حضرت علی(ع) کے سپاہیوں نے بھی اپنے حملہ اسی طرف موڑ دئے_

ایک چھوٹے سے دائرہ میں جس کا محور عائشہ کا اونٹ تھا اسی کا محاصرہ کر لیا گیا_ حضرت علی(ع) کے سپاہیوں نے اپنے حملوں کا نشانہ عائشہ ہی کے اونٹ کو بنالیا_ عائشہ کے ساتھی بھی شدّت کے ساتھ اس کا دفاع کرنے لگے حضرت علی(ع) کے لشکر کے حملے اور لشکر عائشہ کے دفاع کی وجہ سے اگ اور خون سے بھر پور جنگ شروع ہو گئی_ سر گرنے لگے_ بدن سروں سے جدا ہونے لگے ہاتھ کٹ کٹ کر ہوا میں لہرانے لگے_ پیٹ پھٹنے لگے_ لیکن اس بھیانک صورتحال کے باوجود یہ دونوں قبیلہ چونٹیوں کی طرح اونٹ کے گرد پروانہ وار پھر رہے تھے_ اس قدر استقامت کا مظاہرہ کررہے تھے کہ گھمسان کی جنگ ان میں ذرا بھی خوف وہراس پیدا نہیں کرسکی_ استقامت میں ذرہ برابر بھی تزلزل پیدا نہ کرسکی_ وہ اہنی دیوار کی طرح اپنی تمام قوتوں اور توانائیون کے ساتھ اونٹ کا دفاع کررہے تھے کہ اچانک حضرت علی(ع) کی اواز بلند ہوئی_ اپ نے اپنے لشکر سے خطاب فرمایا ویلکم اعقروا الجمل فانہ شیطان_

تم پر افسوس ہے_ اونٹ کو پے کردو کیونکہ یہ شیطان ہے_

تم پر افسوس ہے_ ان کا پرچم گرادو اونٹ کو پے کردو کیونکہ یہ شیطان کی طرح بدبخت لوگوں کو اپنے گرد جمع کئے ہوا ہے_ جب تک یہ کھڑا ہوا ہے فتنہ وخونریزی جاری رہے گی_ ان میں کا ایک بھی شخص زندہ نہیں رہے گا_ اے لوگو اونٹ کو پے کردو اور اس تمام خونریزی کا خاتمہ کردو_

حضرت علی(ع) کے اس فرمان کے ساتھ ہی تلواریں بلند ہوئی اور مرکزی نقطہ پر شدید حملے شروع ہوگئے_ یہاں تک کہ وہ

---

1_ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج 2 ص 88

منحوس اونٹ ڈھیر ہو گیا_

تاریخ نگاروں کا بیان ہے کہ: جنگ کا دائرہ تنگ تر ہو گیا تھا_ جنگ کیلئے شتر عایشہ کے اطراف میں سمٹ کر رہ گئی تھی_ لوگ اس طرح اسکے گرد پروانہ وار پھر رہے تھے جیسے چکی کہ پائے گھومتے ہیں اونٹ کے اطراف عجیب ادھام کا منظر تھا_ جنگ پورے شباب پر ہونے لگی تھی لوگوں کا شور غوغا اور چیخ پکار اسکے ساتھ اونٹ کی بلبلاہٹ زیادہ ھنگامہ پیدا کر رہی تھی اسی میں حتات مجاشعی نعرہ لگا رہا تھا_ اے لوگو اپنی ماں کی حمایت کرو_ اے لوگو عائشہ کا دفاع کرو اپنی مادر کی نگہبانی کرتے رہو_ یہ دیکھو تمہاری ماں اب ہودج سے گرنے ہی والی ہیں_

اونٹ کے گرد اس قدر وحشت برس رہی تھی کہ لوگ اپس میں گتھ گئے تھے_ ایک دوسرے کو بغیر پہچانے قتل کر رہے تھے حضرت علی (ع) کے ساتھی دشمن کے لشکر پر حملہ کر رہے تھے جدھر حملہ کرتے دشمن کو پراکندہ کر دیتے لیکن پھر بھاگنے والے اونٹ کے گرد جمع ہو جاتے یہاں تک کہ حضرت علی نے نعرہ لگایا_

اے لوگو اونٹ پر تیر برسائو_ اس ملعون اونٹ کو مار کر گرا دو_ حکم ملتے ہی تیر اندازوں نے اونٹ پر تیر بارانی شروع کر دی لیکن اونٹ کو اس قدر اہنی زرہوں اور مضبوط تختوں سے چھپایا گیا تھا کہ تیر اونٹ کے بدن تک نہیں پہنچ رہا تھا اسکی سجاوٹ جیسے محکم قلعہ کی طرح تھی ذرہ برابر بھی اسے گزند نہیں پہنچ رہی تھی_ تیروں کی بارش تختوں پر جا کر جم جاتی تھی_ اونٹ پر اتنے تیر لگے تھے کہ ساہی کی طرح نظر ا رہا تھا_

## ردو لشکر کا شعار

جب عائشہ کے ساتھیوں نے خطرہ کا احساس کیا اور شکست نظر انے لگی اور لشکر علی کی فتح حتمی طریقہ سے نظر انے لگی تو شعر اور رجز کے بجائے شعار لشکر کا نعرہ لگانے لگے یالثارات عثمان (خون عثمان کا انتقام لینے والو اٹھ کھڑے ہو) سارے لشکر عائشہ کا علامتی نعرہ یہی تھا_ ان کے حلق سے یہی اواز نکل رہی تھی_ سبھی مل کر چلاّ رہے تھے_ یالثارات عثمان_ ان لوگوں کے مقابلہ میں حضرت علی (ع) کے ساتھیوں نے بھی یا محمد (ص) کا نعرہ لگانا شروع کیا_ ان کا شعار یہی تھا_

لیکن حضرت علی(ع) نے حکم دیا کہ تم لوگ حضرت رسول خدا(ص) کے شعار سے استفادہ کرنے کے بجائے یا منصور امت(1) کو اپنا جنگی نعرہ قرار دو(2)

## جنگ کا خاتمہ

لشکر عائشہ کے ایک سپاہی کا بیان ہے:

جنگ جمل میں ہماری پارٹی کو ایسی سخت شکست کا منھ دیکھنا پڑا جو اس سے پہلے دیکھی نہ گئی، اس موقع پر عائشہ ہودج میں سوار تھیں اور ان کا اونٹ متواتر تیروں کی بارش سے خار پشت (ساہی) کی طرح ہو گیا تھا(3)

اس بارے میں ابو مخنف کا بیان ہے:

صرف اونٹ پر ہی تیروں کی بارش نہیں کی گئی_ بلکہ عائشہ کا ہودج بھی تیروں کا نشانہ بنایا گیا_ تیروں کی بارش سے کجاوہ بھی کسی خار پشت (ساہی) کی طرح نظر ارہا تھا_

ابو مخنف کہتا ہے:

جب حضرت علی(ع) نے دیکھا کی عائشہ کا اونٹ ہی جنگ کا محور بنا ہوا ہے اور اسی کے ارد گرد خون اچھل رہے ہیں اور ہاتھ کٹ رہے ہیں تو اپ نے عمّار یاسر اور مالک اشر کو حکم دیا کہ جا کر اس منحوس اونٹ کو پے کر دو کیونکہ ان لوگوں نے اسی کو اپنے لئے قبلہ قرار دے لیا ہے_ اور خانہ کعبہ کی طرح اسکا طواف کر رہے ہیں_ جب تک یہ اونٹ کھڑا ہے جنگ ختم نہیں ہوگی_ جب تک یہ اونٹ زندہ ہے لوگ اس پر واری فدا ہو کر اپنا خون نثار کرتے رہیں گے (4)

طبری کا بیان ہے: حضرت علی(ع) نے درمیان لشکر بلند اواز سے فرمایا:

اے لوگو اپنا حملہ اونٹ پر مرکوز کر دو اسے پے کر دو حضرت کے فرمان کے مطابق اپ کے ایک جری سپاہی نے

---

1_ یہ شعار وہ ہے جب مسلمانوں نے حکم رسول کے مطابق بعض جنگوں میں استفادہ کیا تھا یہ دونوں فقرے دو لفظوں سے تشکیل پاتے ہیں ایک ہے یا منصور (یعنی اے لوگو جو خدا کی مدد و نصرت تلے ہو) جملہ دوم ہے اصمت یعنی قتل کر وان دونوں فقروں کا مجموعہ یہ معنی دیتا ہے کہ اے لوگوں جو خدا کی مدد و نصرت سے سرفراز ہو_ اے لوگوں جو حق پر ہو ان لوگو کو قتل کر دو جو ظالم ہیں اور حق سے دور ہیں

2_ شرح نہج البلاغہ ابی الحدید 1 _ 87

صفوں کو توڑ کر اپنے کو عائشہ کے اونٹ کے پاس پہنچا دیا_ اور اس پر تابڑ توڑ تلواریں مارنے لگا_ اونٹ نے اس طرح سے نعرہ لگایا کہ ایسی چیخ کبھی نہ سنی گئی تھی_

اس موقع کو ابو مخنف نے بھی بیان کیا ہے کہ: جب حضرت علی(ع) نے دیکھا کہ تمام قتل اور خونریزی اونٹ کے ہی ارد گرد ہو رہی ہے_ اور جب تک اونٹ زندہ ہے جنگ جاری رہے گی_ تو اپ نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ اونٹ پر حملہ کردو_ خود اپ نے بھی تلوار ہاتھ میں لیکر اس اونٹ پر زبردست حملہ کیا_ اس وقت اونٹ کی مہار قبیلہ ضبّہ کے ہاتھ میں تھی_ ان کے اور لشکر علی کے درمیان گھمسان کی جنگ ہونے لگی_ جنگ کا بنی ضبّہ کی ہی طرف تھا_ اسی کے زیادہ تر لوگ مارے جانے لگے حضرت علی(ع) نے قبیلہ ہمدان اور قبیلہ نخع کے ساتھ سخت حملہ کیا_ دشمن کے افراد کو پراکندہ اور منتشر کردیا_ اسی موقع پر حضرت علی(ع) نے قبیلہ نخع کے ایک شخص جس کا نام بجیر تھا فرمایا_ اے بجیر

یہ اونٹ تمہاری زد پر ہے اس کا کام تمام کردو_ بجیر نے تیزی سے اس اونٹ کی ران پر تلوار چلادی_ اونٹ نے زبردست نعرہ مارا_ اور زمین پر ڈھیر ہوگیا_ جب اونٹ زمین پر گرا تو عائشہ کے تمام فوجی جو چونٹیوں کی طرح اس کا حصار کئے ہوئے تھے' تتر بتر ہوگئے_ سب نے فرار کا راستہ اختیار کیا_ حضرت علی(ع) نے بھی نعرہ لگایا_

اے لوگو ہودج کی طنابیں اور رسیاں کاٹ دو اور ہودج کو اونٹ سے الگ کردو_ اپ کے سپاہیوں نے ہودج ہٹادیا، لوگوں نے عائشہ کے ہودج کو اغوش میں لیکر حضرت کے حکم کے مطابق اونٹ کو قتل کیا اور پھر اسے اگ میں جلادیا اور خاک ہوا میں اڑادی_ چونکہ امام کا یہ حکم تعجب انگیز تھا_ اس لئے اپ نے اس کا حوالہ ایت قرانی سے دیتے ہوے فرمایا:

اے لوگو یہ اونٹ منحوس حیوان اور اگ برسانے والا تھا یہ بنی اسرائیل کے گوسالہ کے شباہت رکھتا تھا وہ بنی اسرائیل میں اور یہ مسلمانوں کے درمیان تھا_ جس نے دونوں کو بدبختی میں پھنسایا_ حضرت موسی نے حکم دیا کہ اس گوسالہ کو اگ میں جلادو اور اسکی خاک دریا میں ڈال دو_ پھر اپ نے اس ایت کی تلاوت کی جو موسی کی زبانی تھی_

و نظر الی الھک...... (1)

---

1_ سورئہ طہ ایت 90

ذرادیکھو اپنے اس معبود کو جس پر تم واری فدا کرتے تھے میں کیسے اگ میں جلارہاہوں اور خاکستر کو سمندر میں ڈال رہاہوں_

جی ہاں_ فساد کے مواد کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہیے_ اور فتنہ واشوب کو اگ میں جلادینا چاہیے (1)

## عائشہ سے کچھ باتیں

عائشہ کی فوج کو شکست ہوئی اور پورے طور سے شکست کے بعد یہ خونریز جنگ جمل اختتام کو پہنچی اور اتش جنگ خاموش ہو گئی (ٹھنڈی پڑ گئی) اس وقت حضرت علی (ع) نے محمد بن ابی بکر کو مامور فرمایا کہ اپنی بہن عائشہ کے لئے جاکر ایک خیمہ نصب کرو اور ان کی دلجوئی کرو اور ان سے پوچھو کہ جنگ میں کوئی تیر یا زخم لگا ہے کہ نہیں ؟

محمد ابن ابی بکر حکم پاتے ہی اپنی بہن کے پاس ائے اور سر کو ہودج میں ڈالا

عائشہ نے پوچھا تم کون ہو_ ؟

میں ہوں محمد_ تمہارا قریبی رشتہ دار لیکن تمھارا خاندانی سخت ترین دشمن

عائشہ نے کہا_ تم خثعمیہ عورت کے فرزند ہو ؟

محمد نے کہا ہاں

عائشہ نے کہا_ میرے ماں باپ تم پر قربان ہو جائیں_ خدا کا شکر ہے کہ اس جنگ میں تمہاری جان سلامت رہی_

مسعودی کہتا ہے :

عائشہ نے پوچھا کہ تم کون ہو ؟ تو محمد نے جواب دیا کہ میں محمد ہوں_ وہ محمد جو تمھارا قریب ترین رشتہ دار ہے لیکن تمھارا بدترین دشمن اس کے بعد کہا اے عائشہ امیر المومنین حضرت علی تمہارا حال پوچھ رہے ہیں اور دلجوئی کے طور پر پوچھا ہے کہ اس جنگ میں تمھیں کوئی زخم تو نہیں لگا ہے ؟

عائشہ نے کہا کہ اس جنگ میں صرف ایک تیر مجھے لگا اور وہ بھی کاری اور موثر نہیں _

## حضرت علی نے عائشہ سے گفتگو کی

محمد ابن ابی بکر کے بعد حضرت علی عائشہ کے خیمہ کی طرف چلے اور ھودج کے سامنے پہنچ کر اس عصا سے جو اپ کے ہاتھ میں تھا ھودج کی طرف اشارہ کرکے فرمایا

اے حمیرا کیا رسول خدا (ص) نے اس فتنہ انگیزی اور مسلمانوں کا خون بہانے کا حکم دیا تھا؟

کیا ایسا نہیں ہے کہ تمہارے شوہر رسول خدا (ص) نے حکم نہیں دیا تھا کہ اپنے گھر سے باہر نہ نکلنا؟

اے عائشہ جو لوگ تمہیں یہاں تک لائے ہیں انھوں نے رسول خدا (ص) کے ساتھ بڑی ناانصافی کی ہے کہ اپنی عورتوں کو تو گھر میں بٹھار کھا ہے لیکن تیرے جیسی زوجہ رسول کو جو اسلام کی خاتون اول ہے میدان جنگ میں گھسیٹ لائے ہیں _

اس موقع پر طبری کا بیان ہے:

محمد ابن ابی بکر نے اپنی بہن عائشہ کو لشکر سے علحدہ ایک خیمہ لگایا _ حضرت علی (ع) اس خیمہ کی پشت پر ائے اور عائشہ سے کچھ باتیں کی _ مجملہ ان کے _ یہ بھی فرمایا اے عائشہ تم نے لوگوں کو میرے خلاف بھڑکایا کہ مجھ سے جنگ پر امادہ ہوگئے _ اور انھیں ہیجان میں لاکر میری دشمنی ان کے دلوں میں ڈال دی کہ وہ خونریزی اور ھنگامہ پر امادہ ہوگئے _

حضرت علی (ع) کی باتوں پر عائشہ بالکل خاموش رہیں اور کوئی جواب نہیں دیا صرف اتنا کہا کہ یا علی اب جبکہ تم نے میرے اوپر قابو پالیا ہے _ اب تو تم صاحب اختیار ہو معاف کردینا بہتر ہے _

## عمار نے عائشہ سے بات کی

طبری اور ابن اثیر کہتے ہیں کہ جنگ ختم ہونے کے بعد عمار نے عائشہ سے ملاقات کی _

عمار نے کہا اے عائشہ تم حکم خدا سے کتنی دور ہو گئی ہو رسول خدا (ص) سے تم نے عہد کیا تھا کہ گھر میں بیٹھو گی اور تم نے مخالفت میں میدان جنگ کا راستہ اختیار کیا کہاں گوشہ ءخانہ اور کہاں میدان جنگ ؟؟

عائشہ نے کہا_ کیاتم ابو یقظان ہو، تم تو مجھ سے بہت سختی اور صفائی سے باتیں کر رہے ہو

عمار نے کہاہاں



عائشہ نے کہا_ خدا کی قسم جب سے تم پہچانے گئے ہو تم نے کبھی حق کے سوا کوئی بات نہیں کی عمار نے کہا_ اس خدا کا شکر ہے کہ جس نے تمھاری زبان پر میرے بارے میں کلمہ حق جاری کیا_



# فتح کے بعد معافي

## عام معافي

حضرت علی(ع) کی فوج کامیاب ہو گئی اور دشمن کی فوج پر پورا قابو حاصل کر لیا_ دشمن کی فوج کی ہزیمت و فرار کاراستہ اختیار کیا_ اس موقع پر حضرت علی(ع) نے وہی حکم دیا جو جنگ سے پہلے اپنے سپاہیوں کو پہنچایا تھا_ دوسری بار بھی وہی متن پڑھ کر سنایا اپ کے نمائندہ نے میدان جنگ میں بلند اواز سے لوگوں کو اس اعلانیہ کا متن پڑھ کر سنایا_

اے لوگو دشمن کے کسی زخمی کو قتل نہ کرو بھاگنے والوں کا پیچھا نہ کرو، شرمندہ لوگوں کی سرزنش نہ کرو_ دشمن کا کوئی فرد اگر جنگی ہتھیار پھینک دے تو وہ امان میں ہے اسے ہرگز تکلیف نہ پہنچاؤ جو شخص اپنے گھر میں داخل ہو کر دروازہ بند کرلے اس کا خون اور جان محفوظ ہے اسے اذیت مت دو_

اس موقع پر حضرت علی(ع) نے حکم دیا جو اگر چہ جملہ بہت مختصر ہے لیکن بہت جامع اور جذباتی ہے، اپنے سب کو سناتے ہوئے اعلان فرمایا کہ تمام دشمن کے سپاہی چاہے وہ سیاہ ہوں یا سفید چھوٹے ہوں یا بڑے عورت ہوں یا مرد سبھی کو امان دی جاتی ہے_ کسی کو ان سے تعرض کا حق نہیں ( ثم امن الاحمر ولا سود )

حضرت علی(ع) نے اس مختصر جملہ میں سب کو ازاد فرمایا اور تمام دشمن کے افراد کو عام معافی دیدی اور اپ کی کرامت کا تقاضا بھی یہی تھا صاحب کنزالعمال کہتے ہیں کہ جنگ ختم ہونے کے بعد بھی وہی جنگ سے پہلے والا فرمان دوبارہ پڑھ کر سنایا گیا لیکن اس بار چند جملہ کا اضافہ کیا گیا_

اے لوگو دشمن کے ناموس واموال تم پر حلال نہیں ہیں تمہیں چاہیئے ہ صرف جنگی ہتھیار ہی لو اور میدان جنگ میں جو مال لے ائے ہیں انھیں کو حاصل کرو بقیہ سارا مال مقتولوں کے پسماندگان کے لئے چھوڑ دو جو شخص میدان جنگ سے بھاگ گیا ہے اسکو قیدی نہ بنائو انکی دولت کو مال غنیمت سمجھ کر مت لوٹو_ ان کے مال کو حکم قرانی کے مطابق وارثوں میں تقسیم ہونا چاہیے_ اس کے بعد حضرت علی(ع) نے اپنے سپاہیوں کے سامنے اعلان فرمایا کہا اس جنگ



میں جو عورتیں اپنے شوہر سے محروم ہوئی ہیں تم ان سے شادی نہ کرو جب تک وہ دوسرے مسلمانوں کی طرح چار ماہ دس دن کا عدہ وفات پورا نہ کرلیں اس کے بعد تم انھیں عقد میں لے سکتے ہو_

حضرت علی(ع) کا منشاء اس ارشاد سے یہ تھا اس جنگ کے بعد دشمنوں کے ساتھ دوسرے مسلمانوں کا سا برتاو کرنا چاہیے_ ہاں_ یہ لوگ حضرت علی(ع) کی نظر میں کافروں اور مشرکوں سے الگ تھے ان پر کفار کا حکم لاگو نہیں ہوا تھا_

## اعتراض اور علی(ع) کا جواب

حضرت علی(ع) نے دشمن کی فوج کے بارے میں جو روش اپنائی تھی اس پر خود اپ ہی کے لشکر میں اعتراض ہونے لگا_ وہ لوگ حضرت علی(ع) کی بارگاہ میں اکر اس طرح اعتراض کرنے لگے_

یا علی اپ نے کل ان لوگوں کا خون ہمارے لئے حلال قرار دیا تھا_ اور اپ ہی اج ان لوگوں کا مال ہمارے لئے حرام قرار دے رہے ہیں؟

حضرت علی(ع) نے جواب دیا:

اہل قبلہ اور جو لوگ زبان سے اسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں اپنے اسلام کا اظہار کرتے ہیں ان کے بارے میں اسلام کا حکم وہی ہے جسے میں نے نافذ کیا ہے_

لیکن اکثر معترضین امام کے اس جواب سے مطمئن نہیں ہوئے انھوں نے اپنی مخالفت جاری رکھی، حضرت علی(ع) نے انھیں مطمئن کرنے کے لئے فرمایا_

اے لوگو اب جب کہ تم لوگ اصرار کے ساتھ کہہ رہے ہو کہ ان لوگوں کے ساتھ بھی کفار و مشرکین کا سا برتاو کرنا چاہیئے_ تو اب او سب سے پہلے ام المومنین عائشہ کے بارے میں قرعہ ڈالا جائے کیونکہ وہی اس لشکر کی قیادت کررہی تھیں_ جس کے نام بھی قرعہ پڑجائے وہ انہیں کفار کی عورتوں کی طرح اپنی کنیز بنالے_

یہ سن کر تمام معترضین کو حضرت علی(ع) کے اس برتاو کا راز سمجھ میں ایا اور وہ اپنے اعتراض پر نادم و شرمندہ ہوئے_ اس طرح حضرت علی(ع) نے ان لوگوں کو ایک وجدانی دلیل سے خاموش کیا لیکن اس مطلب کو پوری طرح واضح کرنے کے لئے اپ نے ایک دوسری دلیل بھی پیش کی اور فرمایا:

چونکہ عائشہ کے فوجی بظاہر خدا پرست ہیں_ وحدانیت خدا کی گواہی دیتے ہیں_ ان کے اسی عقیدہ کے مطابق کہ وہ زبان سے کلمہ پڑھتے ہیں میں ان پر احسان کر رہاہوں اور ایک توحید پرست مسلمان کی طرح برتاو کرکے ان کے فرزندوں کو ان کے مقتول باپ کا وارث بنارہاہوں_

صاحب کنزالعمال نے یہ داستان اس طرح لکھی ہے کہ:

جنگ ختم ہونے کے بعد حضرت علی(ع) نے اپنے لشکر میں خطبہ دیا اسی درمیان عمار یاسر نے کھڑے ہو کر کہا:

اے امیر المومنین لوگ دشمن کے مال و دولت کے بارے میں اپ پر اعتراض کر رہے ہیں وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے جس سے بھی جنگ کی جس قوم وملت پر فتحمند ہوئے تو ہم نے ان کا مال غنیمت کی طرح حاصل کیا اور ان کے بیوی بچوں کو قیدی بنایا(1)

اس سے پہلے کہ حضرت علی(ع) عمار یاسر کا جواب دیں اپ کے لشکر سے ایک شخص عباد ابن قیس نام کا جو بکر ابن وائل کے خاندان سے تھا اور بہت تیز طرار اور خوش بیان تھا_ اپنی جگہ سے کھڑا ہو کر حضرت علی(ع) سے بولا_

اے امیر المومنین خدا کی قسم اپ نے بصرہ والوں کے مال غنیمت کی تقسیم میں اپ نے ہم لوگوں کے ساتھ انصاف و مساوات کی رعایت نہیں کي

حضرت علی(ع) نے فرمایا_ تجھ پر افسوس ہے_ میں نے تمہارے بارے میں مساوات وعدالت کی کیسے رعایت نہیں کی؟

اس شخص نے کہا: جب اپ نے بصرہ والوں کے کسی مال و دولت کو جسے وہ میدان جنگ میں لائے تھے اس کے علاوہ سارے مال کو ہم لوگوں پر حرام قرار دیا ان کی عورتوں کی اسیری کو بھی حرام کر دیا اور ان کے بیٹوں کو غلام بنانے سے بھی

---

1_ جاہلی عہد کا طریقہ یہی تھا_ ابو بکر نے بھی یہی روش اپنائی تھی جن لوگوں نے انکی بیعت سے سر تابی کی تھی انکے ساتھ بھی جاہلی عہد کا سا سلوک کیا تھا_ ملاحظہ ہو کتاب عبداللہ بن سبا_ اس طرح جن لوگوں نے ابو بکر کو زکوة دینے سے انکار کیا تھا ان سے جنگ کی اور ان سے کفار مشرکین کا سا برتاو کیا_ ان کا مال لشکر والوں میں تقسیم کیا_ اسی وجہ سے جنگ جمل میں لشکر والوں کو اشتباہ ہوا جس کی وجہ سے انھوں نے حضرت علی کے اسلامی وانسانی برتاو پر اعتراض کیا_

ہمیں منع کر دیا_

حضرت علی(ع) نے ان تمام اعتراض کرنے والوں کو مطمئن کرنے کے لئے اس مرد بکری سے خطاب فرماتے ہوئے کہا:

اے بنی بکر کے بھائی کیا تم اسلامی قانون نہیں جانتے ہو_ کیا یہ نہیں جانتے کہ باپ کے جرم کی وجہ سے ان کے بے گناہ چھوٹے بچوں سے مواخذہ کرنا اسلامی نقطہ نگاہ سے جائز نہیں ہے، صرف اس بہانے سے کہ ان کے باپ نے ہم سے جنگ کی ہے ہمیں ان کے بچوں کو قیدی بنانا اور عورتوں کو کنیز بنانا جائز نہیں ہے لیکن یہ جو دشمن کی عورتوں اور مال کا معاملہ ہے، یہ لوگ صرف وہی دولت جو جنگ کے موقع اپنے پاس رکھے ہوئے تھے_ اور مسلمان بھی ہیں ہم سے بر سر جنگ ہیں_

ان کی عورتوں کا نکاح اسلامی حکم کے لحاظ سے ہوا تھا ان کے بیٹے فطرت اسلام پر پیدا ہوئے تھے ان خصوصیات کے پیش نظر جن کی میں نے وضاحت کی ہے ان کی عورتوں بچوں اور دولت کے بارے میں اسلام کا حکم وہی ہے جسے میں نے بیان کیا ہے_

تمہیں صرف اتنی اجازت ہے کہ یہ لوگ جتنا مال میدان جنگ میں لائے تھے اور تم نے اپنی چھاونی سے انھیں لوٹا ہے انھیں کو غنیمت کے طور پر لے لو اور اسی پر اکتفاء کرو، اس مال کے علاوہ بقیہ جتنی دولت ہے وہ ان کے بیٹوں کی وراثت ہے اگر کوئی شخص ہم سے جنگ اور مخالفت کے لئے نکلے تو اکیلے اسی کو ہم سزا دینگے اور اس کا گناہ دوسرے کے ذمہ ہر گز نہیں لادیں گے، یہاں تک کہ ان کے بچوں کو بھی باپ کے کرتوت کی سزا نہیں دی جائے گی_

اے بنی بکر کے بھائی میں رسول خدا(ص) کی جگہ پر ہوں یہ بصرہ والے میرے خلاف بغاوت پر امادہ ہیں انہوں نے اپنے بھائیوں کا خون بہایا میں نے ان کے ساتھ وہی سلوک کیا ہے جو رسول خدا(ص) نے فتح مکہ کے موقع پر لوگوں کے ساتھ سلوک کیا تھا اپ نے مکہ والوں کا صرف وہی مال لیا جو ساتھ لیکر ائے تھے بقیہ انھیں کے حوالہ کر دیا_

حضرت علی(ع) نے مزید فرمایا: اے بکری بھائی کیا تو نہیں جانتا کہ دار الحرب یعنی کافروں کا شہر اور دار الہجرت یعنی مسلمانوں کا شہر ان دونوں کے درمیان اسلامی قانون میں فرق ہے کیونکہ دار الحرب کا ہر مال جو کفار سے حاصل ہو پورے طور سے مسلمانوں کا ہے لیکن جنگ کے موقع پر دار الہجرت کا مال صرف وہی مسلمانوں کا ہو گا کہ جو جنگ



کے موقع پر ساتھ لائے ہیں کیونکہ زبان سے وہ کلمہ توحید پڑھتے ہیں_

اللہ تم لوگوں پر رحم کرے_ خاموش رہو اور عائشےہ کے لشکر والوں کی اسیری پر اصرار نہ کرو ورنہ پھر میرے ایک سوال کا جواب دیدو کہ تم میں کون ایسا ہے کہ جنگی اسیروں کی تقسیم کے وقت عائشہ کو کنیزی کے طور پر اپنے حصہ

میں لے کیاتم میں کوئی ایسا ہے جو عائشہ کو کنیز بنا کر اپنے گھر لے جائے_

حضرت علی(ع) کی بات ابھی یہیں تک پہنچی تھی کہ اپ کے لشکر میں شور مچ گیا چاروں طرف سے اوازیں انے لگیں یا علی ہم میں سے کوئی بھی ایسی حرکت نہیں کر سکتا رسول خدا(ص) کی نسبت ایسی گستاخی ہم سے نہیں ہو سکتی کہ ان کی زوجہ کو اپنی کنیز بنائیں اس کے بعد انھوں نے کہا_ یا علی اپ اپنے عمل میں حق کے راستہ پر ہیں_ ہم نے اعتراض کر کے سخت غلطی کی ہم نے دھوکا کھایا_ یا علی اپ کا عمل علم و دانش کی روش میں تھا ہمارا اعتراض جہالت و نادانی تھی_ اب ہم اپنے گناہ سے توبہ کرتے ہیں اور اپنے اعتراض پر نادم و پشیمان ہیں_ خداوند عالم اپ کے وسیلہ سے ہمیں ہدایت و رہبری عطا کرے_

عمار یاسر دوسری بار کھڑے ہوئے اور لشکر سے خطاب فرمایا:

اے لوگو علی کی پیروی کرو_ ان کے احکام بجالائو خدا کی قسم وہ سیرت رسول(ص) پر عمل کرتے ہیں اور انکی سنت سے ہر گز انحراف نہیں کرتے علی وہی راہ اپناتے ہیں جس راہ پر رسول خدا(ص) نے مسلمانوں کو چلایا تھا انکی مثال ویسی ہی ہے جیسی موسی کے سامنے ہارون کی تھی_ ہارون حضرت موسی کے جانشین تھے، بس فرق یہ ہے کہ رسول(ص) کے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہوگا اور یہ فضیلت و بزرگی حضرت علی(ع) سے مخصوص ہے_

عمار یاسر کی بات ابھی یہیں تک پہنچی تھی کہ حضرت علی(ع) نے دوبارہ لوگوں سے خطاب فرمایا:

جو کچھ میں تم سے کہتا ہوں اسے مانو اور میرے حکم کو نافذ کرو کیونکہ اگر تم میرے کہنے پر عمل کروگے تو انشاءاللہ راہ مستقیم اور سعادت ابدی پاجائوگے، اگر چہ اس راستہ میں سختیاں ہیں اور ناکامیاں و تلخیاں ہیں_

اب رہ گئیں عائشہ تو انکا عقیدہ اور باطنی نظریہ میرے بارے میں دشمنی سے بھرپور ہے اسلئے وہ مجھے تکلیف پہنچا رہی ہیں ایسی اذیت وہ کسی کے لئے بھی جائز نہیں سمجھیں گی لیکن اسکے باوجود وہ میری نظر میں سابق کی طرح محترم ہیں_ ان کے کرتوتوں کو میں اللہ کے حوالے کرتا ہوں_ خدا ہی ہر شخص کو اس کے گناہوں کی سزا دے گا



یا اسے معاف کر دیگا_

ابھی امام کی بات یہیں تک پہنچی تھی کہ لوگوں کی اوازیں انے لگیں ہاں صحیح ہے جو لوگ اعتراض کر رہے تھے وہ اب نادم و پشیمان ہیں_ ان لوگوں نے ایک سخت کشمکش کے بعد امام کے ارشادات کی تصدیق و تائید کی اور ان کے حکم پر سر جھکا دیا_ واضح طور پر اعلان کیا کہ ہم غلطی پر تھے یا واضح طور سے اپنی غلطی کا اعتراف کیا_ انھوں نے معذرت کرتے ہوئے حضرت علی(ع) کی خدمت میں عرض کیا_

اے امیر المومنین خدا کی قسم اپ نے فوج دشمن کا مال تقسیم کرنے کے سلسلے میں حکم خدا کے مطابق عمل کیا لیکن ہم نے جہالت و نادانی کی روش اپنائی اور اپ کی عدالت پر اعتراض کیا، ابن لساف حضرت علی(ع) کے فوج کا ایک بہت تیز طرار اور جیالا شخص تھا_ اس نے اس سارے واقعے کو نو شعروں میں نظم کیا ہے_

ان رایارایتموہ سفاھا

لحظاالایرادوالاصدار

لیس زوج النبی تقسیم فیئا

ذاکزیغ القلوب والابصار

فاقبلواالیوم مایقول علی

لاتناجوابالاثم فی الاسرار

لیس ماضمت البیوت بفي

انماالفي ماتضم الاوار

من کراع فی عسکر وسلاح

ومتاع یبیع ایدی التجار

لیس فی الحق قسم ذات نطاق

لاولااخذکم ذات خمار

ذاک فیئکم خذوہ وقولوا

قدرضینالاخیرفی الاکثار

انھاامکم وان عظم الخط

ب وجائت بزتۃ وعثار

فلھاحرمتہ النبی وحقا

علینامن سترھاووقار

اے لوگو تم نے جو بصرہ والوں کے بارے میں رائے ظاہر کی ہے وہ جہالت ونادانی کی بات تھی، وہ غلط نظریہ تھا، کیونکہ رسول کی زوجہ مال غنیمت کے طور پر حاصل نہیں کی جاسکتی نہ وہ کنیزی میں لی جاسکتی ہیں، کیونکہ یہ عمل وجدان کے اعتبار سے کوتاہ نظری اور فکری انحراف ہے اس لئے اج جو کچھ حضرت علی(ع) ارشاد فرمارہے ہیں اس کومان لواور اپنی بیجاباتیں اور لچر اعتراضات اور سرگوشیاں ختم کردو حضرت علی کے فرمان کے مطابق عمل کرو جو مال و دولت

مقتولوں کے گھر میں ہے اسے مت لوٹو اور اسیر تصرف مت کرو بس وہ جنگی ہتھیار، کپڑے، اور گھوڑے جو میدان جنگ میں لائے تھے انھیں کو مال غنیمت کے طور پر لے لو اور وہ تمھارے اوپر حلال ہے مختصر یہ کہ جو کچھ دشمنوں کی دولت تمھارے لئے حضرت علی جائز سمجھیں وہ تمھارا حق ہے تمھیں اس پر مطمئن ہو جانا چاہئے_

اے لوگو عائشہ تمھاری ماں ہیں اگرچہ ان کا جرم بہت بڑا اور لغزش زبردست ہے وہ رسول خدا(ص) کی خاطر سے محترم ہیں ہم پر ان کا احترام لازم ہے ہمیں ان کی ابرو اور حیثیت کو محفوظ رکھنا چاہئے(1)_

## حضرت علی(ع) نے طلحہ وزبیر سے کیوں جنگ کی؟

جیسے ہی ابن یساف نے اشعار پڑھے حضرت علی کے لشکر سے ایک دوسرا شخص بولا............. اے امیر المومنین، اپ نے طلحہ وزبیر سے کیوں جنگ کی؟ اس کی وجہ کیا تھی؟

حضرت علی(ع) نے جواب دیا کہ میں نے طلحہ وزبیر سے اس لئے جنگ کی کہ انھوں نے میری بیعت توڑدی تھی اور انھوں نے بے گناہ اور پاک نفس لوگوں کو قتل کیا، انھوں نے حکیم بن جبلہ کا ناحق خون بہایا، بیت المال کو لوٹا، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بے گناہ لوگوں کا ظلم وتعدی سے خون بہایا جائے اور امام وپیشوا ان کا دفاع نہ کرے؟

جو سلوک میں نے طلحہ وزبیر کے ساتھ کیا ہے یہ مجھ ہی سے مخصوص نہیں ہے کیونکہ اگر انھوں نے ابو بکر وعمر کی بھی بیعت شکنی کی ہوتی اور لوگوں کا ناحق خون بہایا ہوتا تو وہ بھی دفاع کرتے اور ان سے جنگ کرتے_

اے لوگو یہ تمہارے درمیان اصحاب رسول خدا ہیں جو میری باتوں کی گواہی دیں گے کہ جو شخص بھی ابوبکر وعمر کی بیعت سے سرتابی کرتا وہ لوگ انھیں تلوار سے سرزنش کرتے اور اپنی بیعت میں واپس لاتے اور دوبارہ حکومت کی پیروی پر مجبور کرتے، جیسا کہ خلیفہ اول کی بیعت کے وقت انصار نے ان کی بیعت سے انکار کیا تو انھوں نے سختی کی اور انصار کو مجبور کیا کہ وہ ان کی بیعت کریں_ حالانکہ انصار کی بیعت راضی خوشی سے نہیں تھی لیکن اس کے باوجود بیعت کا احترام کیا گیا اور اس پر اخر تک باقی رہا گیا لیکن میں کیا کروں؟ کہ طلحہ وزبیر نے رضامندی اور پوری ازادی کے

1_ تاریخ یعقوبی، کنزالعمال، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، میں ان تفصیلات کو دیکھا جاسکتا ہے_



ساتھ میری بیعت کی لیکن دیر نہیں گزری کہ انھوں نے اپنا عہد وپیمان توڑ دیا ان

کے دل میں بصرہ و یمن کی گورنری کی لالچ بھری ارزو تھی لیکن چونکہ میں نے ان کے اندر حرص ولالچ دیکھی اس لئے حکومت بصرہ و یمن نہیں دی_ دوسرے یہ کہ انھیں مال و دولت حاصل کرنے کی ہوس تھی_ انھوں نے مسلمانوں کے مال و دولت پر اپنی انکھیں جمادی تھیں وہ مسلمانوں کو اپنا غلام عورتوں کو کنیز بنانا چاہتے تھے ان کی دولت کو مال غنیمت سمجھ کے لوٹنا چاہتے تھے یہ تمام باتیں میرے مشاہدہ میں ائیں تو میں اس پر مجبور ہو گیا کہ ان سے جنگ کرکے ان کے ہاتھوں مسلمانوں کے جان و مال کی طرف بڑھنے نہ دوں، مسلمانوں کو ان کے شر وفساد سے مطمئن کروں_

اس کے بعد حضرت علی (ع) نے بصرہ والوں کی طرف رخ کیا اور ان کی کرتوتوں پر سرزنش فرماتے ہوئے کہا:

بصرہ والوں تم ایک بے منھ کے جانور کے سپاہی ہو_ اس نے شور مچایا تو سخت طریقہ سے حملہ اور ہوگئے، جس وقت وہ جانور قتل ہو گیا زمین پر لوٹنے لگا تو اسے چھوڑ کر فرار ہو گئے بصرہ والو تم بڑے بد اخلاق اور عہد شکن ہو_ تمہارا برتاو نفاق سے بھرپور ہے یہ تمہاری سیرت میں داخل ہے اور اس پر ہمیشہ باقی رہوگے_ تم ایسے لوگ ہو کہ جو شخص بھی تمہارے درمیان زندگی بسر کرے وہ گناہوں اور غلطیوں میں مبتلا ہو جائے_ جو تمہارا ماحول چھوڑ کر الگ ہو جائے اس پر رحمت خدا کی بارش ہو_

## عائشہ، مدینہ واپس ہوئیں

جنگ ختم ہو گئی عام معافی کا اعلان کر دیا گیا_ اور جنگ کے درمیان جو دشمن کا مال غنیمت ہاتھ ایا تھا حضرت علی (ع) کے لشکر میں تقسیم کر دیا گیا_ گومگو کی کیفیت ختم ہو گئی_ پانی کا سیلان بھر گیا، بھانت بھانت کی اوازیں خاموش ہو گئیں_ حالات معمول پر اگئے، اس وقت حضرت علی (ع) نے اپنے چچیرے بھائی عبد اللہ بن عباس کو اپنے پاس بلوا کر فرمایا_ اے عبد اللہ_ تم عائشہ کے پاس جا کر انھیں اپنے شہر واپس جانے کے لئے راضی کرو_

ابن عباس کا بیان ہے کہ: میں عائشہ کے پاس گیا اور ملاقات کی اجازت طلب کی تا کہ حضرت علی (ع) کا پیغام پہنچاوں_

انھوں نے مجھے اجازت نہیں دی، میں بغیر اجازت ہی خیمہ کے اندر داخل ہوگیاپاس میں رکھے گاوتکیہ کو اٹھا کر دبایااور انھیں کے سامنے بیٹھ گیاعائشہ نے کہااے ابن عباس خدا کی قسم میں نے تم سے زیادہ حکم رسول کو نظر انداز کرنے والا نہیں دیکھا_ تم میری اجازت کے بغیر میرے گھر میں چلے ائے اور میری اجازت کے بغیر میرے فرش پر بیٹھ گئے ؟

ایک دوسری روایت ہے کہ عائشہ نے ابن عباس سے کہا_ تم نے دوغلطیاں کر کے حکم رسول کی مخالفت کی_ کیونکہ سب سے پہلے تم میری اجازت کے بغیر میرے گھر میں داخل ہوئے دوسرے میری اجازت کے بغیر میرے فرش پر بیٹھے_

ابن عباس نے کہا: تم نے احکام ہم ہی سے سیکھے اور اب ہم ہی کو یاد دلا رہی ہو، یہ دیکھو حضرت علی (ع) تمھیں حکم دے رہے ہیں کہ اپنے شہر واپس جاو_

عائشہ نے کہا_ خدا عمر پر رحمت نازل کرے کہ وہ امیر المومنین تھے

ابن عباس نے کہا: ہاں_ اب حضرت علی امیر المومنین ہیں

عائشہ نے کہا: نہیں، نہیں، میں انھیں ہرگز امیر المومنین نہیں جان سکتی ان کے حکم سے واپس جانے پر تیار نہیں ہوں_

ابن عباس نے کہا_ اے عائشہ وہ زمانہ بیت گیا_ تمھاری تقرری اور برخاستگی کا تیاپانچہ ہوگیا_ اج تمھاری رائے اور بات کا کوئی اثر نہیں ہے_ تمھاری موافقت و مخالفت برابر ہے_

ابن عباس کا بیان ہے کہ: میری بات یہیں تک پہنچی تھی کہ عائشہ پر گریہ طاری ہوگیا، اس قدر شدید گریہ کہ دہاڑ مار کر رونے لگیں، ان کی ہچکیاں سن رہا تھا(1)

پھر انھوں نے کہا: اے عبد اللہ ٹھیک ہے، میں اپنے شہر واپس جاونگی، میں نہیں چاہتی کہ اس شہر میں رہوں جہاں تم دونوں ہو_ (ان ابغض البلد ان الی بلد انتم فیہ)

---

1_ عقد الفرید ج 4 ص328 ، شرح نہج البلاغہ ج 2 ص82 ، تاریخ اعثم کوفی ص181 ، تاریخ یعقوبی ج 2 ص212 ، مروج الذھب ج 5 ص197

ابن عباس نے کہا: اے عائشہ خدا کی قسم ہم بنی ہاشم کی نیکی کا بدلہ یہ نہیں تھا کہ ہمارے خلاف بغاوت کرو_ ہماری مخالفت کا راستہ اپناو_ ہم ہی تھے کہ تمہیں ام المومنین بنایا، ہم نے تمھارے باپ کو صدیق امت بنایا_

عائشہ نے کہا: عبد اللہ تم رسول خد(ص) اکو ہم سے اپنی طرف گھسیٹ رہے ہو ان کے نام سے میرے اوپر فخر جتا رہے ہو_

ابن عباس نے کہا: ہاں ہم ایسے خاندان کی فرد ہیں کہ اگر تم بھی اس خاندان سے ہوتی تو میری طرح فخر ومباہات کرتی_

ابن عباس کا بیان ہے کہ: عائشہ سے گفتگو کے بعد واپس حضرت علی(ع) کی خدمت میں حاضر ہوا، ساری باتیں دہرائیں_ اپ نے میری پیشانی پر بوسہ دیکر فرمایا:

ان خانوادے پر صلوات جو گویائي اور حاضر جوابي میں ہماری طرح ہیں (بابي ذریۃ بعضھا من بعض)

اعثم کوفی نے فتوح البلدان میں نقل کیا ہے کہ:

جنگ ختم ہونے کے بعد حضرت علی(ع) رسول خدا(ص) کے مخصوص خچر دلدل پر سوار ہو کر بصرہ میں اس گھر کی طرف چلے جہاں عائشہ عارضی طور سے ٹھہری ہوئی تھیں، اجازت لینے کے بعد گھر میں داخل ہوئے امیر المومنین نے دیکھا کہ عائشہ کچھ بصرہ کی عورتوں کے ساتھ گریہ وزاری کر رہی ہیں، اس وقت حارث ثقفی کی بیٹی صفیہ اور دوسری عورتوں نے حضرت علی(ع) کو دیکھ کر کہا:

یا علی اپ نے ہمارے رشتہ داروں اور دوستوں کو قتل کیا ہماری جمیعت کو درہم برہم کیا، خدا تمہارے بھی بچوں کو یتیم کرے جیسے تم نے عبد اللہ خلف کو یتیم کرکے باپ کی موت پر اس کی انکھیں اشکبار کی ہیں_

حضرت علی(ع) نے صفیہ کو پہچان کر فرمایا:

اے صفیہ میں تمہیں اس دشمنی اور عناد پر تجھے ملامت نہیں کرونگا کیونکہ میں نے ہی جنگ بدر میں تیرے دادا کو اور جنگ احد میں تیرے چچا کو قتل کیا ہے_ اور اب تیرے شوہر کو موت کے گھاٹ اتارا ہے اور اگر میں رشتہ داروں اور عزیزوں کا قاتل ہوتا تو اس وقت اس گھر جو لوگ چھپے ہوئے ہیں انھیں بھی قتل کر ڈالتا

اسکے بعد امیر المومنین نے عائشہ سے فرمایا:



اے عائشہ اپنی کتیوں کو یہاں سے بھگاتی کیوں نہیں ہو؟

عائشہ سن لو کہ اگر میں لوگوں کی سلامتی نہیں چاہتا تو ابھی اس گھر میں چھپے ہوئے لوگوں کو گھر سے نکالتا اور ایک ایک کی گردن مار دیتا_

اعثم کوفی کا بیان ہے کہ:

یہ سنتے ہی عائشہ اور تمام عورتوں نے چپ سادھ لی ان سب کی بولتی بند ہو گئی_

اس کے بعد امیر امومنین نے عائشہ کو مخاطب کر کے سرزنش کی_

اے عائشہ_ خدا نے تمہیں حکم دیا تھا کہ اپنے گھر میں نچلی بیٹھی رہو غیروں سے پردہ کرو، لیکن تم نے حکم خدا کی مخالفت کی_ اپنا ہاتھ مسلمانوں کے خون سے رنگ لیا، لوگوں کو میرے خلاف بھڑکایا اور ظالمانہ طریقہ سے عظیم جنگ کھڑی کر دی_ حالانکہ تم اور تمھارے خاندان نے ہمارے ذریعہ سے عزت و شرف حاصل کیا ہمارے ہی خاندان کے وسیلہ سے تم ام المومنین بن گئی ہو_

عائشہ اب تمہیں چلنے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے_ تم اسی گھر میں جا کر رہو جہاں تمہیں رسول خدا (ص) نے بٹھایا تھا_ وہاں تم زندگی کی اخری سانسوں تک رہو_

حضرت علی (ع) اتنا فرما کر وہاں سے چلے ائے_

اعثم کوفی کا بیان ہے کہ: اسی کے دوسرے دن حضرت علی (ع) نے اپنے فرزند حسن مجتبی کو عائشہ کے پاس بھیجا، امام حسن نے عائشہ سے کہا میرے بابا امیر المومنین فرماتے ہیں کہ:

اس خدا کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا، اس خدا کی قسم جس نے انسانوں کو پیدا کیا کہ اگر تم نے اسی وقت مدینہ کے لئے کوچ نہیں کیا تو اس بارے میں جسے تم خود جانتی ہو انجام دے دوں گا جیسے ہی یہ پیغام عائشہ نے سنا فوراً اٹھ کھڑی ہوئیں اور کوچ کی تیاری کرنے لگیں_

ایک عورت نے جب اس عجلت کو دیکھا تو سوال کیا کہ اے ام المومنین عبد اللہ ابن عباس اپ کے پاس ائے اور اپ سے مدینہ جانے کو کہا لیکن اپ نے انکی بات نہ مانی، بلکہ تم نے تو ان کا کلّہ بہ کلّہ جواب دیا_

ابن عباس تمہارے پاس سے خفا ہو کر چلے گئے ان کے بعد حضرت علی (ع) ائے اور تمہارے اندر ذرا بھی بے چینی نہیں

دیکھی گئی لیکن جیسے ہی یہ جوان تمھارے سامنے ایااور باپ کاپیغام پہنچایاتمہارے انداز میں عجیب اضطراب اور بے چینی پیدا ہو گئی اور اسکی بات کو تم نے فوراً قبول کر لیا؟

عائشہ نے جواب دیا_ ہاں_ میرا اضطراب اسلئے تھا کہ یہ جوان رسول خدا(ص) کی یاد گار اور ان کا فرزند ہے رسول کے اوصاف کا نمونہ ہے، اسے دیکھتے ہی مجھے رسول خدا(ص) کا سراپا یاد اگیا، جسے بھی رسول خدا کا سراپا دیکھنا ہو وہ اس جوان کو دیکھ لے_ دوسری طرف یہ بھی کہ یہ جوان اپنے باپ کا وہ پیغام لایا تھا جسے سن کر میں خوف زدہ ہو گئی اور کوچ کرنے پر مجبور ہو گئی_

اس عورت نے اخری بات سنکر کریدنے کے لئے پوچھا

اے عائشہ_ میں اپ کو قسم دیتی ہوں خدائے تعالی کی کہ بتایئے وہ حضرت علی(ع) کا پیغام کیا تھا جو اپ میں اتنا اثر دیکھا گیا اور اپ اتنا بے چین ہو گئیں؟

عائشہ نے جواب دیا_ تیرا ناس ہو جائے_ ارے ایک جنگ میں رسول خدا(ص) کو بہت زیادہ مال غنیمت حاصل ہوا تھا_ اپ نے سب کو اپنے اصحاب میں تقسیم کر دیا_ ہم ازواج نے چاہا کہ ہم لوگوں کو بھی اسمیں سے حصہ دیا جائے_ ہم نے اپنے مطالبہ میں بہت اصرار کیا اور بڑی اودھم مچائی، حضرت علی(ع) ہماری حرکتوں کو دیکھ کر غصہ میں بھر گئے_ ہمیں سرزنش کرنے لگے، انھوں نے کہا کہ اب بس بھی کرو_ تم نے رسول خدا(ص) کو بہت زیادہ رنجیدہ خاطر کیا یہ سن کر ہم لوگ علی سے بھی لڑائی بھڑائی پر تن گئے، انھیں بھی سخت جواب دیا، حضرت علی(ع) نے جواب میں یہ ایت پڑھی" عسی ان طلقکن............. (1) "

اگر تمھیں طلاق دیا جائے تو خداوند عالم تمھاری جگہ تم سے بہتر اور نیک کردار عورتیں انھیں عطا کرے گا

ہم نے یہ ایت سن کر سخت غضبناک انداز میں اور بھی سخت جواب دیئے_ اس وقت رسول خدا کے چہرے پر اثار غضب ظاہر ہوئے اپ نے حضرت علی(ع) کی طرف رخ کر کے فرمایا:

اے علی میں اپنی تمام ازواج کے طلاق کا اختیار تمھیں دیتا ہوں_

---

1- سورہ تحریم آیہ 66

جسے بھی تم طلاق دے دوگے اس سے میری زوجیت کا رشتہ ختم ہو جائے گا_

رسول خدا(ص) نے اس وکالت کو کسی خاص وقت میں معین نہیں کیا تھا،یہ اختیار ہمیشہ کے لئے علی کے پاس محفوظ ہے جب بھی وہ چاہیں رسول(ص) کی طرف سے ان کے ازواج کو طلاق دیدیں اور انکی رسول سے جدائی کردیں، حضرت علی(ع) نے جوپیغام بھجوایا تھا اس کا مطلب یہی تھا،کیونکہ اگر میں جلدی سے کوچ پر امادہ نہ ہو جاتی تو وہ مجھے طلاق دے دیتے_ میری ام المومنین کی حیثیت ختم ہو جاتی(1)

کتاب عقد الفرید کے مولف نے لکھاہے کہ:

اس گفتگو کے بعد جب عائشہ نے مدینہ جانے کا اعلان کردیا_ حضرت علی(ع) نے تمام وسائل سفر عائشہ کے اختیار میں دیدیئے_ اور انھیں چالیس یا ستّر عورتوں کے ساتھ مدینہ روانہ کردیا_

طبری کا بیان ہے کہ حضرت علی(ع) نے عائشہ کے لئے بہترین وسائل سفر مھیا کئے،اور انھیں بارہ ہزار درہم بھی عطا کئے اور انھیں بہت سے عورتوں مردوں کے ہمراہ مدینہ روانہ کیا جب یہ بارہ ہزار کی رقم عبداللہ بن جعفر(2) کو کم معلوم ہوئی تو دوبارہ ایک معتدبہ رقم عائشہ کو عطا فرمائی_

انھوں نے فرمایا کہ اگر امیر المومنین نے اجازت نہیں دی تو یہ تمام رقم میں اپنے ذمہ لے لوں گا_

مسعودی نے بھی عائشہ کی واپسی کے بارے میں لکھاہے کہ حضرت علی(ع) نے عبد الرحمن بن ابی بکر کو مامور فرمایا کہ اپنی بہن عائشہ کو بنی عبد قیس اور ہمدان کی شریف عورتوں کے ہمراہ مدینہ پہنچادیں_

اس واقعہ کو یعقوبی اور ابن اعثم نے بھی اپنی تاریخوں میں لکھاہے فرق صرف یہ ہے کہ انھوں نے عبدالرحمن کا نام نہیں لکھاہے(3)

ان کی ماں اسماء بنت عمیس خثعمی تھیں،ان کے ماں باپ دونوں ہی اوائل میں حبشہ ہجرت کی تھی،وہیں حبشہ میں عبداللہ پیدا ہوئے،وہ پہلے مسلمان مولود ہیں جو حبشہ میں پیدا ہوئے اور اپنے باپ جعفر کے ساتھ مدینہ واپس ہوئے

---

1_ ترجمہ فتوح بن اعثم ج 2 ص339_ 340

2_ عبداللہ بن جعفر حضرت علی(ع) کے بھائی جعفر کے صاحبزادے تھے_ قرشی وہاشمی تھے

3_ عقد الفرید ج 4 ص328 ،شرح نہج البلاغہ ج 2 ص82 ،تاریخ یعقوبی ج 2 ص213 ،مروج الذھب ج 5 ص197

جب ان کے والد کا انتقال ہوا تو انکی ماں اسماء نے ابو بکر سے عقد کر لیا_ اس طرح عبد اللہ اور محمد بن ابی بکر مادری بھائی ہیں_ جس طرح محمد اور عائشہ پدری بھائی نہیں تھے عبد اللہ دس سال کے تھے کہ رسول خدا(ص) نے انتقال فرمایا_ عبد اللہ بڑے کریم حلیم اور عرب کے سخی ترین لوگوں میں تھے مشہور ہے کہ 80 ھ یا84ھ یا85ھ میں نوے سال کی عمر میں انتقال کیا، ابان بن عثمان جو مدینہ میں گورنر تھے، انھوں نے اپکی نماز جنازہ پڑھائی_(1)

## جنگ جمل کے بدترین نتائج

جنگ جمل کے بدترین اثار و نتائج جو کچھ مترتب ہوئے اور بتدریج اس کے عواقب سامنے ائے وہ واقعی حیرت ناک ہیں_

مورخین نے اس بارے میں لکھاہے کہ:

جنگ جمل میں دونوں طرف سے اس قدر تیر اندازی ہوئی کہ دونوں کے ترکش خالی ہوگئے، دونوں فریق میں اس قدر نیزوں کی ردوبدل ہوئی کہ سپاہیوں کے سینے چھلنی ہوگئے_ دونوں لشکر سے اس قدر افراد زمین پر ڈھیر ہوئے کہ اگر سب لاشوں کو میدان میں جمع کر کے گھوڑے دوڑائے جاتے تو کسی گھوڑے کا پاوں زمین پر نہ پڑتا خود ایک شخص جو اس جنگ میں شریک تھا بیان کرتا ہے کہ جنگ جمل کے بعد میں جب بھی بصرہ دارالولید دھوبیوں کے گھاٹ سے گزرتا تھا اور دھوبیوں کے کپڑا پیٹنے کی اواز سنائی دیتی تھی تو مجھے جنگ جمل یاد اجاتی تھی، جس جنگ میں نیزوں کی باڑھ یوں گونجتی تھی جیسے دھوبی کپڑا پیٹ رہا ہو(2)

ہم نے گزشتہ صفحات میں اس جنگ کے متعلق مورخین کے بیانات نقل کئے ہیں کہ اس دن کس طرح بدنوں سے سر جدا ہو رہے تھے، ہاتھ کٹ رہے تھے، پیٹ پھٹ رہے تھے_

مصیبت کے ماروں کی تعداد اور اس جنگ میں کٹے ہاتھوں اور پھوٹی انکھوں کی تعداد تصور سے بھی کہیں زیادہ ہے_ مقتولوں کی تعداد طبری نے چھ ہزار لکھی ہے، لیکن ابن اعثم نے اپنی تاریخ میں عائشہ کے لشکر کے مقتولوں

---

1_ اسد الغابۃ ج30 ص133 ، استیعاب ص422

2_ طبری ج 5 ص218 ، عقد الفرید ج 4 ص32

کی تعداد نو ہزار لکھی ہے، اور حضرت علي(ع) کے لشکر سے سات ہزار قتل ہوئے_

ابن عبدربہ عقد الفرید میں لکھتے ہیں کہ جنگ جمل میں لشکر عائشہ کے بیس ہزار افراد قتل ہوئے اور حضرت علی کے لشکر کے پانچسو افراد قتل ہوئے_

تاریخ یعقوبی میں ہے کہ دونوں طرف کے مقتولوں کی تعداد تیس ہزار سے زیادہ ہے(1)

جی ہاں_ جنگ جمل میں حد سے زیادہ اقتصادی نقصان پہنچا_ جانی اور جسمانی نقصان بھی بہت زیادہ ہوا_ کتنی ہی مائوں نے اپنے جوانوں کے داغ جھیلے_ کتنی ہی عورتیں بیوہ ہوگئیں اور ڈھیر سارے بچّے یتیم ہوئے_

یہ تمام طمانچے، نقصانات اور خرابیاں صرف ایک دن میں وارد ہوئیں، ہاں اسی دن جب شورش اور جنگ اسلامی معاشرے پر تھوپا گیا_ ایک محدود اور معین نقطے پر، لیکن ان نقصانات اور بدترین نتائج کے علاوہ بعد کے ایام میں سالوں بعد اسلامی معاشرے پر اس جنگ کی وجہ سے وارد ہونے والے نقصانات اس سے کہیں زیادہ ہیں جو اسلامی ممالک نے جھیلے، ان کا تو اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا_ ہم یہاں کچھ تاریخوں کے تجزیے قارئین کرام کے سامنے پیش کر رہے ہیں_

## بعد کے نتائج

ایک جنگ جمل کا تلخ ثمرہ یہ ہوا کہ جنگ صفین کی اگ بھڑک اٹھی_ کیونکہ واقعی بات یہ ہے کہ جنگ صفین اصل میں جنگ جمل کا اختتامیہ اور اسی کا بدترین اثر ہے_ یہ دونوں جنگوں کا باہم مضبوط رشتہ ہے_ جسکی ابتدا میدان بصرہ میں اور انتہا میدان صفین میں ہوئي، اس رشتہ کا سرا عائشہ کے ہاتھ میں نظر اتا ہے، انھوں نے اپنے مضبوط ہاتھوں میں تھام کر اخر اخر تک اسے حرکت دیتی رہیں_

کیونکہ عائشہ قبیلہ تیم سے تھیں ان کا عثمان کے خاندان سے کوئي رشتہ نہ تھا_ ان کی بغاوت نے معاویہ کی بغاوت کا راستہ ہموار اور اسان کیا، انھیں کی وجہ سے معاویہ کو بہانہ ہاتھ ایا، کیونکہ جب عثمان کے غیر خاندان کی عورت

---

1_ طبری ج 5 ص 25 ، عقد الفرید ج 4 ص 224 ، تاریخ اعثم کوفی جمل



خون عثمان کا مطالبہ کرسکتی ہے تو معاویہ بدرجہ اولی اس انتقام کا حق رکھتے ہیں، چنانچہ انھوں نے خون عثمان کو بہانہ بنا کر جنگ صفین کھڑی کردی_

2_ انتقام عثمان کا مطالبہ عائشہ اس بات کا سبب بنا کہ معاویہ خلافت کو اپنے خاندان بنی امیہ میں موروثی حیثیت سے قرار دیں کیونکہ خلیفہ مقتول انھیں کے خاندان سے تھے_ انھوں نے خلافت کو اس طرح موروثی قرار دیا کہ کسی دوسرے خاندان میں منتقل ہونا ممکن نہ ہو_

3_ جنگ جمل برپا ہونے اور ختم ہونے کا سلسلہ جاری رہا بلکہ یہ دونوں جنگیں جمل و صفین ایک دوسرے سے اس قدر پیوست تھیں کہ ایک تیسری جنگ پیدا ہوئی جسے جنگ نہروان کہا جاتا ہے، اس جنگ نے بھی بہت سے مسلمانوں کو خون میں نہلایا_

کیونکہ ان دونوں جنگوں نے بدباطن لوگوں میں تنگ نظری اور برے نظریات پیدا کر دیئے ور ایسی کوتاہ فکری پیدا کر دی کہ لوگ تشویش و اضطراب کی زد میں اگئے_ الزام و جوابی الزام کی فضابن گئي_ عناد کی نظریں ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں اکثر مسلمانوں نے تکفیر کے فتوے ایک دوسرے کو دئے اور ایک دوسرے کا خون مباح سمجھ لیا مسلمانوں میں امن و اسائشے نام کو نہیں رہ گئي، جنگ و خونریزی کے دروازے کھل گئے جس کا سلسلہ بنی عباس کے عہد تک جاری رہا اس درمیان بے شمار مسلمانوں نے اپنی جان سے ہاتھ دھویا اس تجزئے سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ جمل صرف بصرہ تک ہی محدود نہیں رہی_ جو میدان بصرہ میں محدود وقت تک برپا رہی بلکہ اس جنگ نے کشش پیدا کی اور اسلامی سرزمین کے زیادہ حصہ میں پھیلتی چلی گئي، بہت سے مسلمانوں کو متاثر کیا اور ایک طویل مدت تک مسلمانوں میں اپنی گونج پیدا کرتی رہی جنگ جمل کے نام سے تو نہیں بلکہ اسکے نام مختلف تھے اور اسکے عنوان الگ تھے_

## نظریاتی اختلافات کی پیدائشے

کسی بھی قوم اور معاشرے میں جنگ و خونریزی ہونے سے ہر طرح کے اختلافات اور نظریاتی ٹکراؤ کے راستے رد عمل کے طور پر کھل جاتے ہیں نظریاتی تضاد رہن سہن میں اختلافات اور عقیدے میں ٹکراؤ کی فضابن جاتی ہے ، فکری اختلاف عملی اختلاف کا باعث بنتا ہے اسکے برعکس عملی اختلاف نظریاتی اختلاف کو جنم دیتا ہے_

جنگ جمل وصفین ونہروان بھی اس قانون طبیعی سے مستثنی نہیں رہے ہر ایک جنگ نے اپنے مخصوص دائرے میں مسلمانوں کے افکار میں اور روح میں بھی اپنے اثرات چھوڑے_ اس جنگ کے بعد لوگ کئی گروہ وعقیدہ اور طرز تفکر میں بٹ گئے_

کچھ تو طرف دار حضرت علی(ع) ہوئے انھیں علوی گروہ کہا جانے لگا(1) کچھ لوگ عثمان کے طرفدار ہوگئے انھیں عثمانی پارٹی کہا جانے لگا کچھ ایسے تھے جنھوں نے ان دونوں کو کافر کہہ دیا، کچھ نے بنیادی طور پر ان دونوں سے اپنے کو الگ رکھا_ وہ لوگ اخر تک غیر جانبدار رہے، اسی طرح ہر گروہ نے ایک نئی پارٹی بنالی اور اپنی پارٹی کا نیا نام رکھ لیا اور اسی نام سے مشہور ہوگیا_

یہی وجہ تھی کہ داخلی جنگوں کے بعد مسلمانوں کے درمیان نئے نئے مذاہب، فرقے اور عقیدے پیدا ہوتے گئے_ اس فکری اختلاف نے جو جنگ کے نتیجے میں پیدا ہوئے تھے بعد میں بھی نئی جنگوں کے راستے ہموار کئے جو بڑی شدید اور خونریز ہوئیں اور اگر خونریز جنگ نہیں ہوتی تو سرد جنگ اور گومگو کی کیفیت کی وجہ سے کلامی بحثیں پیدا ہوگئیں، یہ تمام خرابیاں اسی جنگ جمل کے نتیجے میں پیدا ہوئیں(2)

جی ہاں_ جنگ جمل سے ان نقصان دہ نتائج کے علاوہ جن کا گزشتہ صفحات میں تذکرہ کیا گیا بہت بڑے بڑے اختلافات اور شدید کشمکشوں نے بھی مسلمانوں کے گروہ میں جنم لیا_

خوارج کا عقیدہ تھا کہ طلحہ، زبیر اور عائشہ نے حضرت علی سے جنگ کی، انھوں نے اپنے امام کی مخالفت کی، اس وجہ سے یہ سب کے سب مخالفت علی کی وجہ سے کافر ہوگئے ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہ رہا کیونکہ اس دن حق علی کی طرف تھا_ لیکن انھوں نے بھی جنگ صفین میں تحکیم کو منظور کر لیا ابو موسی اشعری اور عمرو عاص کو کا حاکم مان لیا اس لئے وہ بھی اسلام سے خارج ہوگئے_

خوارج کے کچھ فرقہ جنگ جمل میں علی کو حق پر سمجھتے ہیں، لیکن چونکہ انھوں نے تمام بصرہ کی دولت مال

---

1_ یہ علوی کہے جانے والے لوگ شیعوں کے علاوہ ہیں، کیونکہ شیعت کی ابتداء زمانہ رسالت میں ہوئی ہے جن کا نمونہ عمار یاسر، مالک اشتر جیسے لوگ ہوئے_

2_ کتاب عثمانیہ جاحظ ج 55 ص250 ، ابن ابی الحدید ج 2 ص159

غنیمت کے طور پر لوٹنے کی اجازت نہیں دی، ان کے بچوں اور عورتوں کو اسیر نہیں کیا اس لئے انھوں نے غلطی کی_ اس غلطی کی وجہ سے وہ حضرت علی(ع) کو گالی دیتے ہیں اور لعنت کرتے ہیں(1)

معتزلہ کے بعض فرقے ان دونوں گروہوں کو کافر کہتے ہیں عائشہ اور حضرت علی(ع) ہر دو لشکر کے افراد کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں ان کا خیال ہے کہ یہ دونوں ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے(2)

معتزلہ کے کچھ دوسرے گروہ ان دونوں مخالف دھڑوں کو بغیر معین کئے فاسق اور جہنمی کہتے ہیں کیونکہ یہ دونوں گروہ فاسق اور گنہگار تھے لیکن ان میں سے ایک فاسق اور جہنمی ہوگا جسکا فیصلہ خدا کرے گا، اس گروہ کے عقیدہ کے مطابق ان دونوں میں سے کسی کی بھی شہادت قابل قبول نہیں_ وہ یہ کہتے ہیں کہ علی وعائشہ کے تمام لشکر والے اگر ایک ہرے پتے کی گواہی دیں تو قبول نہیں کی جائے گی نہ اس گواہی پر اعتبار کیا جائے_ (3)

معتزلہ کے تیسرے گروہ کا عقیدہ لشکر عائشہ کے بارے میں یہ ہے کہ ان میں سبھی یہاں تک کہ طلحہ وزبیر بھی گنہگار اور جہنمی ہیں لیکن ان میں وہ لوگ جہنمی نہیں رہیں گے جنھیں اپنے کئے پر احساس پشیمانی ہوا اور انھوں نے توبہ کرلی_ اس گروہ کا خیال یہ ہے کہ عائشہ ان لوگوں میں تھیں جنھوں نے پشیمانی ظاہر کرکے توبہ کی کیونکہ عائشہ جنگ کے بعد امیر المومنین کے پاس ائیں اور اپنے گناہ کا اعتراف کیا ان سے معافی مانگی حضرت علی(ع) نے بھی انہیں بخش دیا_ اور انکی لغزش اور گناہوں سے صرف نظر فرمایا(4)

جاحظ کہتے ہیں کہ عائشہ اور حضرت علی(ع) کے لشکر کے بارے میں بعض لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ دونوں لشکر کے فوجی افسران تو نجات پاجائیں گے لیکن ان کے فوجی جہنم میں داخل کئے جائیں گے(5)

زیادہ تر اشاعرہ کے لوگوں کا لشکر عائشہ کے بارے میں یہ عقیدہ تھا کہ انھوں نے حضرت علی(ع) کے خلاف خروج کرکے غلطی کی، مرتکب گناہ ہوئے لیکن ان کا یہ گناہ ایسا نہیں کہ انھیں کافر کہا جاسکے نہ ان کا گناہ فسق کا باعث ہے، ان کی اس غلطی کی وجہ سے عداوت یا دشمنی رکھنا مناسب نہیں، بلکہ یہ غلطی اشتباہ کی وجہ سے ہوئی اور یہ معمولی غلطی ہے جو

---

1_ الملل ج 1 ص176 ، التبصیر ص27 ، الفرق بین الفرق ص58

2_ التبصیر ص42

3_ التبصیر ص41

4_ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج 3 ص296_ ج 2 ص448

5_ کتاب عثمانیہ جاحظ ص246 ، طبع مصر سال1374

قابل معافی ہے، کیونکہ یہ لوگ مجتہد تھے اور مجتہد اپنے اجتہاد میں غلطی سے دوچار ہوہی جاتا ہے_ (1)

اس طرح حضرت علی اور عائشہ کے لشکر والوں کے بارے بھانت بھانت کے عقائد و نظریات پیدا ہوگئے جو ایک دوسرے سے قطعی مختلف ہیں_

ان نظریات میں بعض تو سرحد کفر تک پہنچادیتے ہیں اور بعض انھیں نجات یافتہ قرار دیتے ہیں بہشتی کہتے ہیں اور بعض اس غلطی کو ایسا گناہ قرار دیتے ہیں جو ہرگز بخشے جانے کے قابل نہیں لیکن اس بارے میں ہمارا عقیدہ بہت موزوں اور متوازن ہے اور یہ حضرت علی کے اس ارشاد سے ماخوذ ہے_

اپ نے فرمایا:

عائشہ نے اگرچہ ہر طرح اختلاف وخونریزی پیدا کی لیکن پھر بھی وہ ہماری ماں ہیں اور تمام مسلمانوں کی ماں ہیں اور ان کے اعمال کا حساب خدا کے ذمے ہے(2)

(ولما بعد حرمتھا الاولی والحساب علی اللہ)

## عائشہ کی واقعی شخصیت کا تعارف

ہم نے جنگ جمل کی تاریخ بیان کرنے میں قارئین کرام کے سامنے صرف وہی باتیں بیان کی ہیں جو براہ راست یا بالواسطہ طور سے احادیث عائشہ کی حیثیت سمجھنے میں معاون ہوں_ اور یہی ہمارا مقصد بھی ہے_ مطلب یہ ہے کہ ہم نے ایسے حوادث بیان کئے ہیں جن سے عائشہ کے روحانی واخلاقی امتیازات اور ان کے عقائد وافکار کا پتہ لگایا جاسکے_ ہم نے تاریخی کتابوں کے معتبر ماخذ سے شواہد تلاش کرکے قارئین کے سامنے پیش کئے ہیں تاکہ اس کے ذریعے عائشہ کی واقعی شخصیت اور سیاسی و معاشرتی رسوخ کا پتہ چل سکے_ اسی کے ساتھ یہ کہ ان کی روحانی و نظریاتی واخلاقی خصوصیات معلوم ہوسکیں کیونکہ یہی باتیں عائشہ کی احادیث وروایات سمجھنے میں معاون ہوسکتی ہیں اور یقین حقیقت کو اسان وہموار بنا سکتی ہیں

اور اب عائشہ کے بارے میں جو تاریخی مدارک حاصل ہوئے ہیں انھیں چند فصلوں میں بطور خلاصہ پیش

---

1_ الملل والنحل ج 1 ص 44 ، المفصل ج 4 ص 153

2_ شرح نہج البلاغہ ج 1 ص 63 ، کنز العمال ج 8 ص 215 ، منتخب کنز ج 5 ص 315 _ 331

157

کئے جارہے ہیں، لیکن ہم اس فصل میں صرف عائشہ کی دلی قوت ہی کو بیان کریں گے جس کی وجہ سے وہ اپنی ہم جنسوں میں ممتاز ہوئیں_

## عائشہ کی دلی قوت

عائشہ اپنی جگر داری اور قوت کے اعتبار سے تمام دنیا کی عورتیں میں بے نظیر تھیں، یہاں تک کہ تاریخ میں اج تک ان سے زیادہ جگر دار عورت کی نشاندہی نہیں ہو گی، ہر وہ کامیابی کے ساتھ اپنے نسوانی جذبات واحسات پر اسقدر مسلط تھیں کہ کسی عورت کے لئے ایسے تسلط کا مظاہرہ بہت بعید ہے_

انہوں نے پہلے ہلّے میں بصرہ پر قبضہ کر کے وہاں کے بیت المال کے محافظوں کو اسیر کر کے نہایت بے رحمی کے ساتھ حکم دیا کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے_ اور اس عورت کے حکم سے دسیوں مسلمانوں کو ان کی انکھ کے سامنے بھیڑ بکریوں کی طرح قتل کر ڈالا گیا_

پھر اس کے بعد جنگ شروع ہوئی تو اس اتشیں اور وحشت انگیز میں خود شریک رہیں_ اور ذرا بھی خوف وہراس کو راہ دئے پورے دلی اطمینان کے ساتھ ایک سپہ سالار کی طرح حکم چلارہی تھیں_ حالانکہ خزاں کے پتوں کی طرح سر اڑرہے تھے، یہ سارا تماشہ وہ اپنی انکھوں دیکھ رہی تھیں_ ذرا ماتھے پر شکن نہ تھی، پہاڑ کی طرح جمی تھیں ہودج میں بیٹھ کر لگاتار فوجی احکامات صادر کر رہی تھیں_ ان کے دل میں ذرا بھی گھبراہٹ، کمزوری اور پریشانی کا اثر نہ تھا_ جی ہاں_ یہ امتیاز وخصوصیت عائشہ کے علاوہ دنیا کی کسی عورت میں نظر نہیں اسکتی، نہ تاریخ کسی ایسی عورت کی نشاندہی کر سکتی ہے ہم نے اسے ام المومنین کی قوت قلب کیا ہے_ قارئین اسے قساوت وبے رحمی کا نام دے سکتے ہیں یا جگر داری کہہ سکتے ہیں_

ہم نے قارئین کے سامنے تاریک بیان کی ہے فیصلہ انھیں کو کرنا ہے_

158

## عائشہ، دنیا کی عظیم ترین سیاست داں

گذشتہ فصلوں میں جو باتیں پیش کی گئیں ان سے استفادہ ہوتا ہے کہ عائشہ ایک مجیر العقول شخصیت کی حامل تھیں، وہ ذاتی حیثیت سے سحر انگیز اور چمتکاری توانائی رکھتی تھیں، اس عظیم توانائی کی وجہ سے ان کے لئے یہ بات بہت سہل واسان تھی کہ حق کو باطل کی صورت میں اور باطل کو حق کی صورت میں پیش کر دیں_ یا جن باتوں کی واقعی کوئی اصلیت نہیں ہے اسے اپنی لچھے دار باتوں سے زنگ ھستی عطا کر دیں_

انہوں نے میدان تیار کرنے اور سیاسی مہارت کی بحر العقول صلاحیت پیدا کی تھی_ اور انہیں اس کا خاص شوق بھی تھا اپنی اسی توانائی کی وجہ سے انہوں نے بیعت علی کے بعد پیمان شکنی کے لئے ایک بڑی جمعیت کو تیار کر لیا_ پھر انہیں اس طرح بھڑکا یا کہ وہ انتقام خون عثمان پر امادہ ہو گئے جبکہ عثمان کو انھیں کے حکم سے قتل کیا گیا تھا_ حضرت علی سے جنگ کے لئے بہت بڑی فوج محاذ پر کھڑی کر دی_

حیر تناک بات تو یہ ہے کہ عائشہ نے اپنی اسی تحیر خیز سیاست وصلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے متضاد و نظریات کو یاک جگہ جمع کر دیا_ اور ایک دوسرے سے قطعی جدا گانہ ہدف رکھنے والے گروہوں کو ایک نقطے پر سمیٹ لیا_ پھر سب کو ایک ہی صف میں کھڑا بھی کر دیا_ اس طرح اختلافات سے بھر پور لشکر تیار کر لیا_

اس سے بھی زیادہ حیرتناک بات یہ ہے کہ طلحہ وزبیر کو جو عثمان کے سخت ترین مخالف تھے، اور وہی واقعی عثمان کے قاتل بھی تھے، اپنی لچھے دار اور کشادہ بیانی سے عثمان کا طرفدار اور خون کا بدلہ لینے والا بنا دیا_ انہیں علی سے بیعت کے باوجو دبیعت شکنی پر امادہ کیا اور انہیں ایسے لشکر کا امیر بنا دیا جو حضرت علی کے خلاف بغاوت پر کمر بستہ تھا_

عائشہ نے صرف اتنا ہی نہیں کہ قاتلان عثمان سے اظہار بیزاری کیا بلکہ حضرت علی پر قتل عثمان کا الزام تھوپ دیا انہیں قاتل عثمان کی حیثیت سے مشہور کیا، حالانکہ واضح اور زندہ گواہی تاریخ کی ہے کہ حضرت علی نے قتل عثمان میں ذرا بھی شریک نہیں ہوئے، یہاں چند تاریخی شواہد نقل کئے جاتے ہیں_

1_ طلحہ وزبیر کی بیعت، بیعت شکنی اور یہ کہ حضرت علی نے قتل عثمان میں شرکت نہیں کی، بلکہ خود طلحہ وزبیر کے ہاتھ خون عثمان میں رنگین ہیں، ان حقائق کو حضرت علی نے بار بار بیان کیا_ اپنی واضح بیانی اور زندہ شواہد کے ذریعے



اس راز سے پردہ اٹھایا_

کبھی اپ فرماتے طلحہ وزبیر نے میری بیعت کی پھر ذرا ہی دیر بعد مجھ سے زیارت خانہ کعبہ کی اجازت طلب کی لیکن وہاں سے بصرہ اکر بغاوت کی اگ بھڑکانے لگے، مسلمانوں کو قتل کیا، میری بیعت توڑ دی، میرے دشمنوں کو میرے خلاف ابھارا اور جو کچھ کرنا تھا کیا_

اور کبھی خود طلحہ وزبیر سے خطاب کر کے فرماتے:

تم نے مجھ سے بیعت کی_ پھر میری بیعت توڑ دی ہم سے جو عہد وپیمان کیا تھا اسے پس پشت ڈالکر میرے اوپر قتل عثمان کا الزام تھوپ دیا، تم کہہ رہے ہو کہ قاتل عثمان ولی ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس کا فیصلہ غیر جانبدار صحابہ کے حوالے کر دیا جائے ایسے لوگوں کے حوالے کیا جائے کہ وہ نہ میرے ہو نہ تمہارے_

ہاں_ وہی ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کردیں، ہم ہی سے جو بھی قاتل عثمان ہے اسے وہی بتادیں_ جرم کے مطابق سزادیں_

حضرت علی مسلمانوں کے اجتماع میں ایسی باتیں بہت زیادہ کہتے اور اس طرح قتل عثمان سے اظہار بیزاری فرماتے_

ان سب کو جانے دیجئے، جس دن لوگوں نے حضرت علی کی بیعت کی اسی دن قتل عثمان میں حضرت علی کا شریک نہ ہونا اور طلحہ وزبیر کا شریک ہونا ثابت ہوگیا_

لیکن ان تمام پچھلے واضح شواہد کے ساتھ کہ حضرت علی(ع) خون عثمان سے پاک تھے اورانہوں نے اس سے اظہار بیزاری بھی کیا پھر بھی لوگوں نے اپ کی باتوں پر توجہ نہیں دی اور ان کی اظہار بیزاری کو نہ مانا_ لیکن عائشےہ نے جو اپ پر الزام لگایا تھا اپنے تما جھوٹ کے باوجود ان کی لوگوں نے تائید کی یہ صرف اس وجہ سے ہوا کہ عائشہ کو سیاست میں حیرتناک اور خاص مہارت حاصل تھی کہ وہ حقائق کو بالکل الٹ دیں اور چونکہ معاشرے میں ان کی حیثیت پسندیدہ تھی اور شیخین کے زمانے ہی سے انہیں خاص مقام حاصل تھا اس لئے وہ اپنی اس مہارت کا مظاہرہ کرسکیں_

2_ ابن سیرین نے حضرت امیر المومنین نے خون عثمان سے اظہار بیزاری کے سلسلے میں کہنا ہے کہ جب



تک لوگوں نے علی کی بیعت نہیں کی تھی ان پر قتل عثمان کا الزام نہیں لگایا تھا لیکن جس دن ان کی بیعت کی گئی ان پر الزام لگایا جانے لگا اور انہیں قاتلان عثمان کی فہرست میں شامل کرلیا گیا_

3_ ابوالاسود دئیلی نے جنگ جمل میں طلحہ وزبیر سے کہا تھا:-

تم دونوں اور عائشہ عثمان کے سخت ترین دشمن تھے لوگوں کو سب سے زیادہ قتل عثمان پر ابھارتے تھے تم لوگوں نے انہیں موت کے گھاٹ تک پہچایا اور اب ان کے انتقام قتل پر اس لئے امادہ ہو کہ تمہیں واقعی قاتل عثمان ہو_

اور تم جو کہتے ہو کہ خلافت شوری کے ذریعہ متعین ہونی چاہیئے تو یہ گستاخی تم کیسے اپنی زبان پر لاتے ہو؟ کیا تمہیں نے راضی خوشی اور بغیر کوئی دبائو کے حضرت علی کی بیعت نہیں کی تھی_

4_ عمار یاسر نے بھی جنگ جمل شروع ہونے سے پہلے عائشہ سے ملاقات کی اور ان سے کہا( فمنک الریاح ومنک المطر) یعنی اے عائشہ یہ تمام فتنے تمہیں نے شروع کئے اور ہر حادثہ اور ہر واقعے میں تمہاری انگلیوں کے نشانات نمایاں ہیں_ یہاںتک کہ قتل عثمان بھی تمہارے اشارے سے اور تمہارے حکم سے انجام پایا_

5_ جنگ جمل کی ابتداء میں صحابی رسول عبداللہ ابن حکیم نے طلحہ کو ایک خط لکھ کر کہا:

اے طلحہ_ کیا یہ خط تم نے نہیں لکھا تھا؟

طلحہ نے پوچھا_ کیوں_ یہ خط ہم نے ہی لکھا تھا:

عبداللہ نے پوچھا_ ہم کو سخت تعجب ہے کہ کل اپنی خطوط کے مطابق ہمیں تم نے دعوت دی تھی کہ ہم عثمان کے خلاف بغاوت کریں اور انہیں ختم کردیں_ یا خلافت سے علحدہ کردیں لیکن ہم نے تمہاری یہ دعوت قبول نہیں کی_ تمہارے موافق جواب نہیں دیا_ یہاں تک کہ اس میں تم نے خود ہاتھ ڈالا انہیں قتل کرڈالا اور اج پھر تم ان کے خون کا انتقام لینے کے لئے ہمارے پاس ائے ہو اور ہم بت خبر اور بے گناہ لوگوں سے ان کے خون کا انتقام لے رہے ہو

_

6_ جب مکہ میں عائشہ کے لشکر نے خروج کیا اور سعید ابن عاص اموی نے مروان سے کہا:

اے مروان_ کہاں جا رہے ہو؟ اور خون عثمان کا کس سے مطالبہ کر رہے ہو خون عثمان تو یہ تمہاری فوج میں اونٹ کی پشت پر ہے اگر واقعی تمہارا مقصد خون خواہی ہے تو اپنے اس ساتھی کو قتل کر کے اپنے گھر واپس جائو_

سعید کا مطلب یہ تھا کہ طلحہ زبیر اور عائشہ عثمان کے قاتل ہیں جو لشکر کے دونوں طرف اونٹ پر بیٹھ کر بصرہ کی



طرف جا رہے ہیں اور طلحہ و زبیر ہی کی وجہ سے جنگ جمل ہوئی جب دونوں طرف کے لشکر امنے سامنے ہوائے اور مروان کو موقع ہاتھ ایا تو اس نے تیر چلا کر طلحہ کو قتل کر ڈالا_

یہ مستحکم اور واضح دلائل و شواہد ہیں کہ حضرت علی (ع) بالکل سے خون عثمان سے اور عائشہ، طلحہ و زبیر اس خون میں شامل تھے، یہ بات جب ظاہر تھی_ لیکن ان کے باوجود عائشہ نے اپنی خاص مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے ان ساتھیوں کو خون عثمان سے بری کر دیا اور حضرت علی (ع) کے بے گناہ ساتھیوں پر ان کے قتل کا الزام تھوپ دیا جبکہ ان کا اس سے کوئی تعلق نہیں تھا پھر خون عثمان کا انتقام لینے کے لئے ان لوگوں کے خلاف لشکر تیار کیا اور ایک زبردست تاریخی جنگ پیدا کر دی_

یہ انتہائی حیرت انگیز حرکت تھی جو کسی دوسرے شخص سے نہیں ہو سکتی تھی، اسی وجہ سے کہا جاسکتا ہے کہ:

عائشہ دنیا کی ایک بہترین سیاست داں خاتون تھیں_

## عائشہ کی تقریری صلاحیت

عائشہ کو تقریر میں بھی حیر تناک مہارت تھی وہ خطابت کے امور سے پوری طرح اشنا تھیں اس حیثیت سے انہیں دنیا کی نامہ ور خطیب بھی کہا جاسکتا ہے_ کتب تاریخ میں جو ان کی اتشیں تقریر منقول ہیں_ واقعی حیر تناک ہیں.یہاں اس کے چند نمونے ثبوت کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں_

1_ عائشہ کی خطابت کا ایک نمونہ حضرت ام سلمی کے جواب دینے میں بھی پیش کیا جاسکتا ہے جس وقت وہ حضرت علی(ع) سے جنگ کا ارادہ کر چکیں تھیں ام سلمی نے ان کی سر زنش اور ملامت کرتے ہوئے فرمایا:

اے عائشہ تم نے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ انحراف اور گناہ کا راستہ ہے، خدا سے ڈرو جو تمہارے تمام اعمال کا نگراں ہے_

عائشہ نے ام سلمی کا جواب دیا_

اے ام سلمی مجھے بہت مبارک سفر در پیش ہے اس لئے کہ میں مسلمانوں کے دو گروہوں کے اندر شدید اختلافات کی حکمرانی ہے میں اس کی اصلاح کروں گی_ ان کی دشمنی اور نفاق کو خلوص وبرادری سے بدل دوں گی

162

اور اس طرح مجھے خداوند عالم کی خوشنودی حاصل ہوگی_ (نفصم المطاع اصلحت بین الفئیتین متاخرتین)

یہاں عائشہ نے اپنی پناہ خطیبانہ صلاحیت سے جنگ کی بات کو مغالطے میں ڈال کر اپنے گناہ اور فساد کو اصلاح اور خوشنودي خدا کا رنگ دیدیا دشمنی اور اختلاف کو اختلاف ختم کرنے اور اتحاد وبرادری پیدا کرنے کا رنگ دیدیا_

لیکن یہاں ایک سوال باقی رہ جاتا ہے کہ اگر عائشہ اپنے گھر میں بیٹھی رہتی اور حضرت علی(ع) سے جنگ کے لئے مکہ سے نہ نکلتیں تو مسلمانوں کے دو گرہوں میں نفاق اور دشمنی کہاں سے پیدا ہوتی_

دو مخالف گروہ جو ایک دوسرے سے لڑرہے تھے اور جس کا اظہار خود عائشہ نے کیا تھا کہ ان دونوں میں صلح کراوں گی وہ کہاں تھا، عائشہ کی بغاوت اور ان کے بصرہ انے سے پہلے اختلاف کا کہیں پتہ اور نشان نہیں تھا_ کاش انہوں نے مسلمانوں کے درمیان اصلاح کے خیال سے مکہ سے بصرہ نہ گئیں ہوتیں اور یہ تمام جنگ وخونریزی وبرادرکشی مسلمانوں میں پیدا نہ ہوتی_

2_ ایک دوسری عائشہ کی تقریر ان کی مشہور خطابت ہے جو مربد میں ہوئي تھی_

جس وقت طلحہ وزبیر نے بصرہ والوں کے سامنے تقریریں کیں اور لوگوں نے ان کی باتوں پر توجہ نہیں دی بلکہ ان دونوں پر اعتراض کرنے لگے لوگوں میں ایسا شور اور ہنگامہ پیدا ہوا کہ طلحہ وزبیر اس کو خاموش کرنے سے عاجز رہ گئے

اس موقع پر عائشہ نے اپنی تند اور آتشیں تقریر شروع کی_ کہ لوگ خاموش ہو گئے اور ساری چیخ پکار ختم ہو گئی_

عائشہ نے اپنی تقریر میں کہا:

بصرہ والو_ یہ صحیح ہے کہ عثمان گناہگار تھے_ ان سے غلطیاں بھی ہوئیں_ لیکن جب ہم نے انہیں ٹوکا تو انہوں نے ہماری بات مان لی اور اپنے گناہوں سے توبہ کی_ اپنی غلط حرکتوں سے بعض ائے لیکن تم لوگوں نے ان کی توبہ کو نظر انداز کیا اور ان پر چڑھائی کر کے بے گناہ اور مظلومی کے ساتھ قتل کر دیا_ بے رحمی سے ان کا خون زمین پر بہا دیا اس کے بعد علی کو مسلمانوں کی رضا و صلاح کے بغیر خلافت پر بیٹھا دیا اسی لئے میں مظلوم و بے گناہ عثمان کی طرفداری اور خونخواہی کے لئے کھڑی ہو گئی ہوں_ میں نے اس لئے قیام کیا ہے کہ علی کو خلافت سے معزول کر دوں گا

کہ وہ مسلمانوں پر حکومت نہ کریں_

یہ عائشہ کی خطابت کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا تھا جو میدان مربد میں پیش کیا گیا اسے سنتے ہیں شور مچانے والے لوگ خاموش ہوگئے اور اس کا لوگوں کے دل پر مخصوص اثر ہوا حالانکہ وہ لوگ جانتے تھے کہ عائشہ اپنی باتوں سے لوگوں کو مغالطے میں ڈال رہی ہیں_ لیکن سبھی پوری توجہ سے سنا رہے تھے اور دل وجان سے ان کی باتوں کو مان رہے تھے اور یہ ان کی قوت وخطابت ہی کا اثر تھا کیونکہ وہ بہت موقعہ شناس تھیں اور تقریر کے رموز سے پوری طرح اشنائی رکھتی تھیں_ لیکن نہیں_ ان کی باتوں میں جھوٹ اور مغالطے کے اثار نمایاں تھے کیونکہ اگر انہوں نے قتل عثمان کا فتوی نہیں دیا ہوتا تو کسی کو قتل کرنے کی جرات نہ ہوتی_ انہوں نے اور ان کے خاندان نے عثمان کو قتل کیا پھر ان کی مظلومیت پر گھڑیال کے انسو بہانے لگیں_

عائشہ نے اس تقریر کے بعد_ تقریر کا دوسرا حصہ شروع کیا اس میں سبھی حضرت علی (ع) کے بارے میں باتیں تھیں_ اور اپ سے اپنے پچھلے عناد کو اشکار کیا اور اپنے دلی راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے یہ کہا کہ:

اے لوگو_ تم نے ابوطالب کے بیٹے کی بیعت مسلمانوں کو خبر دیئے غیر کرڈالی اور لوگوں کی خوشنودی کے بغیر غاصبانہ طریقے سے انہیں کرسي خلافت پر بیٹھادیا_ (1)

عائشہ نے اپنی تقریر جاری رکھی_ اگے کہا کہ:

اے لوگو_ سمجھ لو عثمان مظلوم اور بے گناہ قتل کئے گئے تم لوگوں پر واجب ہے کہ ان کے قاتلوں کو تلاش کرو اور جہاں بھی پاو انہیں قتل کرڈالو_ اس کے بعد معاملہ خلافت کو اسی طرح شوری کے حوالہ کردو جیسے عمر نے کیا تھا وہی ارکان شوری خلافت کے لئے کسی کو منتخب کرلیں لیکن یہ خیال رہے کہ جو لوگ قتل عثمان میں شریک ہوئے ہیں انہیں مجلس شوری میں شامل نہیں کیا جائے اور خلیفہ معین کرنے میں ان کی رائے نہ مانی جائے چاہے وہ عمر کے ارکان شوری ہی میں موجود ہوں_ (2)

---

1_ یہاں بھی عائشےہ نے مغالطہ سے کام لیا ہے کیونکہ طلحہ وزبیر نے بصرہ والوں سے پہلے حضرت علی (ع) سے بیعت کی تھي

2_ اس سے عائشےہ کی مراد صرف حضرت علی (ع) ہیں، کیونکہ ان کے خیال میں قتل عثمان میں حضرت علی (ع) کے سوا ارکان شوری کی کوئی فرد شریک نہیں تھی_



عائشہ نے اپنی تقریر کے پہلے حصہ میں بیعت وخلافت علی کو فسخ کیا پھر خلافت کو ارکان شوری کے حوالے کیا اور اس میں بھی علی کی شرکت کو روکتے ہوئے کہا کہ جو لوگ خون عثمان میں شریک ہوئے ہیں انہیں مسئلہ خلافت میں

دخل نہیں دینا چاہئے چاہے وہ عمر کے چھ ارکان شوری ہی کی فرد ہوں_

اگر ہم عائشہ کی تقریر کا تحلیل و تجزیہ کریں تو پہلی ہی نظر میں یہ بات ہمیں سمجھ میں اجاتی ہے کہ طلحہ وزبیر کے علاوہ دوسرا کوئی شخص بھی خلافت کا حق نہیں رکھتا اور صرف انہیں دونوں میں سے کسی ایک وک خلیفہ منتخب ہونا چاہئے_ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ عمر کے ارکان شوری میں سے عثمان اور عبد الرحمن زندہ نہیں ہیں، حضرت علی(ع) بھی عائشہ کی نظر میں قتل عثمان سے متہم ہیں اس لے معاملہ شوری میں انہیں کسی قسم کی مداخلت کا حق نہیں ہے نہ رائے دینے کا حق ہے_ چوتھی فرد سعد کی ہے عائشہ کے لئے بہت اسان تھا کہ ان پر بھی قتل عثمان کا الزام لگاکر حریم شوری سے نکال باہر کردیتیں_ اب صرف دوہی شخص طلحہ وزبیر رہ جاتے ہیں جو عائشہ کی نظر میں قتل عثمان سے بری تھے اور ان کے قتل میں ان دونوں نے کسی قسم کی شرکت نہیں کی تھی اس لئے وہ ہر طرح خلافت اور شوری کے شرائط رکھتے تھے_

اس تحلیل و تجزیہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عائشہ بہت چالا کی اور لچھہ دار گفتگو سے یہ بات ثابت کرنا چاہتی ہیں کہ مسئلہ خلافت کے لئے طلحہ وزبیر میں سے کسی ایک کو منتخب کرلیا جائے اصل میں قتل عثمان اور بغاوت علی کا پرچم بلند کرنے سے ان کا مقصد یہی تھا_

3_ لوگوں کے دل میں عائشہ کے بھرپور اثر ہونے کا ایک ثبوت اور لوگوں کے جذبات سے بخوبی اگاہ ہونے کا ایک ثبوت ان کی وہ تقریر بھی ہے جسے انہوں نے قبیلہ بنی ناجیہ والوں کے سامنے ظاہر کیا_ وہ لوگ اونٹ کی مار اپنے ہاتھ میں تھامے ہوئے تھے_ انہوں نے انتہائی ہیجان انگیز انداز میں کہا کہ:

اے ناجیہ کے شریف خاندان والو استقامت دکھاو اور صبر کا مظاہرہ کروکیونکہ میں تم لوگوں کے چہرے پر قریش کی غیرت واستقامت کا مشاہدہ کررہی ہوں_

صبر اًیابنی ناجیہ فانی اعرف فیکم شمائل قریش

عائشہ نے اپنی اس تقریر میں قبیلہ ناجیہ کو قریش کے باوقار خاندان سے جوڑ دیا جو شجاعت وشہامت سے مشہور تھا اس طرح ناجیہ والوں میں فداکاری کا جذبہ بڑھ گیا کہ وہ اپنی اخری سانسوں تک حضرت علی(ع) کی فوج کے

سامنے ڈٹے رہے اور ایک کے بعد ایک قتل ہوتے رہے_

اپنے اس موثر فقرے سے عائشه نے اپنا مطلب حاصل کیا کیونکہ قبیلہ ناجیہ کے قبیلہ قریش کی شاخ ہونے میں متہم تھا لوگ اسے قریش کی شاخ نہیں سمجھتے تھے_ رسول خدا(ص) نے سامہ کے بارے میں جو اپنے کو قریش کی فرد سمجھتا فرمایا تھا کہ: میرے چچا سامہ سے کوئی فرزند پیدا نہیں ہوا تھا یعنی بنی ناجیہ سامہ سے نہیں تھے اور ان کا قریش سے انتصاب صحیح نہیں ہے_ ابو بکر و عمر بھی بنی ناجیہ کو قبیلہ قریش کی فرد نہیں سمجھتے تھے_ (1)

عائشه کی موقعہ شناسی کا ایک نمونہ وہ جملے ہیں جو قبیلہ ازد والوں سے کہے جس وقت ازدیوں نے اونٹ کی مہار تھامی اور پوری طاقت سے جنگ کرنے لگے تو ان کی طرف رخ کر کے کہا:

اے قبیلہ ازد والو_ صبر و استقامت کا مظاہرہ کرو کیونکہ صبر و استقامت ازاد مردوں کی پہچان ہے_ جب تک بنی ضبہ میرے لشکر کے درمیان رہے میں اپنے لشکر میں اثار کامرانی کا مشاہدہ کرتی رہی اور اپنی فتح کی امیدوار رہی_
صبر أفنما یصبر الاحرار

عائشه کے اس فقرے سے قبیلہ ازد میں ایسا جوش پیدا ہوا کہ انہوں نے پوری طاقت سے جنگ کی اور ایک کے بعد ایک اونٹ کے سامنے خاک و خون میں لوٹنے لگے تا کہ خاندان ضبہ کی جو تعریف عائشه نے کی ہے اسے یہ بھی حاصل کر سکیں_

5_ عائشه کی موقعہ شناسی کا نمونہ وہ بھی ہے جسے انہوں نے حضرت علی(ع) کے سامنے کہا تھا_ جنگ جمل کے بعد حضرت علی(ع) نے جب عائشه پر قابو پا کر ان کی ملامت کرتے ہوئے فرمایا:

اے عائشه_ تم نے لوگوں کو میرے خلاف جنگ پر ابھارا_ بغاوت کی تحریک چلائی یہاں تک کہ خون سے زمین لالہ زار ہو گئی بھائی نے بھائی کو قتل کیا رسول خدا(ص) نے یہی حکم دیا تھا کیا انحضرت(ص) نے تمہیں یہ حکم نہیں دیا تھا کہ اپنے گھر سے باھر نہ نکلنا اور اپنے حجرے میں بیٹھی رہنا_

---

1_ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج 3 ص126



عائشه جو موقعہ شناسی اور نقطہ سنجی میں ماہر تھیں طویل اور حساس خطابت کا تجربہ تھا_ ایسے موقعہ پر علی(ع) سے صرف ایک_ جی ہاں_ صرف چھوٹے سے ایک جملے پر قناعت کی لیکن وہ جملہ بہت حساس تھا جس نے حضرت علی (ع) جیسے مہربان اور جذباتی شخص کو رام کر دیا اور علی(ع) کو اپنی تمام کینہ وعناد کے باوجود عفو و بخشش پر مجبور کر دیا اس حساس موقع پر کہا:

اے علی(ع) اب جب کہ تم نے ہمارے اوپر قابو پالیاہے توعفو و بخشش سے کام لوملکت فاسجح_ تم نے قابو پالیاہے اب عفو کوراہ دو_ یہ چھوٹا سافقرہ کتنا بلیغ ہے اس میں ایک طرح کافرمان بھی ہے لیکن باطن میں انسانی جذبات کو اپنی طرف محبت کے لئے کھینچتاہے_ یہ ایسافقرہ تھا کہ کوئی بھی کریم شخص عفو و بخشش سے کام لیتا_



## اپنی حیثیت سے استفادہ

تمام مسلمان_ رسول اکرم(ص) کی ازواج کوام المومنین یعنی مومنو کی ماں کہتے ہیں_ مسلمانوں میں یہ لقب مشہور تھا_ لیکن عائشےہ نے اس عنوان کا تمام ازواج رسول سے زیادہ استفادہ کیااس کے ذریعہ انہوں نے لوگوں کی توجہ اپنی سمت کھینچی اور اس سے استفادہ کرنے لے لئے ناقابل فراموش اور حیرتناک موقعہ استعمال کئے_ وہ اپنے اس عنوان سے لوگوں میں کپکپی پیدا کردیتی تھیں لوگ ان کے سامنے جھک جاتے تھے اور انتہائی احترام کے ساتھ ان کی پیروی کرنے لگتے تھے_

یہ بات واضح ہے کہ یہ اختیار اور مسلمانوں کے معاشرے میں ان کا یہ اثر شیخین ( عمروابو بکر) کے زمانہ ہی میں حاصل ہوچکا تھاحضرت علی(ع) کے زمانہ میں یہ اثرباقی تھااس لئے انہوں نے تمام مرحلوں میں ام المومنین کے عنوان سے بھرپور استفادہ کیااور اس طرح لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا_ چنانچہ انہوں نے جنگ جمل سے پہلے زید ابن صوحان کو خط لکھتے ہوئے سرنامہ میں اسی لقب کو استعمال کیاپھرانہیں اپنی مدد و نصرت کی دعوت دی_

خط کا متن یہ ہے_

یہ خط ام المومنین عائشےہ بنت ابوبکر زوجہ رسول(ص) کا اپنے نیک فرزند زید ابن صوحان کو_ خدا کی حمد و ثنا کے بعد

اے زید یہ خط پاتے ہی میرے پاس اجاواور اس جنگ میں میری مدد کرواگر ہمارا حکم نہیں مانتے اور میری مدد نہیں کرتے توکم

سے کم علی(ع) سے الگ رہو اور ان کی کسی طرح بھی مدد و نصرت نہ کرو_ (1)

پھر عائشہ نے اپنے اسی عنوان کو کعب ابن سور کی طرف کھینچا اور اس کے خیالات کو بالکل پلٹ دیا_ جس وقت کعب نے اپنی غیر جانبداری کا اعلان کیا اور لوگوں سے علحدگی اختیار کرکے خانہ نشین ہو کر گھر کا دروازہ بند کر لیا عائشہ اپنے خچر پر سوار ہو کر سور کے پاس ائیں اور بات کرنے لگیں_ کعب کسی طرح بھی مثبت جواب نہیں دے رہے تھے اخر عائشہ نے مایوس ہو کر کعب سے کہا:

اے کعب کیا میں تمہاری ماں نہیں ہوں_ کیا تمہاری گردن پر میری ممتا کا حق نہیں ہے_ یا کعب الست امک ولی علیک حق_

اس فقرے نے کعب میں طوفاں کا جوش کر دیا وہ بہت زیادہ متاثر ہوئے اور ان کی ساری صلابت ہوا ہو گئی پھر وہ عائشہ سے مثبت گفتگو کرنے لگے اور میدان جنگ میں پہنچ گئے_ اگر یہ ہیجان انگیز بات نہ ہوتی اور کعب کو حضرت علی (ع) سے بغاوت پر نہ ابھارتی تو بصرہ کے سب سے اہم قبائل ازد کی حمایت سے محروم ہو جاتیں_

جی ہاں_ خانہ نشینی سے میدان جنگ کا بہت فاصلہ ہے عائشہ کی موقعہ شناسی اور ان کے ام المومنین کے عنوان نے اس فاصلہ کو ختم کر دیا اور خانہ نشینی کو جنگ و جدل سے بدل دیا_ ام المومنین کے عنوان سے استفادہ کا تیسرا ثبوت وہ موقعہ ہے کہ جب جنگ جمل میں لوگ عاشئہ کے اونٹ کے گرد پروانہ وار پھر رہے تھے اور اپنی جان نچھاور کر رہے تھے اور اپنے جعلی اشعار اور رجز میں ان کے ام المومنین ہونے کا اعلان کرتے ہئے دفاع حریم ام المومنین پر لوگوں کو ابھارتے ہوئے کہہ رہے تھے_

اے قبیلہ ازد والو_ اپنی ماں کا دفاع کرو کیونکہ ان کا دفاع نماز روزے کی طرح واجب ہے، اور ان بزرگ ماں کے احترام کا تحفظ تم میں سے ہر ایک پر واجب ہے_

ایک دوسرا چلّا رہا تھا_ اے لوگو_ یہ ہیں تمہاری ماں ان کی حمایت کرو ان کا دفاع تمہاری دینی ذمہ داری ہے ان کی نصرت وحمایت کو پامال کرنا مادری حق کو ضایع کرنے کے مترادف ہے اور عاق ہو جانا اور حق مادری کو پامال

---

1_ طبری ج 5 ص184_ 183



کرنا بہت بڑا گناہ ہے_

قبیلہ ازد عائشہ کے اونٹ کا دفاع کر رہا تھا اور اس کی مینگنی کو اٹھا کر سونگتا تھا اور کہتا تھا_

یہ اماں جان کی اونٹ کی مینگنی عطر سے زیادہ خوشگوار ہے کیا شاندار ہے یہ مینگنی_

یہ اقدامات حضرت عائشہ کے مخصوص امتیازات میں شامل ہیں یہاں تک کہ رسول اللہ کے بارے میں تھی اسی شخص نے ان احساسات کو رقم نہیں کیا ہے_

## عائشہ دنیا کی عظیم ترین سیاست داں

عائشہ صرف فصیح و بلیغ خطابت ہی کے اعتبار سے سب سے بڑی اور مشہور ترین عالمی خاتون قرار نہیں پاتی ہیں بلکہ اقتدار اور سیاسی و فکری اعتبار س بھی تحیر خیز صلاحیتوں کی مالک بھی تھیں_ اپنی اسی سیاسی و فکری توانائی کی وجہ سے انہوں نے اپنے لشکر میں پیدا اختلاف و تضاد کو بر طرف کیا اور اسی صلاحیت کے بل بوتے پر اپ کا اختلاف و عناد جو قتل و غارت گری پر ختم ہونے والا تھا سے دوستی اور باہمی تعاون میں بدل دیا_

جی ہاں جس دن لشکر عائشہ نے مکے سے کوچ کیا سی دن سے لشکر کے درمیان اختلاف نمایاں ہو گیا_ مروان کی حیثیت لشکر میں اہم تھی اور وہ لشکر عائشہ کی مشہور شخصیت تھا_ اس نے پھوٹ ڈالنے کی ہم ممکن کوشش کی_ کیونکہ جس طرح وہ حضرت علی(ع) سے دشمنی رکھتا تھا اسی طرح قتل عثمان میں شریک ہونے کی وجہ سے طلحہ و زبیر سے شدید عداوت رکھتا تھا_

لشکر عائشہ مکہ سے عراق کی طرف جارہا تھا کہ نماز کا وقت آگیا مروان نے موقع غنیمت دیکھ کر ایسی حرکتیں شروع کر دیں کہ لشکر والوں کے درمیان پھوٹ پڑ جائے_ اسی مقصد سے اس نے طلحہ و زبیر سے کہا_ یہ دیکھو نماز کا وقت آگیا _ صف قائم ہو گئی ہے لوگ اقامت کا انتظار کر رہے ہیں_ تم دونوں میں کون امامت کرے گا تم دونوں میں اس کی صلاحیت ہے میں کس کی امامت کا اعلان کروں؟

خود طلحہ و زبیر اس اچانک سوال کا جواب نہیں دے پا رہے تھے، نہ وہ اپنے دل کا راز ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ علانیہ اپنے کو اس عہدے کے لئے پیش کریں_ دونوں نے سکوت اختیار کیا اور مروان کا کوئی جواب نہیں دیا_



لیکن عبد اللہ بن زبیر نے کہا:

میرے والد زبیر موجود ہیں_ وہ اس عہدے کی صلاحیت رکھتے ہیں کیونکہ سپہ سالار لشکر ہیں

طلحہ کے فرزند محمد نے بھی کہا............. نہیں_ یہ عہدہ میرے والد سے مخصوص ہے_ یہ ان سے زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں_

اس طرح مروان نے لشکر میں اختلاف کا بیج بو دیا_ ان لوگوں میں اتش اختلاف اتنی بھڑکی، اس قدر پھیل گئی کہ قریب تھا اس کے اثرات سارے لشکر میں پھیل جائیں_ اور سارا نقشہ نقش بر اب ہو جائے_

واقعہ کی خبر عائشہ کو ہوئی تو انہوں نے مضبوط ارادے کے ساتھ اپنی مخصوص زیر کی ومہارے کو بروئے کار لاتے ہوئے اس ہنگامے کو یکسر ختم کرنے کا ارادہ کر لیا_

انہوں نے اس مضمون کا پیغام مروان کو بھیجا

اے مروان یہ کیا کر رہے ہو؟ کیا ہمارے ھدف سے روکنا چاہتے ہو؟ ہمارے لشکر میں اختلاف کیوں پیدا کر رہے ہو_

اگر واقعی تمہارا مقصد نماز پڑھنا ہے تو لو یہ میرا بھانجہ عبد اللہ موجود ہے اس کی اقتدا کر کے نماز پڑھو اور نفاق سے ڈرو_

عائشہ نے اس فقرے سے ایک طرف تو اختلاف ختم کر کے سارے لشکر کو اپنے بھانجے کی اقتدا میں نماز پڑھوا دی_ خود طلحہ و زبیر کو صف اول میں رکھا اور دوسری طرف مروان کو انتباہ دیا کہ میں تمہاری سازشوں سے بے خبر نہیں ہوں_ تمہاری ایک ایک حرکت پر نظر رکھ رہی ہوں_ مروان بھی ہر قسم کے اختلاف سے بچنے پر مجبور ہو گیا_ اور ایک فدا کار سپاہی کی طرح سپہ سالار کے سامنے سر تعظیم جھکا دیا_

عائشہ نے یہ طریقہ بصرہ میں اپنایا_ جس وقت طلحہ و زبیر بصرہ پر کامیابی سے قابض ہو گئے_ تو کامیابی کے بعد کے جشن میں جٹ گئے_ وہاں بھی مسئلہ امامت نماز میں باہم اختلاف پیدا ہو گیا_ یہ کشمکش طول پکڑتی گئی_ یہاں تک خود عائشہ نے مداخلت کی اور اسانی کے ساتھ فوراً رفع دفع کیا_ ان خطرناک نتائج کا قلع قمع کرنے کے لئے دوسری بار بھی اپنے بھانجے عبد اللہ بن زبیر ہی کو پیشنمازی کے لئے معین کیا_ اور ایک سیاسی نکتے کا بھی اضافی کیا کہ



مکمل کامیابی حاصل کرنے کے بعد تمام امور انہیں کے اختیار میں ہیں مسلمانوں کی سرپرستی اور خلافت وہی معین کرینگی_

اس نکتے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عائشہ صرف یہی نہیں کہ خود کو تنہا امیر لشکر سمجھتی تھیں بلکہ تمام مملکت اسلامیہ کی حکومت بھی اپنی ذات سے مخصوص قرار دیتی تھیں_ جسے چاہیں حکومت سے سرفراز کر دیں اور جسے چاہیں معزول کر دیں_

## عائشہ کے معاشرتی اثرات

عائشہ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی تھی کہ انہیں معاشرے میں بے پناہ رسوخ واختیار حاصل تھا_ اجتماع کے دل میں ان کا نفوذ تھا اور مسلمانوں کے قلب پر ان کی حکومت تھی لوگ ان کے فرمان پر پوری توجہ دیتے تھے_ دوسروں سے کہیں زیادہ ان کی پیروی کی جاتی تھی_

معاشرے میں ان کے بھرپور رسوخ کی حالت یہ تھی کہ حکومت وقت بھی ڈرتی تھیں_ اس کے خلاف فتنہ وھنگامہ کھڑا کر سکتی تھیں_

ان کی اسی بے پناہ صلاحیت نے انہیں ہر بغاوت اور ہر جنگ میں مدد کی بغاوت وجنگ کو اگے بڑھانے اور کامیابی سے جو کفار کرنے میں گہرے اثرات ڈالے_ تاریخ میں اس کے واضح شواہد موجود ہیں_

1_ امیر المومنین حضرت علی(ع) اپنے کو خون عثمان سے بری قرار دیتے تھے واضح دلائل کے ساتھ قتل عثمان میں اپنے کو غیر جانبدار ثابت فرماتے تھے_ اپ کے اس سلسلے میں دقیع بیانات ہیں_

لوگ بھی اس کی پوری اطلاع رکھتے تھے، لیکن اس کے باوجود اپ کی باتوں کو نہیں مانتے تھے_ لیکن عائشہ اپنی باتوں سے حضرت علی(ع) کو قتل عثمان میں شریک ہونے کا اعلان کرتی تھیں_ ان کی اس بات کو لوگ جان ودل سے مانتے تھے_ کہتے تھے جی ہاں صحیح ہے_ حالانکہ عائشہ لوگوں کو مغالطہ دیتی تھیں_ یہ بہت بڑا ثبوت ہے اس بات کا کہ وہ حقائق کو بالکل پلٹ دینے کی صلاحیت رکھتی تھیں_

2_ عائشہ کے فوجی جنگ جمل میں ان کے اونٹ کے گرد پروانہ وار گھیر اڈالے ہوئے تھے_ اسی اونٹ کو اپنا



محور جنگ اور اپنی فتح کا قطب قرار دے رہے تھے_ پروانہ وار اس کے گرد چکر لگا کر گہار مچارہے تھے_

اے مسلمانو اپنی ماں عائشہ کی جان ودل سے مدد ونصرت کرو ان کی حفاظت کرو_ یہ اقدام روزہ نماز کی طرح تم پر فرض ہے_ یہ تمہاری دینی وجذباتی ذمہ داری ہے_ اس معاملے میں سستی اور ٹال مٹول جرم وگناہ ہے_

عائشہ کے لئے یہ جذبات انگیز ماحول اور لوگوں کا جوش احساس اس کا ثبوت ہے کہ وہ اپنے بے پناہ معاشرتی اثرات کو کام میں لاتی تھیں ورنہ ہر شخص کے لئے ایسی مقبولیت ممکن نہیں ہے_

3_ معاشرہ اور قومی محاذ پر عائشہ کا یہی رسوخ تھا کہ وہ کعب بن سور جیسے اہم قاض کو جس کا بصرہ پر بڑا اثر تھا گھر سے میدان جنگ میں کھینچ لائیں_ اس کے ہاتھ میں اونٹ کی لجام تھمادی اسے اپنی جنگ کا پہلا تبرک بنادیا_

4_ جنگ جمل میں قبیلہ ازد کے لوگ اونٹ کی مینگنی کو عطر کی طرح سونگھتے تھے_ اس کی بدبو کو تمام قسم کی خوشبوؤں سے بہتر سمجھتے تھے_ وہ چلّا رہے تھے_

ہماری اماں عائشہ کے اونٹ کی مینگنی سے کتنی اچھی عطر کی خوشبو پھیک رہی ہے ( بوجمل امنا ریحہ ریح مسک ) حالانکہ اس قسم کا والہانہ پن رسول خدا(ص) کے مرکب کے ساتھ بھی نہیں دیکھا گیا_

5_ تمام جنگوں میں ایک پرچم ہوتا ہے_ لیکن معمول کے خلاف جنگ جمل میں کوئی پرچم نہیں تھا_ اس جنگ میں پرچم وہی اونٹ تھا جس پر عائشہ بیٹھی ہوئی تھیں_ وہ لشکر کے اگے اگے چل رہا تھا_ جب تک یہ جاندار پرچم حرکت میں تھا یعنی اپنے اعتدال کا تحفظ کرتے ہوئے کھڑا تھا_ عائشہ کے تمام فوجی اپنی شکستوں کو خاطر میں نہیں لارہے تھے پہاڑ کی طرح حضرت علی(ع) کے لشکر کے سامنے کھڑے تھے_ زبیر نے جنگ سے کنارہ کشی اختیار کی اس کا بھی فوج عائشہ پر کوئی اثر نہیں ہوا_ طلحہ قتل ہوئے عبد اللہ بن زبیر زخمی ہو کر گر پڑے ان باتوں کا لشکر عائشہ پر کوئی اثر نہیں ہوا_ لیکن جیسے ہی عائشہ کا اونٹ پئے کیا گیا اور وہ زمین پر گرا لشکر پر زبردست شکست کے اثار مرتب

ہو گئے _ تمام لشکر والے ادھر ادھر بھاگ نکلے _

محترم قارئین _

یہ تھی عائشہ کی سیاسی و معاشرتی حیثیت ، نبوغ فکری اور حیرتناک استعداد _ میدان مارنے اور لوگوں کو مغالطہ دینے کی صلاحیت یہ تھی کہ عائشہ کی واقعی شخصیت اور روحانی شخصیت کا رخ _ ان کا اخلاق جسے گذشتہ صفحات

میں پیش کیا گیا_ لیکن واضح رہے کہ عائشہ اپنی اس محیر العقول اور عجیب شخصیت کے باوجود جس نے کبھی ہار نہیں مانی لیکن بڑی اسانی سے عبد اللہ بن زبیر کے جھانسے میں اگئیں_ ابن زبیر سے انہوں نے کیا دھوکہ کھایا اسے ائندہ صفحات میں ملاحظہ فرمایئے

## قصہ عبداللہ بن زبیر کا

عائشہ کی نظر میں سب سے پیارا

عائشہ جس طرح اپنے روحانی اوصاف و خصوصیات میں اپنے زمانے کی مشہور ترین تھیں ;اپنے گھرانے اور قوام قبیلے سے جس قدر شدید وابستگی رکھتی تھیں وہ بھی تاریخ میں لاجواب ہے_ اپنے قوم قبیلے اور گھرانے میں سب سے زیادہ عبد اللہ بن زبیر سے اظہار محبت کرتی تھیں جو ان کی بہن اسماء کے بیٹے تھے_ ایک خالہ کے بجائے ایک مہربان ماں کی طرح جو اپنے فرزند سے بہت زیادہ جذباتی لگاو رکھتی ہو_ وہ عبد اللہ کو ٹوٹ کے پیار کرتی تھیں_ اسی حد سے زیادہ محبت کی وجہ سے اپنی کنیت ام عبد اللہ رکھ لی تھی_ لوگوں میں اسی کنیت سے مشہور بھی تھیں_ (1)

ہشام بن عروہ کا بیان ہے کہ: میں نے نہیں دیکھا کہ جنگ کے موقع پر عبد اللہ سے زیادہ کسی کی سلامتی اور کامیابی کے لئے خدا سے دعا کرتی ہوں_ جنگ ختم ہونے کے بعد جب عبد اللہ کے زندہ بچ جانے کی خبر سنائی گئی تو حد سے زیادہ خوش ہوئی اور سجدہ شکر بجالائیں_ جس شخص نے سلامتی کی خوشخبری دی تھی اسے دس ہزار درھم انعام دیئے

عائشہ بیمار ہوئیں_ سبھی بھانجے ان کے ارد گرد عیادت کے لئے موجود تھے_ انہیں میں عبد اللہ بھی تھے_ عبد اللہ نے خالہ کو بستر بیماری پر نقاہت کی حالت میں دیکھا تو بے اختیار ان کے رخسار پر انسو بہانے لگے_ عائشہ نے سر اٹھایا کہ بھانجہ رو رہا ہے تو وہ بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں_ روتے ہوئے کہا کہ:

اے عبد اللہ میرے لئے یہ بڑا سخت و سنگین مرحلہ ہے کہ میں تم کو دکھی اور روتا ہوا دیکھ رہی ہوں_ میرے

---

1_ اغانی ج9 ص142

لعل_ تم میرے پیارے اور خاندان میں سب سے پیارے ہو_ میرے پیارے_ میں واضح طور سے کہہ رہی ہوں کہ رسول خدا(ص) ،ماں اور باپ کے بعد میں کسی ایسے کو نہیں جانتی جو مجھے تم سے زیادہ محبوب ہو_ تم سے زیادہ میرے دل میں کسی نے محبت کی گنجائشے پیدا نہیں کی ہے_

اس کے بعد عائشہ نے وصیت کی کہ میری موت کے بعد مخصوص گھر اور حجرہ عبداللہ کو دیا جائے گا_ (1)

## عبداللہ بن زبیر کی بنی ہاشم سے دشمني

عبداللہ بن زبیر پر عائشہ کی اتنی شدید مہر و محبت کی بارش تھی جب کہ وہ خاندان رسول کا انتہائی بدترین دشمن سمجھا جاتا تھا_ وہ اہلبیت(ع) سے کینہ و عداوت کے ماحول میں پلا بڑھا اس طرح اس کی رگ رگ میں اہلبیت سے عناد بھر گیا تھا_

عبداللہ جوان ہوا اور اس نے ہاتھ پاوں پھیلائے تو حضرت علی(ع) سے جو کچھ اسے شدید دشمنی تھی، اپنے باپ زبیر کو علی دشمنی سے بھر دیا_ زبیر اپنے فرزند ہی کی وجہ سے اپنے بھائی علی کے دشمن ہو گئے جب کہ وہ ان کے خالہ زاد بھائی تھے_ دشمنی اس قدر بڑھ گئی کہ وہ علی کے دشمنوں کی صف میں ہو گئے اور جنگ وجدال پر امادہ ہو گئے_

خود حضرت علی نے بھی اس واقعیت سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرمایا ہے:

زبیر ہمارے دوست اور طرفدار تھے یہاں تک کہ وہ ہمارے خاندان کی فرد سمجھے جاتے تھے یہاں تک کہ ان کا منحوس اور نالائق بیٹا عبداللہ جوان ہوا پھر تو زبیر ہمارے سخت ترین دشمنوں اور مخالفوں میں سمجھے جانے لگے_(2)

عبداللہ کی اہلبیت سے دشمنی اتنی تھی کہ چالیس ہفتہ تک متواتر نماز جمعہ کے خطبے میں رسول خدا(ص) کا تذکرہ اور صلوات سے باز رہے_ جب ان سے صلوات روکنے پر اعتراض کیا گیا تو جواب دیا کہ:

مجھے رسول خدا(ص) کے ذکر اور صلوات سے انکار نہیں ہے لیکن چونکہ وہ لوگ جو اپنے کو خاندان رسول سے سمجھتے ہیں

---

1_ تہذیب بن عساکر ج 7 ص400 ،شرح نہج البلاغہ ج 4 ص482

2_ شرح نہج البلاغہ ج 44 ص360 ،تہذیب ج 7 ص 363 ،استیعاب، نہج البلاغہ

وہ ذکر رسول سے فخر ومباحات کرتے ہیں_ ان کی ناک رگڑنا چاہتاہوں اور ان کا فخر ومباحات کرتے ہیں_ ان کی ناک رگڑنا چاہتاہوں اور ان کا فخر ومباحات ختم کرنا چاہتاہوں_ میں مسلسل صلوات سے پرہیز کروں گا اور خطبے میں رسول خدا(ص) کا نام نہیں لوں گا_ اس واقعے کو عمر بن شبہ، ابن کلبی، اوقدی اور دوسرے تمام مورخوں نے لکھاہے_

محمد بن حبیب، ابوعبیدہ اور معمر بن مثنی عبداللہ کا جواب یوں نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے لوگوں کے اعتراض پر کہاتم لوگوں کے درمیان رسول خدا(ص) کے کچھ خاندان والے ہیں_ جو نااہل ہیں میں ذکر رسول سے اس لئے پرہیز کررہاہوں کہ وہ فخر ومباحات کرتے ہیں میں ان کی ناک رگڑنے کے لئے صلوات نہیں پڑھتاخود ابن زبیر نے عبداللہ بن عباس سے کہاکہ:

چالیس سال سے تمہارے خاندان کی عداوت میرے دل میں جاگزیں ہے میں اس دشمنی کو اپنے سینے میں چھپائے رہا_ (1)

یوں تو ابن زبیر کے دل میں عام طور سے بنی ہاشم کی عداوت موجزن تھی لیکن حضرت علی سے عداوت سب سے زیادہ تھی_ کبھی کبھی اپنی عداوت کو شام وحشی گوئی کے ذریعے ظاہر کرتارہا_ (2)

بنی ہاشم اور اہلبیت سے اس کی دشمنی کا نمونہ یہ واقعہ بھی ہے کہ محمد بن حنفیہ عبداللہ بن عباس_ حسن مثنی بن امام حسن کے علاوہ سترہ افراد بنی ہاشم کو مکہ سے ایک تنگ وتاریک درّے میں جسے درّہ بنی ہاشم کہاجاتاتھا_ اس میں قید کردیا_ پھر حکم دیا کہ ڈھیر ساری لکڑیاں درّے کے دہانے پر جمع کرو_ جس دن تک ان لوگوں کو مہلت دی گئی تھی اسی سب کو جلادیاجاتا_ مختار کو اس واقع کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے چار ہزار جنگجوؤں کو تیار کرکے حکم دیا جس قدر سرعت ممکن ہو پہونچکر بنی ہاشم کو ابن زبیر کے الاؤ سے نجات دیں_

اس واقعے کو تمام مورخین نے اسی طرح نقل کیاہے لیکن ابوالفرج نے ابن زبیر کی بنی ہاشم کے افراد سے شدید عداوت کی اس طرح تشریح کی ہے_

عبداللہ زبیر کو بنی ہاشم سے شدید اور گہرائی دشمنی لمبے زمانے سے تھی ان کسی قسم کی تہمت اور برائی سے باز

---

1_ مروج الذھب ج 1 ص 63، شرح نہج البلاغہ ج 1 ص 354

2_ مروج الذھب، شرح نہج البلاغہ

نہیں اتا تھا_ لوگوں کو ان سے عداوت پر ابھار تا رہتا تھا_ وہ ہمیشہ ان لوگوں کے درمیان فتنہ وفساد برپا کرنے پر امادہ رہتا تھا_ بر سر منبر کبھی اشارے میں اور کبھی صاف لفظوں میں ان کی مذمت کرتا تھا_ بعض موقعوں پر ابن عباس اور دوسرے معززین بنی ہاشم نے اس کا جواب دیکر اس کی ناک بھی رگڑی_

ابوالفرج اگے لکھتاہے کہ:

ابن زبیر نے ایک مرتبہ موقعہ پاکر محمد ھنفیہ اور دیگر سر کردہ بنی ہاشم کو اسیر کر کے زندان عازم میں قید کر دیا_ اسی درمیان اسے بتایا گیا کہ ابوعبداللہ جدلی اور دوسرے عقید تمندوں نے محمد حنفیہ کی گلو خلاصی ومدد کے لئے مکہ کی طرف چل پڑے ہیں_ ابن زبیر نے یہ خبر سنتے ہی حکم دیا کہ قید خانے کے پھاٹک پر لکڑیاں جمع کی جائیں اور اگ لگادی جائے،اس کا ارادہ تھا کہ کہ محمد حنفیہ کے ساتھ سب کو اگ سے جلادیا جائے_

ابوعبداللہ کو بھی اس واقعے کی خبر ہو گئي_ وہ بہت زیادہ تیزی سے چلتے ہوئے ٹھیک اسی وقت پہونچے جب دروازے پر اگ کے شعلے بھڑک رہے تھے،انہوں نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے اگ بجھائي اور محمد حنفیہ کو ازاد کرایا_ (1)

## جنگ جمل میں ابن زبیر کی شعلہ افروزي

یہ ابن زبیر جو دشمنی میں بنی ہاشم کو اگ سے جلا کر مارنا چاہتا تھا،یہی عبداللہ جس نے اپنے باپ کو ان کے ماموں بھائي علی سے بدظن کر کے ان کا نظریہ بدلوایا_ خلوص ومحبت کو عداوت ودشمنی میں بدل دیا اسی ابن زبیر عائشہ کو اپنے قبضے میں کرلیا تھا_ انہیں پہلے ہی سے حضرت علی سے کینہ وعناد تھا_ بھڑکا کر جنگ وخونریزی ہر امادہ کر دیا_ اس طرح مسلمانوں میں جنگ جمل ہو گئي_ یہ دعوی بلا دلیل نہیں ہے_ بلکہ بے شمار تاریخی شواہد موجود ہیں_

ابن عبدالبر نقل کرتا ہے کہ: ایک دن عائشہ نے کہا: جب بھی عبداللہ بن عمر کو دیکھنا مجھے خبر کرنا اور اسے میرے پاس بلانا_ میں اس سے ایک بات کہنا چاہتی ہوں_

ایک دن انہیں عائشہ کے پاس لایا گیا_ عائشہ نے کہا:

---

1_ اغانی ج9 ص6

اے ابو عبد الرحمن_ جس نے میں نے بصرہ کا ارادہ کیا تھا_ تم نے مجھے اس سفر سے منع کیوں نہیں کیا_

انہوں نے عائشہ کا جواب دیا_ اے عائشہ_ اس دن اپ عبد اللہ بن زبیر جیسے لوگوں کے قبضے میں تھیں_ اپ کے خیال پر ان کا خیال اس طرح مسلط تھا کہ اپ کو ان کے خلاف سوچنے کی اور مخالفت کرنے کی طاقت نہیں تھی_ ان کے مقابلے میں میری بات کا اپ پر کوئی اثر نہ ہو گا اپ میرے منع کرنے سے ہر گز نہ مانتی_

عائشہ نے کہا: جو ہونا تھا ہو گیا_ لیکن سمجھ لو کہ اگر تم منع کرتے تو میں ہر گز اقدام نہ کرتی_ اپنے گھر اور اپنے شہر سے باہر نہ نکلتی_ (1)

امیر المومنین نے بھی شروع جنگ جمل میں عائشہ کو یہ خط لکھا تھا اے عائشہ کہیں تمہیں بن زبیر اور خاندان کی فرد طلحہ سے شدید محبت ایسی راہ پر نہ ڈال دے جس کا نتیجہ عذاب جہنم ہو_

مورخین کا بیان ہے کہ: عائشہ جب مقام حواب پر پہونچیں اور کتوں کے بھونکنے کی اواز انے لگی تو انہیں رسول خدا(ص) کی بات یاد ائی کہ ایک دن اپ نے اس واقع کو بیان کیا تھا اور ایبان میں تعریض عائشہ کی طرف تھی_ جس پر انہوں نے پکا ارادہ کر لیا کہ لشکر کو نہیں چھوڑ کر اپنے گھر واپس چلی جائیں_

جب ابن زبیر کو اس کی اطلاع ہوئی تو فوراً خود کو عائشہ کے پاس پہونچکر ان سے کہا اے عائشہ جن لوگوں نے اس کو حواب کا مقام بتایا ہے انہوں نے غلطی کی ہے کیونکہ ہم حواب کو تو پیچھے چھوڑ ائے ہیں_ عائشہ کو چونکہ ان سے والہانہ لگاو تھا اس لئے اس سے متاثر ہو کر ابن زبیر کی بات مان لی_

جی ہاں_ عائشہ اپنی تمام سیاست، فکری قدرت اور معاملہ فہمی کے اس جگہ کمزوری دکھائی، عبد اللہ کے سامنے بالکل بے بس ہو گئیں_

لیکن ابن زبیر نے اسی پر قناعت نہیں کی_ بلکہ اس ڈر سے کہ کہیں کوئی عائشہ پر حقیقت حال منکشف کر کے واپس نہ کر دے ان سے علحدہ نہیں ہوئے سائے کی طرح ساتھ چلتے رہے یہاں تک کہ بصرہ پہونچکر جنگ برپا کرا دی_

---

1_ استیعاب شرح حال ابن زبیر، شرح نہج البلاغہ ج 4 ص 281



لیکن اگر بن زبیر نے عائشہ کو دھوکہ نہ دیا ہوتا اور اپنی دیرینہ عداوت ظاہر نہ کی ہوتی تو ہر گز جنگ جمل نہ ہوتی_ اور نہ مسلمانوں کا اس طرح خون بہتا اسی لئے کہا گیا کہ جنگ جمل کی سلسلہ جنبیاتی ابن زبیر نے کی_

جی ہاں............ قارئین کرام پر واضح ہو گیا کہ تاریخی واقعات سے معولم ہو تا ہے کہ جنگ جمل کے اصلی محرک بن زبیر ہی تھے_ نہ کہ عبد اللہ بن سبا جس کا ہزار سال سے مورخین نام لے رہے ہیں اور اس افسانہ ابن سبا کو واقعی تاریخی شخصیت سے سمجھے بیٹھے ہیں_ ہم بن سبا کا افسا اگے بیان کرتے ہیں_

## افسانہ عبداللہ بن سبا

یہاں ہم نے جو جنگ جمل کے حالات لکھے ہیں ان کا مدرک اور اعتماد وہ احادیث وروایات تھیں جن پر تمام مورخوں کو اعتماد سے ہم نے اس تجزیہ وتحلیل میں جن کتابوں سے مطالب لئے ہیں ان کے تمام راویوں کو، علماء رجال نے توثیق کی ہے اور ان کی باتوں کی تائید و تصدیق کی ہے_

لیکن ان معتبر تاریخی روایات اور اصیل سرچشموں کے مقابل ایسی روایات بھی پائی جاتی ہیں جن کا تمام سرا ایک جھوٹے اور جعلی شخص کے ہاتھ میں ہے_ جی ہاں_ ان جھوٹی رولیتوں کے لئے حدیث سازی کے کارخانے سے ایک شخص باہر نکلتا ہے جسے تمام علماء رجال اور تذکرہ نگاروں نے جھوٹا_ زندیق اور بے دین کہا ہے_ لیکن اس کے باوجود قلم کاروں اور مورخوں نے ان جھوٹی روایات کو بعد میں انے والوں کے لئے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے_

واضح لفظوں میں کہا جائے کہ ان تمام جعلی روایات کا سلسلہ اور ان جعلی رولیتوں کو گڑھنے والے کا نام سیف بن عمر تمیمی کو فی ہے جسے بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے لگ بھگ ایک سو ستّر 170ھ میں وفات پائی_

اس نے اپنے دوران زندگی میں جھوتی رولیتیں اور اپنی طرف سے گرھی ہوئی ڈھیر ساری داستانیں کتب تاریخ کے حوالے کر دی ہیں_ انہیں میں ایک یہ کہ سیف بن عمر نام کا جھوٹا اور حدیث ساز راوی اپنے خیالی کارخانے سے پیدا کیا پھر اسے لباس ھستی پنھا کر واقعیت کا جامہ چڑھا دیا_ اس کا نام اس نے عبد اللہ بن سبا رکھا ہے_

جی ہاں_ عبد اللہ بن سبا کی حیثیت ایک خیالی شخص سے زیادہ نہیں ہے_ خداوند عالم نے ایسے شخص کو ابھی تک پیدا ہی نہیں کیا_



ان خصوصیات وصفات کا مرد ابھی دنیا میں ایا ہی نہیں_

اس کی تخلیق سیف بن عمر نے کی ہے جس کی فکر بناوٹ اور خیال سازی میں بڑی مہارت رکھتی تھی_ اس نے یہ حرکت اس لئے کی تا کہ ہر قسم کا جھوٹ اور افسانہ اس کے نام سے شائع کر دیا جائے کہ جھوٹ اپنے ہاتھ پاوں پھیلاتا رہے_ دروغ سازی کا دروازہ کھلا رہے_

سیف بن عمر نے اپنی جعلی ساز فکر کے سہارے عبد اللہ بن سبا کو پیدا کیا_ پھر جہاں گنجائشے دیکھی اپنی طرف سے داستان عجیب گڑھ کے اس کے سر تھوپ دیا_ ساری باتیں خیالی عبد اللہ بن سبا کے نام سے مسلمانوں کے درمیان مشہور

کر دیں_

ایسا ہی اس کا ایک افسانہ بطور خلاصہ یہ ہے کہ............ سیف بن عمر کا بیان ہے کہ: یمن کے صنعاء سے عبد اللہ بمن سبا نام کا ایک شخص عثمان کے زمانے میں نمودار ہوا جسے ابن سودا بھی کہا جاتا تھا اس نے اپنے اسلام کا اظہار کیا لیکن حقیقت میں وہ یہودی تھا یعنی دو اتشہ تھا_ خود وہ شخص انتہائی مکار و حیلہ گر تھا_ اس نے اسلامی معاشرے میں فتنہ و فساد برپا کرنے کا ارادہ کیا تا کہ دو پارٹی بنا کر اسلامی طاقت کو توڑا جائے_ اتحاد پارہ پارہ کیا جائے اسی مقصد سے اس نے اسلام قبول کیا_ اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا_ اس کے بعد اس نے اپنے اس خطرناک منصوبے پر کام کرنا شروع کیا_

اس نے اہم اسلامی شہروں کا سفر کیا_ مدینہ، مصر، شام، کوفہ، بصرہ دندناتا پھرا_ وہ ان شہروں میں ایک بشارت دہندہ کی حیثیت سے لوگوں کے سامنے اپنے کو نمایاں کرتا رہا_ اس نے مسلمانوں کو خوشخبری سنائی کہ رسول خدا(ص) رجعت فرمائیں گے_ وہ بہت جلد زندہ ہو کر لوگوں کے درمیان تشریف لائیں گے_ اسی ضمن میں اس نے لوگوں کو یہ بھی تلقین و تبلیغ کی کہ رسول کے بلا فصل جانشین اور وصی حضرت علی(ع) ہیں، عثمان نے ان کا حق غصب کر لیا ہے_ مکاری کر کے ان کا حق خلافت ہڑپ لیا ہے_ عبد اللہ بن سبا نے بظاہر اپنا میلان حضرت علی کی طرف دکھا کر ان کی طرفداری کی_ اکثر اصحاب رسول اور مسلمان اس کے فریب میں اگئے_ اور اس کی باتیں مان لیں_ عمار یاسر، ابوذر، ابو حذیفہ، محمد بن ابی بکر، مالک اشتر اور حجر بن عدی جیسے بزرگ ترین اور مشہور اصحاب و تابعین ان دھوکہ کھانے والوں میں سر فہرست ہیں_ یہ لوگ اس کی پیروی کرنے کے لئے اس کے گرد جمع ہوگئے_ وہ گمنام یہودی اپنی ان باتوں سے بہت



سے اصحاب اور مسلمانوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب ہوگیا_ اور اسلام میں ایک مضبوط پارٹی حزب سبائی کے نام سے قائم کرلی_ اسی پارٹی کے لوگوں نے مسلمانوں کے خلیفہ عثمان کے گھر کا محاصرہ کر کے انہیں قتل کر دیا_

جی ہاں_ سیف بن عمر کے خیال کے مطابق عبد اللہ بن سبا یہودی نے مکاری دکھا کر مسلمانوں کی صیف میں شامل ہوگیا اور بظاہر اپنے کو حضرت علی کا طرفدار مشہور کر کے مشہور اصحاب رسول پر مشتمل ایک سبائی پارٹی بنا کر مسلمانوں کے خلیفہ کو قتل کر دیا_

سیف بن عمر نے اپنے اس تخلیقی افسانے میں تاریخی حوادث کو اگے بڑھاتے ہوئے جنگ جمل کی بات چھیڑی_ وہاں اس نے اپنے خلاّق دماغ سے ایک دوسرے عبد اللہ بن سبا کو پیدا کیا جس کا نام قعقاع بن عمرو رکھا ہے_ اور اسے صحابی رسول بھی بتایا ہے_ اس شخص کے ذمے اس نے سفارتی کام لگاتے ہوئے اس کا نام کبوتر صلح رکھا ہے_ یہاں سے پھر اپنا شروع کرتے ہوئے بات اگے بڑھاتا ہے_

جنگ جمل میں قعقاع بن عمرو صلح و صفائی کی بہت کوشش کی کبھی حضرت علی سے ملا اور کبھی عائشہ سے ملاقات کی اور کبھی طلحہ و زبیر سے ملاقات کر کے انہیں صلح کی دعوت دی_ انہیں جنگ و خونریزی نے ڈرایا_ اخر کار وہ کبوتر صلح قعقاع اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا_ اس کی کوشش نے دونوں لشکر کو صلح پر امادہ کر لیا_ اور دونوں طرف کی چھاونی میں سکون پیدا ہوگیا_ عبد اللہ ابن سبا اور اس کے ماننے والے سبائی اس صلح کے نتیجے سے سخت تشویش میں مبتلا ہوگئے انہیں اپنے مجوزہ تخریب کاری کا نقشہ خراب ہوتے دیکھ کر بڑی تکلیف ہوئی_ انہوں نے رات کی تاریکی میں ایک جگہ جمع ہو کر مشورہ کیا اور اس صلح کو پارہ پارہ کرنے کے لئے ایک منصوبہ تیار کیا_ خود عبد اللہ ابن سبا جو اس

داستان کا ہیرو ہے اس نے نقشہ یوں مرتب کیا کہ اس کی پیروی کرنے والے دو حصوں میں تقسیم ہو جائیں_ ایک گروہ حضرت علی(ع) کے لشکر میں چلا جائے اور اپنے کو اس کا سپاہی بتائے اور دوسرا گروہ عائشہ کے لشکر سے چپک جائے اور عائشہ کا طرفدار بتائے اور ایک معین وقت میں اندھیری رات کو ایک دوسرے پر حملہ اور ہو جائیں_ یہ شور مچاتے ہوئے کہ ادھر سے حملہ ہو گیا اس طرح ناگہانی طور سے جنگ کی اگ بھڑک اٹھے گی اور جو صلح قعقاع کے ذریعہ سے طے پا گئی ہے جنگ میں بدل جائیگی_

اس تخریب کار گروہ نے عبداللہ بن سبا کی تجویز کو پسند کیا اور خوشی خوشی اسے مان لیا اور اندھیری رات میں



اس کو بڑے اچھے ڈھنگ سے نافذ کر دیا اس طرح دونوں لشکر کے افسران کے میلان کے خلاف بغیر اطلاع کے مسلمان ایک دوسرے کے خلاف بھڑک اٹھے اور اتش جنگ خاموش ہونے کے بعد دوبارہ شعلہ ور ہو گئی اس طرح تخریب کار عبداللہ بن سبا کی پارٹی نے مسلمانوں کے درمیان جنگ جمل کرا دی_

یہ تھی جنگ جمل واقع ہونے کی داستان جسے سیف ابن عمر نے گڑھی ہے اور جس کی صحت اور واقعیت کی کوئی بنیاد نہیں ہے_ کیونکہ اس داستان کے دونوں ہیرو یعنی عبداللہ بن سبا اور قعقاع ابن عمرو کا اصلاً اج تک کوئی وجود ہی نہیں ہے_ اج تا کل_ یہ کبھی پیدا ہی نہیں ہوئے_ اس صورت حال میں اس داستان کو افسانہ سے زیادہ کچھ نہیں کہا جاسکتا_ سن 170ھ سے پہلے سیف ابن عمرو نے یہ افسانہ گڑھا اور تاریخ لکھنے والوں نے بھی اس افسانہ کو اسی سے حاصل کرکے اپنی کتابوں میں لکھ مارا اس طرح بتدریج جیسے جیسے زمانہ گذرتا گیا اس کو واقعی تاریخ کی حیثیت سے شہرت حاصل ہو گئی_ بعد میں اسے معتبر کتابوں میں بھی جگہ ملتی گئی_ اس طرح قارئین نے اس حادثہ کے مقابل گڑھے ہوئے واقعے کو یہ سوچ کر مان لیا کہ مشہور کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور اب تو انہیں ذرا سا بھی شک نہیں ہوتا اور اس کی واقعیت میں وہ شک بھی نہیں کرتے چنانچہ زیادہ تر اسلامی مورخین اور مستشرقین نے بھی اس حقیقت سے واقف نہیں ہیں کہ یہ داستان افسانہ سے زیادہ نہیں اور اس افسانے کا تخلیق کار جھوٹے سیف ابن عمر کے علاوہ کوئی نہیں_

## "واقعہ کا سرا اکیلے سیف کے ہاتھ میں ہے"

مذکورہ داستان کا ناقل اور راوی سیف کے علاوہ کوئی نہیں جس شخص نے بھی اپنی کتاب میں یہ واقعہ لکھا ہے اسی سیف سے روایت کی ہے_ اخری سرا سیف ہی تک پہنچتا ہے اس کے علاوہ دوسرے کسی کا نام درمیان میں نہیں ہے کیونکہ طبری ( م310ھ ) اس داستان کو اسی ایک راوی سے حاصل کرکے اپنی کتاب میں لکھا ہے اور ابن عساکر نے ( م571ھ ) اپنی تاریخ مدینہ و دمشق اور ابن ابی بکر ( 741ھ ) نے بھی اپنی کتاب التمھید والبیان میں اور ذھبي ( م747ھ ) اپنی تاریخ کی کتاب میں اس افسانہ کو اسی سیف ابن عمر سے حاصل کرکے اپنی کتاب میں لکھا ہے_

بعد کے تمام تاریخ نگاروں میں اج تک جس نے بھی یہ داستان لکھی ہے وہ طبری کے حوالے سے لکھی ہے

اور طبری نے بھی اسی ایک جھوٹے اور افسانہ ساز راوی سے نقل کیا ہے

اور ہم نے اپنی کتاب عبد اللہ ابن سبا میں اس حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے اور ساری باتوں کو بیان کر کے یہ نشاندہی کی ہے کہ کس طرح بعد کے تاریخ نویسوں نے یہ افسانہ نقل کرنے میں کیلے طبری سے سندنی ہے اور اپنی تحقیق میں صرف اسی پر بھروسہ کیا ہے،یہاں نمونے کے طور پر ماضی کے دو مورخوں کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے _

1_ گذشتہ تاریخ نگاروں میں ابن خلدون کا پایہ بہت بلند ہے وہ اپنی کتاب المبتداء والخبر میں قتل عثمان کے بعد جنگ جمل کا واقعہ لکھتے ہوئے اس کی چند باتوں کو نقل کرتا ہے اور دوسری جلد میں صفحہ 425 میں وہ کہتا ہے کہ یہ تھی جنگ جمل کی داستان جسے ہم نے تاریخ طبری سے نقل کیا ہے اور چونکہ ہمیں اس کتاب پر وثوق واطمینان ہے اس لئے جنگ جمل کی تاریخ لکھنے میں ہم نے اسی ایک کتاب پر اکتفا کی_ وہ اسی کتاب کے صفحہ 247 پر کہتا ہے کہ میں نے ان تمام تاریخی حوادث کو محمد ابن جریر طبری کی تاریخ کبیر سے لکھا ہے اور بطور خلاصہ اپنی کتاب میں صرف اسی سے نقل کیا ہے کیونکہ کتب تاریخ کے درمیان ہم نے اسے دوسری کتابوں کے مقابل محکم تر پایا ہے اس لئے صرف اسی پر اعتماد واطمینان کیا ہے،کیونکہ اس کتاب میں بزرگ اصحاب رسول پر تنقید وطعن کم پایا جاتا ہے_

2_ اور ابن ہم مورخوں میں اج سعید افغانی کا نام لے رہے ہیں انہوں نے اپنی کتاب عائشہ وسیاست کی مختلف مصلوں میں

اجتماع عثمان وتتابع الحوادث ص32_ 35

ابن سبا البطل الخفی المخیف ص48_ 52

الاشراف علی الصلح ص145_ 147

الموامرة والدسیسه ص155_ 158 میں اس جھوٹی داستان عبد اللہ ابن سبا اور اس کے پیروکاروں کی لکھ ماری ہے پھر اپنی اس کتاب کے مدرک کو صگحہ 5 پر اس طرح واضح کیا ہے_

ان تاریخی حوادث کے نقل میں میں نے تاریخ طبری پر اعتماد کیا ہے اور تاریخی مطالب کو صرف اسی سے حاصل کیا ہے کیونکہ تاریخ طبری دوسری تمام کتابوں کے مقابل حوادث تاریخی کے عہد سے نزدیک ہے اور تاریخی تالیف کی حیثیت سے بھی تمام کتب تاریخ پر مقدم ہے ان باتوں کے علاوہ اس کتاب کے مولف نے دوسرے

مورخین سے زیادہ حفظ وامانت تاریخی میں عرق ریزی کی ہے بعد کے مورخین نے بھی نقل تاریخ میں اسی پر زیادہ اعتماد کیا ہے_ مجھے بھی اس کتاب سے بہت عقیدت ہے اسی لئے میں نے اس کی عبارتوں کے عین الفاظ بھی نقل کئے ہیں_

پھر سعید افغانی اپنے صفحہ 47 پر لکھتے ہیں کہ ہم نے زیادہ تر واقعات تاریخ طبری پر اعتماد کرتے ہوئے نقل کئے ہیں_

قرئین کرام جیسا کہ اپ ملاحظہ کر رہے ہیں کہ طبری نے اس افسانہ کو اکیلے سیف ابن عمر سے اپنی کتاب پر نقل کیا بعد کے تمام مورخین نے طبری کی عظمت و جلالت پر بھروسہ کرتے ہوئے اس افسانہ کو بغیر غور وفکر کئے اسی سے نقل کر ڈالا اور اپنی کتابوں میں جگہ دیدی اس طرح ایک جعلی اور جھوٹی داستان ایک واقعی تاریخی حیثیت سے لوگوں کے درمیان شائع ہو گئی اور ایک جھوٹا افسانہ ایک نا قابل انکار حقیقت کا روپ لیکر ظاہر ہو گیا_

اب میں قارئین کی توجہ اس جدول کی طرف موڑنا چاہتا ہوں یہ جدول عبد اللہ ابن سبا کے افسانہ کو نقل کرنے کا سلسلہ اول سے اخر تک کل سے اج تک پورے طور سے واضح کر دیتا ہے_ یہ جدول واضح کرتا ہے کہ اس افسانہ کا ناقل صرف جھوٹے سیف ابن عمر کے علاوہ کوئی نہیں ہے اج اور کل کے تمام مورخین کی طعن صرف اسی پر ٹوٹتی ہے اور سیف ابن عمر کی دروغ بیانی حدیث سازی تمام علم رجال کے علماء کے درمیان روشن اور مسلم ہے_

ابن ابی بکر
۷۴۱

ابو الفداء
۷۳۲

رشید رضا
۱۳۵۶

روایت - م -
دونالدسن

احمد امین

نیکلسن

دایرة
المعارف
اسلامی

فان
فلوتن

ولها
وزن

سعید افغانی

غیاث الدین

ابن اثیر
۶۳۰

ابن کثیر
۷۷۴

میر خواند
۹۰۳

ابن خلدون
۸۰۸

فرید وجدی

بستانی

حسن
ابراہیم

ابن ابی بکر

طبری
۳۱۰

ذہبی
۷۴۸

ابن
بدران
۱۳۴۶

ابن عساکر

سیف ابن عمر تمیمی کوفی دروغ پرداز معروف و سازندہ افسانہ
عبد اللہ ابن سبا ۱۷۰

عبد اللہ ابن سبا کا افسانہ اور کتب تاریخ
سے اس کی پیدائش کی کیفیت و نوعیت

## پردہ اٹھتا ہے

جنگ جمل کے بعد جو حضرت علی(ع) کی فتح کی صورت میں ختم ہوئی تھی عائشہ شکستہ بال وپر اور سخت غم وغصہ کے ساتھ اپنے گھر واپس اگئیں وہ اس صورت میں گھر واپس ارہی تھیں کہ شکست بھی کھائی تھی اور اپنے چچیرے بھائی طلحہ سے ہاتھ دھو بیٹھی تھیں یہ وہی طلحہ تھے جن کے لئے عائشہ نے بہت زیادہ امیدیں باندھ رکھی تھیں کہ انہیں کرسي خلافت پر بیٹھادیں اور مسلمانوں کی حکومت ان کے حوالے کردیں اسی جنگ میں نہ صرف یہ کہ ان کے چچیرے بھائی طلحہ قتل ہوئے بلکہ ان کے بیٹے محمد ابن طلحہ بھی قتل کئے گئے جو خاندان میں سب سے قریب تھے اس جنگ میں اپنی بہن اسماء(1) کے شوہر کو بھی ہاتھ سے دیدیا تھا جو جنگ کے سپہ سالار تھے_

یہ وجہ تھی کہ جنگ ختم ہونے کے بعد ڈھیر سارا دکھ درد لئے حیرت وندامت کے ساتھ کہ ہم نے نصیحتوں پر توجہ کیوں نہ کی خیر خواہوں کی باتیں کیوں نہ مانیں وہ اپنی گھر واپس اگئیں_ وہ اس حالت میں مدینہ واپس ہوئیں کہ ان کا سینہ حضرت علی(ع) کے خلاف کینہ وعناد سے بھرا ہوا تھا_ جیسے دیگچی میں پانی جوش مارتا ہے_ لیکن اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ جب تک حضرت علی(ع) زندہ ہیں اور مسلمانوں کی قیادت کررہے ہیں اتنی تمام دشمنی کو اپنے سینے میں چھپائے رہیں اور ایک وقت کت کے لئے اپنے سینے کو خاکستر بنائے رہیں_

اسی وجہ سے جس وقت حضرت علی(ع) کے موت کی خبر ان کے کان میں پڑی تو سجدہ شکر بجالائیں اور بہت زیادہ خوش اور مسرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ دو شعر پڑھے

فالقت عصاها واستقر بها النوى

كما قرعيناً بالاياب المسافر

---

1_ اسماء بنت ابی بکر عائشےہ کی بڑی بہن تھیں ان کی ماں کا نام قیلہ یاقتیلہ تھا اسماء کو ذات نطاقین بھی کہتے ہیں یعنی دازار بند والی کیونکہ انہوں نے رسول اللہ(ص) کی ہجرت کے دن اپنی کمر کا پٹکہ ادھا پھاڑ کر رسول اللہ(ص) کے سفر کا کھانا باندھا تھا وہ زبیر کی زوجہ تھیں جن سے تین بیٹے ہوئے_ عبداللہ_ عروہ_ منذر_ اس کے بعد زبیر نے انہیں طلاق دے دی_ ان کے فرزند عبداللہ 73 ہجری میں قتل کئے گئے حالانکہ اسماء زندہ تھیں_ اسی کے چندروز بعد 100 سال کی عمر میں اسماء وفات پاگئیں_ اسد الغابہ ج 5 ص268

فان یک نائیاًفلقد نعاه
غلام لیس فی فیہ التراب

علی گزر گئے اور ابن ان کی واپس نہیں ہو گی مجھے ان کی موت سے اپنے دل کو اتنی خوشی ہو رہی ہے جیسے خاندان کا کوئی مسافر اپنا عزیز تر رشتہ دار گھر واپس انے سے خوشی ہوتی ہے_ ہاں_ علی کی موت سے میری انکھیں ٹھنڈی ہو گئیں_

عائشہ نے یہ اشعار پڑھے اور پوچھا کہ علی(ع) کا قاتل کون ہے_ ان سے کہا گیا کہ قبیلہ مراد کا ایک شخص_

یہ سن کر عائشہ نے یہ اشعار پڑھے_ وہ( علی) اگر چہ موت کے وقت ہم سے دور تھے لیکن اس جوان کو زندہ باد جس نے ہمیں موت کی خوشخبری سنا کر ہمیں خوش کر دیا جس ان شعروں کی خبر ام سلمی کی بیٹی زینب(1) کو ہوئی تو انہوں نے عائشہ پر اعتراض کیا اور کہا کہ اے عائشہ کیا تم حضرت علی(ع) جیسے عظیم انسان کے لئے یہ بے ہودہ باتیں بک رہی ہو کیا تم ان کے قتل کی خبر کو مسرت کی خبر سمجھتی ہو_ عائشہ نے معذرت کرتے ہوئے کہا میں ذرا سٹھیا گئي تھی جب بھی ایسی حالت ہو تو ہمیں چونکا دیا کرو_(2)

ابو الفرج اصفہانی کے مطابق عائشہ نے زینب کا یہ جواب دیکر یہ شعر پڑھے

مازال اھداء القائد بیننا
باسم الصدیق و کثرۃ الالقاب
حتی ترکت وکان قولک فیھم
فی کل مجتمع طنین ذباب

ہمارے درمیان یہ رسم تھی کہ ہم دوستوں کو القاب اور بہت تعریف کے ساتھ یاد کرتے تھے ان کی مدح میں قصیدے اور اشعار پڑھتے تھے لیکن وہ زمانہ بیت گیا_ وہ وقت گذر گیا_ اب تو تعریف و توصیف ان لوگوں کی مکس کی اوازیں کررہ گئي ہے_ جن کا تھوڑا سا بھی اثر باقی نہیں ہے_

عائشہ کا مطلب یہ تھا کہ یہ دشمنی عداوت اور کینے جو عائشہ سے مختلف اوقات میں علی کے بارے میں ظاہر

---

1_ زینب زوجہ رسول حضرت ام سلمی کی بیٹی تھیں ان کے باپ کا نام عبد الاسد قریشی تھا چونکہ وہ قبیلہ مخزوم سے تھیں اس لئے مخزومی کہی جاتی ہیں_

ہوئے ان سے بہت سے راز نہانی ظاہر ہوتے ہیں_

## فرزندان علی(ع) سے عائشہ کی عداوت

عائشہ کی عداوت صرف حضرت علی(ع) سے ہی مخصوص نہیں تھی بلکہ اس کی جڑیں بہت عمیق اور بہت وسیع تر تھی اس کا دائرہ حضرت علی(ع) کے پورے خاندان میں پھیلا ہوا تھا_

مورخین لکھتے ہیں کہ عائشہ حضرت علی(ع) کے فرزند حسن(ع) و حسین(ع) سے پردہ کرتی تھیں اور ان سے نامحرموں کا سابرتاو کرتی تھیں حالانکہ ابن عباس ان پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے تھے کہ حسن(ع) و حسین(ع) کو عائشہ سے محرم ہونے کی حیثیت حاصل ہے ابن سعد نے عائشہ کے اس سلوک کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ ابوحنیفہ اور مالک سے نقل کیا گیا ہے کہ ہر شخص کی زوجہ اپنے فرزندوں کی نسبت سے خاندان کے دوسرے افراد کے مقابل اور اسی طرح اس کی بیٹی کے بیٹوں کی بن بست محرم رہیں گے اور ان میں سے کسی کو اس عورت سے شادی کی اجازت نہیں اب یہ مسئلہ تمام مسلمانوں کا متفقہ مسئلہ ہے_

اور ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ جو تمام مسلمانوں میں متفقہ ہے_

اور ابن عباس ابوحنفیہ اور مالک بھی اسی کے قابل ہیں یہ ایسی بات نہیں تھی کہ عائشہ سے چھپی ہوئی ہو اور اس حکم کو نہ جانتی ہوں_ عائشہ کا مقصد تو اس برتاو سے دوسرا ہی تھا وہ چاہتی تھیں کہ اپنے اس سلوک سے حسنین(ع) کے فرزند رسول ہونے کا انکار کریں اور انہیں فرزند رسول(ص) نہ سمجھا جائے_

## عائشہ دوسری جنگ کی تیاری کرتی ہیں

جس دن سے عائشہ نے لوگوں کو بھڑکا کر ایک عظیم انقلاب برپا کیا اسی دن سے بنی امیہ میں اور ان میں سخت نفرت اختلاف تھا کیونکہ بنی امیہ عثمان کا خاندان اور ان کا طرفدار تھا_

لیکن جس دن سے یہ دونوں حضرت علی(ع) خلیفہ ہوئے اور عائشہ نے ان کے خلاف قیام کیا اسی دن سے یہ

دونوں قطب مخالف یعنی عائشہ اور بنی امیہ تین باہم صلح وصفائي ہو گئي اور دونوں ایک دوسرے کے قریب ہو گئے_

حالانکہ عائشہ اور بنی امیہ ایک دوسرے کی ضد تھے اور دشمن بھی تھے لیکن اس معاملے میں_ جی ہاں_ صرف اسی معاملے میں دونوں کا مقصد ایک تھا کیونکہ دونوں ہی حضرت علی(ع) کے سخت مخالف تھے یہ مشترک ہدف اس بات کا سبب بنا کر یہ دونوں مخالف قطب ایک دوسرے کے ساتھ اتحاد کا ہاتھ بڑھا کر ایک ہو جائیں_

بنی امیہ عائشہ کے پرچم کے نیچے اگئے اور انہوں نے عداوت کو دوستی اور اتحاد میں بدل دیا اپنی توانائیاں ایک جگہ مرکوز کر دیں تا کہ علی(ع) کو خلافت سے معذول کیا جا سکے_ اسی وجہ سے جنگ جمل واقع ہوئي لیکن اس کے اس امید کے بر خلاف علی(ع) نے اس جنگ میں فتح پائي اور عائہش کو ان کے گھر واپس کر دیا_

عائشہ نے اگرچہ جنگ میں اپنی طاقت وتوانائي ختم کر دی تھی لیکن وہ اپنی فعالیت کو ختم کر کے چین سے نہیں بیٹھ سکتی تھیں وہ اپنی پوشیدہ دشمنی کو اور دکھ رنج کو برداشت کر کے ارام سے خاموش نہیں بیٹھ سکتی تھیں یہی وجہ تھی کہ اس وقت کے سردار معاویہ سے اور تمام بنی امیہ سے ارتباط وتحاد زیادہ سے زیادہ محکم تر کرنے لگیں اور ایک ہماھنگی کا معاہدہ سا ہو گیا کہ دونوں ہی حضرت علی(ع) کی مخالفت میں کمربستہ تھے_

وہ ایک دوسری جنگ کے کا ماحول تیار کرنے میں جٹ گئیں_ اور نتیجہ میں حضرت علی(ع) کے ایک دوسری جنگ واقع ہوئي جو جنگ جمل سے سخت تر تھی اور اس کے نتائج واثار اس سے بھی زیادہ خطرناک اور نقصان دہ تھے_

جی ہاں.......... عائشہ مخالفت علی(ع) ختم کرنے پر امادہ نہیں تھیں انہوں نے جنگ جمل کے بعد ایک سرد جنگ چھیڑ دی یہ زبان کی جنگ تھی_ جو جنگ حضرت علی(ع) کے قتل ہونے کے بعد بھی ختم نہیں ہوئي اور اس کا دائرہ عائشہ کی اخری سانسوں تک پھیلتا رہا_

ہاں_ جب تک عائشہ زندہ تھیں حضرت علی(ع) کے خلاف حدیث سازی کی جنگ تھی اور بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس جنگ کے نقصانات اج تک تاریخ اسلام میں جاری ہیں اور صدیوں بعد بھی اس جنگ کے اثار دامن اسلام سے ختم نہیں ہوئے ہیں_

معاویہ جو ہمیشہ حضرت علی(ع) سے بر سرپیکار رہے اور انہوں نے اس راہ میں اپنی تمام طاقت وقوت کو رف کر



ڈالا حیلہ وفریب کے تمام راستے اختیار کئے اخر کار جو کچھ ان کے اختیار میں دولت وتوانائي تھی مخالفت علی(ع) میں صرف کر ڈالی_ عائشہ اس راہ میں اپ سے اور بلا معاوجہ معاویہ کی طاقتور معاون بن گئیں جسے اپ اسی کتاب کی تیسری جلد میں ملاحظہ فرمائیں گے_

خدایا۔ اس کتاب کو مسلمانوں کے لئے فائدہ بخش قرار دے اور ہمارے لئے ذخیرہ اخرت۔

والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی سیدنا محمد والہ الطیبین الطاھرین۔

# جلد سوم

# گفتار مترجم

اسلامی متن کو جاننے کے لئے تاریخ اسلام کی شناخت اور مشہور و موثر شخصیتوں کی شناخت بہت ضروری ہے۔یہاں تک کہ جرات کے ساتھ یہ دعوی کیا جاسکتا ہے کہ تاریخ اسلام کی گہرائی اور دقّت سے واقفیت حاصل کئے بغیر اس کے ائین، حقائق اور واقعات کو سمجھا نہیں جاسکتا، کیوں کہ ایک طرف تو بزرگ شخصیتوں کی پہچان اور ان کے مثبت اسلامی افکار و اعمال خود دینی متن کا ایک حصّہ ہیں جسے سنّت کے نام سے جانا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ اس کے زبان و مکان، اداب و رسوم اور اخلاق کو سمجھے بغیر اس کی واقفیت ممکن نہیں ہے اور دوسری طرف منفی شخصیتوں کو پہچاننا بھی صحیح اسلام کو سمجھنے کیلئے ضروری ہے کیوں کہ اس طرح اسلامی جنگ و جہاد کی نوعیت اور انکے رہبروں کے اقدامات کو سیاہ کار افراد ہی کے اقدامات سمجھنے سے سمجھا جاسکتا ہے_

اس بنیاد پر توجہ کرتے ہوئے ایک قیمتی تاریخ صحیح کی ہمیں تلاش کرنی چاہیئے، تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ حقائق تاریخی حاصل کرنے کے لئے اپنے دین کی واقفیت کے حصول میں کس قدر مددگار ہے، اور کس حد تک ہم طلوع اسلام کے بعد صدیاں بیتنے کے باوجود ہم صحیح اسلام کو حاصل کرسکتے ہیں اور اس چشمہ صافی سے نزدیک ہو سکتے ہیں_

ہم ائندہ صفحات میں دیکھیں گے کہ اسلام میں تاریخ و حدیث کو کس طرح خواہش پرستی کا نشانہ بنایا گیا اور جھوٹ و تحریف کس حد تک اسمیں جگہ پا گئی ہے، احادیث و تواریخ کی کتابوں پر ان عیاروں نے حکومت اموی کے اشاروں سے، خاص طور سے معاویہ کے اشارے پر کس حد تک تقویت دی گئی اسلام کی زندگی پر ہر دن ایک تازہ جھوٹ اور بناوٹ کا پلندہ بڑھا دیا جاتا تھا دین خدا کا درخشاں سورج اہستہ اہستہ ان تمام جھوٹ اور جعل کے دھند میں دفن ہو گیا، یہیں ہمیں ائمہ اہلبیت کی جانبازی و ثبات کو افرین کہنا پڑتا ہے کہ ان بزرگواروں اور پاکباز شیعوں نے سچے اسلام کی حمایت کے لئے اقدام کیا اور اپنے خون سے جھاد کی ایک ایسی فضا تیار کی کہ ان جھوٹے اور جعل سازوں کی ہمت پست ہو گئی_

دوسری طرف جاہلیت کے محافظوں، اموی و عباسی خلفاء کی یہ کوشش جاری رہی ہے کہ معاویہ کے زمانے میں جو جھوٹ گڑھ دئے گئے ہیں ان کی حفاظت کی جائے اور جہاں تک ہو وسیع بنیادوں پر انکی اشاعت کی جائے



کیونکہ انکے خلافت کی بنیاد اسی جھوٹ پر استوار تھی، حق باطل کی یہ محاذارائی گروہ خدا اور گروہ شیاطین کے درمیان ہمیشہ جاری رہے گی اس سے کوئی زمانہ خالی نہیں رہا ہے_

ہمارے عہد میں ایک دوررس محقق اپنی شاندار ذہانت سے اس سچ اور جھوٹ کو ایک دوسرے سے الگ کرنے کیلئے عظیم اقدام کیا ہے اور سیکڑوں جھوٹ اور تحریف کو میدان تاریخ اسلام سے الگ کیا ہے علامہ مرتضی عسکری نے تاریخ و حدیث کے متون کو چالیس سال تک اپنی سخت کاوش سے حقائق کی رونمائی کی ہے جو دراسات فی الحدیث والتاریخ کے نام سے سلسلہ وار شایع ہو چکی ہے رات و دن کی محنتوں_ دقت نظر اور فکر صحیح کے ذریعہ تاریخ اسلام کے

بے شمار مسائل اور واقعات کو جعلیات کے اندھیروں سے نکال کر حقائق کے متلاشی حضرات کے حوالہ کیا_

سچی بات تو یہ ہے کہ صحیح تاریخ اسلام اور اسکی عظیم رکاوٹوں کا سب سے پہلا متن مشہور تاریخ طبری ہے یہ تاریخ نگاروں کا پیشوا ہے بغیر اس کا مطالعہ کئے اور اس پر تحقیقی نظر ڈالے اسے مستند نہیں قرار دیا جاسکتا اسی طرح صحیح بخاری صحیح مسلم اور ابن اثیر وغیرہ پر بھی ہوش مندی کے ساتھ تحقیقی نگاہ ڈالنا ضروری ہے چنانچہ ازاد اور مشہور مصری دانشور، محمود ابوریہ فرماتے ہیں کہ:

جس شخص کو بھی ارزو ہے کہ تاریخ اسلام کے حقائق کو اوائل سے بیعت یزید کے زمانہ تک اچھی طرح سمجھے اس پر لازم ہے کہ وہ دو قیمتی تحقیقی کتابوں کا مطالعہ کرے ایک تو عبد اللہ بن سبا اور دوسرے احادیث ام المومنین عائشہ_

* * *

مولف کتاب علامہ سید مرتضی عسکری ایرانی نادانشور ہیں انکے اباءواجداد صدیوں تک ساوہ اور سبزوار میں علمی اور تبلیغی مرجعیت سے سرفراز تھے اپ کی ولادت سامرہ شہر میں ہوئی اور علمی گھرانے میں پرورش پائی ان کے بڑے ابا ایۃ اللہ مرزا محمد سامرائی نے انکی تربیت میں بہت ہاتھ بٹایا اپ اس شہر کے بزرگ اور پرہیزگار عالم تھے علامہ عسکری نے ابتدائی دینی تعلیم ( اور ثانوی حد تک ) سامرہ میں حاصل کی اس کے بعد اپ نے قم کا سفر کیا اور یہاں پانچ سال تک حوزہ علمیہ میں تکمیل علم کے مراحل طے کئے اس کے بعد اپ عراق اپنے بزرگ و مقدس اجداد کی پابوسی کے لئے چلے ائے اپ کے تحصیلات علمی کا اخری دورہ عراق کے مذہبی شہروں میں ہوا اس کے بعد اپ تھوڑی دیر بھی ارام و سکون سے نہ بیٹھے اور ان ایام میں بھی اپنی زندگی کو علمی تحقیقات اور تبلیغی و معاشرتی فعالیت

4

میں صرف کیا پندرہ شیعی ادارے قائم کئے ان میں ثانوی مدارس کالج اسپتال اور امور خیر کے صندوق شہر بغداد میں قائم کئے_

علامہ عسکری کے علمی کارناموں کی چند خصوصیتیں ہیں ان صفحات میں ان کے علمی نگارش کا کچھ تذکرہ کیا جاتا ہے تاکہ اس کتاب کے سمجھنے میں معاون ہو_

اپ کی تمام کتابوں کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ تعصب اور جانبداری سے قطعی پاک ہوتی ہے، چنانچہ ہم اسی کتاب میں اس حقیقت کا مشاہدہ کریں گے اپ نے صرف حق و حقائق کی پاسداری کے لئے شخصیت کے کمزور پہلووں سے بحث کی ہے اور ام المومنین کے امتیازات کی تشریح کے لئے بے شمار صفحات لکھ ڈالے ہیں_

دوسری خصوصیت و امتیاز یہ ہے کہ اپ نے متقدمین کے مصادر و متون کی طرف رجوع کیا ہے، یہاں تک کہ اپ نے اپنے ابتدائی مباحث میں پانچویں صدی بعد کی کسی کتاب پر بھروسہ نہیں کیا ہے اور ضمنی حیثیت سے اپ نے کوشش کی ہے کہ انھیں متقدمین کے متون کی طرف متوجہ کیا جائے تاکہ تمام امت کے افراد پوری طرح مان لیں جیسا کہ عصر حاضر کے بعض دانشور حضرات نے کچھ تاریخی کتابوں میں تشکیک پیدا کی ہے علامہ نے اپنی کتاب عبد اللہ بن سبا میں صرف انھیں کو اپنا ماخذ نہیں بنایا ہے، ڈاکٹر حفنی داود استاد دانشکدہ ادبیات مصر نے عراقی رسالہ میں کتاب عبد اللہ بن سبا کے بارے میں اپنی رائے لکھی ہے کہ اس محقق اور ماہر تاریخ نے اپنے علمی تحقیقات و مباحث میں بے شمار کتابوں کے حوالے دئے ہیں اور ہر ایک میدان تاریخ میں قدم ڈال کر فراموش شدہ حقیقت کو حاصل کیا ہے یہ استاد محقق ہمیشہ اس کوشش میں رہے کہ اپنی تمام کتابوں کے دلائل مخالفین شیعہ سے حاصل کئے

جائیں اور انھیں سے اپنا مطلب ثابت کیا جائے اس طرح وہ قریب ترین راستہ اختیار کرتے ہیں تا کہ دشمنان شیعہ کو اپنے مدلل باتوں سے مغلوب کر سکیں_

تیسری امتیازی صفت جو استاد عسکری کی تمام کتابوں میں پائی جاتی ہے کہ وہ حوالے بہت زیادہ دیتے ہیں چنانچہ اسی کتاب کے فصل اول میں بہت زیادہ مصادر وماخذ موجود ہیں حالانکہ فارسی میں چالیس صفحہ اور عربی متن میں بیس صفحہ سے زیادہ نہیں ہیں، یہ خصوصیت کتاب عبداللہ بن سبا کے متن عربی میں اور اس موجودہ کتاب میں ہر جگہ دیکھی جاتی ہے یہاں تک کہ کبھی ادھے صفحہ میں حواشی حوالہ جات بھرے ہوئے ہیں_ اور کہیں تو ان سے بھی زیادہ



حوالوں کو لکھ ڈالا ہے_

اخری اہم ترین خصوصیت ایسی ہے کہ جو مشرق و مغرب کے تمام دانشوروں میں کم ہی دیکھی جاتی ہے وہ یہ کہ انھوں نے قدیم ماخذ و مصادر پر پورے طور سے اعتماد نہیں کیا ہے چاہے وہ طبری ہوں یا ابن ھشام یا ابن اثیر انھوں نے کسی پر بھی پورا بھروسہ نہیں کیا ہے چاہے وہ کتنے ہی مشہور ہوں خواہ دوسروں نے اس پر اعماد بھی کیا ہو لیکن علامہ عسکری کی تحقیق میں لائق قبول نہیں ہیں وہ پہلے مرحلے میں تاریخی روایات کے اسناد پر بحث کر کے اسکی قدر وقیمت تعین کرتے ہیں اس صورت حال میں وہ راویوں کی حیثیت کا تحقیقی تجزیہ کرتے ہیں اسکے بعد وہ مورد بحث کے متن کا اسطرح تجزیہ کرتے ہیں کہ تمام روایات کی اس طرح تطبیق ہو جائے کہ صحیح وسقم جدا ہو سکیں؟

اس بات کا تذکرہ ضروری ہے کہ مغربی محققین عام طور سے یا زیادہ تر اپنی توجہ متن پر مرکوز رکھتے ہیں اور انکی کوشش ہوتی ہے کہ حوادث کے متن کا صحت وسقم متعین کیا جائے وہ راویوں پر کم توجہ دیتے ہیں جدید مستشرقین جنھوں نے مغرب اور یورپ سے علم حاصل کیا ہے وہ زیادہ تر انھیں اساتذہ کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں انکی زیادہ تر تحقیق یورپی انداز فکر سے الگ نہیں ہے اور وہ زیادہ مولف کتاب پر بھروسہ کرتے ہیں اسلئے زیادہ تر خرافاتی مطلب کو مان لیتے ہیں کہ اسے مشہور دانشور نے نقل کیا ہے اور اسی کو لکھ مارتے ہیں_

لیکن اسلامی محدثین نے ان دونوں روش میں دقیق ترین راہ کا انتخاب کیا ہے وہ پورے طور سے راویان اخبار کو دیکھتے ہیں اور انکی روایت کا تجزیہ کرتے ہیں اور اس حوالے سے وہ تمام ماخذ پر غور کرتے ہیں ان تمام تحقیقات کے انداز کی روشنی میں وہ اپنا نقطہ نظر پیش کرتے ہیں علامہ عسکری کی عمدہ ترین تحقیقات کا انداز یہی ہے، وہ تاریخ اسلام کے حوادث ومسائل کے سلسلہ میں جدید نظریات وآراء کو اسی بنیاد پر پیش کرتے ہیں جن لوگوں نے کتاب عبداللہ بن سبا اور دوسری کتاب ( خمسون ومائۃ صحابی مختلق ) (ڈیڑھ سو مصنوعی صحابی) کو ملاحظہ کیا ہے وہ ہمارے اس نقطہ نظر کی تصدیق کرینگے_

کلاسگو یونیورسٹی کے پروفیسر جیمس ربسن نے علامہ کو خط لکھتے ہوئے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اپ نے (سیف) راوی کی روایتوں کا جو تجزیہ کیا ہے وہ بہت دلکش ہے وہ اس طرح، پہلے کہ اپ نے سیف کی روایتوں کا تجزیہ کیا پھر انکا دوسری روایتوں سے تقابل کیا اور اس دقیق تقابل نے سیف کی روایت کا پول کھول دیا یہ بھی کہ ان روایتوں کی سند سے پتہ چلتا ہے کہ سیف نے غالباً مجہول راویوں سے روایت نقل کی ہیں پھر یہ بھی سوال

اٹھتاہے کہ اخر دوسرے مولفین نے ان روایتوں کو اپنی کتابوں میں جگہ کیوں نہ دی لہذا قاری اس نتیجہ پر پہنچتاہے کہ سیف نے خود ان راویوں کو گڑھ لیاہے یہ الزام سیف پر ایک منطقی نتیجہ کے طور پر سیف اور دوسرے راویوں کے تقابل سے حاصل ہوتاہے، میں بہت زیادہ متشکر اور خوش بھی ہوں کہ اس بحث کے مطالعے میں اپناوقت صرف کروں اور مطمئن ہوں کہ جو لوگ بھی اس کتاب کو سمجھکر پڑھیں گے وہ اس شاندار بحث کی ستائشے کرینگے_

اب یہ بھی ضروری ہے کہ علامہ عسکری کی علمی اور تحقیقاتی کتابوں کا بھی تذکرہ کر دیاجائے_

1_ " عبداللہ بن سباو اساطیر اخری" یہ کتاب نجف، قاھرہ، بیروت، اور تھران، میں طبع ہوئی اور فارسی، ترکی، اور انگریزی میں ترجمہ کیاگیا_

2_ "خمسون ومائة صحابی مختلق" یہ کتاب بیروت، بغداد، اور پھر کئی بار بیروت میں طبع ہوئی اس میں ایک سو پچاس اصحاب رسول کابیان ہے جو جھوٹے بھی ہیں اور خیالی ہیں جو اج تک پیدا نہیں ہوئے_

3_ "احادیث ام المومنین عائشہ ادوار من حیاتھا" یہ کتاب فارسی میں تھران میں 3 جلدوں میں چھپی اور پاکستان میں اسکا اردو ترجمہ شایع ہوا_

4_ "رواۃ مختلقون" اسمیں جھوٹے راویوں کا پول کھولاگیاہے جنہوں نے روایتیں گڑھ کے تاریخ میں بھر دی ہیں یہ کتاب منطقی لحاظ سے خمسون ومائۃ صحابی مختلق کا نتیجہ ہے_

5_ "من تاریخ الحدیث" یہ بہت ہی اچھی تحقیقی کتاب ہے_

6_ " السقیفہ" تاریخ اسلام کے اس عظیم حادثے کا 300/ صفحات میں تجزیہ کیاگیاہے_

7_ "مصطحات اسلامیہ" اسمیں اسلامی اصطلاحات کی تعریف ہے_

8_ " مع الدکتور الوردی فی کتابہ وعاظ السلاطین" بادشاہوں کے واعظوں پر علمی تنقید ڈاکٹر علی الوردی نے کی ہے اس پر علامہ نے علمی تنقید لکھی ہے_

9_ "کیف تعلم الدین" دو جلدوں میں بچوں کو دینی مسائل سمجھائے گئے ہیں_

10_ " مقدمہ ای بر مراۃ العقول" علامہ مجلسی نے اصول کافی کی شرح مراۃ العقول کے نام سے لکھی ہے، علامہ نے اس پر ایک طولانی مقدمہ لکھاہے_



11_ "مقدمہ بر کتاب علی والسنۃ" گیارہویں صدی کے عظیم دانشور سید ہاشم بحرانی کی تالیف علی والسنۃ پر مقدمہ لکھاہے_

12_ "مقدمہ و تحقیق در کتاب طب الرضا"

13_ "مقدمہ بر کتاب الاجازات العلمیہ عندا لمسلمین" ڈاکٹر عبد اللہ فیاض کی کتاب پر مقدمہ ہے_

14_ " مقدمہ بر کتاب اصل الشیعہ و اصولھا"علامہ کاشف الغطاء کی کتاب پر تبصرہ کیا ہے_

15_ " محمد صادق نجمی کی مطالعہ صحیحین پر مقدمہ لکھا ہے" ان کے علاوہ بھی علامہ عسکری نے عربی کے علمی رسالوں جیسے رسالۃ الاسلام المجتمع الاسلامی اورالاضواءاور الایمان اور العرفان میں بہت سے مقالے لکھے ہیں_

* * *

موجودہ کتاب احادیث ام المومنین عائشہ ادوار من حیاتہا کی اخری جلد ہے جو معاویہ کے زمانے سے متعلق ہے اس سے پہلے دو جلدیں نقش عائشہ در اسلام اور عائشہ در دوران علی شایع ہو چکی ہیں،کیونکہ عربی متن عربی زبان کے محققین کے لئے لکھا گیا تھااس لئے مباحث میں ایجاز واختصار تھافارسی ترجمہ کے وقت اس بحث کو پھیلانا ہمارے لئے ناگزیر تھا،لیکن چونکہ پوراترجمہ علامہ کی نظر سے گزرا ہے اسلئے مترجم کی یہ کوشش موصوف کی نئی کتاب سمجھی جانی چاہیئے مزید یہ کہ کچھ خاص جگہوں پر علامہ نے چند صفحات کا خود ہی اضافہ کیا ہے اس بنا پر یہ کتاب ترجمہ بھی ہے اور تالیف بھی ہے_

اخرمیں ہم یہ تذکرہ کرناضروری سمجھتےہیں کہ جن علماء نے اس کتاب کا مطالعہ کر کے اپنی مفید رائے دی ہے یا اسکے شکوک بر طرف کئے ہیں ہم ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں، نیز اقائے نورالدین عسکری کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے ماخذ کی فہرست مرتب کی ان کے علاوہ بھی ان تمام دوستوں کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے بڑی توجہ سے اغلاط نامہ میں میری مدد کی_

میں قارئین کرام سے امیدوار ہوں کہ اگر وہ کوئی اشتباہ یا لغزش ملاحظہ فرمائیں یا اصلاح کی نظر ڈالیں تو حقیر کو اس سے مطلع فرمادیں، میں ان کا بہت ممنون ہوں گا_

م0 ع0 جاوداں



# پیش گفتار

معاویہ کا زمانہ زمانہ، اسلام میں خاص امتیاز کا حامل کیونکہ اسمیں ہر جانب سے اسلامی احکام واثار کی تحریف کی گئی ہے اموی دور خلافت میں حدیث سازی پر تمام توانائیاں صرف کی گئیں اوراور حدیث سازی کا بہت زیادہ کارخانہ صحابہ وتابعین جیسے نمک خواروں کے سہارے قائم کیا_

اس دوران جتنی زیادہ حدیثیں گڑھی گئیں کہ انھوں نے اسلامی اثار کو پوری طرح اپنی گرفت میں لے لیا اور تمام علوم کی کتابوں میں انھیں بھر دیا اس کا عمیق اور دیرپا اثر اسلام کے فکری اعتقادی اور عملی مکتب پر ہمہ جانبہ پڑا، یہاں تک کہ جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا ان مکاتب کی بنیاد اسی مصنوعی احادیث پر استوار ہوتی ہو گی_

اس سبب سے ہمارے لئے ناگزیر ہے کہ اموی دور خلافت کے ارباب حکومت اور مشاہیر کا تحلیل و تجزیہ کریں تا کہ ان جعلی احادیث کے سلسلہ میں ام المومنین عائشہ نے جو تعاون کیا ہے انھیں ہم اچھی طرح سمجھ سکیں_

اغاز بحث میں معاویہ کا حسب و نسب اور ان کے خاندان کے حالات بیان کرینگے ان کے بعد انکی حکومت و خلافت کے مسائل کا تذکرہ کرینگے جو ان سے متعلق ہیں پھر ہم عائشہ کا معاویہ سے تعلق اور اس عہد کے تمام ارکان حکومت کو متعارف کرائیں گے اخر میں ہم ام المومنین عائشہ کی زندگی کا تجزیہ پیش کرینگے جو اسی عہد معاویہ میں اختتام کو پہنچی_

یہ تذکرہ ضروری ہے کہ اس زمانہ کے شرمناک حالات کا بیان بھی ناگزیر ہے جو معاویہ کے خانوادہ سے وقوع پذیر ہوا اور جنھیں ماہرین انساب نے بیان کیا ہے ہم انھیں بھی بیان کرینگے کیونکہ معاویہ کی ان روحانی گرہوں کو پہچاننے میں بہت معاون ہوں گی، جو خاصان خدا اور پاک نفس افراد کی دشمنی پر ابھارتی تھیں_

جی ہاں_ معاویہ کی بد نفسی کو اس زمانہ کی حدیث سازی میں بڑا دخل ہے ان پر سے پردہ اٹھا کر ہی اسلام کے درخشاں چہرے کو پہچانا جاسکتا ہے، اس وجہ سے ہم اس ضرورت کو کراہیت کے ساتھ اختیار کرنے پر مجبور ہوئے



ہیں کہ معاویہ کا خاندان جیسا کہ ہے ان کی نشاندہی کی جائے، ہم اس علم و تحقیق کی اشاعت پر خاص اللہ کے لئے اور اسی کی توفیق سے اس بحث کو ختم کرینگے_

سید مرتضی عسکری



## (فصل اول)

## معاویہ کی زندگی پر ایک نظر

معاویہ ابوسفیان اور ھند کا بیٹا تھا_اسکی کنیت ابو عبد الرحمن تھي مشہور ترین تاریخی روایات کے مطابق وہ فتح مکہ کے بعد بظاہر اسلام لایا اور 12 ھمیں جبکہ ابو بکر نے ابوسفیان کے دوسرے بیٹے یزید کی سر کردگی میں رومیوں سے جنگ کرنے کے لئے لشکر بھیجا تو یہ یزید کا بھائي اور اس کا علمدار تھا_

ابوسفیان کا فرزند یزید 18 ہجری میں فلسطین کے ایک شہر عمواس میں مرض طاعون میں مرگیا اور فوج کی قیادت اپنے بھائي معاویہ کو سونپ دی، خلیفہ عمر نے بھی اس کی تقرری کو منظور کر لیا خلافت عثمان کے زمانہ میں جو خود بنی امیہ کی فرد اور معاویہ کے چچازاد بھائي تھے اپنی سلطنت کو کافی وسعت دی کیونکہ عثمان نے پورا شام ان کے حوالے کر دیا تھا جس میں لبنان، شام، فلسطین اور اردن کا علاقہ بھی اتا تھا_

اس طرح معاویہ نے 19 سال تک اطمینان کے ساتھ شام پر حکومت کی لیکن جب حضرت علی بن ابی طالب تخت خلافت پر بیٹھے تو معاویہ نے بغاوت کر دی اور انکا حکم ماننے سے انکار کر دیا، معاویہ نے انتقام خون عثمان کے بہانے حضرت علی(ع) سے ایک بڑی فوج کے ساتھ صفین میں جنگ کی حضرت علی(ع) اسکی سرکوبی کے لئے مہاجرین وانصار کے ساتھ سرزمین صفین پر پہنچ گئے_

دونوں لشکر والے ذی الحجہ 36 ہجری میں امنے سامنے ہوئے ایک سو دس دن تک دونوں میں جنگ ہوتی رہی، اخر میں جبکہ امام کو حتمی کامیابی ملنے والی تھی عمرو عاص کی عیاری سے قران نیزوں پر بلند کئے گئے اور لشکر شام نے امام کے فوجیوں کو حکمت قران کی دعوت دی اس عیاری سے سادہ لوح مسلمان دھوکہ کھاگئے اور انھوں نے امام کو مجبور کیا کہ جنگ سے ہاتھ روک لیں_

اس طرح جنگ ختم ہوگئي اسکے بعد امام کی رائے کے خلاف کوفیوں نے اپنی جانب سے ابو موسی کو حکم منتخب کیا معاویہ نے بھی اپنی جانب سے عمرو عاص کو نامزد کیا، یہ دونوں حکم ماہ رمضان 38 ہجری میں دومتہ الجندل کے مقام پر اپنا فیصلہ سنانے کے لئے جمع ہوئے، عمرو عاص نے ابو موسی کو فریب دیتے ہوئے یہ پیش کش کی کہ ہم دونوں ادمی علی اور معاویہ کو

خلافت سے معزول کر دیں تا کہ تمام مسلمان جسے بھی چاہیں شوری کے ذریعہ خلیفہ منتخب کر لیں_

ابو موسی نے یہ بات مان لی، عمرو عاص نے پہلے انھیں کو ممبر پر بھیجا انھوں نے ممبر پر جا کر امیر المومنین حضرت علی(ع) اور معاویہ کو خلافت سے معزول کر دیا، ان کے بعد عمرو عاص ممبر پر پہنچا اور معاہدے کے خلاف حضرت علی (ع) کو خلافت سے معزول کر کے اس نے معاویہ کے خلیفہ ہونے کا اعلان کر دیا، ابو موسی کو عمرو عاص کے اس فعل پر بہت غصہ ایا وہ وہیں عمرو عاص کو گالیاں دینے لگا عیّار عمرو عاص نے ترکی بہ ترکی اس کو جواب دیا اس طرح پہلی بار خلیفہ کی حیثیت سے معاویہ کا نام لیا گیا_

40ہجری ماہ رمضان میں عبدالرحمان ابن ملجم کی تلوار امام کے فرق مبارک پر پڑی، امام تین روز کے بعد شہید ہو گئے شامیوں کے علاوہ تمام مہاجرین وانصار اور مسلمانون نے امام حسن کی بیعت کرلی، لیکن اخر کار معاویہ کے سامنے لوگوں نے امام حسن کا ساتھ نہیں دیا، ایسی سستی دکھائی کہ معاویہ کی تمام منحوس ارزوئیں پوری ہو گئیں_

معاویہ نے اس سال کا نام عام الجماعت رکھا اور وہ تخت خلافت پر براجمان ہو گیا اس طرح وہ انیس سال تین مہینے اور کچھ دن تمام مسلمانوں پر حکمرانی کرتا رہا وہ ماہ رجب 60 ہجری میں مر گیا اور دمشق میں دفن کیا گیا_

## ابو سفیان اور ھند

معاویہ کا باپ ابو سفیان صخر ابن حرب ابن امیہ ابن عبد شمس تھا، اسکی ماں کا نام ھند تھا جو عتبہ ابن ربیعہ ابن عبد شمس کی بیٹی تھی، معاویہ کی ماں ھند نے پہلے توفاکہ ابن مغیرہ سے شادی کی جو قبیلہ بنی مخزوم سے تھا یہ شخص سرزمین غمیصاء(1) میں مارا گیا_

فاکہ کے مرنے کے بعد ھند نے مغیرہ کے دوسرے فرزند حفص سے شادی کی کچھ دن کے بعد وہ بھی مر گیا، ھند نے اخری بار ابو سفیان سے شادی کی (2)، بعض تاریخوں میں اس شادی کو بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، وہ یہ کہ

---

1_ غمیصا مکہ کے پاس ایک جگہ ہے اس زمانے میں بنی جذیمہ کا قبیلہ وہاں ساکن تھا یہ قبیلہ اور فاکہ کے علاوہ کچھ دوسرے قریش کے لوگ جاہلیت کے زمانہ میں قتل کئے گئے، اسلام کے زمانے میں خالد بن ولید کو وہاں فتح مکہ کے بعد بھیجا گیا کہ وہاں قبائل عرب کو اسلام کی دعوت دیں اس قبیلے نے اپنے خون کا معاوضہ طلب کیا رسول اکرم (ص) نے ان کے اس مطالبے پر سخت برھمی کا مظاہرہ کیا اور مقتولوں کا خونبہا بیت المال سے ادا کر دیا

2_ المحبر ص437 ، طبقات ابن سعد ج8 ص 235

ھند کا پہلا شوہر فاکہ اپنی زوجہ پر زنا کا الزام لگاتا تھا اس لئے اسکو علاحدہ کر دیا کیونکہ وہ اس بدنامی کو اپنے سر نہیں ڈھونا چاہتا تھا(1)_

دوسرے مورخین کا خیال ہے کہ بنیادی طور سے ھند زناکاری کے سلسلے میں مکہ میں ہر جگہ شہرت رکھتی تھی، ھند کی ابوسفیان سے شادی کے واقعات اس طرح بیان کئے گئے ہیں کہ مسافر بن عمرو، یہ ھند پر بری طرح فریفتہ تھا یہ شخص بنی امیہ کی فرد تھا اس کے ھند سے روابط عام طور سے لوگوں کے زباں زد تھے، ھند اس سے حاملہ ہوئي جس وقت اس کا حمل ظاہر ہونے کے قریب تھا، مسافر بن عمرو مکہ سے بھاگ کر حیرہ کے بادشاہ نعمان ابن منذر کے پاس چلا گیا تاکہ اس سے مدد مل سکے اس کی غیبت میں ابوسفیان سے ھند نے شادی کرلی(2)

ہشام ابن محمد کلبی مشہور ماہر انساب اپنی کتاب مثالب میں اور مشہور ادیب اصمعی یہ دونوں کہتے ہیں کہ معاویہ جاہلیت کے زمانہ میں چار افراد کی طرف منسوب تھا جن کے نام اس طرح ہیں

1_ بنی مخزوم کا عمارہ ابن ولید

2_ بنی امیہ کا مسافر ابن عمرو

3_ بنی امیہ کا ابوسفیان

4_ بنی ہاشم کے عباس ابن عبدالمطلب(3)

ان چاروں میں بہت دوستی تھی اور ان چاروں کا ھند سے ناجائز تعلق ہونا مشہور تھا_

1_ عمارہ بن ولید قریش کا بہت خوبصورت جوان تھا یہ وہی شخص ہے جو عمرو عاص کے ساتھ مسلمانوں کو حبشہ سے واپس لانے کے لئے نجاشی بادشاہ کے پاس گیا تھا اسنے عمرو عاص کی زوجہ سے تعلقات پیدا کرلئے تھے اس لئے عمرو عاص کو انتقام لینے کی فکر ہوئي عمرو عاص نے کچھ ثبوت فراہم کرکے نجاشی بادشاہ سے اسکی چغلی کی بادشاہ حبشہ بہت برہم ہوا اور اس نے جادوگروں کو حکم دیا کہ اس کو پاگل بنادیں اور یہ صحرا میں مارا مارا پھرے اور اس طرح وہ وہاں درندوں کا شکار ہوجائے(4)

---

1_ العقد الفرید ج 6ص 87 ،الاغانی ج9ص 53

2_ الاغانی ج9 ص53_ 50

3_ تذکرۃ الخواص سبط ابن جوزی ص 116

2_ مسافر ابن عمرو مشہور ماہر انساب کلبی اس کے بارے میں لکھتا ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں سبھی کا یہ خیال تھا کہ معاویہ اسی کا فرزند ہے کیونکہ ان چاروں اشناوں میں سب سے زیادہ اسی کو تعلق تھا، جب ھند حاملہ ہوئی تو مسافر بدنامی کے خوف سے حیرہ کے بادشاہ کے پاس بھاگ گیا اور وہیں رہنے لگا کچھ دن کے بعد ابو سفیان حیرہ گیا تو وہاں اسکے دیرینہ دوست مسافر سے ملاقات ہوئی اس زمانہ میں مسافر اپنی معشوقہ کے ہجر میں سخت بیمار تھا ابو سفیان نے گفتگو کے درمیان مکہ والوں کے حالات بیان کئے اور اخر میں کہا کہ میں نے تمہارے وہاں سے فرار کرنے کے بعد ھند سے شادی کرلی ہے_

ابو سفیان کی اس گفتگو نے مسافر کے سینے پر ایک تیر سا لگا یا اس کے بعد وہ بہت زیادہ بیمار ہو گیا ہر روز ضعف و نقاہت بڑھتا گیا یہاں تک کہ لاعلاج ہو گیا اور اسکی زندگی کا خاتمہ ہو گیا(1) بعض مورخین کا خیال ہے کہ مسافر جاہلیت کے زمانے میں اسکا عاشق زار سمجھا جاتا تھا_(2)

مشہور دانشور اور مفسّر زمخشری اپنی کتاب ربیع الابرار میں ان چاروں افراد کے بارے میں جن سے معاویہ منسوب تھا یوں لکھتے ہیں کہ مسافر ابن عمرو عمارہ ابن ولید عباس ابن عبد المطلب اور اخر میں عمارہ کا ازاد کردہ غلام صباح کی طرف منسوب ہے_(3)

زمخشری کا بیان ہے کہ: ابو سفیان پستہ قد اور بد شکل تھا صباح ابو سفیان کا ملازم تھا جو شاداب جوانی رکھتا تھا، ھند نے اس جوان کو خریداری کی نیت سے دیکھا نتیجہ میں وہ اپنے کو سنبھال نہ سکی اور اپنی طرف دعوت دی اس طرح دونوں میں پوشیدہ طریقہ سے تعلقات قائم ہوگئے، اور یہ ناجائز تعلق اتنی شہرت پاگئے کہ بعض مورخین کا خیال ہے کہ معاویہ کے علاوہ ابو سفیان کا دوسرا بیٹا عتبہ بھی اسی صباح سے ہے، بعض مورخین یہ بھی کہتے ہیں کہ ھند اپنے گھر میں اس بچّے کی پیدائشے سے خوش نہیں تھی، اسلئے صحرا میں بھاگ گئی اور اسنے عتبہ کو وہیں اکیلے جنم دیا_

عظیم شاعر اسلام حسان ابن ثابت نے فتح مکہ سے پہلے مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان جب شعری نوک جھوک ہو رہی تھی تو اس حادثہ کو اپنے دو شعروں میں ھند کی اس فحش حرکت کا ذکر کیا ہے_

---

1_ تذکرۃ الخواص ص116

2_ الاغانی ج 9 ص53

3_ شرح نہج البلاغہ ج 1 ص336

اخر یہ بچہ کس کا ہے جو بطحا کے ریگزاروں میں پھینک دیا ہے، وہ بچہ جو خاک پر پڑا ہوا ہے جھولے سے بہت دور ہے اسکو ایک خوب صورت جوان عورت نے جنم دیا ہے جو بنی امیہ کے خاندان سے ہے، ھشام ابن محمد کلبی نے اپنی کتاب مثالب میں یوں لکھا ہے_ ھندہ ان عورتوں میں تھی جو سیاہ فام مردوں پر بہت فریفتہ تھی جب بھی اسکی کوکھ سے کوئی سیاہ فام بچہ پیدا ہوتا تھا وہ اسکو قتل کر ڈالتی تھی......... پھر وہ اگے کہتے ہیں_

ایک دن یزید ابن معاویہ اور اسحاق ابن طابہ کے درمیان معاویہ کے سامنے نوک جھوک ہو گئی اس نے کنایۃً کہا کہ یہ تمہارے حق میں مفید ہے کہ حرب کے تمام بیٹے بہشت میں داخل ہو جائیں یعنی حقیقت میں تم اس خاندان کے ناجائز فرزند ہو اور اپنے باپ سے نہیں ہو اسکا اشارہ تھا کہ اسحاق کی ماں بنی امیہ کے افراد سے ناجائز تعلقات رکھتی تھی_ اسحاق نے بھی کنایۃً جواب دیا اے یزید یہ تمھارے حق میں مفید ہو گا کہ بنی عباس کے تمام افراد بہشت میں جائیں یزید نے اسحاق کی طنزیہ گفتگو کو نہیں سمجھا لیکن اسکے باپ معاویہ نے مطلب سمجھ لیا اسلئے جب اسحاق مجلس سے اٹھکر چلا گیا تو معاویہ نے یزید سے کہا کیوں دوسروں پر دشنام کی زبان کھولتے ہو حالانکہ تم دوسروں کی باتوں کو سمجھتے نہیں ہو کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں، یزید نے کہا میرا مقصد تھا کہ اسحاق کے عیوب کو ظاہر کیا جائے، معاویہ نے جواب دیا کہ اسنے بھی تم پر اسی لحاظ سے چوٹ کی تھی، یزید نے پوچھا وہ کیسے................ معاویہ نے جواب دیا، کیا تم نہیں جانتے کہ قریش کے اکثر افراد جاہلیت کے زمانہ میں مجھے ابوسفیان کا نہیں عباس کا بیٹا جانتے تھے، اس وقت یزید کے سمجھ میں ایا کہ مجھکو کتنا برا بھلا کہا گیا ہے_

جی ہاں_ ھند کی اوارگی اتنی قطعی اور مسلّم تھی کہ پیغمبر اسلام (ص) نے فتح مکہ کے دن اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا جس وقت ھند بیعت کے لئے انحضرت (ص) کے سامنے حاضر ہوئی پیغمبر اسلام (ص) نے ھند کے پچھلے خونخوار کرتوتوں کی وجہ سے اسکے قتل کا اعلان کر دیا تھا لیکن اسے بخش دیا اور اسکی بیعت قبول کر لی، اپ نے اسکے تمام کالے کرتوتوں کو نظر انداز فرمایا، (1)

---

1-ایک عرب شاعر نے کہا ہے ملکنا فکان العفو مناسجیۃً ملکتم فسال منا بالدم ابطح ترجمہ: ہم فاتح ہوئے تو ہم نے عام معافی کا رویہ اپنایا کیونکہ یہی ہماری اخلاقی عادت ہے لیکن جب تم کامیاب ہوئے تو تم نے ہمارے خون سے صحراوں کو بھر دیا

اسنے انحضرت(ص) کی خدمت میں عرض کیا کہ میں کس بات پر اپ کی بیعت کروں_

رسول(ص) نے فرمایا: توزنانہ کر

ھند نے کہا: کیا ازاد عورتیں بھی زنا کرتی ہیں اس طرح اسنے اپنے کو پاک دامن ظاہر کیا_

پیغمبر اسلام(ص) ھند کو اچھی طرح پہچانتے تھے لیکن اپ نے کچھ نہ کہا صرف تبسم فرماتے ہوئے عمر کی طرف دیکھا(1)

## اموی خاندان جاہلیت کے زمانے میں

جیسا کہ بیان کیا گیا معاویہ کی ماں ھند اموی خاندان میں سمجھی جاتی ہے اسکے باپ کا نام عتبہ اور چچا کا نام شیبہ مشہور تھا یہ دونوں قریش کے بزرگ، جاہلی زمانہ میں معزز سمجھے جاتے تھے عتبہ اور شیبہ نے ظہور اسلام کے بعد اسلام سے اعلانیہ اپنی دشمنی ظاہر کی اور یہ دونوں جنگ بدر میں تمام قریش کے ساتھ موجود تھے یہی دونوں جنگ بدر میں سب سے پہلے میدان میں اکر اپنا مقابل طلب کر رہے تھے اس وقت مجاہدین اسلام کی طرف سے امیر المومنین علی(ع) اور حمزہ نکلے اور تھوڑی سی جھڑپ کے بعد یہ دونوں ڈھیر ہوگئے،(2) معاویہ کا باپ ابوسفیان کو تاہ قد اور بہت عیار تھا چونکہ اسکے ایک بیٹے کا نام حنظلہ تھا اسلئے اسکی کنیّت ابوحنظلہ پڑگئی یہ حنظلہ وہی ہے جو بدر کے دن حضرت امیر المومنین(ع) کے ہاتھوں قتل ہوا تھا(3)

ابوسفیان، جاہلی زمانہ میں بزرگ قریش سمجھا جاتا تھا وہ جنگ بدر کے بعد تمام مکہ اور قبیلہ قریش کا سردار مانا جانے لگا کیونکہ جنگ بدر میں تمام سرداران قریش قتل ہوگئے تھے اسکے بعد تو اس نے تمام جنگوں میں قریش کی قیادت کی ،یہودی قبیلوں کو اسلام کے خلاف بھڑکا کر محاذ پر کھڑا کیا جنگ احد اور جنگ خندق اسی کی سرداری میں ہوئی_

---

1-معاویہ کے نسب کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ صرف یہ چیز اسی سے مخصوص نہیں ہے بلکہ عمروعاص کی ماں نابغہ اور زیاد کی ماں سمیہ اور سعد ابن ابی وقاص اور مروان ابن حکم جیسے اکثر بزرگان جاہلیت کے بارے میں علماء انساب کی یہی رائے ہے اصل میں اس وقت شہر مکہ جنسی راہ روی میں ایسا نہیں تھا جیسا کہ اجکل فرانس کا پیرس شہر ہے_ رسول اکرم(ص) ایسے فاسد معاشرے کی اصلاح کیلئے مبعوث کئے گئے تھے_ تذکرۃ الخواص ص 203 چاپ نجف 1964

2_ انساب الاشراف ج 1 ص297

3_ انساب الاشراف ج 1 ص297

عظیم مورخ محمد ابن حبیب، ابوسفیان کو اٹھ ضناد قۂ قریش کی ایک فرد سمجھتے ہیں،(1) محمد ابن ھشام کاخیال ہے کہ ابوسفیان زمانہ پیغمبر (ص) اسلام میں تمام دشمنان اسلام کا سردار تھااس نے اسلام کے خلاف محاذ ارائی میں سخت کوشش کی یہ وہی شخص ہے کہ جو ابوطالب سے پیغمبر اسلام (ص) کی حمایت ختم کرنے میں کوشاں تھا،(2)یہی وہ ہے کہ جو قبیلہ قریش کی شوری میں جو دارالندوہ میں منعقد ہوئی تھی بہت جوش کے ساتھ حاضر تھا کہ پیغمبر (ص) اسلام کو قتل کیا جاسکے اس نے مجلس برخاست ہونے کے بعد بہت جوشیلے انداز میں رسول (ص) اسلام کے قتل پر لوگوں کو ابھارا_(3)

رفتہ رفتہ قریش کے سرداروں ابوجہل، ابوسفیان، اور ابولہب جیسوں نے مکہ کے مسلمانوں پر اس قدر سختیاں کیں کہ ان پر زندگی وبال ہوگئی اور پیغمبر (ص) اسلام نے انھیں مدینہ ہجرت کرنے کا حکم دے دیا مسلمانوں نے اہستہ اہستہ اپنا گھربار چھوڑ دیا اور اپنے مال ودولت عزیز واقارب کو چھوڑ کر حکم خدا کے مطابق ان ظالموں کے ہاتھ سے چھٹکارا حاصل کیا اور مدینہ پہنچ گئے حالت یہ ہوگئی کہ مکہ میں چند مسلمانوں اور پیغمبر اسلام (ص) کے علاوہ کوئی نہ رہ گیا ان اخری سالوں میں پیغمبر اسلام (ص) پر مکہ کی زمین اتنی تنگ ہوگئی تھی اور ایسی گھٹن تھی کہ پیغمبر (ص) اسلام نے مکہ میں عمومی تبلیغ چھوڑ دی تھی اور اپ صرف حج کے زمانے ہی میں عرب قبیلوں کو توحید کی دعوت دیتے تھے لیکن چونکہ ان ایام میں جنگ وخونریزی ممنوع تھی اس لئے سرداران قریش اپ کو اذیت نہیں پہنچاسکتے تھے، اس وقت انکی یہی کوشش ہوتی تھی کہ اپ کی تبلیغات کو ناکارہ کردیں اسی وجہ سے ابولہب اپ کے پیچھے پیچھے چلتا تھا اور لوگوں کو اپ سے گفتگو کرنے سے روکتا تھا اپ کو برا بھلا کہتا تھا، الزام لگاتا تھا تاکہ کسی طرح اپ کو تبلیغ سے باز رکھ سکے اخر خدا نے اپ کو وحی کے ذریعہ حکم دیا کہ ہجرت فرمائیں اور اس طرح اپ کو قریش کے چنگل سے رہائی ملی، اپ نے حضرت امیر المومنین (ع) کو اپنے بستر پر سلا کر مکہ سے ہجرت فرمائی اس شہر میں تھوڑے سے قیدی مسلمانوں کے سوا کوئی نہیں رہ گیا تھا اس زمانہ میں ابوسفیان نے مسلمانوں کے خالی گھروں کو غصب کرکے بیچ ڈالا_

---

1_ المحبر ص161_ چاپ ھند

2_ سیرہ ابن ہشام ج 1 ص317

3_ سیرہ ابن ہشام ج 2 ص95 _ 92 ، طبری ج 2 ص370 چاپ دار المعارف مصر



## ابوسفیان جنگ بدر میں

جس دن سے مسلمان مدینہ میں ائے انھیں قریشی یاپیوں کے چنگل سے نجات ملی لیکن یہاں موت سے زیادہ خوفناک فقر کا سامنا کرنا پڑا، کیونکہ مہاجرین اپنی تمام دولت، گھر اور اپنے خاندان کو چھوڑ کر اس شہر اسلام میں پناہ لینے ائے

تھے حالانکہ مدینہ کے انصار نے اپنے امکان بھر ان پاک نفسوں کی ضیافت کی لیکن چونکہ اس زمانہ تک مسلمانوں کی مالی حالت اتنی اچھی نہیں تھی کہ اسائشے کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں خاص طور سے کچھ لوگ تو ایسے تھے کہ ان کے پاس نہ تو جگہ تھی نہ مکان تھا نہ انکا کوئی سہارا تھا لیکن ان تمام رکاوٹوں کے باوجود اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد بڑھتی ہی گئی وہ اتنے طاقت ور ہو گئے کہ انہوں نے جزیرۃ العرب میں اپنی شناخت بنالی اور اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے لگے_

ہجرت کے دوسرے سال ایسا حادثہ پیش ایا کہ اسلام کی سب سے بڑی پہلی جنگ پیش ائی قریش سالہا سال سے اپنے تجارتی مال کو دوسرے شہر میں لے جاتے تھے وہ سال میں ایک بار یمن اور ایک بار شام کی طرف جاتے تھے ہجرت کے دوسرے سال اپنی رسم کے مطابق ایک بڑا قافلہ معاویہ کے باپ ابوسفیان کی سرکردگی میں شام گیا ہوا تھا جب وہ تجارتی قافلہ واپس ہوا تو رسول اکرم (ص) نے مسلمانوں کے ضایع اموال کے بدلے تقریبا تین سو افراد کے ساتھ اس تجارتی قافلے کے سرراہ پہنچ گئے_

ابوسفیان کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو اس نے مکہ والوں سے مدد طلب کی اس کے بعد اسنے کوشش کی کہ ایک دوسرے راستے سے بغیر کوئی خطرہ مول لئے منزل پر پہنچ جائیں قریش نے ابوسفیان کی مدد میں ایک ہزار کا لشکر تیار کر کے لشکر اسلام کے مقابلہ کے لئے بھیج دیا، نتیجے میں بدر کے مقام پر ایک بڑی جنگ بدر ہوئی غیبی امداد اور اسلامی مجاہدوں کی جانبازی سے مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور لشکر مخالف کے لگ بھگ ستّر مقتول ڈھیر تھے اور 70 ستّر افراد قید کئے گئے_

عبد شمس اور اموی خاندان کے اس جنگ میں اٹھ ادمی قتل ہوئے ان میں ابوسفیان کا فرزند حنظلہ، عتبہ و ربیع ھند کے باپ اور چچا اور ولید ابن عتبہ مقتول ہوئے خلیفوں کے چھ ادمی بھی ان میں قتل ہوئے اسیروں میں بھی اموی کے سات ادمی تھے کہ ان میں ابوسفیان کا دوسرا بیٹا عمرو تھا ابوسفیان نے اپنے فرزند کے قید ہونے کے بدلے



میں ایک معزز انصاری کو ناحق قید کر لیا جو حج عمرہ کے لئے مکہ گئے ہوئے تھے حالانکہ اس سے پہلے قریش نے کبھی اس واقعہ سے پیش تر کسی حاجی سے تعرض نہیں کیا تھا، اسی لئے تمام مسلمان مجبور ہو گئے کہ ان جنگی قیدیوں کو ازاد کر دیں_

جنگ بدر کے بعد چونکہ تمام سرداران قریش قتل ہو چکے تھے اس لئے ابوسفیان قریش کا سب سے بڑا سردار بن گیا اسے قریش مکہ کی جنگ و صلح کا بھی اختیار مل گیا اسی حال میں اسنے منّت مانی تھی کہ اپنا سر نہیں دھوئے گا جب تک پیغمبر اسلام (ص) سے جنگ بدر کی ہار کا بدلہ نہ لے لے_

کچھ دن بعد ابوسفیان نے اپنی مکروہ منّت پوری کرنے کے لئے (200) دو سو سواروں کے ساتھ مدینہ کی طرف ایا اور وہاں بنی نضیر کے یہودیوں کے یہاں قیام پزیر ہوا اسکے بعد وہ شہر مدینہ کے حالات کی جستجو میں لگ لیا پھر اسنے اپنے کچھ ادمیوں کو بھیجا تا کہ مدینہ والوں کے درخت خرما میں اگ لگا دیں_ ان لوگوں نے اپنا کام کرنے کے بعد مدینہ کے دو باشندوں کو بھی بے گناہ قتل کر دیا ابوسفیان کے اس چھوٹے سے لشکر نے اپنا یہ کام انجام دیکر مکہ واپسی

اختیار کی_

معاویہ کی ماں ھندہ، جنگ بدر کے بعد سخت غم وغصّہ میں بھری ہوئی تھی کیونکہ اسکے باپ چچااور دوسرے رشتہ دار قتل ہوئے تھے اس کازیادہ تروقت ان لوگوں کی ماتم پرسی میں صرف ہوتا تھا، اس طرح وہ ہر لمحہ اس کوشش میں رہتی تھی کہ قریش کوانتقام پر ابھارے_

جنگ بدر اور اسمیں ستّر افراد کے قتل اور ستّر کی اسیری کے بعد قریش اس جنگ سے سخت پریشان اور بدحال تھے شام سے جو تجارتی منافع ہوا تھااس میں سے ایک ہزار اونٹ اور لگ بھگ پچاس ہزار دینار اس غرض سے نکال لیا کہ مسلمانوں کے خلاف نئی جنگ لڑسکیں انہیں کے بارے میں سرزنش سے بھرپور یہ ایت نازل ہوتی ہے_

ان الذین کفروا ینفقون اموالھم____الخ__ (سورہ انفال 36)

ترجمہ: جن لوگوں نے حق کوماننے سے انکار کیاہے وہ اپنے مال خدا کے راستے سے روکنے کے لئے صرف کررہے ہیں اور ابھی اس سے زیادہ خرچ کرتے رہیں گے مگر اخرکاریہی کوششیں ان کے پچھتاوے کا سبب بن جائیں گی پھروہ مغلوب ہوں گے پھر یہ کافر جہنم کی طرف گھیر کرلائے جائیں گے_



## ابوسفیان جنگ احد میں

ابوسفیان نے جواقدامات کئے تھے اور قریش نے جوکچھ جنگ کے لئے دولت جمع کی تھی اس کے سہارے تمام قریش رسول اکرم(ص) سے جنگ پر امادہ ہوگئے، ابوسفیان نے اس جنگ کی قیادت سنبھال لی، اس کی بیوی ھندہ اور دوسری قریش کی عورتیں بھی ساتھ ساتھ تھیں مکہ اور مدینہ کے درمیان جب بھی ھندہ کی ملاقات جبیر ابن مطعم کے غلام وحشی سے ہوتی تھی تووہ کہتی تھی، کہ ہاں اے وحشی میرے سینہ میں جو پرانہ کینہ دفن ہے اس داغ سے مجھے شفاء دے دے میں تجھے غلامی سے ازاد کرادوں گی_

اس طرح معاویہ کے ماں اور باپ ابوسفیان اور ھندہ احد کی حسرتوں سے بھرپور جنگ احد کے لئے تیار ہوگئے اسمیں اسلام کے بہت سے سچے مجاہد قتل کئے گئے جنگ کے دن علمدار فوج ابوسفیان نے بنی عبدالدار کے قبیلہ والوں کو مخاطب کرکے کہا:

اے فرزندان عبدالدار تم جنگ بدر میں ہماری فوج کے علمدار تھے ہم نے اس جنگ میں بہت سے مصائب جھیلے یہ جنگی پرچم کامسئلہ اتنا اہم ہے کہ ہر لشکر وہاں شکست یافتح کا سامنا کرے گا یاتو پرچم کی حفاظت کرو یااس پرچم سے

دستبر دار ہو جاو تا کہ ہم خود اس ذمہ داری کو سنبھالیں_

ان لوگوں نے کہا کہ ہم اپنا علم تمہارے حوالے کر دیں؟ ایسا ہر گز ممکن نہیں کل جب جنگ کے شعلے بھڑک جائیں گے تو تم دیکھ لوگے کہ ہم نے کیسی جانبازی دکھائي ہے یہ تھی ابو سفیان کی دلی ارزو کہ اسلام شکست کھا جائے اور رسول(ص) اکرم کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے_

جب دوسرا دن ایا اور افتاب بلند ہوا تو دونوں لشکر امنے سامنے ہوئے اور جنگ شروع ہو گئي ھندہ اپنی تمام عورتوں کے ساتھ سپاہیوں کو جنگ پر ابھارنے کے لئے لشکر کے ہمراہ تھی وہ خیمہ سے باہر اکر دف بجاتی ہوئي یہ گیت گا کر قریش کو جنگ پر ابھار رہی تھی_

اے عبد الدار کے بیٹو اگے بڑھو اے محافظوں بھر پور کوشش کرو اپنی تیز تلواریں خوب چلاو ہم ستارہ صبح کی بیٹیاں ہیں اگر تم فاتحانہ اگے بڑھو گے تو ہم اپنی اغوش پھیلا دینگے اور تمھارے لئے بستر بچھائیں گے اور اگر میدان جنگ سے بھاگے اور تمہیں ہار ہو گئي تو ہم بھی تم سے اپنا منھ پھیر لینگے اور تم سے علحدہ ہو جائیں گے



پھر تم ہم سے ہمیشہ کے لئے علحدہ ہو جاوگے اور ہم سے وفاداری اور مہربانی کا کوئي اثر نہیں دیکھوگے اثنائے جنگ میں ایک انصاری سپاہی نے ھندہ کو دیکھا کہ مشرکوں کو جنگ پر بھار رہی ہے تو وہ تلوار کھینچ کر اس کی طرف لپکا لیکن جب اسنے دیکھا کہ وہ جنگی سپاہی مرد نہیں ہے عورت ہے تو اسکے قتل سے باز ایا اور مردانہ انداز میں واپس لوٹ گیا_

یہ جنگ، جیسا کہ بیان کیا گیا اسلام کے لئے بہت سخت اور سنگین ثابت ہوئي اس جنگ میں مسلمانوں کے ستّر پاک نفس سپاہی قتل ہوئے ان شہیدوں میں سب سے زیادہ مشہور حضرت حمزہ تھے جو پیغمبر(ص) اسلام کے چچا تھے، اپ کا قتل ابو سفیان اور ھندہ کی کوششوں سے ہوا اپ کا قاتل جبیر ابن مطعم کا غلام وحشی تھا_

کسی نہ کسی طرح جنگ ختم ہوئي میدان میں شہداء خاک و خون میں اغشتہ پڑے تھے لیکن مکہ والوں کی روح درندگی کو چین نہیں تھا، معاویہ کی ماں ھندہ کی سر کردگی میں عورتیں شہداء احد کے درمیان ائیں ہر ایک نے اپنے ہاتھ میں ہتھیار لے رکھا تھا انھوں نے شہداء اسلام کے کان ناک اور انکھ کاٹ ڈالے، یہ کاٹے ہوئے اعضاء اتنے زیادہ تھے کہ ھندہ نے مجاہدوں کے کان اور ناک کا گلوبند اور دست بند بُن کر بنا لیا، اس عورت نے وحشی کی اس خدمت کے صلے میں اپنا دست بند اور اپنے سینہ کا زیور اسے بخش دیا_

پھر وہ حضرت حمزہ کی لاش پر ائي پھر اس نے رسول(ص) کے چچا شیر خدا کا پہلو چیرا اور اپ کا جگر نکال کر انتہائي سنگ دلی کے ساتھ اسے منھ میں رکھ کر دانت سے کاٹا تا کہ نگل جائے لیکن وہ نگل نہ سکی مجبوراً اسنے منھ سے باہر نکالا اسی شرمناک حادثہ کی وجہ سے اسکا لقب جگر خوار ہو گیا وہ اپنے اس کرتوت کے بعد ایک اونچی پہاڑی پر چڑھ گئي اور یہ اشعار پڑھنے لگی

ہم نے تم سے جنگ بدر کا بدلہ لے لیا

جنگ کے بعد جنگ کی اگ بھڑکتی ہے

مجھے عتبہ کی موت پر ہرگز چین نہیں........ نا اپنے بھائی نہ اپنے چچا شیبہ اور نہ اپنے فرزند حنظلہ کی موت پر اب میرے دل کو شفاء حاصل ہوئی ہے

میں اپنی تمام عمر وحشی کی شکر گزار رہونگی یہاں تک کہ میری ہڈیاں قبر میں گھل کر مٹی ہو جائیں

_اسکے جواب میں بنی ہاشم کی ایک خاتون ھند بنت اثاثہ نے یہ اشعار کہے

توجنگ بدر میں بھي، اور اسکے بعد بھی، ذلّت اور پستی میں مبتلا ہوئی

اے ذلیل کفر کی بیٹی

اللہ تجھے روزی پہونچائے کہ تو بنی ہاشم کی اپی ہوئی تلواروں کا سامنا کرسکے

حمزہ ہمارا بہادر شیر تھا اور علی بھی تیز چنگل والا

جس وقت تیرا باپ اور چچا، ہمارے قتل کی فکر میں تھا تو ان لوگوں نے ان کے گلے کو خون میں اغشتہ کر دیا

یہ تیری منحوس نظر تھی_ ہائے کیسی منحوس نظر تھی

جنگ احد کے بعد ایک شخص حلیس جو اپنے قبیلہ کا رئیس تھا یہ اپنے قبیلے کا سردار اور قریش کا حلیف تھا اس شخص نے میدان جنگ میں ابوسفیان کو دیکھا کہ حضرت حمزہ کی لاش پر کھڑا ہے اور اپنے نیزے سے انکی لاش کو جھجھوڑ کر کہہ رہا ہے_

موت کی تلخی چکھ لو، اے وہ کہ تم نے رشتہ داری ختم کر دی تھی اسکا مطلب یہ تھا کہ تمھیں اس بات کی سزا ملی ہے کہ تم مسلمان ہو گئے، قبیلہ قریش سے علحدہ ہو گئے اور تم نے قریش سے جنگ کی_

حلیس (1) نے یہ ذلیل حرکت دیکھی تو چلّانے لگا_ اے قبیلہ قریش کے لوگوں_ ذرا ابوسفیان کی یہ کمینی حرکت تو دیکھو یہ قریش کا بزرگ کہا جاتا ہے، ذرا دیکھو تو کہ اپنے چچا کے فرزند کی لاش کے ساتھ کیا برتاو کر رہا ہے، جو خاک پر پڑی ہوئی ہے_ (2)

ابوسفیان نے اس سے کہا:

تجھ پر افسوس ہے_ اس وقت تو نے جو میری حرکت دیکھی اسے لوگوں سے بیان نہ کرنا، یہ مجھ سے لغزش ہو گئی، پھر ابوسفیان پہاڑ پر چڑھ کر چلّانے لگا ھم نے کیا اچھا کام کیا، ہمیشہ جنگ کے دو رخ ہوتے ہیں، اج کا دن جنگ بدر کا بدلہ ہے_

---

1_ حلیس علقمہ ابن عمرو، ارقم کنانی کا فرزند تھا انھوں نے قبیلہء بنی مصطلق اور بنی ہون سے معاھدہ کرر کھا تھا اسی لئے اس پہاڑ کا نام کوہ احابیش مشہور ہو گیا

پھر اس نے اواز لگائی اعل ھبل یعنی ھبل کے جے ہو(1)

رسول خدا(ص) نے حکم دیا کہ اس کے جواب میں کہا جائے اللہ اعلی واجل_ اللہ برتر و بلند ہے

ابو سفیان نے مسلمانوں کے توحید پرستانہ اواز کا جواب دیا" الا لنا العزی ولا عزّی لکم " اگاہ ہو جاو کہ ہمارے پاس تو عزی جیسا خدا ہے اور تمھارے پاس عزی نہیں_

رسول(ص) خدا نے حکم دیا کہ جواب میں کہو"اللہ مولانا ولا مولا لکم "اللہ ہمارا سرپرست ہے اور تمھارا کوئی سرپرست نہیں واپس جاتے ہوئے ابوسفیان نے اواز لگائی اگلے سال ہم بدر کے کنوؤں پر انے کا وعدہ کرتے ہیں رسول اللہ (ص) نے اپنے ایک ساتھی کو حکم دیا کہ تم اواز دیدو....... ہاں_ ائندہ سال ہم بدر پر انے کا وعدہ کرتے ہیں، ابوسفیان اپنے قریشی ساتھیوں کے ساتھ میدان احد سے چلا گیا لیکن کچھ دن بعد اس نے خیال کیا کہ مسلمان شکست اور کمزوری سے دچار ہیں اس لئے دوبارہ مدینہ کی طرف پلٹا، تاکہ مسلمانوں کا خاتمہ کردے رسول(ص) اللہ کو جب یہ خبر ملی تو اپ نے جنگی مسلمانوں کے ساتھ، شہر سے باہر اکر جنگ کے لئے تیار ہوگئے، یہ دیکھ کر ابوسفیان کے ساتھیوں پر خوف کا بھوت سوار ہو گیا اور وہ مجبور ہو کر واپس چلے گئے_

## ھندہ جنگ احد میں

جنگ احد میں ھندہ کا کردار شوہر سے زیادہ سنگین تھا بنیادی طور سے اس نے جنگ بھڑکانے اور تبلیغ سے اس اگ کو پھیلانے میں بہت زیادہ حصہ لیا تھا چنانچہ وہ اس جنگ میں عورتوں کو بھی اپنے ساتھ لے ائی تھی تاکہ قریش کی حمیت کو ابھارے، جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ جنگ کے بعد بھی اس نے شیر اسلام حضرت حمزہ کا جگر نکال کر چبانا چاہا، اس نے اس جنگ میں اشعار بھی گنگنائے جس سے اس کے شدید کینئہ دیرینہ کا پتہ چلتا ہے، بعض اشعار کو ہم نے ابھی درج کیا ہے اب یہاں کچھ اور بھی اشعار نقل کئے جاتے ہیں_

جنگ احد میں میرے دل کو ٹھنڈک ملی اور حمزہ کے ساتھ جو کچھ کیا اس سے مجھے بڑی راحت ملی، جب ہم

---

1_ طبری ج 3 ص526 ،انساب الاشراف ج 1 ص327

نے انکا پیٹ چیرا اور جگر باہر نکالا اس برتاو سے میرے احساس کو چین ملا جو کچھ ہمارے سینے میں اندوہ پل رہا تھا جو خود میرے وجود کو جلا رہا تھا جنگ بھڑکتی رہی اور اپنی اگ کے ساتھ تم پر ٹوٹ پڑی اور ہم شیرنی کی طرح تم پر حملہ اور ہوئے جنگ کے بعد ایک مسلمان نے انصار کے بزرگ شاعر حسّان ابن ثابت سے کہا:

اے کاش اپ نے ھندہ کے وہ اشعار سنے ہوتے جو اس نے ایک اونچے پتھر پر چڑھ کر پڑھے تھے اور شھید راہ خدا حضرت حمزہ پر ڈھائے گئے مظالم کا فخر سے تذکرہ کیا تھا_

حسّان نے کہا کہ تم اسکی باتوں کو مجھ سے بیان کرو میں اس کا جواب دونگا وہ انصاری ھندہ کے اشعار پڑھنے لگا حسّان نے اپنے بہترین شعروں میں ھندہ کی شرمناک حرکتوں کا ان اشعار میں جواب دیا_

اس پست فطرت عورت نے کیا کیا بد معاشیاں کیں اسکی تو عادت ہی یہی ہے وہ ہمیشہ کی پست فطرت ہے اسکی اس پستی کے ساتھ کفر بھی ہے_

مشہور سیرت نگار ابن ھشام نے اس کا صرف ایک ہی شعر لکھ کر باقی اشعار چھوڑ دئے ہیں، انھوں نے لکھا ہے کہ میں نے حسان کے تمام اشعار اس لئے نہیں لکھے کہ انھوں نے اپنے شعروں میں ھندہ کو بہت برا بھلا کہا ہے_

لیکن طبری نے ان متذکرہ اشعار کے علاوہ قافیہ راء میں گیارہ شعر اور بھی لکھے ہیں

خداوند عالم ھندہ پر لعنت کرے اور اسکے شوہر کو بھی لعنت میں گرفتار کرے

اے ھندہ تو مردوں کے درمیان ناچتی ہوئی میدان احد میں ائی حالانکہ تو اونٹ پر ہودج میں سوار تھی وہ ایسا سخت اونٹ تھا کہ تازیانہ اور شور فریاد سے بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلتا تھا_

اپنے باپ اور بیٹے کے انتقام میں، جو جنگ بدر میں قتل کئے گئے، تو میدان جنگ میں چلی ائی، اور اپنے چچا کے انتقام میں جو اسی جنگ میں برہنہ خاک خون میں اغشتہ پڑا ہوا تھا

اور اسی طرح تو اپنے بھائی کے انتقام میں، جو ایک گڑھے میں چند مقتولوں کے ساتھ پڑا ہوا تھا_

ہاں_ اپنے ان کرتوتوں کو تونے فراموش کر دیا، جو تجھ سے سرزد ہوئے تجھ پر افسوس ہے یہ ایسی کمینی حرکت تھی کہ زمانہ ہمیشہ یاد رکھے گا_



اخر کار تو ذلّت کے ساتھ واپس ہوئی پھر تو اپنا انتقام بھی نہ لے سکی اور کامیابی بھی نہ پا سکی_

دائیوں نے کہا ہے کہ، ھندہ نے زنا سے ایک معمولی بچہ پیدا کیا ہے حسّان کے دوسرے اشعار بھی قافیہ دال میں ہیں، جو ان کے دیوان میں دیکھے جا سکتے ہیں_

یہ بچہ بطحا کی سرزمین کے ایک گوشے میں پڑا ہے

یہ کس کا بچہ ہے؟

یہ بچہ جو زمین پر پڑا ہے جسے جھولا بھی میسّر نہیں

اسکو ایک جوان اور خوبصورت عورت نے جنم دیا ہے

وہ صبح سویرے روتی گاتی ہوئی اپنے عاشق صباح کے پاس گئی

ہاں_اے ھندہ تو کس قدر غصہ میں بھر گئی ہے، کوئی محترم عورت جب بھی اپنے کو معطر کرنا چاہے تو ملک ھند کا بہترین عطر استعمال کرے_

یہ بچہ اپنی ماں ھندہ سے کتنی مشابہت رکھتا ہے

لیکن اپنے سیاہ فام باپ صباح سے زیادہ مشابہ ہے

اس کمینی عورت کی ہمیشہ سے سرکشی اور طغیان کی عادت تھی

وہ دانت سے ہڈّی چباتی رہتی تھی

اپنے ہجو امیز شعر میں حسان نے اسطرح توصیف کی ہے،

یہ بچہ جو صحرا میں پڑا ہوا ہے کس کا ہے؟

یہ اجیاد کے ریگزاروں میں زمین پر ڈھیر ہے

اسے دردزہ لاحق ہوا پھر اس نے بچہ پیدا کر دیا

حالانکہ اسکی کوئی قابلہ نہیں تھی

صرف صحرا کے درندے تھے اور جنات

وہ بن باپ کے بچوں کے درمیان بیابان میں پڑے ہیں

انہیں میں ایک بچہ ہے جو اپنی ماں سے زیادہ مشابہ ہے

وہ عورت ولادت کی تکلیف سے کمزور اوازمیں کہہ رہی تھی

اے کاش_ میں اونٹ چراتی رہتی اور اج اس حالت سے دوچار نہ ہوتی، اس بچے کو زمین پر ڈال کریوں ہی چھوڑ دیا، حالانکہ اسکی قابلہ اور باپ دونوں قبیلہ کے سردار تھے_

مشہور سیرت نگار ابن ھشام نے تیس 30 سے زیادہ قصیدے جنگ بدر کے بارے میں لکھے ہیں، اور انہیں تاریخوں میں نقل کیا گیا ہے، ان قصیدوں میں ھندہ اور ابوسفیان کی ہجو کی گئی ہے_(1)

## جنگ خندق میں ابوسفیان کی قیادت

چوتھی صدی ہجری کے ماہ شعبان میں رسول خدا(ص) نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ سرزمین بدر پر کوچ کیا کیونکہ اپ نے مشرکین سے قبل ازیں ایسا ہی عہد کیا تھا ادھر ابوسفیان بھی مکہ والوں کے ساتھ اپنے شہر سے باہر نکلا لے کن تھوڑا راستہ طے کر کے شرمندہ ہو کر واپس گیا ابوسفیان نے واپس ہوتے ہوئے قریش سے کہا:

اے گروہ قریش_ یہ جنگ اسی سال تمہیں راس ائیگی جبکہ صحرا میں شادابی رہے، لیکن کیا کیا جائے کہ ہم لوگ اس سال خشک سالی میں گرفتار ہیں، ہم تو واپس جاتے ہیں تم بھی واپس جاو_

سبھی اس کی پیروی کرتے ہوئے واپس ہوگئے یہ سوچ کر کہ دوسری جنگ کیسے برپا کی جائے، کچھ زمانہ بیت گیا اور پانچویں صدی ہجری اگئی، اس سال قبیلہ قریش نے ابوسفیان کی قیادت میں بہت زیادہ جوش وخروش کا مظاہرہ کیا بہت سے گروہ اس کے گرد جمع ہوگئے جو قریش کے حلیف تھے یہودی اور قریش ابوسفیان کی رہبری میں تھے اس طرح ایک بہت بڑا لشکر تیار ہو گیا اور ان سب نے عہد کیا تھا کہ اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھیکا جائے، مسلمانوں نے باہم مشورہ کیا اور سلمان فارسی کی رائے کے مطابق جو ایران کے دانا تھے رسول(ص) اسلام نے حکم دیا کہ مدینہ کے گرد ایک خندق کھودی جائے بہت سے لوگ مدینہ میں پہنچ گئے، اور اس طرح دفاعی خندق کھودی گئی سارا شہر، دشمن کا سامنا کرنے کے لئے تیار تھا

---

1_ سیرہ ابن ھشام ج 3 ص667

ابوسفیان اور اس کی فوج نے مدینہ کا ایک مہینہ تک محاصرہ کیالیکن خندق کی وجہ سے ان کی عقل گنگ ہو گئیں اس درمیان دو ایک جھڑپیں ہوئی کبھی کبھی دشمنوں کا کوئی بہادر سپاہی خندق عبور کر جاتا تھا تاکہ مسلمانوں کی صف کے قریب پہنچ جائے انھیں میں سے ایک شخص عمرو ابن عبدود تھا جو عرب کا مشہور جنگجو سمجھا جاتا تھا اسنے خندق کے پاس اپنے گھوڑے کو ایڑ دی اور اسلامی فوج کے سامنے اکے جم گیا، وہ رجز پڑھ کر مسلمانوں کو مقابلہ کی دعوت دے رہا تھا_

سبھی موت کے ڈر سے بولنے یا اگے بڑھنے کی جرات نہیں کر رہے تھے اخر کار امیر المومنین (ع) کے سوا اس کا سامنا کرنے کی کسی کو جرات نہ ہوئی امام (ع) نے عمرو ابن عبدود کو ایک ہی جھڑپ میں اپنی خدائی طاقت سے اسے قتل کر ڈالا_

چونکہ عمرو قتل کر دیا گیا تھا، دوسرے یہ کہ محاصرہ کا کوئی نتیجہ نہیں نکل رہا تھا کیونکہ رسول (ص) اکرم نے اس سلسلے میں خاص تدبیر اپنائی تھی اس سبب سے یہودیوں نے جنگ سے علحدگی اختیار کرلی اس درمیان بہت تیز ٹھنڈی ہوا بھی چلنے لگی یہاں تک کہ قریش اور ان کے مددگاروں کے خیمے اکھڑ گئے اگ ٹھنڈی ہو گئی گھوڑے اور اونٹ صحرا کی طرف بگٹٹ بھاگ گئے اب تو سارے لشکر کا تیاپانچہ ہو گیا_

ابوسفیان اس صورت حال سے بہت زیادہ گھبر اگیا سرداران لشکر کو مشورے کے لئے بلا کر کہا کہ اے قریش تمہارے خدا کی قسم تم ایسی سرزمین پر ہو کہ زندگی محال ہے تمہارے گھوڑے اور اونٹ ختم ہو گئے بنی قریظہ کے حلیف جو ہمارے حلیف تھے انھوں نے بھی منھ موڑ لیا اب تونا گوار صورت حال پیش اگئی ہے، تم بدلی ہوئی ٹھنڈی ہوا دیکھ ہی رہے ہو ہم سخت پریشانی میں مبتلاہیں ہماری اگ بھی ٹھنڈی ہو چکی ہے خیمے بھی اکھڑ چکے ہیں اس لئے میں مصلحت اسی میں دیکھ رہا ہوں کہ ہم لوگ یہاں سے کوچ کر جائیں یہاں سے کوچ کرو ہم بھی چلنے پر امادہ ہیں اسی اندھیری رات میں قریش اور اس کے حلیفوں کا لشکر مکہ کی راہ پر چل پڑا(1) ،ابوسفیان گھبراہٹ میں بھاگنے پر اس قدر امادہ تھا کہ اس نے اونٹ کے بند بھی نہیں کھولے وہ بھاگنے کی جلدی میں تھا_

---

1_ سیرہ ابن ھشام ج 3 ص715



اس طرح عظیم جنگ خندق یا جنگ احزاب ابوسفیان کی تمام کوششوں کے باوجود بے نتیجہ رہی اور مشرکوں کا زبردست لشکر اپنی عددی زیادتی کے باوجود دین خدا کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکا_

## کمزوری کا احساس اور صلح کی پیش کش

اسلام مخالف گروہوں کی کمزوری اوران کی جمعیت کا تتر بتر ہونا اسلام کی عزت وشوکت کے بڑھانے میں معاون ہوا اور اب مسلمان جزیرۃ العرب میں ایک جانی پہچانی طاقت سمجھے جانے لگے مسلمانوں کی تعداد اور ان کی اقتصادی اور حکومتی طاقت روز بروز بڑھتی گئی_

ہجرت کے ساتویں سال رسول(ص) اکرم نے لگ بھگ ڈیڑھ ہزار اصحاب کے ساتھ زیارت خانہ کعبہ کے لئے مکہ کوچ فرمایا سرزمین مکہ پر مسلمانوں کا داخلہ قریش کے لئے سخت ناگوار تھا کیونکہ مسلمانوں کو مراسم حج میں شامل کرنے کا مطلب یہ تھا کہ اسلام کی طاقت کو تسلیم کرلیں، اس لئے انھوں نے مکہ میں داخلے سے روکا، رسول(ص) اکرم نے بھی بڑے ٹھنڈے دل کے ساتھ عدم تعرض کے ایک معاھدے پر امادگی ظاہر کی اور مسلمانوں کو واپس چلنے کا حکم دیا، یہ معاھدہ اگرچہ بظاہر مکہ والوں کے حق میں تھا اسی لئے بعض ظاہر پرستوں نے اعتراض بھی کیا لیکن اس طرح مشرکین نے نادانستہ طور پر یہ معاھدہ تسلیم کرکے اسلامی طاقت کو عربستان میں قبول کرلیا اور یہ بات پورے طور سے اسلام کے حق میں تھی، اس معاھدے کی روسے رسول(ص) اسلام اپنے دوسرے دشمنوں کا سرکچل سکتے تھے جیسا کہ جنگ خیبر اسی وجہ سے واقع ہوئی اور مسلمانوں کو یہ موقع مل سکا کہ وہ اپنے مخالفوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں اور یہودیوں کی ریشہ دوانیوں کا سدّباب کرسکیں_

اس وقت صحرائے عرب میں قریش کے علاوہ اسلام کا کوئی بڑا دشمن نہیں تھا، وہ بھی اس معاھدے کی وجہ سے اسلام کے خلاف کوئی خطرناک اقدام نہیں کرسکتے تھے اس طرح اسلام نے تیز رفتاری کے ساتھ سارے عرب کو اپنے قبضہ میں کرلیا_

صلح حدیبیہ کے بعد ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ صلح نامہ کی ایک شرط مشرکین مکہ نے توڑدی_

اب رسول(ص) اسلام نے مصمم ارادہ کرلیا کہ اس جاہلیت اور کفر کا اخری قلعہ بھی ڈھادیا جائے فتح مکہ نزدیک

تھا، ابوسفیان نے روزافزون ناقابل شکست اسلامی طاقت کو سمجھ لیا تھا اس لئے وہ تجدید پیمان کے لئے مدینہ ایا لیکن رسول خدا(ص) نے اس دیرینہ دشمن اسلام کو جو انتہائی خوفزدہ ہونے کی وجہ سے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کر رہا تھا قبول نہیں فرمایا:

دوسرے دن ابوسفیان امیرالمومنین (ع) کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا، اے ابوالحسن، میں سخت ذہنی کشائشے کا شکار ہوں میری نجات کی راہ بتایئے

امام(ع) نے فرمایا خدا کی قسم میں تیری نجات کا کوئی راستہ نہیں جانتا، لیکن تو قریش کا چودھری اور ان کا ہم پیمان ہے خود ہی اٹھکر جا اور لوگوں سے معاھدے کر اور پھر اپنی سرزمین پر واپس جا_

ابوسفیان نے پوچھا، کیا اپ کے خیال میں اس سے مجھے کوئی فائدہ پہنچے گا_

امام(ع) نے فرمایا_ نہیں_ لیکن اس کے سوا دوسرا کوئی راستہ بھی نہیں ابوسفیان وہاں سے اٹھکر مسجد میں ایا اور پھر وہاں مسلمانوں کے درمیان چلّایا_

اے لوگو_ میں تم لوگوں سے عدم تعرض و مسالمت کا معاھدہ کرتا ہوں پھر وہ وہاں سے باہر نکلا اور اپنی سواری پر بیٹھکر مکہ کی طرف چلا گیا_(1)

---

1_ سیرہ ابن ھشام ج 4 ص754



# مکہ فتح ہوگیا

ابوسفیان اس زمانے میں_ یعنی جب جاہلیت اخری سانس لے رہی تھی یہ شخص مشرکین کا ایک زبردست فوجی افسر سمجھا جاتا تھا وہ صرف یہی نہیں کہ قریش کی قیادت کر رہا تھا بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ تمام قبائل بنی کنانہ قریش اور اس کے حلیفوں نے اس کے ریاست وبزرگی کو مان لیا تھا وہ انھیں مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھارتا تھا اور جنگی کاروائی کے نقشے بھی مرتّب کرتا تھا یا پسپائی کی صورت میں پیچھے ہٹنے یا صلح کرنے کا بھی مجاز تھا_ جنگ بدر میں سرداران قریش کے قتل ہو جانے کے بعد تمام ریاست و قیادت اسی کے ہاتھ میں تھی_

یہ بزرگی ایسی مستقل تھی کہ جس وقت مجاہدین اسلام نے مکہ میں قدم رکھااور اس شہر کو قریش کے چنگل سے



ازاد کرایااسی دن سے ابوسفیان کی قیادت ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی اور رسول(ص) اکرم کے اختیار میں اگئی جس طرح کے عرب کے بے شمار بت رسول(ص) اکرم کے حکم کے مطابق امیر المومنین(ع) کے ہاتھ سے ٹوٹ پھوٹ کر ستیاناس ہوگئے_

جس وقت پیغمبر(ص) اسلام دس ہزار مجاہدوں کے ساتھ پرچم توحید کے سایہ میں مکہ کے قریب پہنچے توانحضرت(ص) کے چچاعباس اپنے مخصوص اونٹ پر سوار اگے تھے تاکہ کوئی مل جائے تواسے پیغامبر کے عنوان سے مکہ والوں کے پاس بھیجاجائے انھیں خطرہ بھی تھااس لئے وہ چاہ رہے تھے کہ کسی کو رسول(ص) اکرم کے پاس بھیج کر انحضرت(ص) سے امان کی درخواست کریں عباس نے راستہ میں تین بزرگان قریش سے ملاقات کی ابوسفیان بھی انھیں میں تھایہ شہر سے نکل چکے تھے تاکہ حالات اور خطرات کو معلوم کرکے اس کا تدارک کرسکیں عباس نے ابوسفیان سے کہاخدا کی قسم اگر مسلمان تجھے پاگئے تو یقینی طور پر قتل کردینگے،اس کے بعد عباس نے اسے رسول(ص) اکرم کے اونٹ پر اپنے پیچھے بٹھالیا اور سیدھے پیغمبر(ص) اسلام کی خدمت میں ائے جیسے تیسے راستہ طے ہوگیا جس وقت ابوسفیان نے رسول(ص) اکرم کے خیمہ میں پہونچ کر سلام کیا انحضرت(ص) نے فرمایا:

اے ابوسفیان تجھ پر افسوس ہے کیا ابھی وقت نہیں ایاہے کہ تو سمجھ سکے اور مان لے کہ خدائے واحد کے سوا کوئی خدا نہیں_

ابوسفیان نے عرض کیا، میرے ماں باپ اپ پر قربان، اپ کتنے حلیم اور باعظمت ہیں، کس قدر اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہء رحمی کرنے والے ہیں، خدا کی قسم میں سوچتاہوں کی اگر اللہ کے سوا کوئی خدا ہوتا توضرور مجھے فائدہ پہنچاتا_

رسول(ص) خدا نے فرمایا:اے ابوسفیان تجھ پر افسوس ہے، کیاوقت نہیں ایاہے کہ سمجھ سکے میں خدا کا رسول ہوں_

اس نے عرض کی، میرے ماں باپ قربان، اپ کتنے عظیم و حلیم ہیں،اور رشتہ داروں کے ساتھ مہربانی کرنے والے ہیں مجھے اس مسئلہ میں کچھ شک اور تردد ہے_

عباس نے خطرے کا احساس کرلیا تھا،وہ دھاڑے_ اے ابوسفیان تجھ پر افسوس ہے اسلام قبول کرلے اپنے کو موت کے چنگل میں مت ڈال_

ابوسفیان نے اسی لمحہ خوف اور مجبوری کے عالم میں کلمہ شہادتین زبان پر جاری کیا اور بظاہر اسلام لے ایا_(1)

جیسے ہی ابوسفیان نے اسلام قبول کیا عباس نے انحضرت (ص) سے ابوسفیان کے بارے میں امتیازی سلوک کی درخواست کی، یعنی یہ اعلان کر دیا جائے کہ جو بھی ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسکو امان ہے_

انھوں نے عرض کیا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ افتخار و شہرت کو پسند کرتا ہے لہذا اس کی دلجوئی کے لئے یہ اعلان ضروری ہے پیغمبر (ص) اسلام نے اعلی ظرفی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اپنے سخت ترین دشمن دیرینہ کو جو بظاہر اسلام لا چکا تھا امن کا گھر قرار دیتے ہوئے اعلان کیا، ہاں_ جو شخص بھی ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے لے وہ امن میں ہے، اور جو شخص اپنا گھر بند کر کے رہے وہ بھی امن میں ہے، جو شخص خانہ خدا میں پہنچ جائے وہ امان میں ہے، اور جو شخص بھی ہتھیار ڈال دے وہ ہر قسم کے خطرہ سے محفوظ ہے_

اسلامی لشکر نے اپنے اطراف گاہ سے کوچ کیا تا کہ مکہ کا اخری فاصلہ طے کیا جاسکے، اور شرک کے مرکز کو توحید پرستی میں تبدیل کیا جاسکے_

رسول (ص) اکرم کا حکم بجالایا گیا تمام مسلمانوں کے قبائل اور گروہ جنگی اسلحے سے اراستہ ہو کر عبور کر رہے تھے، جب بھی کوئی قبیلہ گزرتا تھا، تو ابوسفیان عباس سے پوچھتا تھا کہ یہ کون سا قبیلہ ہے_ عباس نے مثلاً کہا کہ یہ قبیلہ بنی سلیم ہے_

تو ابوسفیان انتہائی تھکے تھکے لہجے میں کہتا تھا، مجھے قبیلہ بنی سلیم سے کیا سروکار؟ یعنی بنی سلیم کا قبیلہ مجھ سے جنگ کے لئے کیوں ایا ہے، مجھے تو ان سے کوئی اختلاف نہیں تھا_

تمام قبائل اسی طرح گزرتے رہے یہاں تک کہ رسول خدا (ص) مہاجرین و انصار کے ساتھ یعنی اپنے خاص اصحاب کے ساتھ اس کے سامنے سے گذرے ان مجاہدوں کے تمام بدن فولاد سے ڈھکے ہوئے تھے صرف انکھیں کھلی ہوئی تھیں_

ابوسفیان نے پوچھا_ یہ کون لوگ ہیں؟

عباس نے جواب دیا، یہ خدا کے رسول (ص) ہیں مہاجرین و انصار کے درمیان

ابوسفیان نے کہا_ کہ کسی کو بھی اس لشکر سے جنگ کرنے کی طاقت نہیں ہے تمہارے بھتیجے نے تو بہت

---

1_ اگے کے صفحات میں ہم بیان کرینگے کہ ابوسفیان نے ظاہری طور پر اسلام قبول کیا تھا اور اس کے دل میں کفر چھپا ہوا تھا

عظیم بادشاہی قائم کرلی ہے_

عباس نے کہا: اے ابوسفیان یہ خدا کی جانب سے نبوت ورسالت ہے یہ بادشاہی نہیں ہے_

ابوسفیان نے کہا_ ہاں ایسا ہی ہے

اس وقت عباس نے ابوسفیان کو اس کے حال پر چھوڑ دیا اور خود لشکر میں شامل ہوگئے_

ابوسفیان نے بھی، جس قدر جلد ہو سکا اپنے کو مکہ میں پہنچایا اور تیزی سے مسجد الحرام میں پہنچ کر اواز دی_

اے قریش_ یہ محمد (ص) ہیں کہ جن کے اصحاب بے شمار ہیں یہ تمہاری طرف ارہے ہیں اگاہ ہو جاوکے جو بھی ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اسے امن مل جائے گا_

اس وقت ابوسفیان کی زوجہ ھندہ اپنی جگہ سے اٹھی_ اس نے اپنا ہاتھ اور چہرہ چھپا رکھا تھا زور سے چلّائی، اس گوشت کے لوتھڑے کو قتل کرڈالو، ناس جائے تیرے جیسے خاندان کا_

ابوسفیان نے اپنی زوجہ کی بات پر توجہ نہیں دی، دوبارہ کہا_ یہ عورت تمہیں فریب نہیں دے انحضرت (ص) ایک لاتعداد فوج کے ساتھ تمہاری طرف ارہے ہیں، جو بھی ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائیگا اسے امن مل جائیگا ،لوگ چلاّنے لگے خدا تجھے قتل کرے تیرے گھر میں ہم سب کے سب کیسے سماسکتے ہیں؟ ابوسفیان نے کہا کہ، جو شخص بھی اپنا گھر بند کرلے وہ امان میں ہے، جو شخص مسجد الحرام میں داخل ہو جائے وہ بھی امن پائیگا، لوگ مسجد الحرام کی طرف جانے لگے، ذرا دیر گزری تھی کہ رسول اکرم (ص) (ان پر اور ان کے خاندان پر صلوات) اسلحوں سے لیس فوج کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے اور تیزی سے خانہ کعبہ کے پاس پہنچ گئے، اپ خانہ کعبہ کے دروازہ کے پاس کھڑے ہوئے اور ایک طویل تقریر کی، اخر میں اپ نے قریش کو مخاطب کرکے فرمایا: تمہیں سوچو کہ میں تمہارے بارے میں کیا کروں گا_

سب نے کہا کہ ہمیں اپ سے بھلائی ہی کی امید ہے، اپ عظیم بھائی اور عظیم بھائی کے بیٹے ہیں_

اپ نے فرمایا_ "اذھبو فانتم الطلقاء............ " جاو کہ تم سب ازاد ہو (1)_

---

1_ سیرہ ابن ھشام ج 4 ص870 ، طبری ج 3 ص 61

وہ دن ایک روشن و درخشاں اور عمیق اعلی ظرفی کے دن کی طرح گذر گیا، رسول اکرم (ص) نے اپنے اول درجہ کے دشمنوں کو جنھوں نے سالہاسال تک اپ اور اپ کے اصحاب کو برا بھلا کہا تھا شکنجہ وازار دیا تھا یہاں تک کہ انھیں قتل کیا تھا، سالھا سال تک اپ سے ہر طرح جنگ کی تھی اپ نے ان سبکو بخش دیا اور یہ بخشش بھرپور طاقت و قوت کے بعد تھی _

البتہ یہ اعلی ظرفی سے بھرپور بخشش چند سال کے بعد اپنی شکل وصورت بدل چکی تھی طلقاء کا لفظ قریش اور ان کے بچوں کے لئے شرمناک دھبہ بن گیا تھا، یعنی یہ لوگ ازاد کئے گئے ہیں، یہ لوگ فتح مکہ کے دن ازاد کئے گئے تھے پھر تو بعد میں انھیں اسی لفظ طلقاء سے مذمت کی جانے لگی _

## ابوسفیان اسلامی معاشرے میں

رسول اسلام(ص) نے تقریر کرنے کے بعد خانہ ءکعبہ کا طواف کیا،ابوسفیان وہیں ایک گوشہ میں کھڑا طواف کعبہ کے منظر کو بغور دیکھ رہا تھا،جب اس نے مشاہدہ کیا کہ مسلمان کس قدر جوش وخروش کے ساتھ رسول خدا(ص) کے پیچھے خانہ خدا کے گرد طواف اور گردش کر رہے ہیں تو تیزی سے اسکے دل میں یہ خیال گزرا کہ کیا اچھا ہو کہ میں دوبارہ لوگوں کو محمد (ص) کے خلاف بھڑ کا دوں_

رسول اکرم(ص) نے اس کی طرف رخ کر کے اسکے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ اس دن اللہ تجھے ذلیل وخوار کرے گا_

ابوسفیان نے کہا_ میں خدا سے رجوع کرتا ہوں اور اسکی مغفرت کا طلبگار ہوں،اور میں نے تو صرف سوچا ہی تھا؟

دوبارہ اس نے دل میں کہا کہ میں نہیں جانتا محمد (ص) کس وجہ سے مجھ پر فتح پا گئے_

رسول(ص) اسلام نے اسکی پیٹھ پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا: خدا کی طاقت سے میں تجھ پر فتحمند وکامران ہوا اس وقت ابوسفیان نے مجبور ہو کر کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اپ خدا کے رسول ہیں(1)

فتح مکہ کے بعد رسول(ص) اکرم حنین کی طرف روانہ ہوگئے،تاکہ ہوازن سے جنگ کر سکیں اپکے ہمراہ کچھ قریش کے افراد بھی تھے_

مشہور مورخ مقریزی لکھتا ہے:

مکہ کہ وہ لوگ جو ظاہری طور پر مسلمان ہوئے تھے انحضرت(ص) کے ساتھ حنین گئے وہ اس انتظار میں تھے کہ دونوں گروہوں میں سے کون کامیاب ہوتا ہے تاکہ اسکے ساتھ مخالف گروہ کا مال غنیم لوٹ سکیں ان میں ایک ابو سفیان بن حرب تھا جو اپنے فرزند معاویہ کو بھی ساتھ لے گیا تھا یہ دونوں اپنے ہمراہ اپنے ترکش میں ازلام بھی لائے تھے_

ابوسفیان لشکر اسلام کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا،جو کچھ بھی لشکر والوں کا سامان زمین پر گرتا تھا_

جیسے ڈھال یا نیزہ یا کوئی دوسری چیز اسے زمین سے اٹھالیتا تھا،یہاں تک کہ اسکا اونٹ ناقابل برداشت بوجھ سے بھر گیا(2)

---

1_ تہذیب ابن عساکر ج 6 ص404 ،اصابہ ج 2 ص172 ،مطبوعہ مصر1358 شمسی

واقدی کہتاہے کہ حنین وہ جگہ ہے جو مکہ سے تین شبانہ روز کے فاصلہ پر واقع ہے(1)

اس سرزمین پر اعراب عدنانی سے ایک طاقتور قبیلہ زندگی گزار رہاتھاجو بنام (ہوازن) مشہور تھے(2)

لشکر اسلام اپنی تمام طاقتوں کے باوجود اغاز جنگ میں ہوازن کے مدمقابل زیادہ کامیاب نظر نہیں ایا_کیونکہ مسلمان تنگ راستوں سے اگے بڑھے تو ناگہانی حملہ کا شکار ہوگئے اور لشکر میں بھگدڑ مچ گئی پیغمبر (ص) اسلام کے پاس معدودے چند مسلمانوں کے کوئی باقی نہ رہاجن میں ایک امیر المومنین (ع) اور دوسرے عباس بن عبد المطلب ثابت قدم رہے(3)

اس ہنگامی حالات میں چندبزرگان قریش جو تازہ مسلمان ہوئے تھے انھوں نے اپنی زبان پر ان کلمات کو جاری کیا کہ جسکو ابن ہشام نے اپنی تاریخ میں یوں ذکر کیاہے،وہ لکھتاہے جب مسلمانوں نے فرار اختیار کیاتووہ لوگ جو مکہ سے انحضرت (ص) کے ساتھ ہوئے تھے جب انھوں نے اس منظر کو دیکھاتو اپنے کینہ دیرینہ کو اشکار کر دیا جیسے ابوسفیان نے کہاتھا"لا تنتھی ھزیمتھم دون البحر" ابھی کیاہے یہ لوگ شکست کھاکر سمندر تک بھاگیں گے_

یہ اس وقت بھی جاہلیت وکفر کی علامت ازلام کوساتھ میں رکھتاتھا،ازلام لکڑی کاایک تیر تھاجو کفار قریش خاص موقعوں پر فال نکالنے کے کام میں لاتے تھے،حالانکہ یہ خود جاہلیت عرب اور بت پرستی کی کھلی ہوئی نشانی ہے_

قران کریم نے اصنام جاہلی کے ساتھ ساتھ اسکی بھی بڑی مذمت کی ہے(4)

ایک دوسرے سردار قریش نے کہا_ ہاں اب جادواور سحر ٹوٹ گیا_

فرمان رسول (ص) اور فریاد عباس نے مسلمانوں کوجو دشمن کے ناگہانی حملہ سے بھاگ گئے تھے واپس بلالیا،اور دشمن پر حملہ اور ہوئے زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ دشمن اسلام کو منھ کی کھانی پڑی اور اسلام کو شاندار فتح حاصل ہوئی_

اس جنگ میں جوکچھ مال غنیمت حاصل ہواتھااس کازیادہ تر حصہ ان تازہ مسلمانوں پر تقسیم کیاگیاکیونکہ قران کے مطابق یہ لوگ مولفتہ القلوبھم سمجھے جاتے تھے،خداورسول (ص) کانقطہ نظریہ تھاکہ انھیں مادی فائدے

---

1_ معجم البلدان ج 2 ص313 مطبوعہ بیروت

2_ جمھرة انساب العرب ص254_ 252 مطبوعہ مصر

3_ المغازی ج 3 ص300 ،یعقوبی ج 2 ص47 ،انساب الاشراف ج 1 ص365

4_ سورہ توبہ،سورہ مائدہ ایت 90

پہنچاکر دین خدا کی طرف سے انکادل نرم کیاجائے، اسی غرض سے ان سبھی تازہ مسلمانوں کو سو اونٹ بخشے گئے، ابوسفیان و معاویہ نے بھی 100 _ 100 اونٹ لئے اور کچھ زیادہ مقدار میں چاندی بھی لی، ابوسفیان نے رسول(ص) اکرم کا یہ سلوک دیکھ کر کہا، خدا کی قسم میرے ماں باپ اپ پر فدا ہو جائیں اپ ایک عالی ظرف انسان ہیں جسوقت میںنے اپ سے جنگ کی اپ بہترین جنگ جو تھے اور جب اپ سے صلح کی ہے تو اپ بہترین صلح کرنے والے ہیں قبیلہ انصار جن کو مال غنیمت کم دیا گیا تھا انھوں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ انحضرت(ص) نے اپنے قوم وقبیلہ والوں سے ترجیحی سلوک کیا ہے_

پیامبر(ص) اکرم نے انصار کو طلب کیا اور اپنی تقریر میں ارشاد فرمایا کہ ہر گز ایسا نہیں ہے جس طرح سے تم لوگ اس مسئلہ کو سوچ رہے ہو، میں نے ان لوگوں سے یہ برتاو محض اس لئے کیا ہے تاکہ وہ ثابت قدم رہیں اور بد دل ہو کر اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائیں، لیکن تمہارے لئے (انصار) اسلام وایمان کو ساتھ قرار دیا ہے(1)

فتح مکہ کے بعد ابوسفیان نے ظاہری طور سے اسلام قبول کر لیا تھا وہ مسلمانوں کے گروہ میں بھی شامل ہو گیا تھا، لیکن مسلمانوں نے اسکی گزشتہ کی زیادتیوں اور اسلام دشمنی کو کسی بھی لمحہ فراموش نہیں کیا یہی وجہ تھی جو معاشرہ اسلامی نے اس پر لطف و مہربانی کی نگاہ نہیں ڈالی(2)

اہلسنت کے عظیم محدث مسلم بن حجاج اپنی کتاب صحیح مسلم میں مسلمانوں کے سلوک کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں_

ایک دن ابوسفیان کچھ پاکباز مسلمانوں کے درمیان سے گزرا جیسے سلمان، بلال، صھیب یہ حضرات اپس میں باتیں کر رہے تھے جب ان لوگوں کی نظر ابوسفیان پر پڑی تو کہا

اس دشمن خدا کو اللہ کی تلواروں نے ابھی تک کیفر کردار تک نہیں پہونچایا، یہ بات جب ابو بکر نے ان لوگوں سے سنی تو خفا ہو کر کہا، کیا تم لوگ ایک بزرگ قریش کے بارے میں ایسی بات کر رہے ہو، یہ بات کہہ کہ وہ اسلامی معاشرے کے نامناسب رد عمل کے خوف سے گھبراتے اور دوڑتے ہوئے رسول اکرم(ص) کی خدمت میں حاضر ہوئے

---

1_ سیرت ابن ہشام ج 4 ص935 ، طبری ج 3 ص94 المغازلی ج 3 ص956

2_ صحیح مسلم ج 7 ص171 مطبوعہ مصر

،اپ نے فرمایا:شاید تم نے ان لوگوں کو ناخوش کیا ہے اگر تم نے انہیں غضبناک کیا ہے تو یاد رکھو کہ تم نے اپنے پروردگار کو غضبناک کیا ہے ابو بکر نے جب رسول(ص) کی زبان سے ان کلمات کو سناتو تیزی سے مسلمان اور ان کے ساتھیوں کے پاس پلٹے اور معذرت کرتے ہوئے کہا:اے بھائیو_میں نے تم لوگوں کو ناخوش اور غضبناک کیا ہے ؟سب نے کہا نہیں اللہ تمہیں بخشے اے بھائي(1)

مسلمانوں کی یہ نفرت رسول(ص) اکرم ہی کے زمانہ میں نہیں تھی بلکہ عام مسلمانوں کی ابوسفیان سے نفرت کا یہی حال رہا قارئین ایندہ فصل میں ملاحظہ فرمائیں گے_

## ابوسفیان شیخین کے زمانے میں

عظیم مورخ ابن عساکر دمشقی لکھتا ہے:

ایک دن ابو بکر نے اپنی حکومت کے زمانے میں ابوسفیان کو بہت کچھ کہہ ڈالا، ان کے باپ ابوقحافہ نے کہا کہ اے ابو بکر ابوسفیان سے تم اسطرح باتیں کرتے ہو؟

ابو بکر نے جواب دیا، باباہاں، خداوند عالم نے اسلام کی خاطر بلند خاندانوں کو پست کردیا ہے اور ہمارے خاندان ان میں ہیں جو پست تھے اب اسلام کی وجہ سے بلند ہوگئے ہیں

جس زمانے میں عمر بن خطاب حج کے لئے مکہ ائے تو انھیں بتایا گیا کہ ابوسفیان نے ایک گھر بنایا ہے اور اپنے گھر کے لئے ٹھیک راستے میں ایسی تعمیر کی ہے کہ پانی کا بہاو شہر کو لپیٹ میں لے سکے عمر نے ان شکوہ کرنے والوں کے ساتھ ابوسفیان کے گھر کا رخ کیا، پھر حکم دیا کہ ابوسفیان ان پتھروں کو اپنی پشت پر لاد کر راستے سے ہٹائے_

اسکے بعد اپنے ہاتھ اسمان کی طرف بلند کر کے کہا:خداوندا ساری تعریف تیرے لئے مخصوص ہے کہ میں نے شہر مکہ میں بزرگ قریش ابوسفیان کو حکم دیا اور اس نے میری بات مان لی ہے_

---

1_ صحیح مسلم ص173 ، سیر اعلام انبلاء ج 2 ص15

دوسرے مورخین نے بھی لکھاہے کہ ایک دن خلیفہ دوم عمرمکہ کی گلیوں سے گزر رہے تھے، انھوں نے دیکھا کہ گلیوں میں گندگی ہے انھوں نے حکم دیا کہ جس شخص کے گھر کے سامنے گندگی ہے وہ خود صاف کرے، کچھ دن بعد دیکھا کہ بعض جگہوں پر گندگی باقی ہے تو غصہ میں ابوسفیان کے سر پر تازیانے لگانے لگے، ابوسفیان کے تازیانہ کھانے کی خبر ھندہ کو ملی تو اپنے جاہلی وراثت کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے بولی، او عمر خدا کی قسم اگر دور جاہلیت میں تم نے انھیں تازیانہ مارا ہوتا تو مکہ کی زمین لرز جاتی تمھارے پیروں تلے زمین کھسک جاتی عمر نے جواب دیا تو نے سچ کہا لیکن کیا کیا جائے خداوندے عالم نے اسلام کی وجہ سے عزت دار گروہ کو ذلیل کر دیا ہے اور ذلیل گروہ کو باوقار بنا دیاہے(1)

جیسا کہ اپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اسلام نے ابوسفیان کو کسقدر ذلیل ورسوا کیا اور دوسروں کو نعمت وعزت بخشی اس وجہ سے وہ مجبوراً اپنے دل کی گہرائیوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کینہ وعناد بوتا رہا، اسکا یہ عناد مختلف اوقات میں اسکی باتوں سے ظاہر ہوتا رہا_

عبداللہ بن زبیر کا بیان ہے کہ میں اپنے باپ کے ہمراہ جنگ یرموک میں شریک تھا لیکن اتنا کمسن تھا کہ جنگ نہیں کر سکتا تھا، اثناء جنگ میں نے دیکھا کچھ لوگوں کو ایک پہاڑ کی چوٹی پر، جو اس جنگ سے علحدہ تھے_

میں ان کے پاس گیا تو وہاں ابوسفیان تھا جو چند سرداران قریش کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، یہ سب لوگ وہ تھے جو فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے، میں انکے درمیان بیٹھ گیا انھوں نے مجھے بچہ خیال کیا اس لئے سمجھ رہے تھے کہ میں انکی باتوں کو نہیں سمجھ سکوں گا، وہ ازادانہ اپنی باتیں جاری رکھے ہوئے تھے، کوئی بات چھپا نہیں رہے تھے وہ لوگ جب مسلمانوں کو پیچھے ہٹتا ہوا دیکھتے تھے اور رومیوں کو اگے بڑھتا ہوا تو چلّاتے تھے_ہاں_ زندہ باد رومیوں

لیکن جب رومیوں کو پیچھے ہٹتا ہوا دیکھتے تھے اور اسلام کا غلبہ دیکھتے تھے تو افسوس کے ساتھ اواز دیتے تھے ہائے رومیوں تم پر افسوس ہے_

اخر خداوند عالم نے رومیوں کو شکست دی اور وہ بھاگ گئے تو میں نے سارا واقعہ اپنے باپ زبیر سے

---

1_ تہذیب ابن عساکر ج 6 ص407

بیان کیا، انھوں نے ہنستے ہوئے کہا: خدا انھیں نیست نابود کرے یہ کبھی اپنا کینہ وعناد ختم نہیں کریں گے کیا ہم رومیوں سے بہتر نھیں ہیں ؟(1)

ایک دوسری روایت میں یوں منقول ہے کہ جب رومی، مسلمانوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کرتے تھے تو ابوسفیان کہتا تھا شاباش رومیوں، لیکن جب مسلمان غالب اتے تھے تو ابوسفیان کہتا تھا، ہائے بلند مرتبہ رومی، اب بادشاہوں کا ذکر بھی باقی نہیں رہے گا_

جس وقت اسلامی مجاہدوں کو مکمل فتح حاصل ہوگئی تومیں نے اس داستان کو اپنے باپ سے بیان کیا، انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مسلمانوں کے مختلف گروہ کے درمیان پھرایا_ ہر گروہ کے سامنے پہنچ کر کہتے تھے کہ اے بیٹے_ ساری بات ان لوگوں سے بیان کرو_ میں نے جو کچھ سنا تھا ان سے بیان کر دیتا تھا_ وہ سب لوگ ابوسفیان اور سرداران قریش کے نفاق اور دورنگی چال کو سنکر سخت تعجب کرتے تھے(2)

## ابوسفیان عثمان کے زمانے میں

ایک زمانہ گذر گیا_ عمر قتل کئے گئے اور عثمان خلیفہ ہوگئے، ابوسفیان کو خلیفہ سے رشتہ داری کی بنا پر تازہ احترام حاصل ہوگیا، اب گزشتہ تحقیر کی حالت بدل گئی تھی، اسی زمانہ میں ایک دن ابوسفیان عثمان کی مجلس میں وارد ہوا اور کہنے لگا_

اے فرزندان امیہ اب خلافت قبیلہء بنی عدی وتیم سے نکل کر تمھارے چنگل میں اگئی ہے جس طرح بچّے گیند سے کھیلتے ہیں اسی طرح اس کو اپنے درمیان گھماتے رہو، خدا کی قسم نہ بہشت ہے نہ دوزخ(3)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابوسفیان نے کہا: اے بنی امیہ خلافت کو گیند کی طرح کھیلو اسکی قسم جسکی ابوسفیان کھاتا ہے ہمیں عرصے سے یہ ارزو تھی کہ خلافت تمہارے قبضہ میں اجائے اب اسے وراثت کے طور پر اپنے فرزندوں کو سونپے جانا، عثمان نے یہ بات سن کر ناپسندیدگی کا مظاہرہ کیا(4)

---

1_ طبری ج 4 ص137 ، ابن اثیر ج 2 ص282 ، اصابہ ج 2 ص172 ، تہذیب ابن عساکر ج 5 ص356

2_ اغانی ج6 ص356 ، استیعاب ص689 ، اسد الغابہ ج 5 ص216

3_ اغانی ج6 ص356، استیعاب ص690

4_ مروج الذھب ج5 ص166

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب ابوسفیان بوڑھا ہو گیا اور انکھ بھی کھو بیٹھا تھا تو ایک دن عثمان کے پاس ایا اور بیٹھتے ہی کہنے لگا، یہاں کوئی غیر شخص تو نہیں ہے جو میری بات دوسروں تک پہنچادے عثمان نے کہا نہیں، ابوسفیان نے کہا، یہ خلافت کا معاملہ دنیاوی معاملہ ہے اور یہ حکومت جاہلی عہد کی حکومت کی طرح ہے اس لئے تم اس کے تمام عہدوں کو بنی امیہ کے حوالے کرو(1)

انھیں ایام میں وہ ایک دن شہید اسلام حضرت حمزہ کی قبر پر پہنچا اور اس عظیم شہید کی قبر پر ٹھوکر مار کر بولا، اے ابو عمارہ جس معاملہ میں کل ہم سے اور تم سے تلوار چلی تھی، وہ اج ہمارے بچّوں کے ہاتھ میں ہے وہ اسے گیند کی طرح کھیل رہے ہیں(2)

اس سے معلوم ہو تا ہے کہ عثمان کے خلیفہ ہو جانے سے ابوسفیان کی ناپاک تمنّائیں پوری ہو گئیں جس ارزو کے لئے بڑے بڑے سرداران قریش قتل کئے گئے تھے لیکن مسلمانوں کی استقامت سے وہ ارزو پوری نہیں ہوئی تھی اب خلافت عثمان میں وہ تمام ارزوئیں پوری کر دیں ابوسفیان خلافت عثمان کے زمانہ میں 31ھ یا 32ھ یا 34ھ میں مر گیا لیکن اسکی زوجہ (ھند) خلافت عمر ہی کے زمانہ میں مر چکی تھی(3)

---

1_ اغانی ج6 ص355 اگر خلافت عثمان کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ ابوسفیان کا منحوس مشورہ سر بسر بنی امیہ کے ہاتھوں پورا ہوا معاویہ کے ہاتھ میں یہ موروثی حکومت ائی اور عثمان کے دور میں ساری سلطنت اسلامی پر امویوں کی حکمرانی تھی_

2_ شرح نہج البلاغہ ج 2 ص102

3_ اسد الغابہ ص563

# (فصل دوم)

## معاویہ رسول اسلام (ص) کے زمانے میں

معاویہ نے کفر واسلام کے درمیان ٹکراو میں کلیدی کردار ادا کیا اور ایک لمحے کے لئے بھی سرداران کفّار سے دوری اختیار نہیں کی، یہاں تک کہ اس دن بھی جب اسکے باپ (ابوسفیان) نے ظاہری اسلام قبول کیا تب اس نے مذمت امیز اشعار میں اسکو مخاطب کیا

اے صحر_ اسلام قبول مت کرنا کیونکہ ہم لوگ رسوائي اور ذلت سے دوچار ہو جائینگے_

حالانکہ ہمارے رشتہ دار جنگ بدر میں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے_

ہمارے ماموں چچا اور بھائي تینوں مارے گئے، اپنے بھائي حنظلہ کی موت پر تو ہماری راتوں کی نیند اچاٹ ہو گئي_

ایک لمحے کے لئے بھی اسلام کو قبول نہ کرنا کیونکہ ہم ذلیل ہو جائینگے

ان اونٹوں کی قسم جو راہ مکہ میں رواں دواں ہے

موت اسان ہے دشمنوں کی ملامت سے

جو یہ کہیں مکہ حرب کے بیٹے ابوسفیان نے خوف ووحشت سے عزی بت سے منھ موڑ لیا ہے (1)

معاویہ فتح مکہ کے بعد اپنے تمام لوگوں کے ساتھ جنھوں نے بظاہر اسلام قبول کیا تھا مولفۃ القلوب کے حصہ میں جنگ حنین کے مال غنیمت سے_ 100 _ اونٹ اور کافی مقدار میں چاندی حاصل کی تھی اسی سال کے اواخر میں پیغمبر اسلام (ص) نے اپنی اعلی ظرفی کا مظاہرہ کرکے اسے کاتبوں کی فہرست میں شامل کر دیا (2)

ایک دن اسی کتابت کی غرض سے عباس کو بلانے کے لئے بھیجا اور حکم دیا کہ رسول (ص) اکرم تمھیں خط لکھنے کے لئے بلا رہے ہیں، عباس نے دیکھا کہ کھانا کھا رہا ہے تو واپس جاکر رسول (ص) خدا کو اگاہ کر دیا دوسری مرتبہ رسول (ص) خدا نے

عباس کے فرزند کوبلانے کے لئے بھیجااس مرتبہ بھی وہ کھانا کھانے کی وجہ سے نہیں ایا،اپ نے تیسری مرتبہ بھیجالیکن معاویہ مسلسل کھانا کھاتے جارہاتھاتیسری بار بھی ابن عباس نے جب کھانے کی وجہ سے حکم رسول(ص) کو نظر انداز کرتے دیکھاتوابن عباس کابیان ہے کہ رسول(ص) اسلام نے اس پر لعنت فرمائي_ اور فرمایا: میں امیدوار ہوں کہ اللہ اسکا کبھی پیٹ نہ بھرے(1)

اس کے بعد تومعاویہ اکثر کہتا تھا کہ دعائے رسول(ص) نے مجھے اپنی گرفت میں لے لیاہے اور میرے حق میں لعنت قبول ہو گئی،اس لئے وہ روزانہ متعدد بار کھانا کھاتا تھااور بہت زیادہ مقدار میں کھانا کھاتا تھاپھر بھی وہ بھوکاہی رہ جاتا تھا،یہاں تک کہ معاویہ کی پرخوری ضرب المثل بن گئی تھی،جو شخص بھی زیادہ کھانا کھاتا تھاتولوگ اسے کہتے تھے کان فی احشائہ معاویہ اس کاپیٹ تومعاویہ کاخندق ہو گیاہے_

اس مسئلہ سے صرف نظر کرتے ہوئے کہ کاتب رسول(ص) ہونے کا اکثر نے انکار کیاہو،معاویہ سابق قریش مکہ کارئیس تھا،ابوسفیان کی بیوی سے سیادت ختم ہو گئی تھی وہ اسلامی معاشرے میں کوئی وقعت نہیں رکھتا تھااور نہ کوئی اسکی طرف توجہ دیتا تھا،کیونکہ اولاً عوامل احترام جیسے علم وتقوی سے وہ خالی تھااور دوسرے مادی اور مالی لحاظ سے بھی وہ تہی دست تھاجولوگوں کی انکھیں خیرہ کرتی ہیں_

ایک دن کسی مہاجر عورت نے بارگاہ رسول خدا(ص) میں معاویہ یاکسی دوسرے شخص سے شادی کی گزارش کي،رسول(ص) اکرم نے فرمایا:معاویہ مفلس ہے اسکے پاس دولت وثروت نہیں(2)

ائندہ جواس سے گناہ سرزد ہونے والے تھے وہ رسول(ص) اسلام کی نگاہ سے کیسے پوشیدہ رہ سکتے تھے اس لئے اپ نے مختلف موقعوں پر مسلمانوں کواسکی مدداور نصرت سے روکا_

مندرجہ ذیل تاریخی نمونوں کو دیکھا جاسکتاہے،ایک دن رسول خدا(ص) مدینہ سے نکل کرکسی سفر پر جارہے تھے_

اپ نے سماعت فرمایا کہ دوادمی چلّارہے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے ساتھ یہ شعر پڑھ

---

1_ انساب الاشراف ص532 ، صحیح مسلم ج 8 ص27 ،شرح نہج البلاغہ،مسند طیالسی،ابن کثیرج8 ص119

2_ صحیح مسلم ج 4 ص195 ،مسند طیالسی،مسند ابن داود،سنن ابن ماجہ

رہے ہیں کہ ہمارے ہمراہیوں اور دوستوں کی ہڈیاں اتنی ظاہر ہو چکی ہیں جنگ انکے دفن ہونے اور چھپ جانے سے مانع ہے _

رسول(ص) نے فرمایا کہ تلاش کرو اور دیکھو کہ یہ کون لوگ ہیں

لوگوں نے اکر بتایا کہ معاویہ اور عمرو عاص ہیں

رسول(ص) اکرم نے دونوں ہاتھ بلند کر کے فرمایا: خدایا، ان دونوں کو فتنہ میں ڈال دے اور اتش جہنم میں جھونک دے (1)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اسلام (ص) نے ان دونوں کو جنگ تبوک سے علحدہ دیکھا کہ اپس میں باتیں کرتے ہوئے جارہے ہیں، اپ نے اپنے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جب بھی ان دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ دیکھو تو انھیں علحدہ کر دو کیونکہ یہ دونوں (معاویہ و عمرو عاص) کبھی خیر و صلاح پر متّفق نہیں ہونگے (2)

تیسری حدیث میں ہے کہ انحضرت (ص) نے ان دونوں کو اکٹھا دیکھا تو بہت تیز و تند نگاہ ڈالي، دوسرے اور تیسرے روز بھی ایسا ہی اتفاق ایا روزانہ رسول (ص) اکرم کافی دیر تک ان پر تیز و تند نگاہ ڈالتے رہے، تیسرے دن فرمایا کہ جب بھی دیکھو کہ معاویہ اور عمرو عاص ایک ساتھ ہیں تو انھیں علحدہ کر دو کیونکہ ان دونوں کی رفاقت کبھی خیر و صلاح پر نہیں ہو سکتی ہے (3)

ایک روز ابو سفیان سواری سے جارہا تھا اور اسکے دونوں فرزند یزید و معاویہ ہمراہ چل رہے تھے ایک نے لجام تھام رکھی تھی اور دوسرا پیچھے سے ہنکار رہا تھا _

رسول اسلام (ص) نے جب اس حال میں دیکھا تو فرمایا

خدایا _ اپنی لعنت اس سوار پر فرما، اور اسکے ہانکنے والے پر بھی لعنت فرما اور اسکے کھینچنے والے پر بھی ان سبکو

---

1_ مسند احمد ج 4 ص 421 ، صفین، نصر بن مزاحم، النصائح الکافیہ

2_ عقد الفرید

3_ صفین _ نصر بن مزاحم

اپنی رحمت سے دور رکھ(1)_

یہ حوادث اور اس طرح کے ارشادات رسول(ص) اکرم کتابوں میں موجود ہیں، اگرچہ ہم نے ان سب کا تذکرہ نہیں کیا ہے، ان تمام بے شمار نمونوں کو کتب تاریخ و حدیث سے ملاحظہ کرنے کے بعد معاویہ اور اسکے خاندان کی صحیح تصویر سمجھی جاسکتی ہے_

## معاویہ خلفاء کے زمانے میں

وفات رسول(ص) کے بعد جب ابو بکر تخت خلافت پر ائے تو سب سے پہلے جس نے مخالفت کی وہ ذات ابوسفیان کی تھی، وہ اس بات کو برداشت نہیں کرسکتا تھا کہ پست خاندان کے لوگ قریش کے سرداروں پر حکومت کریں ، قریش کے اہم قبیلہ بنی ہاشم اور بنی امیہ جو دونوں ایک نسل اور عبد مناف کے فرزند تھے اور چچیرے بھائی تھے اس تخت خلافت سے کیوں دور رہیں، یہی وجہ تھی کہ ابوسفیان پہلی فرصت میں حضرت امیر المومنین(ع) کی خدمت میں اکر بولا_

اے ابو لحسن_ اپ اپنا ہاتھ بڑھایئے اکہ اپکی بیعت کروں_

حضرت امیر المومنین(ع)_ وہ اپنے ہر اقدام پر اپنے اسی قول کے سلسلے میں تیار تھا کہ میں اس فضا کو غبار الود دیکھ رہا ہوں کہ سوائے خون کے کوئی چیز نہیں بٹھا سکتی ہے(2)

ارباب سقیفہ، ابوسفیان اور اسکی قدرت سے بخوبی اشنا تو تھے ہی لہذا انھوں نے اسے لالچ کے جال میں جکڑ کر خاموش کردیا_

عمر نے ابو بکر سے کہا: جو صدقات رسول(ص) کے زمانے میں اس کے قبضہ میں ہیں اسی کے پاس رہنے دیا جائے تا کہ اس کے شر سے محفوظ رہیں(3)

اس پر عمل ہوا اور ابوسفیان نے بیعت کر کے انکی ریاست و حکومت کو استحکام بخشا_

---

1_ صفین_ طبری_ شرح نہج البلاغہ_ تذکرۃ الخواص

2_ طبری ج 2 ص449

3_ عقد الفرید ج 3 ص63 ، طبری ج 2 ص449

کیونکہ ایک طرف تو اسے حکومت وریاست کی امید نہیں تھی اور دوسری طرف امیر المومنین(ع) نے اسکی ہونکاری بھی نہیں بھری اور ایسا کرتے بھی نہیں لہذا تیسرے راستہ کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کہ اپنے کو ارباب حکومت کے حوالے کردے، اس طرح ابوسفیان بھی سقیفہ کے مددگاروں میں شامل ہوگیا، وہ اور اس کا خاندان سقیفہ کا حمایتی بن گیا_

ابوبکر نے بھی ابوسفیان کو خاموش کرنے اور اسکا تعاون حاصل کرنے کے لئے، اسکے بیٹے یزید کو شام کے علاقے فتح کرنے کے لئے بھیجے جانے والی فوج کا سردار معین کردیا، یہ حادثہ ہجرت کے تیسرے سال پیش ایا، معاویہ بھی بھائی کے ساتھ فوج میں شامل تھا، شام فتح ہونے کے بعد ابوبکر کے حکم سے یزید ابن ابوسفیان حکومت دمشق پر فائز ہوگیا، وہاں وہ فوج کا سپہ سالار بھی تھا اور دمشق کا حاکم بھی_

خلافت عمر کے زمانے میں جس وقت یزید ابن ابوسفیان طاعون کے مرض میں گرفتار ہوا تو اسنے اپنے بھائی معاویہ کو اپنی جگہ معین کرنے کے لئے، خلیفہ کو خط لکھا خلیفہ دوم نے اسکی بات مان کر حکومت معاویہ کے حوالے کردی(1)

شام پر معاویہ کی حکومت کے زمانے میں عمر نے مصر کا سفر کیا، جس دن وہ دمشق میں پہنچے تو معاویہ نے ان کا شاندار استقبال کیا، عمر نے جب معاویہ کا جاہ وجلال دیکھا تو کہا، یہ شخص عرب کا کسری ہے_

جب معاویہ اسکے قریب ایا تو اس سے کہا کہ، تم اتنے جاہ وجلال کے مالک ہوگئے؟

معاویہ نے جواب دیا_ جی ہاں امیر المومنین

عمر نے پوچھا، ایسا کیوں کرتے ہو؟

معاویہ نے کہا: اخر ہم ایک ایسی سرزمین پر رہتے ہیں جہاں دشمن (رومیوں) کے جاسوس زیادہ ہیں لہذا ضروری ہے کہ ہم سطوت وشکوہ کا مظاہرہ کرکے ان پر اپنا رعب ودبدبہ قائم رکھیں تاکہ یہ لوگ ہم سے خوف کھائیں(2)

عمر کا زمانہ حکومت ختم ہوگیا، اور تخت خلافت پر عثمان براجمان ہوئے تو انھوں نے دمشق کے ساتھ تمام

---

1_ طبری ج 4 ص202 سیر اعلام النبلہ ج 1 ص238

2_ استیعاب ج 1 ص252 ، اصابہ ج 3 ص413 ، ابن کثیر ج 8 ص120

شامی علاقہ معاویہ کے حوالے کر دیا جو اج شام، فلسطین ،اردن ،اور لبنان کا علاقہ ہے _

معاویہ اپنے امور میں پوری طرح ازاد ہو گیا، معاویہ نے اپنی عادت کے مطابق جو انھیں جاہلی انداز کی تربیت ہوئی تھی حکومت کو بھی جاہلی انداز پر ڈھالنا شروع کیا، انھیں انکی منحوس خواہشوں پر بندش عائد کرنے والا کوئی نہیں تھا _

ان کی مطلق العنانی کے کچھ نمونے یہ ہیں جو بزرگ خزرجی صحابی رسول (ص) عبادہ ابن صامت کے ساتھ پیش ائے، عبادہ ان بارہ افراد میں تھے جنھوں نے بیعت عقبی میں شرکت کی تھی اور نفساء کے افتخار امیز لقب کی ایک فرد تھے، یہ مدینہ کے اولین مسلمانوں میں شامل تھے یہ ان لوگوں میں ہیں جنھوں نے رسول اکرم (ص) کے زمانے میں قران جمع کیا تھا

عمر ابن خطاب نے اس عظیم صحابی کو یزید ابن ابوسفیان کے زمانے میں شام والوں کو قران کی تعلیم دینے کے لئے بھیجا، وہ یزید کی موت تک شہر حمص میں رہے، یزید کے مرنے کے بعد جب معاویہ ان کا جانشین ہوا تو ان کی سر کردگی میں رومی علاقوں سے جنگ کے لئے فوج بھیجی گئی، اہلسنت کے مشہور اور عظیم محدث اپنی کتاب، صحیح مسلم میں نقل کرتے ہیں کہ، ایک اسلامی جنگ میں معاویہ اور عبادہ دونوں شریک تھے، جنگ فتح ہوئی اور ڈھیر سارا مال غنیمت ہاتھ ایا اس مال غنیمت میں سونے اور چاندی کے بہت سے ظروف بھی تھے، معاویہ نے حکم دیا کہ ان ظروف کو بیچ کر اسکی قیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دی جائے، لوگ برتنوں کو خریدنے کے لئے جمع ہوئے اور انھیں ظروف کے مقدار میں مساویانہ حیثیت سے قیمت معین ہوئی، جب اس حادثہ کی خبر عبادہ کو پہنچی تو اپنی جگہ سے اٹھ کر اعلان کرنے لگے کہ میں نے رسول خدا (ص) سے سنا ہے کہ سونے کے بدلے سونا اور چاندی کے بدلے میں چاندی مساویانہ حیثیت کے علاوہ کسی دوسری طرح خریدنے پر منع فرمایا ہے جو زیادہ قیمت دے گا وہ سود میں گرفتار ہوگا _

اس حدیث کو سننے کے بعد لوگوں نے اپنی اضافی قیمت واپس لے لی _

جب معاویہ کو معلوم ہوا تو سخت غصہ کی حالت میں تقریر کی _

لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ حدیث رسول بیان کرنے لگے ہیں، ہم بھی انحضرت (ص) کے ساتھ رہے اور انھیں دیکھا ہم نے کبھی ایسی حدیث نہیں سنی _

یہ سن کر عبادہ نے اپنی بات کو دوبارہ کہا پھر اضافہ کیا کہ ہم نے جو کچھ حدیث رسول(ص) سنی تھی وہ تم لوگوں کو سنادی چاہے معاویہ اس سے ناخوش ہوں یا راضی نہ ہوں_

ایک دوسری روایت کے مطابق انھوں نے کہا کہ چاہے معاویہ اس سے ناخوش ہی ہوں مجھے اسکی پرواہ نہیں ہے کہ ایک رات بھی معاویہ مجھے اپنے لشکر میں قبول نہ کرے(1)

احمد بن حنبل اور نسائی کی روایت کے مطابق عبادہ نے کہا کہ خدا کی قسم ہم نہ کسی سے متاثر ہوئے ہیں اور نہ ہی ہونگے، ہم اس سرزمین پر ایک شب بھی نہیں رہینگے جہاں معاویہ رہے گا(2)

صاحب اسد الغابہ اور سیر اعلام النبلاء نے عبادہ کے حالات لکھتے ہوئے اس مسئلے کو یوں بیان کیا ہے کہ عبادہ نے معاویہ کے کچھ امور سے سرپیچی کی اور ان امور کو قوانین اسلامی کی صریحی خلاف ورزی بتایا، پھر کہا کہ میں اور تم ایک سرزمین پر ہرگز نہ رہیں گے، پھر وہ شام سے کوچ کرکے مدینہ اگئے عمر اس وقت تک خلیفہ تھے، پوچھا کہ مدینہ کیوں واپس اگئے؟ عبادہ نے معاویہ کی ناشائستہ حرکتوں کو بیان کیا گیا، عمر نے کہا اپنی جگہ واپس جائو، خداوند عالم اس زمین کو غارت کرے جہاں تم اور تمھارے جیسے لوگ نہ رہیں، اسکو، تم پر حکمرانی کرنے کا حق نہیں ہے(3)

ذہبی سیر اعلام النبلاء میں بیان کرتا ہے کہ ایک دن عبادہ بن صامت اور معاویہ مسجد میں پہنچے، اذان ہونے کے بعد خطیب منبر پر پہنچا، اس نے خطبہ میں معاویہ کی خوب تعریف کی عبادہ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور ایک مٹھی خاک خطیب کے منھ میں ڈال دی، معاویہ کو اس پر بہت غصہ ایا عبادہ نے معاویہ کی طرف رخ کرکے کہا، کہ تو اس وقت جبکہ ہم سرزمین عقبی پر رسول اکرم(ص) کے ہاتھوں پر اس بات کیلئے عہد وپیمان کر رہے تھے کہ جہاں بھی رہینگے حق قائم کرکے رہینگے، تو ہمارے ساتھ نہیں تھا ہم نے یہ عہد کیا ہے کہ خدا کی راہ میں کسی ملامت کی پرواہ نہ کرینگے، رسول خدا(ص) نے فرمایا ہے کہ جب کسی کو دیکھو کہ رو در رو کسی کی مدح کر رہا ہے تو اسکے منھ میں دھول جھونک دو(4)

---

1_ صحیح مسلم ج 5 ص46 ، تہذیب ابن عساکر ج 7 ص212

2_ مسند احمد ج5 ص319 ، سنن نسائی ج 2 ص222

3_ اسد الغابہ ج 3 ص106 ، اعلام النبلاء ج 2 ص2

4_ سیر اعلام ج 2 ص2 ، تہذیب ابن عساکر

ایک دوسرے دن معاویہ نے اپنی تقریر میں مرض طاعون سے فرار کے سلسلے میں کچھ باتیں کہیں، عبادہ وہاں موجود تھے، انھوں نے کہا کہ تیری ماں ھندہ تجھ سے زیادہ داناتر تھی، معاویہ نے خطبہ تمام کیا پھر نماز پڑھی اور اپنے قصر میں واپس جاکر عبادہ کو بلانے کے لئے ادمی بھیجا، کچھ انصاری افراد شام میں تھے جو عبادہ کے ساتھ ہوگئے لیکن حکومتی افراد نے ان لوگوں کو قصر میں داخل ہونے سے روکا، عبادہ اکیلے ہی معاویہ کے پاس پہونچے معاویہ نے ان سے کہا، کیا تمھیں خوف خدا نہیں ہے اور اپنے امام سے شرم وحیا نہیں کرتے، معاویہ نے امام سے خود، اپنے کو مراد لیا تھا_

عبادہ نے جواب دیا کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے شب عقبی رسول(ص) خدا سے عہد لیا تھا کہ اللہ کی راہ میں ہم کسی سرزمین سے خوف نہ کھائینگے_

معاویہ اس دن نماز عصر کے لئے ایا نماز ختم کرنے کے بعد منبر تھام کر بولا، اے لوگو، میں تم سے حدیث بیان کرتاہوں اور اپنے گھر واپس چلا جاتاہوں، پھر مجھے ایسی چیز ملتی ہے کہ عبادہ نے اسے دوسری طرح سے بیان کیا ہے ان کی بات صحیح ہے تم لوگ انھیں کی پیروی کرو کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں_

ان سارے حوادث میں جن سے معاویہ کی نرمی کا اندازہ ہوتاہے خلافت عمر کے زمانہ تک رہی کیونکہ وہ عمر کی سختی اور طاقت سے بہت ڈرتے تھے، انکی تند مزاجی حد سے اگے بڑھنے کی اجازت نہیں دیتی تھی_

## معاویہ و عثمان

معاویہ کی حالت عثمان کے زمانے میں وہ نہیں تھی جو قبل کے دونوں خلیفہ کے زمانے میں تھی_

معاویہ، عثمان کے زمانے میں پوری طرح مطلق العنان ہوکر تمام قانون واخلاق کو بالائے طاق رکھ چکا تھا_

ثروت واقتدار نے انھیں تمام اسلامی مسائل اور انسانی تقاضوں کو فراموش کردیا تھا_

ابن عساکر اور ذہبی نقل کرتے ہیں کہ، ایک دن عبادہ بن صامت دمشق کی سڑکوں سے گذر رہے تھے، انھوں نے اونٹوں کی قطاریں دیکھیں جن پر شراب تھی، پوچھا، یہ کیا ہے؟ کیا روغن زیتون ہے؟



لوگوں نے کہا_ نہیں_ یہ شراب ہے_ معاویہ نے اسے خریدا ہے، انہیں کے لئے لے جائي جارہی ہے، عبادہ بے دھڑک بازار سے ایک تلوار لائے اور شراب کی تمام مشکوں کو پھاڑ ڈالا_

ابوھریرہ اس زمانے میں شام میں ہی تھے، وہ رسول خدا(ص) کے زمانے میں تو کسی گنتی میں نہیں تھے لیکن بعد رسول(ص) خلافتوں کی پشت پناہی کیوجہ سے لائق صد احترام ہوگئے تھے، معاویہ نے ایک شخص کو ابوھریرہ کے پاس بلانے کے لئے بھیجا، اور کہا کہ اپنے بھائي عبادہ کو کیوں نہیں روکتے، وہ صبح صبح بازار میں پہونچکر ذمیوں کی اجیرن کررہے ہیں، راتوں کو مسجد میں بیٹھ کر سوائے اسکے اور کوئي کام نہیں کہ میری چھتاڑ مچائیں_

ابو ھریرہ معاویہ کے کہنے سے عبادہ کے پاس جانے کے لئے گھر سے نکلے، جس وقت ان سے ملاقات ہوئی تو بولے اے عبادہ، تمھیں معاویہ سے کیا مطلب، انھیں ان کے حال پر چھوڑ دو ان کے کاموں میں مداخلت کیوں کر رہے ہو، عبادہ نے کہا اے ابو ہریرہ جس وقت ہم نے رسول (ص) خدا سے عہد وپیمان کیا تھا کہ اپکی باتوں پر توجہ دیں گے _

اور اپنی طاقت بھر امر بالمعروف اور نہی از منکر کرینگے، تم تو اسوقت ہمارے ساتھ نہیں تھے، ابو ھریرہ کو خاموشی کے سوا کچھ بس نہ چلا، مجبور ہو کر معاویہ نے عثمان کو خط لکھا کہ عبادہ اہل شام کو خراب اور فاسد کر رہے ہیں یا تو اپ انھیں اپنے پاس بلا یئے ورا نھیں انکے اقدامات سے روکئے یا پھر میں ہی شام کو انکے اختیار میں دیدوں عثمان نے انھیں لکھا کہ عبادہ کو شہر سے نکال دو تا کہ اپنے وطن مدینہ واپس اجائیں _

مورخین کا بیان ہے کہ جس وقت عبادہ مدینہ ائے اور عثمان کے پاس گئے تو عثمان اپنے گھر پر بیٹھے تھے، اچانک انھوں نے سر اٹھایا تو عبادہ کو اپنے سامنے کھڑا پایا ان سے بولے، تمھیں ہم لوگوں سے کیا مطلب، تم ہمارے امور میں کیوں ٹانگ لڑا رہے ہو؟

عبادہ وہیں لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگے، میں نے رسول اسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے بعد ایسے لوگ حکومت کرینگے جو اپنے عمل سے تمھیں منکرات اور ناشائستہ حرکتوں کا رسیا بنا دینگے، اور اچھائیوں کی تمہاری عادت ہو گی، اسکو چھین لینگے، ایسی صورت میں ایسے پاپیوں کی اطاعت تمھارے لئے مناسب نہیں، دیکھو ہوشیار............ خدا کی راہ وروش سے اپنے کو گمراہ نہ کرنا _

ابن عساکر کی روایت کے مطابق، اس کے بعد مزید کہا کہ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں عبادہ

کی جان ہے، معاویہ اس گروہ کاایک فرد ہے_

عبادہ کی باتیں سنکر عثمان نے پھر کچھ نہ کہا، اور نہ کوئی اعتراض کیا(1)

معاویہ کی شراب خواری اور اصحاب رسول(ص) سے نوک جھونک یالڑائی جھگڑے کی داستان صرف عبادہ ہی تک منحصر نہیں ہے، مورخین کا بیان ہے کہ:

عبدالرحمن بن سھل بن زید انصاری جہاد میں شریک ہونے کی غرض سے شام ودمشق گئے ہوئے تھے، اس زمانے میں جیسا ہم جانتے ہیں کہ معاویہ کی حکومت شام پر تھی ایک دن وہ راستے سے گذر رہے تھے کہ کچھ شراب کی مشکوں کو لے جاتے دیکھا_

اپنے نیزے سے تمام مشکیزوں کو پھاڑ ڈالا، مشک کے ہمراہ جو غلام تھے ان سے ہاتھاپائی کرنے لگے، یہاں تک کہ معاویہ کے پاس خبر پہونچی، معاویہ نے اپنے کارندوں سے کہا، انھیں چھوڑ دو ان کی عقل زائل ہو گئی ہے_

معاویہ کی بات عبدالرحمن سے بیان کی گئی تو بولے خدا کی قسم میری عقل نہیں ماری گئی ہے_ لیکن رسول خدا(ص) نے ہمیں حکم فرمایاہے کہ شراب اپنے گھروں میں ہرگز نہ لے جائیں، میں قسم کھاتاہوں کہ اگر میں اس سر زمین پر رہونگااور معاویہ کو وہ باتیں کرتاہوادیکھوں گا جن سے رسول خدا نے منع فرمایاہے تو اسکاپیٹ پھاڑ دونگا، یا پھر اس راہ میں جان دیدونگا(2)

مسند احمد بن حنبل میں عبداللہ بن بریدہ سے منقول ہے کہ:

میں اپنے والد کے ہمراہ معاویہ کے یہاں گیا، ہمیں فرش پر بیٹھایاگیااور کھانے کے بعد شراب پیش کی گئی، معاویہ نے اسکونوش کیا، پھر ایک شراب کا جام میرے والد کو دیا لیکن میرے والد نے انکار کرتے ہوئے کہا، جب سے رسول اکرم(ص) نے شراب کو حرام کیاہے اس دن سے میں نے منھ کو نہیں لگایاہے(3)

---

1_ تہذیب ابن عساکر ج 8 ص212 ،اعلام النبلاء ج 2 ص4 ، مسند احمد ج5ص325

2_ اصابہ ج 2 ص394 ، استیعاب ص400 ، اسد الغابہ ج 3 ص299 3_ مسند احمد بن حنبل ج 5 ص347

معاویہ کی شراب نوشی کی اسکے علاوہ بھی ڈھیر ساری داستانیں ہیں جنھیں ابن عساکر نے نقل کیا ہے(1) ، جنھیں اس سے زیادہ کی طلب ہو تو اسکی معتبر کتابوں کی طرف رجوع کریں_

## ابوذر معاویہ کے مقابل

انہیں عثمان کے زمانے میں معاویہ سے مشھور اور بزرگ جری صحابي رسول حضرت ابوذر کی سخت محاذ ارائي ہوئي، اسکی تفصیل تو طوالت چاہتی ہے لیکن ہم ناگزیر طور سے اس کا مختصر تذکرہ کررہے ہیں، مورخین کا بیان ہے کہ ابوذر ان پاکباز مسلمانوں میں ہیں جو زمانہ جاہلیت میں بھی توحید پرست تھے وہ خدا کو یکتا مانتے تھے جاہلی عہد میں وہ بت پرستی سے متنفر رہے(2)

جب انھیں خبر ملی کہ مکے میں پیغمبر اخر کا ظہور ہوا ہے تو لپک کر مکہ پہونچے وہ پانچویں یا چوتھے شخص تھے جنھوں نے اسلام قبول کیا_

انہوں نے مسلمان ہونے کے دوسرے دن مسجد الحرام میں جاکر مشرک قریش کے سامنے بلند اواز سے اپنے اسلام کا اظہار فرمایا، ان پر قریش نے چاروں طرف سے حملہ کیا اور اس قدر زدو کوب کیا کہ لہولہان ہو کر بیہوش ہو گئے، اگر رسول اکرم(ص) کے چچا عباس مدد کو نہ پہونچتے تو ممکن تھا کہ لوگوں کی اذیت سے مر جاتے، کچھ دیر بعد زخمی حالت میں تھکے تھکے اپنی جگہ سے اٹھے ایک کونے میں گئے تاکہ زخموں کو دھوئیں اور اذیت وتکلیف کم کرسکیں_

دوسرے دن بھی ابوذر مسجد الحرام میں ائے اور بلند اواز سے خدا کی یکتائي اور محمد(ص) کی رسالت کا اعلان کیا، انھیں حق کی راہ میں کسی قسم کا خوف وہراس نہیں تھا، دوسری بار بھی لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور پہلے دن کی طرح زدو کوب کرکے لہولہان کردیا_

اس کے دوسرے دن بعد اپ حکم رسول(ص) سے اپنے وطن واپس چلے گئے تاکہ وطن والوں پر اپنے اسلام کا اظہار کرکے

---

1_ ابن عساکر ج7 ص213 _ 348 ، اصابہ ج 2 ص282

2_ طبقات کبری ج 4 ص223، سیر اعلام ج 2 ص38 ، اسد الغابہ ج 1 ص301

تبلیغ کر سکیں، ابوذر اپنے قبیلہ غفار میں پلٹ گئے اور انھیں قبول اسلام پر امادہ کرنے کی بہت کوشش کی اسی طرح کئي سال گذر گئے یہاں تک کہ انھوں نے خبر سنی کہ رسول(ص) اسلام مدینہ ہجرت کر گئے ہیں اور وہاں شان و شوکت بڑھ گئی ہے، انھوں نے دوبارہ رخت سفر باندھا اور اپنے کاشانہ کو خیر اباد کرکے اپنے خلیل کے جوار میں جانے کا قصد کیا تاکہ انھیں کے زیر سایہ سکون پائیں، اپ کی ہجرت جنگ خندق کے بعد ہوئي ہے، اس کے بعد تو انھوں نے ایک لمحے کے لئے بھی رسول اکرم(ص) کا ساتھ نہیں چھوڑا اپنی صلاحیت بھر انھوں نے انحضرت(ص) سے علم و روحانیت کے خرمن سے کسب فیض کیا، انھوں نے اس قدر خلوص کا مظاہرہ کیا، اس قدر عبادت و ریاضت کی اس قدر ذکر و فکر میں اپنا سر کھپایا کہ محبوب ترین اصحاب رسول(ص) میں شمار کئے جانے لگے_

پیامبر اکرم(ص) نے بہت سی احادیث صحیح میں اپکی ستائشے فرمائي ہے

1_ وما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء من ذی لہجۃ اصدق من ابی ذر_ ترجمہ: نہ نیلگوں اسمان نے سایہ کیا اور نہ زمین نے بوجھ اٹھایا ابوذر ایسے سچے انسان کا_

2_ جنگ تبوک میں ابوذر لشکر اسلام سے پیچھے رہ گئے تھے، کیونکہ اپکا اونٹ بہت ہی کمزور تھالہذا اس نے اپکا ساتھ نہیں دیا، ناچار، وہ سواری سے اتر پڑے اور ایسے اس کے حال پر چھوڑ کر اپنا سامان پشت پر لادا، اور پیادہ ہی لشکر اسلام سے ملحق ہونے کے لئے چل پڑے، صحراء تپ رہا تھا، ریگ زاروں میں سوزش تھی اس لئے چلنے میں بڑی تکلیف ہو رہی تھی، لیکن ابوذر کے سچے عشق و ایمان نے یہ کام بھی سہل و اسان بنا دیا تھا، بڑی محنت اور کوشش کے بعد اپ نے اپنے کو لشکر اسلام تک پہونچایا، جس وقت رسول(ص) نے اپ کو دیکھا کہ اکیلے ہی مجاہدان اسلام کی طرف چلے ارہے ہیں تو فرمایا: " رحم اللہ اباذر، یمشی وحدہ ویموت وحدہ ویبعث وحدہ"

ترجمہ: خدا ابوذر پر رحمت نازل کرے وہ اکیلے چلیں گے، اکیلے مرینگے، اور اکیلے ہی مبعوث ہونگے_(1)

جب عثمان مسند خلافت پر بیٹھے تو جب تک انھوں نے اپنے رشتہ داروں کی منھ بھرائي نہیں کی، چند سال تک اسی طرح حکومت کرتے رہے جیسے ابو بکر اور عمر کی حکومت تھی_

---

1_ سیرہ ابن ھشام ج 4 ص179 ، طبری ج 3 ص45



قریش کے معزز لوگ ان سے راضی تھے لیکن جس روز سے بنی امیہ کے لوگ حکومت میں نفوذ پیدا کرنے لگے تو تمام سرداران قریش طلحہ، زبیر، عمرو عاص اور ان کے ہم خیال افراد علیحدہ ہو گئے، معاشرتی حالت منقلب ہو گئي، اپنے داماد مروان کو بہت بڑا تحفہ افریقہ کی تمام امدنی دے ڈالی اپنے دوسرے چچیرے بھائي جنکا نام حارث بن حکم تھا بیس ھزار درہم بخش دیا، اپنے ایک ہواخواہ زید بن ثابت انصاری کو ایک لاکھ درہم دیدیا، اس زمانے میں ابوذر نے اپنی عظیم ذمہ داری کا احساس کیا کہ عام مسلمانوں کا مال خطرے سے دوچار ہے، ابوسفیان کی تمنائوں کے مطابق جاہلی حکومت واپس ارہی ہے، انھوں نے قران کے فراموش شدہ احکام یاد دلا کر مسلمانوں کو غفلت سے چونکایا، انھیں

احساسات کی بناء پر اپ نے اس ایت کو اپنا شعار قرار دیا،" الذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم "سورہ توبہ ایت 34

ترجمہ: جو لوگ سونے وچاندی کو ذخیرہ کرتے ہیں اور اسے راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے پیغمبر اپ انھیں دردناک عذاب کی بشارت دیدیں_

اپ کاروئے سخن بنی امیہ کی طرف تھا، جو مسلمانوں کے بیت المال کو ذاتی جاگیر سمجھ بیٹھے تھے اور بڑے اطمینان سے استفادہ کررہے تھے جسے چاہے دیدیتے، محل کی تعمیر کررہے تھے نیز بخشش واسراف کررہے تھے، ابوذر کی باتیں ناگزیر طور پر اموی خلافت کے متضاد تھیں، ابوذر اور عثمان کے درمیان تلخ کلامی بڑھنے لگی، عثمان نے دیکھا کہ ابوذر جیسے سچے اور خداترس مجاہد اسلام سے چھٹکارا پانا مشکل ہے وہ کسی حالت میں بھی جاہلی رسموں کو اسلام کے زیر سایہ پروان چڑھتے برداشت نہیں کرینگے، کبھی اسکی تائید نہ کرینگے، عثمان نے ابوذر کو حکم دیا کہ شام چلے جائیں وہاں مسلمانوں سے رومیوں کی جنگ ہورہی تھی، شاید ابوذر وہاں جاکر جنگ میں الجھ جائیں اور خلافت کو اس سے نجات مل سکے، لیکن شام میں کون حکومت کررہا تھا معاویہ، جو بنی امیہ کی فرد تھا گھنگھور جاہلیت کا نمائندہ، پکا منافق جو اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوا تھا، ناچار وہاں بھی ابوذر امر بالمعروف اور نہی از منکر سے باز نہیں ائے، معاویہ جیسا کہ بیان کیا گیا، جاہلیت کا رکن بزرگ تھا جو عثمان کی مدد سے ایک وسیع وعریض مملکت اسلامی پر حکومت کررہا تھا، وہاں بھی جھڑپ ناگزیر تھا، ابوذر نے وہاں معاویہ کی غیر اسلامی حرکتوں، مطلق العنانی اور کافرانہ حرکتوں پر ٹوکا اور منع کیا_

ایک دن معاویہ نے ان کے پاس تین سو دینار بھیجے، ابوذر نے معاویہ کے فرستادے کو دیکھا جو سونے کے تین سو دینار لایا تھا، اس سے فرمایا، اگر یہ رقم بیت المال سے سالانہ وظیفہ ہے جس سے سال گذشتہ محروم رکھا گیا تو اسکو قبول کرتا ہوں، لیکن یہ ہدیہ اور تحفہ ہے تو مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے _

جس گھڑی معاویہ اپنا عالی شان محل بنوا رہا تھا، وہ قصر بہت عظیم اور سنہرا، پتھروں سے تعمیر ہو رہا تھا، اس وقت تک اسلام میں ایسا کوئی قصر نہیں تھا، وہ اسلامی عہد میں جاہلی ہوا پرستی کا نمونہ تھا، ابوذر صدائے فریاد بلند کرنے لگے، انھوں نے معاویہ کو مخاطب کر کے فرمایا اے معاویہ، اگر اس قصر کو بیت المال سے تعمیر کروا رہا ہے تو قطعی طور پر تم نے خیانت کی ہے، کیونکہ ایسے اموال کو مسلمانوں اور اسلام کی فلاح و بہبودی میں خرچ ہونا چاہئے، یہ کسی کی مخصوص ملکیت نہیں ہے، لیکن اگر یہ خود کا مال ہے تو اسراف و زیادتی کیا ہے، ارے ایک شخص اپنے رہنے کے لئے اتنا بڑا قصر بلا وجہ بنوا رہا ہے، معاویہ کی بولتی بند تھی، ابوذر ہمیشہ مضبوط منطقی بنیادوں پر خطابت فرماتے تھے _

ابوذر نے بارہا فرمایا، خدا کی قسم، تو ایسی حرکات کا مرتکب ہو رہا ہے جسکا نمونہ نہ تو اسلامی معاشرے میں ہم نے دیکھا، نہ سنا _

قسم خدا کی _ یہ حرکتیں نہ تو قران کے مطابق ہیں اور نہ ہی سنت کے مطابق، خدا کی قسم، میں حق کو دیکھ رہا ہوں، کہ بجھ رہا ہے، باطل زندہ ہوتے دیکھ رہا ہوں سچوں کی تکذیب کی جارہی ہے، نالائقوں اور اواروں کو سربلندی مل رہی ہے، امیر المومنین (ع) جیسے صالح اور نیک کردار کو خانہ نشینی پر مجبور کیا جارہا ہے (1)

لوگ اس بوڑھے خیر خواہ کے گرد خدا و مخلوقات کی رضا کے لئے جمع ہو گئے، تا کہ اسکی دل سے نکلی باتیں جو خدا و اسلام کے دفاع سے میں ان سے فائدہ اٹھا سکیں، لیکن کیا معاویہ جیسا طاغوت اسکی اجازت دے سکتا تھا، اس نے اعلان کرا دیا کہ، اے لوگو کوئی شخص ابوذر سے ملاقات نہ کرے نہ انکی صحبت میں بیٹھے _

کیونکہ وہ اسلام کے معدودے چند مخلصوں میں تھے جو شام کی سرزمین پر زندگی گذار رہے تھے اسلام نہ تو جاہلیت سے سمجھوتہ کر سکتا ہے نہ جاہلیت اسلام سے

---

1_ مروج الذھب، ابن اثیر ج 5 ص 163_ 161

ایک مورخ لکھتاہے: معاویہ نے شب کے سناٹے میں ایک ہزار دینار ابوذر کے پاس بھیجا، انھوں نے اسی رات تمام دیناروں کو فقراء میں تقسیم کر دیا، کیونکہ روح زاہدانہ اور تربیت اسلامی اس کی متقاضی نہیں تھی کہ مال دنیا کو دوست رکھے، صبح سویرے جب معاویہ نماز کے لئے ایاتو اس نے اس فرستادے کو بلایا کہ تیزی سے جائو اور ابوذر سے کہو کہ مجھے معاویہ کے عذاب وشکنجہ سے نجات د یجئے، میں نے غلطی سے گذشتہ شب دوسرے کا پیسہ اپ کی خدمت میں پیش کر دیا تھا، میں چاہتاہوں کہ اپ اسکو مجھے واپس کر دیں تاکہ اصلی جگہ پر پہونچاسکوں اور معاویہ کی سزا سے بچ سکوں_

ابوذر نے فرمایا، اس سے کہو کہ ابوذر نے کہاہے کہ خدا کی قسم اس صبح کے اجالے تک اسمیں کا ایک پیسہ بھی باقی نہیں بچاہے تم مجھے تین دن کی مہلت دو تاکہ فقراء سے وہ پیسہ واپس لے سکوں معاویہ نے سمجھ لیا کہ یہ شخص صرف کہتا ہی نہیں ہے بلکہ پہلے ہی مرحلے میں اقدام کر بیٹھتاہے، اسکی گفتار عمل سے ہم اھنگ ہے_

یہی وجہ تھی کہ معاویہ ابوذر سے خوف کھانے لگا، لیکن ابوذر معاویہ کو لرزہ بر اندام کر رہے تھے_

کیونکہ وہ اسلام شناس اور اس پر عمل بھی کرتے تھے_

اس وقت معاویہ نے مجبور ہو کر اپنے رہبر سے پناہ مانگی اور اس نے عثمان کو لکھا کہ، اگر تمھیں شام اور اسکے باشندوں کو بچاناہے تو ابوذر کو اپنے پاس بلالیجئے کیونکہ انھوں نے لوگوں کے سینے کینے سے بھر دیئے ہیں(1)

بقول بلاذری کے، کہ عثمان نے جواب خط میں لکھا، ابوذر کو ایک سخت و سرکش سواری سے مدینہ بھیج دو، وہ بوڑھے صحابی ایک سرکش سواری پر زبردستی سوار کئے گئے، رات دن بغیر کہیں دم لئے مدینہ کی طرف لیجائے گئے راستہ بہت طویل اور تھکا دینے والا تھا، صحراء خشک اور ریگ زاروں سے بھرا ہوا، کارندے ہر قسم کے انسانی جذبات رحم سے عاری تھے(2)

یعقوبی نے مزید تفصیل لکھی ہے کہ، عثمان کا یہ سخت فرمان اس بندہ خاص پر نافذ کیا گیا، نتیجہ یہ ہوا کہ جس وقت وہ مدینہ پہونچے تو ران کا گوشت اڑ چکا تھا(3)

---

1_ سیر اعلام النبلاء ج 2 ص50

2_ انساب الاشراف ج 5 ص53

3_ یعقوبی ج 2 ص122

مسعودی لکھتاہے کہ :اپکو اس شتر پر سوار کیا گیا جس پر صرف ایک سو کھی لکڑی تھی پانچ سنگ دل ادمی صقالبہ سے ان کے ساتھ ہوئے جو سواری کو بڑی تیزی سے ہنکار ہے تھے ،اسی طرح انھیں مدینہ تک لے جایا گیا اپ کی ران سخت زخمی ہو چکی تھی، گوشت اڑ چکا تھا، نتیجہ یہ کہ اپ پر یہ چند دن ایسے گذرے کہ بالکل مردہ حالت میں ہو گئے تھے_

لیکن یہ دلیر ایسا نہ تھا کہ ان ہوائوں سے لرز جائے نہ اپنے بارے میں قران واہلبیت کی ذمہ داریوں کو فراموش کر جائے،وہ پہاڑ کی طرح ڈٹے رہے جسے کوئی حادثہ اسکی جگہ سے ٹس سے مس نہ کر سکا اسی طرح وہ مدینہ تک گئے،وہ چلانے لگے عثمان نے جاہلی عہد پلٹا دیا ہے وہ کہہ رہے تھے چھوکروں کو حکومت دیدی گئی ہے حکومت کی جاگیریں اپنی خاص ملکیت بنالی ہیں، فتح مکہ کے طلقاء کی عزت افزائی کی جارہی ہے انکو حکومت میں خاص تقرب حاصل ہے_

اس مرد خدا کی یہی سزا تھی کہ ربذہ جلاوطن کر دیا جائے،وہ سخت اور خشک صحراء نہ اب وگیاہ نہ چارہ،وہیں پر ابوذر نے اسلام سے قبل زندگی گذاری تھی،انھیں ربذہ سے سخت نفرت تھی_

اس کے بعد ابوذر کی تمام زندگی ربذہ میں گذری وہ اخری سانسوں تک اسی ہولناک بیابان میں رہے،اخر کار اپنی زوجہ اور فرزند ذر کی موت کے بعد بھوک اور بیماری کیوجہ سے موت کے منھ میں پہونچ گئے،موت کے وقت انکے سرہانے صرف انکی بیٹی تھی مورخین کے بیان کے مطابق ابوذر نے ایک سال شام میں گذارے،وہ 29ھ میں شام سے جلاوطن کئے گئے 30ھ میں معاویہ نے عثمان سے شکایت کی پھر انھیں اس اندوہناک طریقے سے جسکو اوپر بیان کیا گیا، مدینہ روانہ کیا گیا، پھر وہ اسی سال ربذہ تبعید کر دیئے گئے،وہیں ربذہ میں انھوں نے 31ھ یا 32 ھ میں وفات پائی_

# تاریخ اسلام کا ایک افسانہ

جو کچھ ہم نے گذشتہ صفحات میں حضرت ابوذر کی زندگی اور انکی مدینے سے شام اور شام سے مدینہ اور مدینہ سے ربذہ کی جلاوطنی بیان کیا یہ سب اصل میں صحیح ترین روایات کا خلاصہ تھا جسے مورخوں نے ہمارے حوالے کیا_

لیکن جو کچھ طبری اور انکے پیروکاروں، ابن اثیر، ابن کثیر، ابن خلدوں، ابوالفداء، وغیرہ نے اس بارے میں جو کچھ روایات کو سیف بن عمر کوفی سے حاصل کیا ہے جو تاریخ کا سب سے بڑا مکار اور جھوٹی روایتیں گڑھنے والا ہے_

طبری اور دوسرے مورخین نے اس سال کے تاریخی حوادث کو سیف ہی کے بناوٹی ذہن سے حاصل کیا ہے اور اپنی تاریخوں میں اس جھوٹ کو بھر دیا ہے_

طبری اپنی تاریخ میں لکھتا ہے اس سال یعنی 30ھ میں ابوذر کا واقعہ پیش ایا کہ انھیں معاویہ نے شام سے مدینہ جلاوطن کیا، اس جلاوطنی کا سبب راویوں نے مختلف انداز سے بیان کیا ہے جنھیں بیان کرنا میں مناسب نہیں سمجھتا_

لیکن جن افراد نے معاویہ کی صفائی دیتے ہوئے داستانی عذر تراشا ہے اسکی روایت سیف سے لی گئی ہے اور اس نے یزید فقعسی سے روایت کی ہے، فقعسی یہاں کہتا ہے کہ جس وقت ابن سوداء شام میں وارد ہوا تو اسکی ابوذر سے ملاقات ہوئی اس نے کہا، اے ابوذر کیا اپکو معاویہ کی حرکتوں پر تعجب نہیں ہے کہ جو یہ کہتا پھر رہا ہے کہ مال، اللہ کا مال ہے حالانکہ ہر چیز خدا کی ملکیت ہے_

پھر وہ اضافہ کرتا ہے گویا معاویہ چاہتا ہے کہ تمام عوامی مال اور بیت المال کی امدنیوں کو ہڑپ لے اور مسلمانوں کو اس سے محروم رکھے (1)

یہاں طبری نے تاریخ اسلام کے ہیرو عبد اللہ بن سبا کو ابن سوداء کے لقب سے یاد کیا ہے جس کی بناوٹی و جعلی

---

1_ طبری ج 5 ص66

افسانوں کو میں نے اپنی دو جلدوں پر مشتمل کتاب عبد اللہ بن سبا میں بیان کیا ہے، اگر قارئین کرام جذبہء مطالعہ رکھتے ہیں تو اس کتاب کی طرف رجوع کریں _

طبری کے بعد جتنے بھی مورخین ائے ہیں کم و بیش سب نے اس کی پیروی کرتے ہوئے اس خیالی شخص کے بارے میں اسی سے نقل کیا ہے مثلاابن اثیر جو ساتویں صدی ہجری کے مشہور مورخ ہیں اپنی کتاب میں رقمطراز ہیں کہ،
اسی سال 30ھ میں ابوذر کی جلاوطنی کا حادثہ جو معاویہ کے ہاتھوں پیش ایا، انھوں نے انھیں شام سے مدینہ جلاوطن کیا اس بارے میں اور اسکی وجوہات کے سلسلے میں بہت سی باتیں کہی گئیں ہیں، ان میں یہ ہے کہ معاویہ نے ابوذر کو بہت زیادہ برا بھلا کہا اور ڈرایا دھمکایا، معاویہ نے انھیں بے کجاوہ اونٹ پر سوار کر کے مدینہ بھیجا وہ مدینہ اس ناگوار حالت میں پہونچے جس کا بیان کرنا مناسب نہیں

اگر یہ تمام واقعات صحیح ہیں تو ہمارے لئے مناسب ہے کہ عثمان کے لئے عذر تراشی کی جائے مثلا یہ کہ امام وپیشوا کو اپنی رعیت کی تادیب کرنی چاہیئے یا اسی طرح کا کوئی عذر تراشا جائے _

نہ یہ کہ اس طرح کے واقعات کو بیان کر کے عثمان پر لعن وطعن و تنقید کی جائے، اس قسم کے واقعات کا بیان کرنا میں مناسب نہیں سمجھتا لیکن معاویہ کی صفائی دینے والوں نے اس بارے میں بہت سی صفائی دی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ (1)

اس کے بعد وہ جھوٹے اور خیالی ہیرو عبد اللہ بن سبا کی داستان سیف بن عمر کی زبانی طبری سے نقل کرتے ہیں، یہ وہی حرکت ہے جو ابن کثیر وابن خلدون اور دوسرے لوگوں نے کی ہے _

لیکن جب ہم طبری کی باتوں پر رجوع کرتے ہیں تو ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ ابوذر کے ساتھ پیش انے والے بے شمار حوادث کو غلط اور جعلی ہونے کیوجہ سے نہیں چھوڑا ہے، بلکہ صرف اس وجہ سے بیان کرنا پسند نہیں کرتا کہ وہ نہیں چاہتا ہے کہ اصحاب رسول (ص) میں عثمان ومعاویہ جیسے افراد کا کہیں دامن، داغدار نہ ہو جائے _

اسی لئے وہ عذر تراشی کرنے اور صفائی دینے والوں کے سراغ میں جاتا ہے اور اپنی تاریخ کی بڑی کتاب کو

---

1_ تاریخ کامل ج 3 ص 43



جھوٹی خبروں اور افسانوں سے بھر ڈالتا ہے، ان روایتوں کو اس نے خود بنام قصہ یاد کیا ہے اس طرح انے والی نسل کے لئے حقیقت کا دروازہ بند کر دیتا ہے اور ابوذر جیسے پاک نفس صحابی رسول کو اندھیرے میں ڈال دیتا ہے _

قرن وسطی کابزرگ مورخ ابن اثیر بھی اسی کی ڈگر پر چلااور اس نے اس عظیم جنایت اور تاریخ کی دلسوز حقیقت کو طبری کے حوالے سے لکھ مارتا ہے، ابن اثیر نے بہت سی باتیں لکھنے کے بعد اسکے اسناد اور حوالوں کی تضعیف نہیں کی ہے، انھیں بہت تفصیل سے لکھ مارا ہے، کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس قسم کی باتوں کا بیان کرنا مناسب نہیں کیونکہ انھیں نقل کرنے سے خلفاء اور اموی حکمرانوں کا دامن داغدار ہوتا ہے_

لیکن ہم اج نہ تو عیب جوئی کے پیچھے پڑے ہیں نہ بلاوجہ کسی کی صفائی پر تلے ہیں بلکہ صرف حوادث تاریخ کی واقفیت اور اسکی جستجو میں ہیں تاکہ علم و دانش کی خدمت کر سکیں، لیکن ہم ان تاریخ اسلام کے حقائق کو چھپانے والے مورخین کو ہرگز معاف نہیں کر سکتے کیونکہ ان لوگوں نے اپنی اس حرکت سے صرف خوشنودی خلفاء اور اموی حکمرانوں کی خدمت ہی کی ہے_

ابوذر کا واقعہ جیسا کہ ہم نے ملاحظہ کیا طبری نے سیف سے نقل کیا ہے دوسرے تمام مورخین نے بھی یا تو سیف سے نقل کیا ہے یا طبری کے واسطے سے نقل کیا ہے، یہ داستان خود عبد اللہ بن سبا کے افسانہ کا جزہے جو سیف ابن عمر کے فکر کی ساختہ وپرداختہ ہے، ہم نے اس کتاب کی دوسری جلد میں افسانہ عبد اللہ بن سبا کا سند واصل کے ذریعہ چھان بین کی ہے، یہاں صرف اتنا اضافہ کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ ابوذر کا واقعہ زیادہ تر عبد اللہ بن سبا کے واقعہ میں سیف پر انحصار کرتے ہوئے لکھا گیا ہے اور اس نے سارا ماجرا یزید فقعسی سے نقل کیا ہے_

اب ہمیں جاننا چاہیئے کہ یزید فقعسی کون ہے ؟اور اسکی روایت کیا ہے ؟

ہم نے اس شخص کو پہچاننے کے لئے تمام موجودہ کتب رجال وحدیث و تاریخ وسیرت وانساب اور ادبیات اسلام کو کھنگال مارا، اصولا اسکے بارے میں کوئی چھوٹی سی روایت یا نام نہیں پایا، سوائے ان روایتوں کے جنھیں طبری وذہبی نے سیف سے نقل کیا ہے اور وہ بھی چھ روایتیں ہیں پانچ تو طبری کی ہیں اور ایک ذہبی کی تاریخ اسلام میں دیکھی جاسکتی ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں_

سیف متذکرہ روایات میں داستان عبد اللہ بن سبا کو یزید فقعسی سے نقل کیا ہے اس میں ایک روایت ابوذر



کے واقعہ سے مخصوص قرار دیا ہے اس روایت میں سیف نے عظیم صحابی اور پیغمبر کے دانائے راز ابوذر کو اتنا پست دکھایا ہے کہ وہ عبد اللہ بن سبا جیسے ایک مجہول یہودی کے زیر اثر اگئے، اور معاویہ اور دوسرے اموی حکمرانوں کے خلاف بغاوت پر امادہ ہوگئے اس طرح انھوں نے تمام مملکت اسلامی کو فتنوں میں جھونک دیا_

ان روایات سے واضح ہوتا ہے کہ ان تمام ہنگاموں میں امویوں کی کوئی ذرہ برابر غلطی نہیں ہے نہ معاویہ کی نہ عثمان کی اور نہ دوسرے حکمرانوں کی، ان سب کا دامن برگ گل کی طرح پاک وصاف ہے_

ہم مدتوں تحقیق کے بعد داستان ابوذر اور عبد اللہ بن سبا کی سند سے اس نتیجہ تک پہونچے کہ ان ساری داستانوں کو مورخوں نے سیف بن عمر سے روایت کی ہے اور سیف اول درجے کا جھوٹا اور جعل ساز تھا، اس نے اپنے ذہن سے ایک واقعاتی روایت گڑھ لی اور اس نے راوی کا یزید فقعسی جیسے جھوٹے راوی کو بھی اختراع کر لیا، کہ جعلی راوی فقعس کے قبیلے کا فرد ہے جو قبیلہ اسد کی شاخ تھی، لیکن سیف نے اپنی تمام روایات میں قبیلہ کا نام تو لکھا ہے لیکن اس کے باپ کا نام نہیں لکھا ہے جیسے اس کا کوئی باپ ہی نہیں تھا، سچی بات تو یہ ہے کہ اس راوی کا باپ اور تمام ساختہ وپرداختہ صحابہ وراویان کے باپ جو داستان سیف کے پیرو ہیں یہ صرف سیف بن عمر تمیمی کی اختراع ہیں اکیلے سیف کی

اختراع وحدہ لاشریک لہ_

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تاریخ کے بزرگ علماء جیسے طبری، ابن اثیر، ابن عساکر، ابن خلدون، ابن عبد اللہ، اور ابن حجر کے علاوہ دوسرے سب کے سب اپنی تاریخوں میں سیف بن عمر کی جعلی روایتوں کو جو ایک نمبر کا جھوٹا مکار تھا اس سے لیکر بہت سے مسلمانوں کے عقائد کو اصحاب رسول (ص) کے بارے میں گندہ کر دیا ہے_

اج ان افسانوں کی حیثیت ہو گئی ہے اور لوگ دین اسلام کو اسی راہ سے پہچان رہے ہیں، کیا اج بارہ صدیاں گذرنے کے بعد اجازت ہے کہ ہم ان افسانوں کو حدیث اور تاریخ کی کتابوں سے نکال دیں، تاکہ لوگوں کے لئے اصل اسلام کی پہچان اسان ہو سکے_

## کوفے کے قاری شام میں

معاویہ کی نوک جھونک صرف ابوذر غفاری و عبادہ جیسے افراد سے نہیں ہوئی تھی بلکہ اسکی خاص عادت یہ تھی کہ جو



بھی تھوڑا سا اسلام کی معلومات رکھتا تھا اس سے اختلاف کر بیٹھتا تھا اسی لئے اس نے کوفے کے ان قاریوں سے جو شام جلاوطن کر دیئے گئے تھے سخت جھگڑا کر لیا عظیم مورخ بلاذری اپنی کتاب انساب الاشراف میں لکھتے ہیں_

جب حکومت کوفہ سے عثمان نے ولید کو معزول کر دیا تو اسکی جگہ سعید بن عاص کو منصوب کر دیا عثمان نے سعید بن عاص سے کہا کہ کوفہ والوں سے اچھے انداز میں پیش انا اور انکی خاطر و مدارات کرتے رہنا اور ولید کی طرح اہل کوفہ سے اختلاف کر، نہ بیٹھنا، انہیں وجوہات کی بناء پر سعید بن عاص بزرگان شہر اور قاریوں کے ساتھ ہر شب اٹھتا بیٹھتا تھا اور ان لوگوں سے گفتگو کیا کرتا تھا_

ایک دن سعید بن عاص کے گھر سواد و جبل پر بحث چھڑی، حاضرین نے سواد کی پیداوار کو جبل عامل پر ترجیح دیکر کہا کہ سواد میں جبل (لبنان) کی تمام پیداوار کے علاوہ اس میں خرما کے درخت بھی پائے جاتے ہیں_

داروغہ شہر نے کہا، اے کاش ان پیداواروں کا تعلق امیر (سعید) سے ہوتا کیونکہ امیر ان زراعات و باغات کے دیکھ بھال کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں_

مالک اشتر نے جواب دیا، اگر امیر کے لئے ارزو کرتے ہو تو ارزو کرو کہ انھیں اس سے بہتر باغات و زراعات نصیب ہو لیکن ہمارے اموال کو ان کے لئے ارزو نہ کرنا اور اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دو_

شہر کے داروغہ نے کہا، انھیں اس ارزو نے کیا نقصان پہونچا دیا کہ اس طرح کی تلخ کلامی کر رہے ہیں، خدا کی قسم، اگر امیر نے ٹھان لیا تو ان تمام باغوں پر قبضہ کر سکتے ہیں_

مالک اشتر نے جواب دیا، خدا کی قسم اگر ان باغات کو لینے کا ارادہ کر بھی لیں تو اس کو نہیں لے سکتے ہیں سعید ابن عاص ان باتوں سے بہت غضبناک ہوا اور حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا:

سواد کے باغات صرف قریشیوں( قریش سے مراد بزرگان بنی امیہ وقبیلہ بنی تیم اور عدی نیز اسکے مانند جو مکہ میں تھے بر خلاف انصار کے در اصل اہل یمن سے ہونگے، اور مالک اشتر نیز اہل کوفہ اسی قبیلوں سے تھے ) کا مال ہے _

مالک اشتر نے غصے میں کہا کہ، تم چاہتے ہو کہ ہماری جنگوں کے ثمرات اور جو کچھ خداوند عالم نے ہمیں نصیب فرمایا ہے اس کو اپنے خاندان اور اپنے قبیلوں میں تقسیم کر دو، خدا کی قسم اگر کسی نے ان زمینوں کی طرف تر چھی

نگاہ سے بھی دیکھا تو اسکو ایسا مزہ چکھاؤں گا کہ ڈر کے مارے بھاگ جائے گا(1)

اس بات کے بعد مالک اشتر داروغہ پر حملہ اور ہوئے لیکن اطرافیوں نے انکو پکڑ لیا_

سعید بن عاص نے اس واقعہ کو عثمان کے یہاں خط لکھ کر تاکید کیا کہ جب تک مالک اشتر اور انکے ساتھی ( جو قاریان کوفہ کے نام سے جانے جاتے ہیں کچھ نہیں جانتے اور ان کے پاس عقل بھی نہیں ہے ) اس شہر میں رہینگے تو ہماری کوئی ذمہ داری نہیں رہے گی_

عثمان نے جواب میں لکھا کہ، ان تمام لوگوں کو شام بھیج دو، قاریان کوفہ جنھوں نے سعید سے جھگڑا کر لیا تھا کوفہ سے جلاوطن کر کے دمشق بھیج دیئے گئے_

معاویہ جو بہت چالاک تھا اس نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ کام کیا کہ ان قاریوں کا خیر مقدم کر کے ان لوگوں کو اپنے قریب کر لیا لیکن حالات ہمیشہ یکساں نہیں رہ سکتے تھے مالک اشتر اور ان کے دلیر ساتھی دین شناس تھے جبکہ معاویہ مکار اور بے دین تھا اس صورت میں ان سب کا ایک ساتھ رہنا ممکن نہیں تھا، سرانجام جس دن کا انتظار تھا وہ دن آگیا، مالک اشتر اور معاویہ کے درمیان سخت کلامی ہوئی جسکی وجہ سے مالک اشتر کو رسی میں جکڑ کے زندان میں ڈال دیا گیا، وہاں وہ طویل زمانے تک رہے مگر چھوٹنے کے بعد حالات نے اپنے اپ کروٹ لے لی کیونکہ مالک اشتر اور انکے ساتھی جو حاکم شام معاویہ سے دور ہو گئے تھے انھوں نے اہل دمشق کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیا، اس کی خبر عثمان کو دی گئی کہ جو لوگ ہمارے یہاں ائے ہیں انھیں نہ عقل وشعور سے واسطہ ہے اور نہ ہی دین ومذہب سے لگاؤ ہے ان کا مقصد صرف فتنہ پروری ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ لوگ یہاں رہ گئے تو فتنہ وفساد کو پھیلا دینگے، اہل شام کو بغاوت پر امادہ کر دینگے، ان لوگوں سے ان باتوں کو سیکھ لینگے جو ابھی تک نہیں جانتے ہیں، شام والے بھی اہل کوفہ کی طرح فاسد اور اپنی اعتدال فکر کو کھو بیٹھیں گے_

عثمان نے سوچا کہ مالک اشتر اور ان کے ساتھیوں کو ایک دور افتادہ شہر کی طرف بھیجدیا جائے تاکہ ان لوگوں کی چھاپ نہ پڑ سکے، معاویہ نے ان تمام لوگوں کو شہر حمص بھیج کر عثمان کے حکم کی تعمیل کی(1)

---

1_ انساب الاشراف ج 5 ص40

2_ انساب الاشراف ج 5 ص43

پہلی صدی کا مشہور مورخ مدائنی نقل کرتے ہیں:

ان لوگوں کی شام میں معاویہ کے ساتھ نشست ہوئی تھی اس نشست میں ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے تھے_ مجملہ

ایک روز معاویہ نے یہ کہدیا کہ، قریش سے یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ میرا باپ ابوسفیان قریش میں سب سے زیادہ معزز اور باوقار تھا، لیکن رسول(ص) کو نبوت مل گئی جو کسی اور کو نصیب نہ ہو سکی اگر تمام لوگ ابوسفیان کی اولاد ہوتے تو سب کے سب حلیم وبردبار ہوتے_

صعصہ بن صوحان نے فوراجواب میں کہا:

اے معاویہ تو جھوٹ بولتاہے، حضرت ادم ابوسفیان سے بہر حال بہتر تھے جو اللہ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیاان میں اپنی روح پھونکی فرشتوں کو سجدہ پر مامور فرمایا، انکی اولاد میں عقلمند بھی ہیں اور بیوقوف بھی اچھے بھی ہیں اور برے بھی پائے جاتے ہیں تمام ایک شکل کے نہیں ہیں(1)

جیسا کہ اپ نے ملاحظہ فرمایا، معاویہ جس طرح ابوذر غفاری اور عبادہ جیسے صحابی رسول کے شام میں رہنے سے کڑھتا تھااسی طرح نہیں چاہتا تھا کہ تابعین اور قاریان قران اور نیک وصالح افراد اس شہر میں رہیں، اس مسئلے نے معاویہ کو اس قدر حیران وپریشان کیا کہ فوراخلیفہ سوم سے شکوہ وشکایت کیا، معاویہ کو اس بات کاخوف تھا کہ کہیں یہ لوگ حقائق اسلام کو جو لوگوں سے پنہاں کرر کھاہے ان سے بیان نہ کرڈالیں، اگر یہ لوگ احکام خدا کو جان گئے تو پھر ہماری قیصر وکسری کی شان وشوکت اور خواہشات نفسانی خاک میں مل جائے گی_

---

1_ طبری ج 5 ص90 ،ابن اثیر ج 3 ص60

## معاویہ عثمان کے بعد

جیسا کہ پہلے ملاحظہ کیا گیا کہ۔ دولت کی جمع اوری اور عثمان کے رشتہ دار جو تمام اسلامی سرزمین پر قبضہ کئے ہوئے تھے ان کے جرائم نے تمام بڑے بلاد اسلامی کو فتنہ واشوب کے سیلاب میں گھیر لیا تھا، اور ناراض مسلمانوں نے مدینہ کے اندر عثمان پر عرصہ حیات کو تنگ کرڈالا تو جس طرح خلیفہ سوم نے تمام حکمرانوں اور والیان شہر کو خط لکھا اور ان

لوگوں سے مدد مانگی تھي، اسی طرح معاویہ کو بھی خط بھیجا اور اس سے مدد و نصرت طلب کی_

عثمان نے معاویہ کو اس طرح خط لکھا:

اہل مدینہ نے کفر اختیار کر لیا ہے اور اطاعت وپیروی کا قلادہ گردن سے اتار کر اپنی بیعت کو توڑ ڈالا ہے، لہذا جتنا بھی ممکن ہو سپاہ شام کو ہماری نصرت کے لئے جلد بھیج دو، خط معاویہ کو ملا اس نے اچھے طریقہ سے حالات کو پڑھ لیا، شاید اس انتظار میں تھا کہ عثمان کے مرتے ہی تخت خلافت پر قبضہ ہو جائے گا، اسی بناء پر عثمان کے تمام حقوق کے باوجود جو اسکی گردن پر تھے مدد پہونچانے میں کسی قسم کی جلدی نہیں دکھائي، اور اپنی کوتاہیوں کی اس طرح توجیہ و تاویل کی کہ_ ہم مسلمین اور اصحاب رسول (ص) کی مخالفت سے راضی نہیں ہیں، جب عثمان نے اپنے خط کے سلسلے میں پہلو تہی دیکھی تو اہل شام کو خط لکھا اور ان سے درخواست کی کہ_ تم لوگ ہماری نصرت کے لئے شہر سے نکلو_

بلاذری لکھتے ہیں

جب عثمان نے معاویہ کو خط بھیجا اور اس سے مدد مانگی تو معاویہ نے یزید ابن اسد قسری کی سربراہی میں چھوٹی سی فوج مدینہ کی جانب روانہ کی، اور یزید بن اسد قسری کو کہا کہ جس وقت تم سرزمین ذاخشب پر پہونچنا تو اسی مقام پر پڑائو ڈالدینا اور اسکے اگے نہ بڑھنا، کبھی اپنے ذہن میں بھی نہ لانا کہ ہم پائے تخت اسلامی کے حوادث وواقعات سے باخبر نہیں ہیں اور معاویہ کی عدم موجودگی میں تمام چیزیں ڈھکی چھپی ہیں، درانحالیکہ ہم باخبر بھی ہیں اور موجود بھی؟ لشکر اپنے سربراہ کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوا، جب مقام ذاحشب پر پہونچا تو یہیں پر ٹھر گیا، اور اس قدر دیر لگائي کہ عثمان لوگوں کے ہاتھوں سے مار ڈالے گئے، جب پانی نیزے سے اتر گیا اور فتنہ واشوب فرو ہو گئے تو معاویہ نے یزید بن اسد کو لشکر کے ہمراہ واپس بلوا لیا_

تیسری صدی کا معتبر مورخ بلاذری کا کہنا ہے کہ، معاویہ نے بغیر سوچے سمجھے ایسا نہیں کیا تھا وہ چاہتا تھا کہ عثمان اس حادثہ میں مار ڈالے جائیں، پھر اسکے بعد اپنے کو بھتیجے کی حیثیت سے خلافت وحکومت کا حقدار ثابت کر دے (1)

---

1_ شرح النہج ص 58

لیکن جب کہ اپ جانتے ہیں کہ ایسانہیں ہوااورلوگ امیر المومنین(ع) کے گرد جمع ہوگئے اور ان کو خلیفہ تسلیم کرلیا،جب حضرت علی(ع) کے ہاتھوں پر بیعت ہو گئی تو معاویہ جس نے عثمان کی مدد کرنے میں کوتاہیاں کی تھیں بہت شرمندہ ہوا،کیونکہ اب تخت خلافت بہت دور نظر انے لگا،لہذا ایک نئی چال چلی کہ طلحہ وزبیر کو مخفیانہ طور پر خط لکھااور اس خط میں کچھ ایسی باتیں تحریر کیں تاکہ ان دونوں کے دل خلافت کی چٹکیاں لینے لگیں،کیونکہ یہ دونوں ہواپرست اور خلافت عثمان کے زمانے میں دولت وثروت کی چاشنی بھی چکھے ہوئے تھے،اسی بناء پر یہ دونوں معاویہ کے دام فریب میں اگئے(1) _

معاویہ کانقشہ یہ تھا کہ ان دونوں کوجوان دنوں صاحب نفوذ ورسوخ سمجھے جاتے تھے،حضرت امیر المومنین سے جنگ کرنے پر ابھاردے،البتہ خلیفہ مظلوم اور قصاص خون عثمان ان دونوں کے لئے اچھابہانہ تھا،طلحہ وزبیر نے معاویہ کی مکارانہ چال میں اکر خونبار جنگ جمل برپاکردی _

جیسا کہ پہلے بیان کیاگیاہے کہ اغاز جنگ میں طلحہ مارڈالے گئے اور زبیر نے جنگ سے کنارہ کشی اختیار کرلی تھی اور مرد تمیمی کے ہاتھوں بے رحمانہ قتل کردیئے گئے(2)

اس طرح معاویہ کے دوطاقتور رقیب خلافت کے سلسلے میں میدان سے خارج ہوگئے.جی ہاں جب کوئی ماراجاتا تھاتومعاویہ کی خلافت قریب الوقوع نظرانے لگتی تھی _

جب امیر المومنین(ع) تخت خلافت پر ائے توجریر کوپیغام دیکر معاویہ کےیہاں بھیجا،اور اس سے بیعت طلب کی _

معاویہ نے جریر سے کہا_ اپنے رفیق کو لکھ دو کہ ہم دو شرط کے ساتھ بیعت کرنے پر حاضر ہیں _

1_ شام اور مصر کو ہمارے حوالے کردیں نیزان دونوں سرزمین کاخراج ہماراہو گا

2_ مرتے وقت کسی کی بیعت کاقلادہ ہماری گردن میں نہ ڈالیں

اس عبارت سے بخوبی واضح ہو جاتاہے کہ خلافت سے معاویہ کااشتیاق کس قدر ہے معاویہ جانتا تھا کہ

---

1_ مروج الذھب ج 2 ص333

2_ شرح نہج البلاغہ ج 2 ص581

حضرت امیر المومنین(ع) سے رقابت نہیں ہو سکتی، کیونکہ جو فضیلتیں امام(ع) میں پائی جارہی تھیں مجھ میں نہیں ہے_

اسی وجہ سے خلیفہ وقت کے خلاف بھڑکانے کی جرائت وجسارت نہیں ہورہی تھی، اسی لئے وہ چاہتا تھا کہ پہلے عائشہ طلحہ وزبیر اس خطرناک راستے کو طے کریں، اسکے بعد وہ اس راستہ کو طے کرے، لہذا بہتر یہی ہے کہ امام(ع) سے جنگ کرنے کے بجائے ان سے مصر اور دوسرے بڑے شہروں کی مانگ کرکے اپنی حکومت کو وسیع کرے تاکہ امام(ع) کے مرتے ہی بڑے اطمینان کے ساتھ تخت خلافت پر براجمان ہوجائے، جریر نے معاویہ سے کہا کہ تمھیں جو کچھ لکھنا ہے لکھو ہم خط نہیں لکھیں گے_

معاویہ نے اپنی رائے کو امام(ع) کے پاس لکھ کر بھیجا، امام(ع) نے جریر کے ذریعہ معاویہ کو جواب دیا کہ تونے حتمی فیصلہ کرلیا ہے کہ میری بیعت نہیں کرے گا اور جو کچھ دوست رکھتا ہے اسکو انجام دیگا، وہ چاہتا ہے کہ تم کو اتنا سرگردان و معطل رکھے تاکہ لوگوں کی توجہات کو مبذول کرلے_

جب ہم مدینہ میں تھے تو مغیرہ بن شعبہ نے اس طرح کا اشارہ کیا تھا کہ معاویہ کو شام کی حکومت پر رہنے دیجیئے لیکن ہم اس کام کو ضرور انجام دینگے، اس لئے کہ ہم نہیں چاہتے ہیں کہ خداوندعالم معاویہ جیسے بدکردار و گمراہ کے ذریعہ ہماری مدد و نصرت کرے، اگر اس نے میری بیعت قبول کرلی تب تو ٹھیک ہے ورنہ فوراہماری طرف پلٹ آئو(1)

اٹھویں صدی کا مورخ ابن کثیر اپنی تاریخ البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں:

عقبہ بن ابی معیط نے جب یہ سنا کہ معاویہ نے حضرت علی(ع) سے مصر اور شام کی حکومت کا مطالبہ کیا ہے تو اس نے معاویہ کو ایک خط لکھا اور اس خط میں اسکی خوب مذمت کی نیز اس میں چند اشعار لکھکر روانہ کئے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ، معاویہ شام کی حکومت کو ہاتھ سے نہ جانے دینا ذرا دشمن سے ہوشیار رہنا کیونکہ یہ دشمن ادہے کی مانند ہے لہذا اسکو چھوڑنہ دینا، علی(ع) اسکے منتظر ہیں، کہ تم کیا جواب دیتے ہو، اسکے خلاف جنگ کے شعلے ایسے بھڑکادے کہ جوانوں کے سیاہ بال سفید ہوجائیں، شام سے شمشیر اور نیزوں کی حمایت کر اور ہاتھ پر ہاتھ رکھکر نہ بیٹھنا اور نہ اس سلسلہ میں تساہلی کرنا اور اگر ایسا نہیں کرنا ہے تو سر تسلیم کو خم کردے_

---

1_ نصر بن مزاحم کی صفین ص58 ، شرح النہج ج 1 ص250

تاکہ جولوگ امن پسند اور جنگ کے خواہاں نہیں ہیں وہ اطمینان وارام کے ساتھ زندگی گذار سکیں اور یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے_

اے حرب کے بیٹے، تم نے طمع وحرص میں اکر جو اسکو خط لکھدیا ہے اس کام کو انجام دیکر اپنے سر پر بہت بڑی مصیبت مول لی ہے_

معاویہ، حضرت علی(ع) سے جو تم نے خواہش ظاہر کی ہے وہ ہر گز پوری نہیں ہو سکتی، اور اگر اپنی مراد تک پہونچ بھی گئے تو سوائے چند دنوں کے زیادہ پایدار بھی نہیں ہے_

اخر تیرے دل میں اس قدر تمنائیں کروٹ لے رہی ہیں جو ایک نہ ایک دن ہلاکت کی باعث ضرور بنیں گي، لہذا بہتر یہی ہے کہ اپنے دماغ سے ان امنگوں کو نکال دے، کیونکہ علی(ع) جیسے تمہارے دام فریب میں نہیں اسکتے ہیں، اور اس سے تم نے اچھے طریقہ سے ان کی ازمائشے بھی کی ہے جو تم نے خراب کیا اسکو علی نے بنایا ہے_

اگر اس کے چنگل میں ایک بار چلے گئے تو یاد رکھو کہ تم نے تو اسکی کھال نہیں کھینچی لیکن وہ تمھاری کھال کو ادھیڑ دے گا(1)

# صفین معرکہ حق وباطل

اس سے قبل اپ نے ملاحظہ فرمایا کہ_ معاویہ نے کس طریقہ سے عثمان کے تمام حقوق کے باوجود جو اسکی گردن پر تھے انکی نصرت کرنے میں کو تاہی کی، اور اس قدر عذر تراشی کی کہ ناراض مسلمانوں نے انکو گھر کے اندر قتل کر ڈالا، شاید معاویہ اس انتظار میں تھا کہ جو اسکی خلافت کی راہ میں کانٹے ہیں وہ سب صاف ہو جائیں، لیکن قتل عثمان کے بعد معاویہ کی خواہش کے بر خلاف لوگوں نے امیر المومنین(ع) کو خلیفہ تسلیم کر لیا، جب زمام حکومت علی(ع) کے ہاتھوں میں اگئي تو اپ نے خاص طور سے اپنی بیعت کا مطالبہ معاویہ سے کیا لہذا معاویہ نے ایک بڑی پلاننگ تیار کی_ اس نے مظلومیت عثمان اور انتقام خون کو بہانہ بنا کر جو پہلی مرتبہ جنگ جمل میں اس پرچم کو لہرایا جا چکا تھا امام(ع) سے بر سر پیکار ہو

---

1_ بدایہ النھایہ ج8 ص 129

جانے اور اسکے ذریعہ سے اپنے دل کی تمنائیں نیز اپنے باپ ابو سفیان کی وصیت پوری کر کے اسلام کی وسیع و عریض حکومت کو اپنے ہاتھوں میں لینے کا ارادہ کیا_

اسی لئے اس نے عثمان کا خون الود کرتہ مسجد دمشق کے منبر کے نزدیک لٹکا دیا، بوڑھے اسکے گرد جمع ہو کر رونے لگے، پھر اپنی تقریر میں اس بات کا اعلان کیا کہ میں مقتول کا وارث ہوں اور جن لوگوں نے خلیفہ کو ناحق قتل کیا ہے ان سے خون کا انتقام لینا چاہیئے اہل شام معاویہ کے دام فریب میں اکر سخت دھوکہ کھائے، جی نہیں، بلکہ ان لوگوں نے یزید بن ابو سفیان ( برادر معاویہ ) کے ہاتھوں اسلام کو قبول کیا تھا اور تقریبا بیس سال سے معاویہ کی حکمرانی میں زندگی گذار رہے تھے، لہذا ایک طرف شام والوں کی سادہ لوحی تھی، جسکی وجہ سے بنی امیہ جدھر چاہتے تھے انکو گھما دیتے تھے اور دوسری طرف خاندان بنی امیہ سے ان لوگوں کی بیس سالہ رفاقت و محبت تھی، یہی وہ کڑی سے کڑی تھی جو اہل شام کو معاویہ کے افکار و نقشہ کو قبول کرنے میں معاون و مددگار ثابت ہوئی، اسی لئے شام والوں نے فورا اس کی بیعت کر کے اس کے فرمان پر اپنا سر تسلیم خم کر دیا(1) اہل شام چاہتے تھے کہ امام (ع) سے جنگ کریں کیونکہ ان لوگوں کو سمجھایا گیا تھا کہ قاتل عثمان اپکے حاشیہ نشین اور پناہ میں ہیں، لہذا ان لوگوں کو کھینچ کر لایا جائے گا پھر خلیفہء مظلوم کے خون کا بدلہ ان سے لیں گے_ شام والے معاویہ کی سربراہی میں خون عثمان کا بدلہ لینے کے لئے امام (ع) سے جنگ کرنے کی خاطر یہاں سے چل دیئے، دونوں لشکر ربیع الثانی 38ھ میں میدان صفین میں امنا سامنا ہوا (2)

صفین کے کھلے میدان میں نہر فرات کے کنارے دونوں لشکر کے مابین کافی دنوں تک جنگ بند رہی، امیر المومنین (ع) نے جنگ میں کبھی پیش قدمی نہیں کی اور جس طرح اسلام نے حکم دیا تھا اسی طرح اپنے لشکر والوں کو دستور دیا، معاویہ نے پہلے ہی روز نہر فرات کا پانی جو تنہا مخزن اب تھا امام (ع) کے لشکر پر بند کر دیا، چالاک مشاور عمر و عاص نے کہا_ اے معاویہ_ تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ علی (ع) اور انکے ساتھیوں کے ہاتھ میں جب تک چمکتی ہوئی تلواریں اور لچکتے ہوئے نیزے ہیں کبھی پیاسے نہیں رہ سکتے ہیں، بہتر یہ ہے کہ تم انھیں پانی سے نہ روکو، لیکن لشکر امام (ع) کا دلیر سردار مالک اشتر کی سعی و کوشش نے نہر فرات کو معاویہ کے سپاہ سے چھین لیا_

---

1_ صفین ص128

2_ صفین ص209، شرح نہج البلاغہ ج 1 ص250

جب لشکر علی نے نہر فرات پر قبضہ کر لیا تو حضرت علی(ع) نے اپنی شان وشوکت سے معاویہ کے پاس پیغام بھیجوایا کہ ،اگر چہ فرات پر ہمارا قبضہ ہے مگر تم اور تمھاری فوج چاہے اور جتنا چاہے پانی لے سکتی ہے اس پر سبھی کا حق بنتا ہے(1)_

## معاویہ کی چالاکی

یہ پہلی جھڑپ دونوں لشکر کے درمیان تھی،جنگ مدت دراز کے لئے متوقف ہوگئی کیونکہ امیر المومنین(ع) نے حتی الامکان کوشش کی کہ جنگ اور زبردستی کے ذریعہ اپنے نظریات کو نہیں تھوپا جائے لیکن شامی سوائے خون عثمان کے کچھ نہیں کہتے تھے ؟

ذی الحجہ کے مہینے میں بھی چھوٹی موٹی مڈبھیڑیں ہوئیں لیکن اسکا کوئی خاص نتیجہ نہیں نکلا، محرم الحرام کی امد پر طرفین جنگ سے دستبردار ہوگئے، لیکن اس مہینہ کے تمام ہوتے ہی دوبارہ جنگ شروع ہوگئی،ان تمام مدتوں میں معاویہ کی یہی سعی وکوشش رہی کہ کسی نہ کسی طریقہ سے امام علیہ السلام اسکو حکومت شام کا پروانہ لکھدیں تاکہ جنگ کا خاتمہ کردے، لیکن امام(ع) کسی قیمت پر راضی نہیں تھے کہ معاویہ جیسا انسان انکا ہمنوا بنے_

اخرایک شدید حملہ میں لشکر امام(ع) کی شجاعت اور پافشاری کا نتیجہ یہ ہوا کہ فوج نے داہنی سمت سے اتنی پیش قدمی کی کہ معاویہ کے خیمہ تک پہونچ گئی_ لیکن میسرہ کی فوج شامیوں کے حملہ کی تاب نہ لاکر پیچھے ہٹ گئی_

اس وقت امام علیہ السلام بہ نفس نفیس میدان میں اگئے اور اپنے فراری لشکر کو للکارا، پھر معاویہ سے کہا، اے معاویہ لوگوں کا خون ناحق کیوں بہارہا ہے ائو ہم دونوں لڑکر فیصلہ کرلیں معاویہ نے جان کے خوف سے امیر المومنین کی دعوت قبول نہیں کی کیونکہ خوب جانتا تھا کہ جو بھی بہادر امام(ع) سے مقابلہ کرنے کے لئے میدان جنگ میں گیاوہ دوبارہ واپس نہیں ایا ہے_

تمام رات جنگ جاری رہی، جب رات کا اندھیرا چھٹا تو لشکر امام(ع) کی شکست اخری مرحلہ میں تھی، مالک اشتر کوفہ کے بہادروں کے ساتھ میمنہ کی طرف سے اور امام(ع) قلب لشکر سے دشمنوں پر تابڑتوڑ حملہ کر رہے تھے، اور

---

1_ صفین ص193

لشکر کوفہ کے سپاہی جب شام کی فوج میں گھس گئے تو معاویہ نے راہ فرار اختیار کی اسکے سپاہیوں کو سوائے شکست کے کوئی اور چیز نظر نہیں ارہی تھی، کفر اور جاہلیت کا رکن بزرگ ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو رہا تھا اور حکومت علوی تمام بلاد اسلامی پر حکمرانی کرتی نظر ارہی تھی کہ اچانک معاویہ کے مکار مشاور عمر و عاص کے ذہن میں ایک فتور ایا تب جاکر معاویہ کی جان میں جان ائی_

عمر و عاص نے معاویہ سے کہا کہ:

لشکر شام کو حکم دو کہ قران کو نیزوں پر بلند کریں فوج شام نے اسکے حکم کی تعمیل کر کے یہ کہنا شروع کیا کہ ہم حکم قران پر راضی ہیں اس طرح پانچ سو قران نیزے پر بلند کئے گئے(1) ،امام(ع) کے لشکر کے بے دین افراد نے اس فریب میں اکر استقامت کرنا چھوڑ دیا_

سوائے چند افراد کے کوئی بھی ثابت قدم نہ رہ سکا خاص طور پر وہ جو معاویہ کے مزدور اور سپاہ کوفہ کے منافقین تھے جیسے اشعث بن قیس کہ اس نے اس راہ میں خوب فتنہ برپا کیا(2) _

امام(ع) اور ان کے لشکر والوں نے بہت سمجھایا بجھایا کہ یہ کام دھوکہ اور سیاست ہے یہ لوگ نہ مسلمان ہیں اور نہ ہی قران والے ہیں ہم نے بارہا ان لوگوں کو قران کی طرف دعوت دی لیکن اسکے سایہ میں نہیں ائے_

لشکر امام(ع) کے افراطی لوگ اشعث بن قیس کی سر براہی میں بغاوت و سرکشی پر اتر ائے، اس ہنگامہ بلا خیز میں مالک اشتر ایک طرف سے لشکر معاویہ کو درہم برہم کئے ہوئے تھے، عنقریب تھا کہ جنگ لشکر امام(ع) کے حق میں ختم ہو_

دوسری طرف اشعث اور اسکے ساتھیوں نے امام(ع) کو سخت محاصرے میں لے لیا اور ان سے کہا کہ اپ مالک اشتر کو حکم دیں کہ میدان جنگ سے واپس اجائیں، امام(ع) نے فرستادہ کو بھیجا، مالک اشتر نے اس سے کہا کہ انحضرت سے کہنا کہ یہ گھڑی جنگ سے واپس بلانے کی نہیں ہے، ہمیں خداوند عالم پر بھروسہ ہے کہ جلد کامیابی نصیب کردے گا، وہ شخص مالک کا پیغام لیکر لوٹ ایا_

اسی اثناء میں شدید گرد و غبار اور ڈھول تاشے کی اواز میدان جنگ میں گونجنے لگی، لشکر عراق کی فتح اور شام

---

1_ مروج الذھب ج 2 ص390

2_ تاریخ یعقوبی ج 2 ص165

والوں کی شکست نمایاں تھی کہ جو لوگ امام علیہ السلام کو انگشتری کے نگینہ کی طرح گھیرے ہوئے تھے انھوں نے فریاد بلند کرنا شروع کر دی کہ اپ نے اشتر کو اتش جنگ بھڑکانے کا حکم دیا ہے_

امام علیہ السلام نے فرمایا، وائے ہو تم لوگوں پر ہم نے اپنے فرستادہ سے چپکے سے گفتگو کی تھی ایا تم لوگوں کے سامنے ہم نے واپسی کا پیغام نہیں کہلایا تھا_

ان لوگوں نے امام (ع) سے کہا کہ اپ مالک اشتر کے پاس کہلوایئے ہ میدان سے واپس چلے ائیں_ ورنہ ہم لوگ اپکے لشکر سے علحدہ ہو جائینگے_

امام (ع) نے مالک اشتر کے پاس پیغام بھیجوایا کہ پلٹ ائو ورنہ فتنہ واشوب بھڑک اٹھے گا، مالک اشتر نے کہا، کیوں، ان قران کی وجہ سے جو نیزوں پر بلند کئے گئے، فرستادہ امام (ع) نے کہا، جی ہاں، مالک اشتر نے کہا، خدا کی قسم، مجھے اس بات کا خوف ہے کہ کہیں اسکی وجہ سے ہمارے درمیان اختلاف نہ ہو جائے، فرزند نابغہ عمر وعاص نے اس کام کو کر کے ہمارے ہاتھوں کو باندھ ڈالا ہے_ اہ_ ایا تم نہیں دیکھتے ہو کہ خداوند عالم نے کس طریقہ سے فتح کو ہماری جھولی میں ڈالدیا ہے، ذرا تم خود بتائو یہ وقت میدان چھوڑنے کا ہے_

امام (ع) کے فرستادہ نے کہا، اے اشتر تم چاہتے ہو کہ ایک طرف فاتح میدان بنو اور دوسری طرف امام (ع) قتل کر دیئے جائیں یا دشمنوں کے حوالہ ہو جائیں، ان لوگوں نے امام (ع) سے کہا ہے کہ اپ اشتر کو واپس بلوالیں ورنہ ہم لوگ اپکو تلوار سے قتل کر دینگے، جس طریقے سے عثمان کو قتل کیا گیا ہے، مالک اشتر نے کہا، خدا کی قسم، ہم ہرگز ایسی فتح نہیں چاہتے ہیں یہ کہا اور میدان جنگ سے واپس اگئے اور امام (ع) کی خدمت میں شرفیاب ہو کر ان لوگوں سے مخاطب ہوئے جنھوں نے امام (ع) کو محاصرہ میں کر لیا تھا_

اے کاہلو_ ایک لمحے میں دشمن کے اوپر پیروز و کامیاب ہو جاتے اور وہ جو کتاب خدا و سنت رسول کو کچل رہا تھا انکو اپنے چنگل میں کر لیتے مگر اسکے چھوٹے سے فریب میں اکر پھنس گئے اور قران کے فریبی دعوت میں اکر میدان کو چھوڑ دیا مجھے کم از کم ایک ساعت کی مہلت دیدو تا کہ جنگ کو مرحلہ اختتام تک پہونچادوں، ان لوگوں نے کہا، ہم لوگ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے_

مالک اشتر نے فرمایا: ایک مرتبہ گھوڑا دوڑانے کی مہلت دیدو

ان لوگوں نے کہا، اگر اسکی اجازت دونگاتو تمہارے جرم میں ہم لوگ شریک ہو جائیں گے مالک اشتر نے فرمایا، مجھ سے بات بناتے ہو جب تم لوگوں نے جنگ کی تھی اور تمہارے اچھے عمار یاسر جیسے شھید ہو گئے، تو اس وقت حق پر تھے، یا اب جبکہ تم لوگ بچ گئے ہو اور تمھیں لوگ خواہاں صلح ہو؟

اگر اسوقت تم لوگ حق پر ہو تو وہ لوگ جو تم سے بہتر تھے اور انکی پاکیزگی کا تم لوگ انکار بھی نہیں کرسکتے وہ اگ میں جل رہے ہوں گے؟

ان لوگوں نے کہا_ اشتر ہم لوگوں کو چھوڑ دو ہم لوگ تمھاری پیروی نہیں کرینگے اور ہماری نگاہوں سے دور ہو جائو_

مالک اشتر نے جواب دیا، خدا کی قسم، تم لوگوں نے دھوکہ کھایا ہے ہم تمھاری نمازوں کو شوق خدا اور زھد دنیا کی دلیل سمجھے بیٹھے تھے لیکن اب مجھے معلوم ہو گیا کہ تم لوگ موت کے خوف سے بھاگ رہے ہو اور ابھی دنیا میں رہنے کا اشتیاق رکھتے ہو، اج کے بعد کبھی عزت و سربلندی کو نہیں دیکھو گے دور ہو جائو اسی طرح جس طرح ستمکاران دور ہو گئے، ناہنجار و سرکش افراد ان کے جواب سے ششدر رہ گئے تھے، اشتر کو برا بھلا کہا گیا، یہاں تک کہ انکے گھوڑے کو تازیانے سے مارا جب حد سے زیادہ بات بڑھ گئی تو مالک اشتر نے بار دیگر ان لوگوں کو خوب سنایا_

امام (ع) نے جب ان حالات کو دیکھا تو مالک اشتر کو بلا کر ارام کرنے کو کہا، جسوقت ارام کر رہے تھے تو اشتر نے امام (ع) سے فرمایا کہ، اقا اتنی اجازت دید یجئے کہ ان لوگوں سے نپٹ لوں اور ان تمام لوگوں کے ہوش کو ٹھکانے تک پہونچادوں حاضرین نے اواز بلند کرنا شروع کر دی کہ علی (ع) حکمیت پر راضی ہو گئے مالک اشتر نے کہا، اگر علی (ع) راضی ہو گئے ہیں تو ہم بھی حکمیت پر راضی ہیں چاروں طرف سے ایک ہی اواز تھی علی (ع) راضی ہیں، اس ہنگام میں امام (ع) سر جھکائے خاموش تھے اور کوئی بات نہیں_ (1)

---

1_ صفین ص492



## ابوموسی اور عمروعاص

اپ نے ملاحظہ فرمایا کہ، امام (ع) اپنے لشکر کے ان سرکش اور باغی افراد کے نظریات کو قبول کرنے میں مجبور ہو گئے تھے جو حکمیت کے خواہاں تھے، بات انتخاب حکم تک پہونچ گئی شام والوں نے عمروعاص کو منتخب کیا اشعث اور اسکے کوفے کے ساتھیوں نے جو اس واقعہ کے بعد خوارج کہلانے لگے انھوں نے کہا کہ، ہم ابوموسی اشعری کو اس کام لئے منتخب کرتے ہیں_

امام(ع) نے فرمایا، ہم ابو موسی کو اس اہم کام پر منتخب نہیں کرنا چاہتے ہیں

اشعث اور اسکے ساتھیوں نے کہاہم سوائے ابو موسی کے کسی کو حکم نہیں بنانا چاہتے ہیں کیونکہ اس نے پہلے ہی ہم لوگوں کو جنگ میں شریک ہونے سے منع کیا تھا_

امام(ع) نے کہا: میں اسکی حکمیت سے راضی نہیں ہوں کیونکہ اس نے مجھ سے دوری اختیار کی اور لوگوں کو ہماری مدد سے روکا پھر مجھ سے فرار بھی کیا یہاں تک کہ ہم نے اسکو امان دیا ہم اس کام کے لئے ابن عباس کو نامزد کرتے ہیں _

ان لوگوں نے کہا، خدا کی قسم، ابن عباس اور تمھارے میں فرق ہی کیا ہے لہذا ہم لوگ انکو قبول نہیں کرتے کوئی ایسا شخص لشکر عراق سے حکم ہو جسکی نسبت معاویہ اور تم سے یکساں ہو_

امام(ع) نے فرمایا، پھر مالک اشتر کو معین کرتا ہوں

اشعث نے کہا_ انھیں کی بدولت تو جنگ کے شعلے بھڑکے ہیں اور وہ بھلا چاہیں گے کہ تحکیم کامیاب ہو؟ امام(ع) نے فرمایا کہ اشتر کے سلسلے میں کیا خیال ہے_

اشعث نے کہا اگر اشتر حکم ہوگئے تو ہمارے اور لشکر شام کے درمیان اسقدر تلواریں چلے گیں_ کہ اشتر اور تمھاری خواہش پوری ہو جائے گی

امام(ع) نے کہا، اخر عمر و عاص ابو موسی کو فریب دیدے گا

ان لوگوں نے کہا، ہم ابو موسی کی حکمیت پر راضی ہیں

امام(ع) نے فرمایا سوائے ابو موسی کے کسی اور کو قبول نہیں کروگے؟



ان لوگوں نے کہا، جی نہیں

امام(ع) نے فرمایا_ پس جو چاہو کرو

ایک شخص ابو موسی کو بلانے گیا مالک اشتر نے عرض کیا، امیر المومنین(ع) ہم کو بھی اس کے ہمراہ حکمیت میں شریک کر دیجئے، اس پیشکش کو اہل کوفہ کے درمیان رکھا گیا لیکن وہ لوگ اس پر راضی نہیں ہوئے_

پھر قرار داد قلمبند کی گئی کہ دونوں طرف کے حکم اس کے پابند ہونگے کہ قران کریم اور سنت رسول (ص) کی رو سے فیصلہ کرینگے، پھر اضافہ کیا گیا کہ اگر حکمین نے قران و سنت رسول (ص) کے خلاف فیصلہ کیا تو مسلمان اس فیصلے کو نہیں مانیں گے،_ اس عہد وپیمان پر اہل شام کی جانب سے عمر وعاص نے اور ابو موسی( جو بیوقوف اور بے ایمان عراقیوں کی طرف سے منتخب ہوا تھا) نے دستخط کئے دومہ........ الجندل کے اجتماع حکمین سے پہلے عمر وعاص نے ابو موسی اشعری کی خوب تعظیم وتکریم کی اپنے سے بلند دکھانے کے لئے کہا کہ تم تو ہم سے پہلے رسول اسلام (ص) کے ہمنشین ہوئے اور تم ہم سے سن وسال میں بڑے بھی ہو_

قبل اس کے کہ ابو موسی اور عمر وعاص میں باہمی اختلاف ہو ابو موسی نے کہا:

اے عمر وعاص ایا تم امت کی صلاح نہیں چاہتے ہو؟

عمر وعاص نے پوچھا، امت کی صلاح کس چیز میں ہے

ابو موسی نے جواب دیا، صلاح اس میں ہے کہ حکومت وخلافت کو عبد اللہ بن عمر کے حوالہ کر دیا جائے کیونکہ اس نے ان جنگوں میں شرکت بھی نہیں کی ہے_

عمر وعاص نے کہا_ تم نے معاویہ کو کیوں فراموش کر دیا

ابو موسی نے کہا، خلافت سے معاویہ کو کیا سروکار ہے وہ تو کسی صورت میں اسکا مستحق نہیں ہے، بات طول پکڑ گئي اور دونوں نے کسی پر اتفاق رائے قائم نہیں کیا، اخر اس مسئلے کو کیسے سلجھایا جائے، ابو موسی نے کہا، میری رائے یہ ہے کہ ان دونوں ( علی (ع) ومعاویہ ) کو تخت خلافت سے بر کنار کر دیا جائے اسکے بعد خلافت کو مسلمانوں کی شوری پر چھوڑ دیا جائے جسکو چاہیں منتخب کر لیں_

عمر وعاص نے کہا، تم صحیح کہتے ہو ہم اس رائے پر اتفاق کرتے ہیں، یہ وہی مشورہ ہے جس میں عوام کی بھلائی بھی ہے_

دونوں صبح سویرے لوگوں کے جم غفیر میں حاضر ہوئے، ابو موسی نے عمروعاص سے کہا کہ منبر پر جاکر اپنی بات کو بیان کرو_

عمروعاص نے اپنے نقشہ کے تحت جس کا اظہار بھی کیا تھا کہ ہم ہرگز تم پر سبقت نہیں کرسکتے کیونکہ تم ہجرت اور عمر کے لحاظ سے مجھ سے بڑے ہو، پہلے بولنے کے لئے کہا:

ابو موسی اشعری کھڑے ہوئے اور منبر پر اکر حمد الہی کے بعد کہا، اے لوگو، ہم دونوں نے ان چیزوں کے بارے میں جو امت اسلامی کی یگانگی اور الفت کو دوبارہ پلٹادے کوئی چیز ان دونوں ( علی(ع) ومعاویہ ) کے بر کنار کرنے سے بہتر نہیں پایا_

اس کے بعد خلافت کو شوری کے حوالہ کردیا جائے، تاکہ شوری جس کو چاہے اس کو انتخاب کرے، اور میں علی ومعاویہ کو بر کنار کرتا ہوں، یہ کہہ کر فورا منبر سے اترا یا اس کے بعد منبر پر عمروعاص ایا حمد الہی کے بعد اس طرح تقریر کی کہ، اس مرد کی باتوں کو تم لوگوں نے سنا اس نے علی(ع) کو بر کنار کردیا اگاہ ہو جاؤ کہ میں بھی اسی طرح علی کو معزول کرتا ہوں اور اس کی جگہ معاویہ کو بر قرار کرتا ہوں کیونکہ وہ خون عثمان کا انتقام لینے والا اور ان کا وارث ہے اور اس کی جانشینی کا حقدار بھی ہے، ابو موسی ان تمام مکاری ودھوکہ دھڑی سے بہت ناراض ہوا اور کہنے لگا تم نے ایسا کیوں کیا خداوند عالم کبھی تمہاری مدد نہ کرے اور تم نے دھوکہ دیکر گناہ عظیم کیا ہے، اے عمروعاص تمہاری مثال اس کتے کی طرح ہے کہ اس پر حملہ کرو تو، یا اس کو چھوڑ دو تو، منھ سے زبان نکال کر سانس لیتا ہے_

عمروعاص بھی جواب دینے سے نہیں چونکا، اس نے کہا، تمھاری مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لاددی گئی ہوں_(1)

حکمین اور ان کے ساتھی بادل ناخواستہ ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے ہوئے متفرق ہوگئے، درانحالیکہ حکمیت سے کوئی خاص نتیجہ نہیں نکل پایا تھا سوائے اسکے کہ معاویہ کو امیر المومنین کی صف میں لاکر کھڑا کردیا گیا، جبکہ وہ اس وقت سوائے ایک حاکم طاغی کے کچھ نہ تھا جو حکومت اسلامی پر خلیفہ نامزد کردیا گیا تھا، جنگ صفین میں لشکر شام کی جانب سے پینتالیس ہزار افراد اور لشکر عراق سے پچیس ہزار افراد قتل ہوئے(2)

---

1_ وقعة صفین ص549

2_ صفین ص643

## شام کے لیٹرے

معاویہ اپنی بچی کھچی فوج کو لیکر 37ھ میں شام واپس اگیا، لیکن لشکر امام(ع) اور لشکر حق کو نیست ونابود کرنے کے لئے ایک نئي تدبیر سوچی اور اس کو عملی جامہ پہنایا، معاویہ امیر المومنین(ع) کے ماتحتی والے علاقوں میں وقتا فوقتا چھوٹے موٹے لشکر کو بھیجتا رہاتا کہ سر سبز وشاداب بستیوں کو ویرانے میں تبدیل کر دے_

کچھ افراد جیسے نعمان بن بشیر، سفیان بن عون، عبد اللہ بن مسعدہ، ضحاک بن قیس، بسر بن ارطاۃ، اور انکے علاوہ دوسرے لوگ بھی اس جنایت عظیم کے لئے روانہ کئے گئے، معاویہ کے فرمان سے تمام بلاد اسلامی عراق، حجاز، یمن، کے بے گناہ مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا، اور بستیوں میں قتل وغارتگری خوف ودہشت پھیلائي گئي_

ہم اس خونریزی اور قتل وغارتگری اور ضد انسانیت کی افسوسناک داستان کو ضمیر فروش انسانوں کی پہچان کے لئے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں_

### 1_ نعمان بن بشیر

یہ شخص انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا، نعمان کی پیدائشے رسول(ص) کی رحلت سے چھ یا اٹھ سال قبل ہوئي عثمان کے زمانے میں جو فتنہ واشوب انکی کرتوت کی بناء پر اٹھا تھا اسوقت یہ شخص خلیفہ کے ہواداروں میں سے تھا، عثمان کے بعد معاویہ کے ساتھ ہو گیا اور معاویہ کے مرنے کے بعد یزید کے ہمنوائوں میں ہوگیا، نعمان نے اپنی قوم کے برخلاف کام کیا_

قبائل انصار جو حکومت امیر المومنین(ع) اور حضرت امام حسن(ع) کے زمانہ میں انھیں دونوں بزرگوں کی ہمراہی کی تھی اور قدم قدم پر ساتھ دیا تھا، اس نے روگردانی کی_

نعمان بن بشیر یہ وہی شخص ہے جو عثمان کے خون الود پیراہن کو مدینہ سے شام لایا، جیسا کہ اپ نے ملاحظہ فرمایا، کہ معاویہ نے اس پیراہن کو مسجد دمشق کے منبر کے نزدیک اویزان کر دیا اور شام کے سادہ لوح افراد نے اسکے گرد جمع ہو کر خوب گریہ کیا اور معاویہ نے ان لوگوں کو علی(ع) اور انکی خلافت کے خلاف خوب بھڑکایا، حکومت معاویہ کے زمانے میں

حاکم کوفہ ہوا اسکے بعد شہر حمص کی فرمانروائی حاصل ہوئی، لیکن معاویہ بن یزید کے بعد عبد اللہ بن زبیر کے طرفداروں میں ہوگیا_

لہذا لشکر اموی نے اسکو" مرج راہط"کے مقام پر ذی الحجہ 64 ھ میں قتل کر دیا(1)

معاویہ نے 39ھ میں نعمان بن بشیر کی سربراہی میں ایک ہزار کی فوج کے ساتھ عین التمر پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا_

اس مقام پر امیر المومنین(ع) کی ایک فوجی چھائونی تھی اس وقت صرف سو سپاہی تھے نعمان نے خطرناک حملہ کیا، لیکن شہر کے شجاع و دلیر سپاہیوں نے اپنی تلوار کو نیام سے نکال لیا اور لیٹرے شامیوں کے مدمقابل اکر خوب جنگ کی_

جنگ کے دوران پچاس ادمیوں کا ایک مختصر دستہ مدد کے لئے اگیا نعمان نے اس دستہ کو دیکھا تو یہ سمجھا کہ یہ مقدمۃ الجیش ہے اور اسکے عقب میں فوج ارہی ہے_

اس نے فوراواپسی کے ارادہ سے رخ موڑا اور شام کی جانب بھاگ کھڑا ہوا(2)

## 2_ سفیان بن عوف

قلمرو علوی میں لشکر شام کی جانب سے دوسری لوٹ کھسوٹ سفیان بن عوف کی سربراہی میں انجام پائی_

اس نے جنگوں اور فتوحات شام میں ابوعبیدہ جراح کے ساتھ اہم کردار ادا کیا تھا معاویہ نے مدتوں بعد رومیوں کے مقابلہ میں جو جنگ وجہاد کا بازار گرم تھا اس کی رہبری سفیان بن عوف کے حوالہ کر دی، اخر سرزمین روم 52 ھ میں دنیا سے گیا_

سفیان بن عوف نے معاویہ کی طرف سے دوسری ماموریت بھی انجام دی ہے جن میں عراق کی سرزمین پر حملہ ہے یہ حملہ 39 ھ میں وقوع پذیر ہوا_

معاویہ نے سفیان بن عوف سے چلتے وقت کچھ باتیں کہی تھیں کہ ،اگر تمھاری سفر میں کسی سے جنگ چھڑ جائے اور مخالف تمھارا دوست نہیں ہے یعنی خاندان اموی کو دوست نہیں رکھتا ہے تو بغیر خوف وہراس کے اسکو قتل کر دینا، جس

---

1_ اسد الغابہ ج 5 ص23 ،اصابہ ج 3 ص529

قریہ اور اباد ی سے گذرنا اسکو ویران کر کے مال کو لوٹ لینا، کیونکہ تخریبی نقطہ نظر سے مال کالوٹنا قتل کے برابر نہیں ہے چاہے تمہاری جان اس راہ میں چلی ہی کیوں نہ جائے(1)

طبری اور ابن اثیر نے اس غارتگری کی اس طرح منظر کشی کی ہے کہ، معاویہ نے سفیان بن عوف کی سر کردگی میں چھ ہزار کی جمعیت کے ساتھ ھیت وانبار اور مدائن پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا معاویہ نے سفیان کو ہدایت کی کہ حملہ کر کے انھیں تباہ و برباد کر دے سفیان نے حسب دستور پہلے ھیت کارخ کیا_

جب سفیان کا لشکر ھیت پہونچا تو کیا دیکھا کہ شہر خالی ہے کسکو قتل کرے اور کسے لوٹے اخر مجبور ہو کر اس جگہ سے کوچ کیا اور شہر انبار اگیا، یہاں پر سوادمیوں کا ایک دستہ شہر کی حفاظت کے لئے متعین تھا، جب اسے معلوم ہوا کہ فوج کی تعداد کم ہے تو اپنے لشکر کی صف بندی کر کے حملہ کر دیا، کافی لڑتے جھگڑتے قتل ہو گئے_

اب شامیوں کی چیرہ دستیوں کو روکنے کے لئے کوئی نہ تھا انہوں نے ایک ایک گھر کو لوٹا اخر سفیان اموال کثیر کے ساتھ معاویہ کے یہاں پلٹ گیا(2)

ادیب شہیر و مورخ ابوالفرج نے کتاب اغانی میں سفیان کے حملے کی داستان کو یوں بیان کیا ہے" مرد غامدی نے شہر انبار پر حملہ کیا حاکم شہر اور کثیر تعداد میں مردوں اور عورتوں کو بے رحمانہ قتل کیا اس دلخراش حادثہ کی خبر امیر المومنین(ع) کو معلوم ہوئی_

اپ نے ایک خطبہ دیا کہ، تم لوگوں نے ہمارے فرمان کو پس پشت ڈالدیا ہے یہی وجہ ہے کہ تمھارے اس پڑوس کے لوگ تم پر حملہ کر رہے ہیں، یہ مرد غامدی جو شہر انبار میں اکر حاکم شہر اور کثیر تعداد میں مرد وزن کو موت کے گھاٹ اتار کر چلا گیا، خدا کی قسم ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اس نے مسلمان عورتوں اور اہل کتاب پر حملہ کیا اور عورتوں کے زیورات نیز جو کچھ ہاتھ لگا اسکو سمیٹ کر چلتا بنا ہے، شام کے ڈاکو اپنے شہر کی طرف اس طریقے سے پلٹ رہے ہیں کہ انکے ہاتھ اموال سے لبریز اور ایک چھوٹا سا زخم بھی ان کے جسم پر نہیں ہوتا ہے اگر ایک غیور مسلمان اس ضد انسانی اور خلاف اسلام عمل سے رنجیدہ ہو کر مر رہا ہے تو بھتر ہے کہ اسکی مذمت و سرزنش نہ کی جائے(3)

---

1_ شرح النہج ج 2 ص90

2_ عیون الاخبار ج 2 ص236

3_ اغانی ج15 ص43

### 3_ عبداللہ بن مسعدہ

عبداللہ بن مسعدہ انھیں میں سے ایک ہے جسکو معاویہ نے مملکت امام(ع) کی تاخت و تاراجی کے لئے بھیجا تھا، یہ کمسنی میں جو زید بن حارثہ کی جنگ قبیلہ بنی فراز سے ہوئی تھی اس میں اسیر ہوا تھا، رسول اسلام نے اسکو اپنی بیٹی فاطمہ کے حوالہ کر دیا تھا، لیکن اپ نے اسکو ازاد کر دیا_

عبداللہ ابتداء میں امیر المومنین(ع) کے چاہنے والوں میں سے تھا، لیکن مدت کے بعد معاویہ کے پاس دمشق چلا گیا_

اس نے اپنی فکر کو اس طرح بدل ڈالا کہ امام(ع) کے سر سخت دشمنوں میں اس کا شمار ہونے لگا، عبداللہ بن مسعدہ نے اتنی طولانی عمر پائی کہ یزید بن معاویہ کے لشکر کے ساتھ واقعہ حرہ کے حملہ میں شریک ہوا یہ جنگ تمام تر قساوت قلبی اور ہتک حرمت و ذلت کا مظاہرہ تھی اور اس طرح یزید اور خلافت بنی امیہ کے دامن پر دوسرا دھبہ لگا_

عبداللہ نے اسکے علاوہ بھی شام کی جانب سے عبداللہ بن زبیر سے جنگ کی اور اسی جنگ میں بری طرح زخمی ہوا، مورخین نے اس واقعہ کے بعد کے اسکے حالات قلمبند نہیں کئے ہیں(1) معاویہ نے عبداللہ بن مسعدہ فرازی کو سترہ سو ادمیوں کے ساتھ قلمرو امام(ع) کی جانب روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ مکہ و مدینہ تک بڑھتا چلا جائے اور راستے میں جو بستیاں پڑیں وہاں کے باشندوں سے زکواۃ و صدقات کو جمع کر لے اور اگر کوئی انکار کرے تو بے دریغ انھیں قتل کر دے_

### 4- ضحاک بن قیس

قریش سے ضحاک بن قیس کا شمار معاویہ کے جنگی سربراہوں میں ہوتا تھا، اس کی ولادت رسول اکرم کی وفات سے سات سال قبل ہوئی تھی_

اس نے معاویہ کی جنگوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور بہت سارے اسیروں کو اپنا ہمنوا بنایا تھا، ایک مدت تک شہر دمشق کا داروغہ رہا پھر 53ھ میں کوفہ کا حاکم بنا اور چار سال تک کوفہ پر حکومت کی، ضحاک بن قیس نے معاویہ کے امور کو مرتے تک انجام دیا، یزید جو شکار کے لئے گیا تھا، اسکے باپ کے مرنے کی خبر اسی ضحاک نے اس تک پہونچائی تھی،

---

1_ اسد الغابہ ج 3 ص255 ، اصابہ ج 2 ص359، جمہرۃ انساب العرب ص245 ، طبری ج 4 ص83 ، یعقوبی ج 2 ص44

لیکن معاویہ بن یزید کے مرتے ہی اس نے عبداللہ بن زبیر کی بیعت کرلی، مروان بن حکم کے خلاف "مرج راہط" کے مقام پر اس سے جنگ کی اسی مقام اور اسی جنگ میں ماہ ذی الحجہ کے وسط 64ھ، میں قتل ہوا(1)

معاویہ نے ضحاک بن قیس کو تین ہزار لشکر کے ساتھ عراق کی طرف روانہ کیااور اسے حکم دیا کہ واقصہ کے بادیہ نشین عربوں کو جو علی(ع) کی اطاعت قبول کر چکے ہوں انکو قتل کر دے اور ان کا مال واسباب لوٹ لے_

ضحاک نے معاویہ کے حکم کو جان ودل سے قبول کیااور سرزمین ثعلبیہ کی جانب چل دیااور اس مقام کے قبائل کا مال واسباب لوٹا، اسکے بعد کوفہ کی تاخت وتاراجی کے لئے رخ کیا، قطقطانہ کے نزدیک عمرو بن قیس بن مسعود جو حج کے لئے جارہے تھے ان پر حملہ کرکے سارازادراہ ان سے اور انکے قافلہ والوں سے چھین کے حج کرنے سے روک دیا(2)

ثقفی کتاب غارات میں داستان ضحاک کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

ضحاک عراق کی جانب روانہ ہوااور ہر جگہ اموال واسباب کو لوٹااور بہت سارے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا، جب سرزمین ثعلبیہ پر پہونچاتو اس مقام سے کچھ حاجیوں کا قافلہ حج کے لئے مکہ جارہاتھاان کے قافلہ پر حملہ کرکے ان کا پورامال واسباب چھین لیا، پھر کچھ دور چلااس مقام پر عمرو بن قیس جو مشہور صحابی رسول(ص) عبداللہ بن مسعود کے بھتیجے تھے انکو اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیااسکے بعد ان لوگوں کے سازوسامان کو لوٹ لیا_

### 5- بسر بن ارطاۃ

بسر بن ارطاۃ قبیلہ قریش سے ایک انتہائی خونخوار وسفاک سردار تھا، جس کو معاویہ نے عراق وحجاز کو تباہ وبرباد کرنے کے لئے بھیجا تھا، معاویہ کے سرسخت ہواخواہوں اور جنگ صفین میں لشکر معاویہ کی سرداری کرتے ہوئے شریک ہوا_

جنگ کے دوران ایک روز معاویہ نے اس سے کہا کہ تم علی(ع) سے تنہا مقابلہ کرنے جائوگے اور ہم نے سنا ہے کہ تمھیں اس سے مقابلہ کرنے کی بہت ارزو ہے لہذا اب جاکر طاقت ازمالو، اگر خداوندعالم نے تم کو اس پر فتح وپیروزی عطاکی تو تمھاری دنیاواخرت سنور جائے گی؟

---

1_ اسد الغابہ ج 3 ص37 ، تہذیب ابن عساکر ج 7 ص9

2_ طبری ج 6 ص78 ،ابن اثیر ج 3 ص150

معاویہ نے کہا البتہ میں جانتا ہوں کہ علی(ع) سے تنہا لڑنا گویا بھیڑیئے کے منہ میں جانا ہے اور کوئی بہادر علی(ع) سے ٹکرا کے اپنی جان کو سلامت نہیں بچا سکا ہے لہذا بسر تمام عربی تعصب و جاہلی جسارت سے اپنے قدم کو کھینچ لے اور اس کام کو انجام نہ دے_

ایک دن بسر نے جنگ کرتے ہوئے حضرت علی(ع) کو اپنے سامنے دیکھا تو ان پر حملہ کر دیا لیکن قبل اسکے کہ امیر المومنین(ع) پر اسکی ضرب کاری اثر انداز ہو امام(ع) نے ایسا حملہ بسر پر کیا کہ زین سے زمین پر اگیا جب اس نے اپنی جان کو شیر کے پنجہ میں احساس کیا تو فوراً ذلیل و شرم اور حرکت انجام دی کہ اپنے لباس کو اتار ڈالا، یہاں تک کہ اسکی شرمگاہ ظاہر ہو گئی_

امام علی(ع) نے فوراً اپنی انکھ بند کر کے پھیر لیا اور اسکو اپنی حالت پر چھوڑ دیا_

اپ ہم جانتے ہیں کہ اسی طرح کا دوسرا واقعہ اسی جنگ صفین میں عمرو بن عاص کے ساتھ پیش ایا تھا، امام(ع) نے اس دن بھی اپنا منہ گھما لیا تھا اور میدان جنگ میں اپنی جان بچانے کے لئے ایسی گھٹیا حرکت کی تھی کہ اپ اسکو قتل کرنے سے باز ائے_

ان دونوں حادثوں کا ادبیات عرب میں بہت برا اثر پڑا اور بہت سارے شعراء نے اس سلسلہ میں شعر بھی کہے جن میں ایک حارث بن نضر سہمی ہے وہ کہتا ہے:

تم لوگ جنگ کے دنوں میں ہر روز سوار ہو کر میدان جنگ میں جاتے ہو، میدان جنگ کے گرد و غبار کے درمیان اپنی شرمگاہ کو ظاہر کرنے کے لئے، یہی وہ وقت ہے جو حضرت علی(ع) اپنے نیزے کو تم لوگوں پر نہیں مارتے ہیں اور معاویہ تنہائی میں تم دونوں پر ہنستا ہے گذشتہ دنوں عمرو کی شرمگاہ ظاہر ہو گی اسکی یہ رکیک حرکت ہمیشہ مثل دستار کے اسکے اوپر بندھی رہے گی اور اج کے دن بسر نے بھی عمرو بن عاص کی طرح اپنی شرمگاہ کو ظاہر کر دیا_

عمرو اور بسر سے کوئی کہدے کہ اپنی راہ پر خوب غور و فکر کریں، کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر شیر کے مقابلہ میں چلے جائیں، تم لوگوں پر لازم ہے کہ اپنی اپنی شرمگاہوں کا شکریہ ادا کرو کیونکہ خدا کی قسم، اگر تمھاری شرمگاہیں نہ ہوتیں تو کوئی تمہاری جان کو نجات نہیں دے سکتا تھا_

یقینا تم لوگوں کی شرمگاہیں تھیں کہ جس نے تمھاری جان بچائی، اسی واقعہ نے تم لوگوں کو بار دیگر میدان جنگ میں جانے سے روک دیا ہے،(1)

---

1_ استیعاب ص67 ، صفین ص527

جنگ صفین کے قہرمان مالک اشتر نے بھی اس سلسلے میں شعر کہا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے :

جنگ کے دنوں میں ایک روز تمھارے بزرگوں میں سے کسی ایک کے میدان جنگ سے قدم اکھڑ گئے تو جنگ کے گرد و غبار کے درمیان شرمگاہ نظر ائي، صاحب نیزہ کی ضربت شدید نے ان پر وہ ظلم و ستم کیا کہ خوف کے مارے اپنی شرمگاہ کو اشکار کر دیا، کس کی شرمگاہ؟ عمر اور بسر کی جنگی کمر ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گئي(1)

مورخین نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے کہ، ایا بسر صحابی رسول(ص) میں تھا یا نہیں ؟ اور رسول(ص) سے شرفیاب ہونے کی صورت میں کوئي حدیث سنی یا نہیں ؟

لیکن مورخین کا بیان ہے کہ وفات رسول(ص) کے بعد اپنے دین سے منحرف اور مرتد ہو گیا تھا، جب امام علیہ السلام کو اسکی عراق و حجاز میں ظلم و سفاکی کی خبر معلوم ہوئي کہ بسر نے بچوں تک کو قتل کیا ہے تو اسکے حق میں بد دعا کرتے ہوئے فرمایا، خدایا اس سے دین و عقل کو چھین لے، امام علیہ السلام کی دعا مستجاب ہوئي، مرنے سے پہلے اپنی عقل کو کھو بیٹھا مگر اس بدحواسی کے عالم میں بھی یہ کہتا کہ مجھے تلوار دو، اخر لکڑی کی ایک تلوار اسے دی گئي اور مشک میں ہوا بھر کر اسکے سامنے رکھ دی گئي وہ اس مشک پر تلوار چلاتا اور جذبہ خون اشامی کی تسکین کا سامان کرتا تھا، اخر اسی دیوانگی کے عالم میں معاویہ کے زمانے میں مر کھپ گیا(2)

طبری لکھتا ہے:

معاویہ نے 40ھ میں بسر بن ارطاۃ کے سربراہی میں ایک فوج امام کے علاقے میں بھیجی اس نے اپنے لشکر کے ساتھ شام سے حرکت کی، جب مدنیہ پہونچا تو اس درندہ صفت انسان نے باقی انصار جو سالہا سال اسلام کی طرف سے جنگ کئے تھے اور اس راہ میں کسی قسم کی کسر نہ اٹھا رکھی تھی ان پر حملہ کر کے ان لوگوں کو خوب ڈرایا دھمکایا اس حملہ کے نتیجہ میں شہر مدینہ کے اکثر گھر ویران ہو گئے اور نہ جانے کتنے لوگ بے گھر ہو گئے _

پھر مدینہ سے نکل کر یمن کی طرف چل دیا حاکم یمن عبید اللہ بن عباس جو اپنے بچوں کو ایک شخص کے حوالہ کر گئے تھے

---

1_ شرح نہج البلاغہ ج 2 ص 201

2_ اغانی ج 15 ص 45 ، تہذیب ابن عساکر ج 3 ص 222

بسر کے لشکر نے اس شخص سے ان بچوں کو چھین لیا پھر اس خونخوار وسفاک انسان نے اپنے ہاتھ سے ان دونوں بچوں کو تہ تیغ کیا، بسر نے اسی جنایت وغارتگری پر اکتفا نہیں کیا تھا، بلکہ اکثر شیعیان علی (ع) کو موت کے گھاٹ اتارا ان لوگوں کا گناہ صرف اتنا تھا کہ محب علی (ع) تھے (1)

ابراہیم بن محمد ثقفی اپنی کتاب غارات میں لکھتے ہیں

معاویہ نے بسر کو تین ہزار کی فوج کے ساتھ عراق کی طرف روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ جب مدینہ پہونچ جانا تو لوگوں کو پریشان کرنا اور جس سے ملاقات ہو اسکو خوب ڈرانا دھمکانا جو لوگ ثروتمند ہوں اور ہماری اطاعت کو قبول نہ کرتے ہوں انکے اموال کو غارت کر دینا، بسر نے معاویہ کے حکم کے مطابق ان امور کو انجام دیا چنانچہ بسر اور اسکے لشکر والے جہاں کہیں اونٹوں اور جانوروں کو دیکھتے تھے انکے مالکوں سے چھین کر ان پر سوار ہو جاتے تھے یا پھر اسکو ہنکا کر ساتھ لے جاتے تھے، جب لوٹ گھسوٹ کرتے ہوئے مدینہ پہونچا تو اس نے اہل مدینہ کے درمیان تقریر کی، اور ان لوگوں کو خوب برا بھلا کہکر بہت ڈرایا دھمکایا(2)

معاویہ نے بسر بن ارطاۃ کو 40ھ کے اوائل میں یمن وحجاز کے لئے بھیجا، اور اس نے بسر سے کہا کہ، جو بھی امام (ع) کی اطاعت میں ہو اسکو قتل کر دینا، اس خونخوار بھیڑیئے نے معاویہ کے حکم سے مکہ ومدینہ جو اسلام کی زادگاہ اور جہاں وحی نازل ہوئی تھی ضد انسانیت اور عظیم جنایت کا ارتکاب کیا(3)

ابن عساکر نقل کرتے ہیں

بسر نے قبیلوں کے لوگوں پر حملہ کیا اور جو بھی امام (ع) کی محبت کا دم بھرتا تھا اسکو قتل کر دیتا تھا جیسے قبیلہ بنی کعب کا جو مکہ ومدینہ کے مابین ایک ابادی میں زندگی گزار رہے تھے قتل عام کیا اور اخر میں لاشوں کو کنویں میں پھینک دیا(4)

مسعودی اپنی کتاب مروج الذہب میں اس سلسلے میں رقمطراز ہیں:

بسر نے مدینہ میں اور مدینہ ومکہ کے درمیان بہت سارے قبیلہ خزاعہ اور ان کے علاوہ افراد کو قتل کیا_

---

1_ طبری ج 6 ص78

2_ شرح نہج البلاغہ ج 2 ص14 ،یعقوبی ج 2 ص 141

3_ تہذیب التہذیب ج 1 ص436

جب مقام جرف پر ایاتویہاں بہت سے اعراب زندگی گذارتے تھے جو ابناء سے مشہور تھے، ان کو قتل کیا اور اس نے جسکو بھی محب امام (ع) پایا زندہ نہیں چھوڑا (1)

مشہور ادیب و مورخ ابو الفرج اصفہانی کتاب اغانی میں بیان کرتے ہیں:

معاویہ نے واقعہ تحکیم کے بعد، بسر کو حکومت امیر المومنین (ع) کی جانب بھیجا انحضرت (ص) ان دنوں باحیات تھے_

معاویہ نے بسر سے کہا کہ مختلف شہروں میں گھومتے پھرتے رہنا اور جس مقام پر شیعیان و اصحاب امام (ع) کو پانا انکو قتل کر دینا نیز قتل عام کے بعد انکے اموال و اسباب کو لوٹ لینا، حتی عورتوں و بچوں پر بھی رحم نہ کرنا، بسر معاویہ کے حکم کے مطابق تاخت و تاراجی کے لئے روانہ ہوا_

جب مدینہ پہونچا تو اس مقام پر اصحاب امیر المومنین (ع) کے ایک گروہ کو موت کے گھاٹ اتارا اور اکثر گھروں کو ویران کر دیا، پھر مکہ کی جانب رخ کیا اس جگہ پر فرزندان ابولہب کے کچھ افراد کو مارڈالا اخر میں سراۃ کی طرف حرکت کی اس مقام پر امام (ع) کے چاہنے والے رہتے تھے ان کو قتل کیا اسکے بعد نجران کی طرف روانہ ہوا اس جگہ پر عبد اللہ بن مدان حارثی اور انکے فرزند کو جو خاندان عباس کے رشتہ داروں میں تھے، قتل کیا، پھر یمن ایا امام (ع) کی جانب سے اس سرزمین کے حاکم و والی عبید اللہ بن عباس تھے، جو اس ہنگام ارائی کے وقت موجود نہ تھے، بعض مورخین کے بقول بسر کی امد کو سنکر فرار ہوگئے تھے (2) جب بسر نے انکو نہیں پایا تو ان کے دو بچوں کو دستگیر کیا اور ان دونوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا پھر لشکر کو لیکر شام واپس چلا ایا (3)_

مورخین لکھتے ہیں:

ایک عورت نے بسر بن ارطاۃ سے کہا کہ اج تک مردوں کو تو قتل کیا جاتا رہا ہے مگر اسلام تو اسلام دور جاہلیت میں بھی بچوں کو قتل نہیں کیا گیا وہ حکومت کبھی قائم رہ سکتی جسکی بنیاد ظلم و جور پر ہو اور جس میں بچوں اور بوڑھوں پر بھی ترس نہ کھایا جاتا ہو (4) کہتے ہیں کہ: ان دو بچوں کی غمخوار ماں نے جب اپنے جگر پاروں کو خاک و خون میں غلطاں دیکھا تو اپنے

---

1_ جمھرۃ انساب العرب ص 231

2_ اغانی ج 15 ص 45، اسد الغابہ ج 3 ص 340

3_ مروج الذھب ج 6 ص 93، نہایۃ الادب ص 330

4_ ابن اثیر ج 3 ص 154، ابن عساکر کی تھذیب ج 3 ص 225

ہوش وحواس کھو بیٹھی اور والہانہ طور پر اس طرح گھومتی پھرتی تھی کہ گویا اپنے بچوں کو تلاش کر رہی ہو،، وہ اپنے دردناک اشعار سے لوگوں کے دل ہلا دے رہی تھی ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے کہ:

ہاں کون ہے جو ہمارے دو فرزند دلبند کی داستان سے اگاہ نہیں ہے ؟ کہ جو دو قیمتی ہیرے تھے، جو تازے صدف سے باہر ائے تھے، یہ دونوں ہمارے قلب کی دھڑکن اور سننے کی طاقت تھے، لہذا ان دونوں کے حالات سے کوئی باخبر ہے، ارے یہ میرے دونوں بچے ہماری ہڈیوں کے گودے کی طرح تھے اب تو گودے کو ہماری ہڈیوں سے نکال دیا گیا ان کے چلے جانے سے ہم پریشان ہیں اور کف افسوس کے کوئی چارہ نہیں ہے یہ ہماری پریشانی اس لئے ہے تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ان دونوں بچوں کے دل پر کیا گذری جو باپ کی عدم موجودگی میں ذبح کر ڈالے گئے، مجھ سے کہا گیا لیکن ان کے کہنے پر مجھے یقین نہیں ایا، لوگوں نے ان مظالم کو بیان کیا جو میرے اوپر پڑے تھے کہ بسر کی شمشیر برّان نے میرے دونوں بیٹوں کو تہ تیغ کر دیا، اہ، کیا اس طرح کی بیداد گری ممکن ہے ؟(1)

کتاب استیعاب واسد الغابہ میں مرقوم ہے کہ بسر بن ارطاۃ نے ایک وحشیانہ حملہ قبیلہ ہمدان پر کرکے ان کے مردوں کو قتل کر ڈالا، پھر انکی عورتوں کو اسیر بنایا گیا اسلام میں یہ پہلی عورتیں تھیں جو اسیر بنائی گئیں، اسکے بعد بیچنے کی خاطر ان عورتوں کو بازار میں لے جایا گیا(2) اور کتاب غارات میں ہے کہ ،مارب سے چندلوگوں پر مشتمل ایک گروہ کا بسر اور اسکے لشکر سے راستہ میں مڈ بھیڑ ہو گئی اس درندہ صفت انسان نے ان تمام لوگوں کو قتل کر دیا، صرف ایک ادمی اسکے پنجہ خونین سے اپنی جان بچا کر اپنے قبیلے میں پہونچا، اس نے اس ظلم عظیم کو ایک جملہ میں بیان کیا کہ، ہم تمام پیر وجوان کی خبر مرگ اور قتل عام کی تم لوگوں کے لئے سنانی لیکر ائے ہیں(3) _

---

1_ اغانی ج15 ص45

2_ استیعاب ج 1 ص66 ،اسد الغابہ ج 1 ص180

3_ شرح نہج البلاغہ، تحقیق محمد ابو الفضل ج 2 ص15

# لشکر علوی (ع) کا ایک سپاہی جاریہ بن قدامہ

اب ہمیں جاننا چاہیئے کہ لشکر معاویہ کے سربراہ بسر بن ارطاۃ کے حملات اور خونریزیوں کے مقابلے میں امام علیہ السلام نے کیا اقدام کیا؟

امیر المومنین (ع) نے ہمیشہ کی طرح ان لوگوں سے ظلم وبربریت کا اور ان عوامل کو نیست ونابود کرنے کے لئے کھڑے ہونے کو کہا:

کوفیوں نے گذشتہ کی طرح اس مرتبہ بھی حکم امام (ع) کی تعمیل میں دلچسپی کا اظہار نہیں کیا،، سارے مجمع میں سناٹا چھایا ہوا تھا، امیر المومنین (ع) کی درد بھری اواز کوفہ و مسجد کوفہ کے در و دیوار میں گونج رہی تھی لیکن مردہ روح اور بے حس کوفیوں کو بیدار نہ کر سکی_

تھوڑی دیر گذری کہ ایک اسلام کا سپاہی جاریہ بن قدامہ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور امام (ع) کی اواز پر لبیک کہا:

یعقوبی کے بقول امام (ع) نے جاریہ کو بھیجتے وقت ان کو یوں حکم دیا

" کبھی زخمی کو قتل نہ کرنا اگر مجبور ہو جائو تو خود بھی اور اپنے لشکر کو بھی راستہ پیدل طئے کرانا ہرگز لوگوں کے جانوروں کو زور زبردستی سے نہ چھین لینا، ابادی و بیابانی چشموں سے صاحبان اب سے پہلے استفادہ نہ کرنا، اپنے لشکر کی خوشنودی کی خاطر ہرگز مسلمانوں پر سب وشتم نہ کرنا اگر ایسا کروگے تب جاکر دوسرے لوگ تمھارا احترام وادب کرینگے اور یاد رکھو ہرگز اہل کتاب جو مسلمانوں سے عہد وپیمان کئے ہوئے ہیں ان پر ظلم وستم نہ کرنا_

دوسرے مقام پر اس فرمان کو یوں بیان کیا گیا ہے

سوائے ان مقامات کے جہاں پر حق تم کو حکم دیتا ہے کسی کے خون کو نہ بہانا، اسی طرح تمہاری ذمہ داری ہے کہ لوگوں کے خون کی خاطر حق کا خیال و محافظت کرو(1)

کتاب غارات میں جاریہ کی دفاعی جنگ کی داستان اس طرح نقل ہوئی ہے

---

1_ یعقوبی ج 2 ص 143

جاریہ کوفہ سے نکلنے کے بعد سب سے پہلے بصرہ ائے یہاں سے کوچ کرکے حجاز گئے اور اس طرح بڑھتے ہوئے یمن پہونچ گئے ، اس موقع پر بسر بن ارطاۃ جاریہ کی امد سے مطلع ہوگیا، لہذا اپنے راستہ کو پگڈنڈیوں سے طئے کرتا ہوا یمامہ پہونچا، جاریہ بن قدامہ اپنی تیز رفتاری سے اگے بڑھتے چلے جارہے تھے ، اور کسی شہر یا قلع میں نہیں اترے تمام جگہوں پر بسر کو ڈھونڈھ رہے تھے اور بسر ادھر ادھر بھاگ رہا تھا تا کہ مملکت امام (ع) کی سرحدوں سے باہر ہو جائے_

جب لوگوں نے بسر ارطاۃ کو بھاگتا ہوا دیکھا تو چاروں طرف سے اس پر حملہ کردیا کیونکہ لوگوں نے اسکی تباہکاری و ظلم وزیادتی کو بہت دیکھا تھا_

بسر کے وحشیانہ حملے میں تقریبا تیس ہزار افراد قتل ہوئے اور نہ جانے کتنے قبیلوں کو اگ میں جھونک دیا گیا_

ایک عرب شاعر بسر کی درندگی نیز اس حادثہ کے پس منظر میں ایک بیت کہتا ہے جس کا ترجمہ قارئین کی خدمت میں پیش کررہے ہیں

جس جگہ بسر اپنے لشکر کو لے گیا جب تک قتل کی طاقت رہی قتل کرتا رہا اور نہ اگ لگادی (1)

## دو متضاد سیاستیں

معاویہ نے اور دوسرے لٹیروں کو بھی امام (ع) کی حکومتی سرحدوں کو تاخت وتاراج کرنے کے لئے بھیجا تھا جس کو ہم نے اپ حضرات کے لئے بیان نہیں کیا_

اگر تفصیل سے دیکھنا چاہتے ہیں تو تاریخ کی کتابوں کو ملاحظہ فرمائیں:

معاویہ کی فوج نے ہمیشہ امام (ع) کے سپاہیوں سے مقابلہ نہ کرنے کے لئے صرف ان مقامات پر حملہ کیا جو انکی دسترس سے دور تھا یا انکے فوجی ٹھکانے اسلحوں یا سپاہیوں کے لحاظ سے بہت کمزور تھے جب بھی لشکر کوفہ نے ان لٹیروں کا پیچھا کیا تو ان کے خوف سے بھاگ کھڑے ہوئے_

حقیقت میں یہ لوگ تخریب کار اور پیشہ ور ڈاکو تھے، منجملہ وہ لٹیرے شامی جنگی لشکر امام (ع) سے مڈبھیڑ ہوئی معاویہ نے

---

1_ اغانی ج17 ص72

انکوبین النھرین بھیجا تھا، اس مقام پر امام (ع) کی طرف سے جو حاکم تھے انھوں نے کمیل بن زیاد سے جو شہر ہیت کے والی تھے فوجی مدد مانگی، کمیل چھ سو سواروں کا ایک دستہ لیکر انکی مدد کو چل دیئے، دونوں لشکر کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی لشکر شام معمول کے مطابق اپنے کشتہ ہائے نجس کو وہیں چھوڑ کر فرار کر گئے_

کمیل نے حکم دیا، خبر دار بھاگنے والوں کا پیچھا نہ کیا جائے اور نہ ہی زخمیوں کو جان سے مارا جائے اس جھڑپ میں لشکر کمیل سے صرف دو افراد شھید ہوئے_

## دوسرا واقعہ

امام (ع) کے ایک والی نے معاویہ کے لٹیرے دستہ کا پیچھا کیا، تعاقب کرتے کرتے فرات سے اگے نکل گئے تو اپنے لشکر والوں کو شام کے مختلف علاقوں میں لوٹنے کے لئے بھیج دیا یہاں تک کہ لوٹ مار کرتے ہوئے رقہ کے قریب پہونچ گئے جو عثمان کے ہوا خواہوں کا مرکز تھا اس مقام پر بھی لوٹ گھسوٹ کی اور کافی مقدار میں ہتھیار گھوڑے وغیرہ چھینے، معاویہ نے ان لوگوں کا پیچھا کرنے کے لئے ایک چھوٹا دستہ روانہ کیا مگر یہ لوگ ان کے ہاتھ نہ ائے کیونکہ اپنے مرکز نصیبین میں صحیح سالم پلٹ ائے تھے، اس سردار لشکر نے واپس انے کے بعد امام (ع) کو ساری روداد لکھکر بھیجی، اس حاکم شہر کی گذارش سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس نے اپنے امور کو کسی صورت میں غیر شرعی نہیں جانا تھا_

کیونکہ معاویہ کے خونخوار بھڑیئے ور لٹیرے لشکر کے مقابلہ میں اس نے بہت چھوٹا انتقام لیا تھا شاید اس انتظار میں تھا کہ حضرت امیر المومنین (ع) ہمیں انعام واکرام سے نوازیں گے_

لیکن امام (ع) علیہ السلام نے نہ یہ کہ اسکی شاباشی نہ کی جواب میں یہ لکھا کہ:

ائندہ ایسی حرکت نہ کرنا دشمن کے اموال کو اس وقت لینے کا حق رکھتے ہو جب جنگ ہو اور دشمن ہاتھوں میں تلوار لیکر سامنے اجائے اس وقت تمھیں حق ہے کہ دشمن کے اموال کو تصرف کرو_

جیسا کہ اج بھی دیکھنے میں اتا ہے کہ جہان اسلام اسی دو متضاد سیاستوں کی شکار ہے

( 1 )

## سیاست امیر المومنین (ع)

صرف جنگجوئوں سے جنگ کرنا لوگوں کے جانوروں کو نہ چھیننا، اگر مجبور ہو جائو تو راستہ کو پیدل طئے کرنا چشموں اور کنویں کے پانی کو نہ پی لینا ان لوگوں سے پہلے جو اس علاقہ کے افراد ہیں_

مسلمانوں کو برا بھلا نہ کہنا، عہد وپیمان والوں کو مورد ستم قرار نہ دینا اگر چہ اہل کتاب یا غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں، صرف حق و قانون کے مطابق کسی کے خون کو بہا سکتے ہو، دشمنوں کے مال و اسباب پر حق تصرف نہ جتانا سوائے ان چیزوں کے جو میدان جنگ میں گھوڑے وہتھیاروں کو اپنے ساتھ لیکر ائے ہوں (1)

( 2 )

## سیاست معاویہ

اگر کوئی شخص تمھارا ہم خیال وہم عقیدہ نہیں ہے تو اسکو مار ڈالنا تمام ابادیوں کو خاک میں ملا دینا اموال کو لوٹ لینا، اگر کوئی شخص ہماری اطاعت میں نہیں ہے اور ثروتمند ہے تو زور زبردستی سے اسکے مال کو چھین لینا، لوگوں کو بے جھجک اذیت وتکلیف پہونچانا، محبان علی (ع) کو موت کے گھاٹ اتار دینا یہاں تک کہ انکے بچوں اور عورتوں پر بھی رحم نہ کرنا (1)

* * *

## تجزیہ وتحلیل

ان دو سیاستوں کے درمیان ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ جس نے لوگوں کے اموال کو محترم جانا تھا اس انسان کی سیاست پر جس نے اسباب واموال کو غارت کرنے کا حکم دیا تھا کامیاب ہو_

لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ اور جو لوگ زندگی کو ازاد اور قانون وانسانیت سے کوسوں دور رکھنا چاہئے تھے ان افراد پر جو خود کو

پابند اسلام اور فضیلت وانسانیت کی معرفت رکھتے تھے کامیاب ہوئے_

لیکن یہ کامیابی حقیقی معنوں میں کامیابی نہیں ہے بلکہ چندروزہ کامیابی ہے، اس لئے کہ پہلے گروہ کو اپنے افکار و نظریات کو کامیاب بنانے کے لئے قاعدہ و قانون کی ضرورت نہیں ہے، جبکہ دوسرا گروہ انسانیت کے قید وبند میں جکڑا ہوا ہے_

یہی وہ پابندیاں تھیں جو لشکر علوی(ع) میں پائی جارہی تھی اہل عراق ولشکر امام(ع) نے اسلامی پابندی اور انسانی حقوق کی رعایت کی بناء پر بہت تساہلی کی اور امام(ع) کی اواز پر لبیک نہیں کہا، کیونکہ ان لوگوں کے پیش نظر وہ جنگ تھی جس کا دنیا میں سوائے موت کے کوئی دوسرا نتیجہ نہ تھا_

اگر کامیاب ہوتے تو لشکر مغلوب کے اموال کو ہاتھ نہیں لگاسکتے تھے اور نہ کسی کو قتل کرسکتے تھے نیز عورتوں وبچوں کو اسیر بھی نہیں بناسکتے پھر ایسی صورت میں کیوں جنگ کریں؟

کیونکہ ان لوگوں کو اس راہ میں کوئی مادی فائدہ نظر نہیں ارہا تھا اور مقابلہ میں موت خطرے کی گھنٹی بجارہی تھی، پس اگر ایک جذبہء خدائی اور فضیلت انسانی کو پیش نظر نہ رکھا جائے تو میدان جنگ میں جانا بے فائدہ ہو جائے گا_

مگر معاویہ کی اواز پر اہل شام جلدی سے لبیک کہنے لگتے تھے، کیونکہ ان کے سامنے وہ جنگ تھي_ جو تمام غرائز حیوانی کو پورا کررہی تھی جسے چاہیں موت کے گھاٹ اتار دیں یا جسکو چاہیں اسیر وغلام بناڈالیں، انکی مالی درامد لوگوں کے لوٹے ہوئے اموال واسباب ہیں پھر اس صورت میں کیوں نہ معاویہ کے حکم پر شانہ بشانہ چلیں اور معاویہ کی خواہشات کو کیوں نہ پورا کریں؟ ایک خاص بات یہ ھیکہ اہل شام اخلاق اسلامی سے بالکل عاری تھے کیونکہ بادشاہ روم کے بعد اس شہر کا حاکم معاویہ بن گیا تھا_

البتہ اگر امام(ع) برفرض محال حق کے راستے کو چھوڑ دیتے اور خدا واسلام کو (العیاذ باللہ) بھلاڈالتے اور اپنے لشکر والوں کو معاویہ کی طرح ہر کام میں ازاد چھوڑ دیتے تو معاویہ کی ساری کی ساری مکارانہ سیاست نقش براب ہو کر رہ جاتیں، لیکن امام(ع) اسکی طرح نہ تھے انھوں نے اہل کوفہ سے خطاب کیا کہ:

خدا کی قسم، تم لوگوں کی اصلاح جس طرح ہم کررہے ہیں اسکے بارے میں خوب جانتے ہیں لیکن کیا کروں اس کام

میں اپنا اور اپنوں کی تباہی وبربادی دیکھ رہا ہوں( 1)

ہاں، امام علیہ السلام چاہتے تو پیسے سے لوگوں کو خرید سکتے تھے اگر چاہتے تو چاپلوسی، اور احکام خدا سے چشم پوشی کر کے قبیلوں کے بڑے اور قدر تمند افراد کو اپنی طرف کھینچ سکتے تھے، لیکن ان تمام امور میں اپنی اور اپنے دین واخرت کی تباہی دیکھ رہے تھے، انھوں نے کبھی برائي کو ہاتھ نہیں لگایا کیونکہ اپ پاکیزگی کی تمام چاشنی کو گہرائي سے چکھے ہوئے تھے، کیا معاویہ نے خون عثمان کے انتقام کے لئے امام(ع) سے جنگ کی تھی ؟

کیا تمام مسلمانوں کی بستیاں جیسے سرزمین عراق، حجاز، حتی یمن قتل عثمان میں شریک تھیں ؟ ایا ہزاروں شامی لٹیروں نے خون عثمان کے انتقام میں جو ایک شخص سے زیادہ نہ تھا قتل کیا؟ کیا عثمان کے خون کے گناہ میں اسیر کی گئي مسلمانوں کی عورتوں اور قتل کئے گئے چھوٹے بچے کے کاندھوں پر تھا؟

ہرگز نہیں

لیکن معاویہ باپ کی وصیت کے مطابق اپنی جاہ طلبی وحکومت کی تلاش میں تھا اسکی ارزو اسلام کی وسیع وعریض سرزمین پر حاکم بننے کی تھی_

معاویہ نے اس ہدف تک پہونچنے کے لئے ہر وسیلہ کو استعمال کرنا، رواجانا اور ہر برائي کو بے دریغ انجام دیا_

حقیقت میں قصاص خون عثمان کا مدعی اپنے مقصد کو بروئے کار لانے کے لئے بہانہ تھا کہ جس سے اس نے فائدہ بھی اٹھایا، یہ تمام چیزیں امام علی(ع) کے زمانے میں معاویہ کے ایک بڑے نقشے کی چھوٹی سی جھلکی تھی جسکو ہم نے اپکی خدمت میں پیش کیا ہے_

---

1_ یعقوبی ج 2 ص142



## معاویہ امام حسن(ع) کے زمانے میں

جب امیر المومنین(ع) ابن ملجم کی تلوار سے شہید ہوگئے اور مسلمانوں نے اپنی تاریخ میں دوسری مرتبہ ایک ازاد بیعت کر کے امام حسن(ع) کو اپنا خلیفہ بنالیا تو اپ نے ایک خط معاویہ کو تحریر کیا اور اس سے اطاعت وبیعت کا

مطالبہ کیا، کیونکہ ایک طرف امام برحق تھے دوسری طرف لوگوں نے اپکی بیعت کرلی تھی، لیکن جیسا کہ اپ حضرات جانتے ہیں کہ _

معاویہ نے جس طرح سے اپنی تمام عمر میں حق کی پیروی نہیں کی اسی طرح نہیں چاہتا تھا کہ حق کے سایہ میں جائے _ یہی وجہ تھی جو اس نے امام حسن (ع) کی بیعت نہیں کی _ اور اپ سے جنگ کرنے کے لئے ایک لشکر عظیم کے ساتھ عراق کی طرف روانہ ہوگیا_ امام مجتبی (ع) بھی سربراہ کفر وجاہلیت کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی فوج کے ساتھ کوفہ سے نکل پڑے _

مقدمۃ الجیش کے عنوان سے اپنے چچازاد بھائي عبید اللہ بن عباس کو عراق وکوفہ کے بہترین بارہ ہزار سپاہیوں کے ساتھ روانہ کیا_ اور انکے ساتھ فداکار ومومن شجاع قیس بن سعد کو بھیجا_

امام علیہ السلام نے عبید اللہ بن عباس سے کہا کہ ہرگز قیس سعد بن کی رائے کو رد نہ کرنا اور تمام امور میں انکی نظر کو مقدم رکھنا_

چند دنوں بعد لشکر نے امنے سامنے پڑائوڈالا نیز چھوٹی موٹی جھڑپیں بھی ہوتی رہی_ لیکن معاویہ بجائے جنگ کے چاہتا تھا کہ چالاکی ودھوکہ دھڑی سے کام لے_ اسی لئے ایک ایسا پروپیگنڈہ کیا کہ لشکر امام (ع) کی بنیاد متزلزل ہوگئي

_

شب کے سناٹے میں عبید اللہ بن عباس کے پاس معاویہ کا ایک ایلچی ایا_ اس نے معاویہ کا پیغام دیا کہ حسن (ع) نے ایک خط صلح کرنے کے لئے ہمارے پاس بھیجا ہے اگر تم اس وقت ہماری اطاعت کو قبول کرلوگے تو ہم تم کو والی و حاکم بنادینگے اگر اس پیشنہاد کو ٹھکرائوگے اور مسئلہ صلح اشکار ہوجانے کے بعد ہمارے پاس ائوگے تو دوسروں کی طرح تمھیں بھی مقام وریاست نہیں دیں گے اور سوائے کف افسوس کے کوئي چارہ نہیں رہے گا، اگر اس وقت ہمارے ہمنوا بن جائوگے تو دس لاکھ درہم تمھیں دینگے جو کہ پہلی تھیلی پانچ لاکھ درہم کی ابھی تمہارے ہاتھوں میں پہونچ جائے گی اور باقی جب ہماری فوج کوفہ میں پہونچ جائے گی تو تمھیں دیدیگی _

عبید اللہ شب کے سناٹے میں معاویہ کے دام فریب میں اگئے جو ہوا پرستوں کو ڈانوا ڈول کرنے کے لئے کافی تھا_

عبید اللہ سوچنے لگے کہ_ معاویہ کی باتیں صحیح و درست ہیں_ جب امام(ع) صلح پر امادہ ہو ہی گئے ہیں تو ہمارے لئے سوائے دو راہوں کے کچھ نہیں ہے_

اگر معاویہ کی طرف جاتے ہیں تو احترام و اکرام اور دولت و ثروت ہے_ اگر اپنی جگہ پر قائم رہتے ہیں تو جان کا خطرہ اور جنگ کی زحمت ہے_ پھر ہم کیوں قتل ہوں اور زحمت جنگ کو برداشت کریں_ یہی شیطانی اور تاجرانہ فکر تھی جو عبید اللہ کو لے ڈوبی_

چنانچہ رات کی تاریکی میں ایک دستہ کے ساتھ لشکر اموی سے جا ملے اور لشکر بغیر سردار کے ہو گیا(1)

انھیں ایام میں معاویہ نے جو دوسری چال چلی وہ یہ تھی کہ_ مخفیانہ طور سے ایک سفیر کو عمرو بن حریث، اشعث بن قیس_ حجار بن ابجر اور شبث بن ربعی کے پاس بھیجا_ یہ تمام لوگ قبائل کوفہ کے سردار اور لوگوں میں اچھا رسوخ تھا_ مگر اہلبیت(ع) سے دشمنی رکھنے کی وجہ سے کوئی خاص اہمیت کے حامل نہ تھے، معاویہ کے جاسوس نے ہر ایک کو اس طرح پیغام دیا کہ اگر تم لوگوں نے حسن(ع) بن علی(ع) کو قتل کر دیا تو ابھی ایک لاکھ درہم نیز لشکر شام کی سرداری اور حاکم شہر نیز اپنی بیٹیوں کو اس کام کے عوض میں دینگے_ اسکی خبر امام حسن(ع) کو معلوم ہوئی تو اپ اپنے لباس کے اندر زرہ پہننے لگے تا کہ ناگہانی حملے سے بچ سکیں حتی امام(ع) اسی حالت میں نماز بھی پڑھتے تھے اور زرہ کو ایک لمحہ کے لئے بھی جسم سے جدا نہیں کرتے تھے_ امام(ع) کا یہ احتیاط بجا تھا کیونکہ انہیں میں سے ایک ضمیر فروش نے انحضرت(ع) پر حالت نماز میں تیر سے نشانہ بنایا تھا لیکن چونکہ امام حسن(ع) کے جسم پر زرہ تھی لہذا تیر نے اپنا کام نہیں کیا اور امام علیہ السلام بچ گئے(2)

یعقوبی لکھتے ہیں:

معاویہ نے جاسوسوں کا ایک گروہ لشکر امام(ع) میں چھوڑا تا کہ انحضرت(ص) کے لشکر میں یہ پروپیگنڈہ کریں کہ قیس بن سعد جنھوں نے عبید اللہ بن عباس کے لشکر کی سرداری کا عہدہ سنبھال لیا تھا معاویہ سے صلح کر لی ہے_

---

1_ مقاتل الطالبین ص65

2_ بحار الانوار ج10 ص107

دوسری طرف ایک جاسوسی دستہ کو قیس کے لشکر میں چھوڑا تا کہ اس بات کا پروپیگنڈہ کریں کہ امام(ع) معاویہ سے صلح کرنے پر تیار ہوگئے ہیں_

معاویہ نے اس حربہ سے کوشش یہ کی کہ دونوں لشکروں کے نظم ونسق اور اتحاد کا شیرازہ بکھیر دیں اور ان کے لشکر کے مختلف دستوں کو فکر و عمل میں الجھا کر رکھ دیں_

معاویہ نے دوسری چالا کی یہ کی کہ_ ایک حکومتی وفد کو امام(ع) کے پاس روانہ کیا جوان لوگوں پر مشتمل تھا، مغیرہ بن شعبہ، عبداللہ بن عامر، عبدالرحمن بن حکم، یہ تمام حضرات شہر مدائن میں جو امام(ع) کے فوجی افسروں کا اڈہ تھا امام حسن(ع) سے ملاقات کی اور گھنٹوں بات کرنے کے بعد یہ لوگ ہنستے ہوئے نکلے، اور ایک دوسرے سے بلند اواز میں گفتگو کررہے تھے تا کہ سبھی لوگ باتوں کو سن لیں ان لوگوں نے کہا، خداوند کریم نے پسر رسول(ص) کے ہاتھوں لوگوں کے خون کو بہنے سے بچادیا، اور فتنہ وفساد کی اگ کو خاموش کرکے صلح واشتی کو قائم کردیا_

جب ان باتوں کو لشکر امام(ع) نے سنا تو بہت حیرت میں پڑگیا، خاص طور سے وہ لشکر جس کو خود امام(ع) نے تیار کیا تھا، کیونکہ جن لوگوں نے صرف جنگ کرنے کو سوچا تھا اور امام(ع) کے ساتھ اسی لئے ہوئے تھے کہ معاویہ سے جنگ کرنے کے لئے جائینگے وہ امام(ع) کی قدر ومنزلت اور انکی رہبریت کو مان کے تھوڑے ساتھ ہوئے تھے_ ورنہ معاویہ جیسے ظالم وجابر کا نمائندہ مغیرہ بن شعبہ جو سیاست کار اور بدکار تھا اسکی باتوں میں اجاتے؟

یہی وجہ تھی کہ وہ لوگ انکی باتوں کو سنتے ہی اس طرح اگ بگولا ہوئے کہ چاروں طرف سے سردار لشکر کے خیمہ پر حملہ کردیا اور سارا مال واسباب لوٹ لیا_

امام علیہ السلام ان لوگوں سے بچنے کے لئے گھوڑے پر سوار ہوئے اور حاکم مدائن کے گھر کی طرف چل دیئے

شہر مدائن کے نزدیک خوارج کا ایک شخص بنام جراح بن سنان اسدی اندھیری گلی میں چھپا ہوا تھا تا کہ امام(ع) پر حملہ کرکے انکو قتل کردے لہذا جس وقت امام حسن(ع) کا کوچہ سے گذر ہوا تو اس نے خنجر سے ایسا حملہ کیا کہ اپکی ران پر زخم لگا اور اپ بری طرح زخمی ہوگئے_

امام(ع) کے وفادار ساتھیوں نے اسکو وہیں پکڑ لیا اور اسی مقام پر قتل کرڈالا_

امام علیہ السلام کو مدائن کے دار الامارہ لیجایا گیا تا کہ اپ کے زخم کا مداوا ہوسکے_ اپ کے جسم سے اس قدر خون بہہ گیا

تھا کہ اپ کافی کمزور ہوگئے، اسی وجہ سے صحتیاب ہونے میں کافی وقت لگا_

لشکر بھی بغیر سردار کے ہوگیا تھا بلکہ ان لوگوں نے صحیح معنوں میں حقیقی ہدف کو نہیں پہنچانا تھا اور نہ ہی حوادث زمانہ میں ثابت قدم رہے تھے ورنہ تتر بتر نہ ہوتے(1)

طبری اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں

جب لوگوں نے امام(ع) کی بیعت کرلی تو اپ ان لوگوں کو لیکر معاویہ سے جنگ کرنے کے لئے کوفہ سے نکلے اور مدائن کی طرف حرکت کی، مدائن پہونچنے کے بعد لشکر کی جمع اوری کرنے میں مشغول ہوگئے اچانک ایک اواز بلند ہوئی کہ اگاہ ہوجائو کہ قیس بن سعد مارڈالے گئے اس اواز کا بلند ہونا تھا کہ فوج میں بھگدڑ مچ گئی، فتنہ پروروں نے موقع غنیمت جانا اور امام(ع) کے خیمہ پر چڑھائی کردی یہاں تک کہ انحضرت(ص) کے پیر کے نیچے سے چٹائی کو چھین کر بھاگ کھڑے ہوئے(2)

ایک روایت کے مطابق انحضرت(ص) کی کنیزوں کے پازیب اتار کرلے گئے(3)

طبری مزید لکھتا ہے:

امام(ع) کی بیعت کو زیادہ دن نہیں گذرے تھے کہ اپ پر حملہ ہوا جس کی وجہ سے اپ بری طرح زخمی ہوگئے_

مشہور ادیب و مورخ ابو الفرج اصفہانی لکھتے ہیں:

معاویہ نے اپنے ادمی کو امام حسن کے پاس صلح کرنے کے لئے بھیجا اپ نے اس سلسلے میں چند شرطیں رکھیں جن میں کچھ یہ ہیں

1_ پہلے کی طرح کسی کو اذیت نہ دیا جائے

2_ شیعیان امیر المومنین(ع) کو ازاد چھوڑا جائے

3_ حضرت علی(ع) پر سب وشتم نہ کیا جائے

---

1_ یعقوبی ج 2 ص156

امام حسن(ع) نے صلح اس لئے کرلی کہ ایک طرف معاویہ کی مکارانہ چال تھی تو دوسری طرف اہل کوفہ کی سستی لہذا جب معاویہ نے صلح کرنے کے بعد علوی مرکز خلافت کوفہ پر قدر تمندانہ انداز میں قدم رکھا تو جلسہ عام کو ان الفاظ میں خطاب کیا_ خدا کی قسم، ہم نے تم لوگوں سے نماز روزہ وحج وزکاة کی خاطر جنگ نہیں کی تھی، تم لوگ تو خود اس کام کو انجام دیتے ہو، بلکہ میں نے جنگ اس لئے کی تھی کہ تمھارے اوپر حکومت کروں خداوند عالم نے میری دلی تمنا پوری کردی درانحالیکہ تم لوگ اس پر راضی نہیں ہو(1) پھر بے جھجک کہا کہ، اگاہ ہو جائو جو کچھ ہم نے حسن(ع) سے عہد وپیمان کیا تھا اب یہ دونوں میرے قدم تلے جاتے ہیں(2) _

## صلح کے اسباب و علل

جس طرح قیام امام حسین(ع) دین کی بقاء اور اسلام کی حقیقی تصویر کو باقی رکھنے میں موثر ثابت ہوا ہے اسی طرح صلح امام حسن(ع) دین کی بقاء نیز اسلام حقیقی کو زندہ رکھنے میں کافی موثر ثابت ہوئی ہے_

ہم نے اس کتاب کی تمام بحثوں میں حتی الامکان اختصار سے کام لیا ہے لہذا صرف وجوہات کو اپ حضرات کی خدمت میں پیش کررہا ہوں جو مختلف جہات سے ضروری ولازم ہیں، البتہ ان علتوں کی تفصیل کے لئے خود ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے، جسکو چند سطروں کے اندر بیان کرنا بہت مشکل ہے_

1_ اپ نے پہلے ملاحظہ فرمایا کہ، معاویہ نے عثمان کے خون الود کرتہ سے کس طرح ماہرانہ انداز میں فضا کو مکدر کیا اور کوشش کی کہ امام(ع) کے پاک ومقدس دامن کو قتل عثمان سے متھم کرکے داغدار کردے، وہ اہل شام کی اچھی خاصی جمعیت، خلیفہ مظلوم کے خون کا بدلہ لینے کے لئے اکٹھا کرکے انحضرت(ص) اور ان کے ساتھیوں کو جنگ کرنے کے لئے میدان صفین میں لے ایا، اس نے اپنے امور کی اساس جھوٹ، فریب اور چالاکی پر رکھی تھی، اسکے ذریعہ چاہتا تھا کہ تمام سرزمین اسلامی کے سادہ لوح افراد کو کم وبیش دھوکہ دیدے یا کم از کم شک وتردید میں ڈال دے حتی عمار یاسر جیسے

---

1_ مقاتل الطالبین ص70 ، تاریخ ابن کثیر ج 8 ص 131 ، شرح ابن ابی الحدید ج 4 ص16

2_ مقاتل الطالبین ص69 ، شرح ابن ابی الحدید ج 4 ص16

انسان کاوجود جواس زمانے میں لشکر علوی(ع) کی حقانیت کی دلیل تھے اور جو بھی ان سے ٹکراتا، حدیث رسول(ص) کے لحاظ سے گمراہ وباغی ہوتا اس نے بھی سادہ لوح افراد اور معاویہ کی نیرنگی ومکاری کے مقابلہ میں سو فیصد فائدہ نہیں پہونچایا تھا،لہذا ضروری تھا کہ ایک ایسا کام کیا جائے تاکہ معاویہ اپنی مکارانہ چال سے باہر ائے اور اسکی سیاہکاری وبدکاری ظاہر ہو جائے_

صلح امام حسن(ع) نے اساسی وبنیادی کام یہی کیا جسکو اوپر بیان کیا جاچکا،جو معاویہ کی پہلی بد کرداری وسیاہ اندیشی کی نشاندہی کرتی ہے_

یہ تمام خون کا دریا اور غارتگری کا بازار جو قصاص خون عثمان کے نام پر زمین پر بہایا اور انجام دیا گیا حقیقت میں معاویہ کی جاہ طلبی اور اسکی ریاست خواہی تھی_

معاویہ کی تمام کوششیں سو فیصد جوش وجذبہ مادی اور ریاست وحکومت کی خاطر تھی اور بس،انتقام خون عثمان کی داستان جھوٹی نمائشے اور چالاکی کے علاوہ کچھ نہ تھی،یہ مسئلہ جب یہاں تک پہونچ گیا اور رفتہ رفتہ لوگوں کو احساس ہونے لگا تو زیادہ دن نہیں گذرا تھا کہ لوگ عدل ومساوات اور حکومت علوی کی طرف بھاگنے لگے،یہاں تک کہ جو شام میں پناہ گزین تھے اور معاویہ کے عقیدتمندوں میں تھے ہر روز گوشہ وکنار سے خاندان علی(ع) کی فرد کی رہبری میں امویوں کے خلاف ہنگامہ کھڑا کرنے لگے(1)

حقیقت میں حکومت معاویہ کے زمانے میں اور اسکے بعد والے سربراہان مملکت نے اتنی تباہی وبربادی اور جنایت عظیم کا بازار گرم کیا کہ مخالفین نے بھی احساس کیا کہ حکومت علوی(ع) تمام عدالت ومساوات کے لحاظ سے تنہا حکومت تھی اگر چاہتی تو ہم لوگوں کو سعادت حقیقی تک پہونچا دیتی_

2_ دوسرا مسئلہ جو بڑا عامل صلح کے لئے بنا وہ سپاہ کوفہ کی تساہلی اور فکر وعمل میں ناہماھنگی تھی،اپ نے اس سے پہلے ملاحظہ فرمایا کہ یہی لشکر اتنا قوی تھا کہ اس نے معمولی سی بات پر ہزاروں ادمیوں پر مشتمل فوج کو درہم وبرہم کر کے انکے نظم واتحاد کو بکھیر دیا تھا اور سبط رسول(ص) کے قتل کی سازش کو ایک معمولی حادثہ سمجھا تھا کہ اگر اس راہ میں موانع پیش نہ

---

1_ مقاتل الطالبین ص117،51 ،مقالات اسلامیین ج 2 ص166

اتے تو ممکن تھا کہ معاویہ کا تمام نقشہ باور ہو جاتا_

ان مطالب پر غور کرنے کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ معاویہ نے پہلے چند سردار لشکر کو خریدا جیسا کہ تیر اندازی کے واقعہ میں دیکھا گیا، پھر امام حسن (ع) کو انکی سپاہ کے ذریعہ قید کروایا اسکے بعد بڑی منت و سماجت کے بعد ازاد کیا یہ رسوائی ائمہ اہلبیت اور رہبران معصوم (ع) کے دامن پر تا ابد رہے گی کہ جنھوں نے کفر و نفاق کے جانے پہچانے چہروں کو فتح مکہ کے موقع پر ازاد کیا تھا وہ اج اپنی جان کے لئے خاندان اموی کے مدیون ہو گئے (1)

3_ جنگ صفین میں حضرت امیر المومنین کے ہمراہ ( جیسا کہ ائندہ بیان ہو گا) اکثر اصحاب رسول (ص) تھے جن کی تعداد مورخین نے دو ہزار سے زیادہ بتائی ہے_

ستر بدر کے جنگجو تھے جو پیغمبر اسلام (ص) کے قدیم صحابی تھے، سات سو یا اٹھ سو وہ افراد تھے جنھوں نے بیعت رضوان میں شرکت کی تھی اور قران مجید میں خداوند عالم نے ان لوگوں کی تعریف و تمجید بھی کی ہے_

مہاجرین و انصار میں سے چودہ سو افراد وہ تھے جنھوں نے جنگ صفین میں شرکت کی تھی (1) یہ تمام لوگ رسول (ص) کے زمانے کو دیکھے بھی تھے اور نزول قران کے وقت موجود بھی تھے اور اسلام حقیقی کو خود پیغمبر سے لیا پھر برسوں امیر المومنین (ع) کی خدمت میں رہے جو خود مجسمہ اسلام اور ہمدوش قران تھے_

لیکن معاویہ کے ساتھ انصار و مہاجرین کے بدنام زمانہ دو ادمی کے سوا کوئی نہ تھا، اس نے ان ضمیر فروشوں کے ذریعہ اسلام کے خلاف اپنی خواہشات نفسانی کے مطابق یہ نقشہ تیار کیا کہ سادہ لوح افراد کے دلوں میں اسلام کے خلاف بغض و کینہ کو بھر دے، ہاں، اس نے ابو ھریرہ، انس بن مالک، مغیرہ بن شعبہ، عمرو بن عاص، عبد اللہ بن عمرو اور خاص طور سے ام المومنین عائشہ کی مدد سے ایک جعلی حدیث کا بڑا کارخانہ معرض وجود میں لایا، ان تمام ہوا پرستوں نے معاویہ کی حکومت کے زمانے میں متعدد کوشش کیں کہ اسلام کے اصلی خد و خال کو داغدار کر دیں اور اکثر حدیثیں ابو ہریرہ، انس بن مالک اور عبد اللہ بن عمر نے مختلف میدانوں میں گڑھیں اگر اہلبیت (ع) کے فداکاروں کی جد و جہد نہ ہوتی تو اسلام صفحہ ہستی سے مٹ گیا ہوتا اور کفر و جاہلیت کی تمام ناپاک تمنائیں رائج ہو جاتیں_

---

1_ اخبار الطوّال ص 221، بحار الانوار ج 44 ص 29

2_ یعقوبی ج 2 ص 164 ، ابن خیاط کی تاریخ ج 1 ص 180



امام حسن (ع) نے معاویہ سے جنگ کرنے کے بجائے جو صلح کرلی اسکی وجہ صرف یہ تھی کہ انحضرت (ص) نے اسکے ذریعہ سے اکثر اصحاب رسول (ص) و یاران امیر المومنین (ع) کو موت کے منھ سے نکال لیا، کیونکہ اگر امام

حسن(ع) معاویہ سے جنگ کر لیتے تو اپ کے لشکر میں وہ افراد تھے جو مومن حقیقی تھے اگر میدان جنگ میں چلے جاتے تو اس کا مطلب یہ تھا کہ سارے کے سارے مار ڈالے جاتے یا خاتمہ جنگ کے بعد معاویہ کے ہاتھوں اسیر ہو کر خون عثمان کے جرم میں تہ تیغ کر دیئے اتے ،اور معاویہ اطمینان کے ساتھ حقائق اسلام کو توڑ مڑوڑ کے پیش کرتا اور اسکو کوئی روک ٹوک کرنے والا بھی نہ ہو تا اس مقدمے کے بعد اتنا تو ضرور واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام حقیقی کی صورت کو تحریف سے بچانے کے لئے صلح کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا_

یہی وہ راستہ تھا جو حضرت امام حسن(ع) نے اپنایا اور مرتے دم تک اس پر ثابت قدم رہے_

# فصل سوم

## دشمنوں کے ساتھ نرمي

معاویہ کسی طرح حکومت پر بیٹھ گیا، حضرت علی(ع) کے شہید ہو جانے اور امام حسن(ع) کے صلح کی وجہ سے اسکی راہ کی تمام اڑچنیں ختم ہو گئیں، لیکن معاویہ کو دوسرا مسئلہ جو کھائے جا رہا تھا اور اس کا حل نکالنا بہت ضروری تھا وہ یہ تھا کہ تمام سرزمین اسلامی میں جو شام کے لٹیروں نے قتل و غارتگری کا بازار اسکے حکم سے گرم کر رکھا تھا نیز اسکے بعد قصاص خون عثمان کے نام پر اکثر گھروں کو خاک و خون میں غلطاں کر کے باپ بھائی بیٹے سبکو داغدار کر دیا تھا اور اسکی وجہ سے لوگوں کے دل بغض و کینہ سے بھر گئے تھے_

ایسے حالات میں اس ( معاویہ ) نے ایک نئي سیاست اپنائي اور وہ نیکی و بردباری تھی خواہ سامنے دشمن ہی کیوں نہ ہو_

کیونکہ اسکو ہر لحہ خطرہ تھا کہ عراق و حجاز میں رہنے والے مسلمان کہیں شورش برپا نہ کردیں اور رات دن کی محنت سے حاصل ہوئي حکومت ہاتھ سے نکل نہ جائے_

یعقوبی لکھتے ہیں:

معاویہ 41 ھ میں شام واپس ایا تو اسی وقت بری خبر موصول ہوئي کہ رومیوں کا ایک بڑا لشکر سرزمین اسلام کی طرف ارہا ہے، اس خبر نے حکومت دمشق کی چولیں ہلا کر رکھ دی، کیونکہ ایک طرف ان تمام مسلمانوں سے خطرہ تھا جو بلاد اسلامی میں جی رہے تھے، دوسری طرف یہ بری خبر پہونچ گئي_ ان تمام خطروں نے معاویہ کے اعصاب کو جھنجوڑ کر رکھ دیا اب ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

معاویہ نے یہ کیا کہ اپنے ایک نمائندہ کو امپراطور روم کے پاس بھیجا اور اسکو سرخ سونے کا ایک لاکھ درہم دیا تا کہ واپس چلا جائے اور ذلت و رسوائي سے چھٹکارا مل جائے(1)

معاویہ نے اپنی حکومت کے زمانے میں سیاست داخلی کی بنیاد خاطر و مدارات پر رکھی تھی تا کہ اسکے ذریعہ اپنی حکومت کی

---

1_ تاریخ یعقوبی ج 2 ص 217 ، دولۃ العربیہ ص 86

بنیاد مستحکم و مضبوط بنا سکے(1)

مگر مظلومیت عثمان کی داستان جو اسکی تمام ہنگامہ ارائیوں کے لئے بہانہ تھی حکومت کے ہاتھ اتے ہی ایسے بالائے طاق رکھ دی گئي جیسے ایسی کوئی بات ہوئي نہیں تھی ؟

ابن عبد ربہ اندلسی لکھتے ہیں

" معاویہ حکومت پر قبضہ کرنے کے بعد مدینہ ایا تو عثمان کے گھر بھی گیا، عائشہ بنت عثمان نے جب معاویہ کو دیکھا تو باپ کی مصیبت کو یاد کرکے رونا شروع کر دیا، وہ اسکے ذریعہ چاہتی تھی کہ اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے معاویہ کو یاد دہانی کرائے، مگر معاویہ پر اس چیخ و فریاد کا کوئی اثر نہیں پڑا اور بڑے اطمینان سے کہا:

اے بھائی کی اولاد، لوگوں نے زمام حکومت ہمارے ہاتھوں میں دے دی ہے جس کی وجہ سے ہم نے بھی انکو امان دیدیا ہے، ہم نے اپنے غضب کو بردباری کے لباس میں چھپار کھا ہے اور ان لوگوں نے اپنے بغض و کینہ کو ذلت کے سایہ میں پنہاں کرر کھا ہے_

ہر ادمی اپنے ہمراہ تلوار بھی رکھتا ہے اور اپنے رفیق و دوست کو اچھی طرح سے پہچانتا بھی ہے اگر ہم لوگوں نے عہد شکنی کرکے اپنی رفتار کو بدل ڈالا تو یاد رکھو وہ لوگ بھی دوسرا بھیس بدل کر ہم سے مقابلہ کے لئے اجائینگے، پس ایسی صورت میں جبکہ نہ ہم اپنی قسمت سے اگاہ ہیں اور نہ ہی اس بات کا یقین ہے کہ ہنگامہ ارائي و سرکشی کا فائدہ ہمارے حق میں ہو گا یا ان لوگوں کے حق میں_

بہتر ہے کہ خاموش رہیں تاکہ اگر ہماری حکومت قائم رہی تو تم دختر خلیفہ کی حیثیت سے رہو گی اور اگر حکومت ہاتھوں سے نکل گئي تو تم ایک عام عورت کی حیثیت سے پہچانی جاؤ گی(2)_

* * *

1_ ابن کثیر ج 7 ص 131

2_ عقد الفرید ج 3 ص 126 چاپ مصر_ 1331 ،ابن کثیر ج 8 ص 132 ،البیان التبیین ج 2 ص 182

## عرب کے مکار معاویہ کے جال میں

معاویہ نے اپنی حکومت کو ٹھوس کرنے کے لئے جو دوسرا کھیل کھیلا وہ یہ تھا کہ مکار وحیلہ گر افراد کو شہر کے گوشہ وکنار سے بلوا کر جاہ وجلال اور دولت وثروت یا دوسرے راستے سے انکو خرید نا شروع کر دیا، اور ان لوگوں کو اپنی حکومت کے مفاد میں استعمال کیا، معاویہ نے اپنی سیاست کی بنیاد اس پر رکھی کہ بیت المال کے خزانے کو بزرگان قریش اور رئیسان شہر کی جھولی میں ڈالدیا تاکہ اسکے ذریعے گذشتہ دنوں کے کینے ختم ہو جائیں اور ان لوگوں کا دل اس سے قریب ہو جائے، وہ خوب جانتا تھا کہ لوگ بندہ زر ہیں اور قلب حطام دنیا کا خریدار ہے_

طبری لکھتے ہیں:

" کچھ سردار قبائل جن میں حتات بن یزید مجاشعی بھی تھا معاویہ کے پاس ائے، معاویہ نے سبکو ایک ایک لاکھ دینار دیا مگر حتات بن یزید کو صرف ستر ہزار دینار دیا_

جب یہ لوگ شام سے جانے لگے تو ہر ایک نے اپنی اپنی تھیلی کا جائزہ لیا اور ایک دوسرے کو اپنا اپنا مبلغ بتایا، حتات جسکو معاویہ نے ان لوگوں سے کم رقم دی تھی وہ اس حرکت سے اتنا ناراض ہوا کہ اسی مقام سے واپس ایا اور معاویہ کے پاس گیا اور اسکو دل کھول کر سنایا کہ تم نے کس بناء پر ان لوگوں سے کم رقم مجھے دی ہے_

معاویہ نے کہا ہاں، ہم نے ان لوگوں سے انکے دین کو خریدا ہے اسی بناء پر انکو ایک جیسی رقم دی ہے لیکن تم کو اس لئے ان سے کم دیا کہ میں جانتا ہوں کہ تم عثمان کے عقید تمندوں میں سے ہو، حتات نے کہ، اگر ایسی بات ہے تو پھر مجھ سے بھی میرے دین کو خریدلو_

معاویہ نے حکم دیا کہ جو رقم کم دی گئی تھی اسکو پورا کر دیا جائے_

وہ لوگ جو معاویہ کے دام زریں میں پھنس گئے اور نئی حکومت اموی کی بنیاد کو مستحکم کرنے میں جٹ گئے ان میں مغیرہ بن شعبہ اور عمرو بن عاص بھی تھے_

معاویہ نے عرب کا مشہور ومعروف مکار مغیرہ بن شعبہ کو حکومت کوفہ کے لئے منصوب کر دیا اور عمرو عاص کو مصر کی حکومت دیکر اپنے جال میں پھنسالیا، اور عمرو عاص نے اس سلسلہ میں شرط رکھی کہ جب تک زندہ رہوں گا اس شہر کی



باگ ڈور ہمارے ہاتھوں میں رہے گی، مزید اس جگہ کا ٹیکس بھی ہمارے پاس رہے گا_

لیکن ان کے درمیان ایک زبردست مکار تھاجو معاویہ کے چنگل میں نہیں اپارہاتھا، جسکے وجود سے حکومت اموی کو بہت بڑاخطرہ لاحق تھا_

اسی لئے معاویہ نہیں چاہتا تھا کہ اسکی ذات سے بے بہرہ رہے اور تمامتر سعی و کوشش یہی تھی کہ کسی صورت سے اس شخص کو جس کانام زیادہ تھااپنے پرچم کے سایہ میں لے ائے تاکہ اسکی مکارانہ چال سے اپنی حکومت کو مزید ٹھوس کرسکے، اور اسکی ذات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھاسکے_

لہذابجائے اسکے کہ دین واحکام اور فرمان الہی سے خوف کھائے ایک بہانہ ڈھونڈنکالا، دراصل معاویہ کی تمام زندگی میں دنیاکی دھوکہ دھڑی اور زودھنگام لذتوں نے اس پر حکمرانی کی ہے کہ اس مقام پر بھی سوائے دنیاپرستی کے اسکو کچھ نظر نہیں ایاہے_

زیادبن ابیہ، ظاہری اعتبار سے غلام عبید کابیٹاتھاجس نے مشہور بدکار عورت سمیہ سے شادی کی تھی اور کچھ دنوں بعد اس سے زیادپیداہوااس طرح زیاد خاندان کے اعتبار سے عربی معاشرہ میں کوئی خاص اہمیت کاحامل نہیں تھا_

زیاد کاباپ غلام تھااور ایسا شخص پست شمار ہوتاتھالہذاباپ کے غلام ہونے کی وجہ سے قبیلائی اعتبار سے عربی خون نہیں رکھتاتھا_

باپ کاغلام ہونااور غیر عرب ہونے کیوجہ سے زیاداپنے کوذلیل وحقیر سمجھتاتھا، اس بات نے اسکو بہت اذیت پہونچائی تھی اور رفتہ رفتہ حقیقت سے اگاہ بھی ہوگیاتھالہذااس سے چھٹکاراپانے کے لئے اسکے دل میں امنگیں کروٹیں لے رہی تھیں_

معاویہ ان تمام مسائل سے بخوبی اگاہ تھالہذااس نے اپنے نقشہ کے تحت زیاد کی دکھتی رگ کو پکڑااور اسکوپیشکش کی کہ وہ اپنابھائی بتائے گا، مگرایک شرط پر کہ حکومت اموی کے زیراثراجائے اور سرپیچی ونافرمانی سے بازائے_

زیاد نے ایک طرف نسب پر نگاہ دوڑائی تومشہور ترین عرب معاویہ کابھائی ہوتانظر اراہاتھااور دوسری طرف اسکاباپ عبید غلام نہیں رہے گابلکہ رئیس قریش ابوسفیان اس کاباپ کہلانے لگے گاوہ کل تک معمولی خاندان کی فرد تھا لیکن اج خلیفہ کابھائی بن جائے گا_



مسعودی اور ابن اثیر نیز دیگر مورخین نے خاندان اموی سے زیاد کے ملنے کی داستان اس طرح نقل کیاہے_

" زیاد کی ماں سمیہ عرب کامشہور طبیب حرث بن کلدہ ثقفی کی کنیز تھی بدکاری میں مشہور زمانہ تھی شہر طائف میں پیشہ ورعورتوں کے درمیان ایک گھر لیااسکی چھت پر سرخ رنگ کاجھنڈالگایاجو طوائفوں کے اڈہ کی علامت تھا، یہ جب حرث کی کنیز تھی تورسم جاہلیت کے مطابق اپنی امدنی سے اسکو کچھ رقم دیتاتھاکیونکہ وہ عبید کی زوجیت سے نکال کرلے ایاتھا_

دور جاہلیت میں ابو سفیان کا طائف شہر سے جب گذر ہوا تو شراب فروش ابو مریم سلّولی کے یہاں ایا اور اس سے اپنی خواہشات جنسی کا اظہار کیا، ابو مریم نے کہا، ایا سمیہ کو چاہتے ہو؟

ابو سفیان نے کہا_ ارے اسی کو لے ائو تا کہ.........

ابو مریم نے سمیہ کو ابو سفیان کے پاس پہونچا دیا اور خود کمرہ سے باہر چلا ایا، سمیہ اس سے حاملہ ہو گئی اور 1ھ میں زیاد پیدا ہوا_

جب حضرت امیر المومنین(ع) تخت خلافت پر ائے تو زیاد کی تقریر و شجاعت اور اداری امور میں ماہر ہونے کی وجہ سے فارس کی وسیع و عریض سر زمین کا حاکم بنا دیا، یہاں پر خوب اچھے طریقے سے حکومت کو چلا رہا تھا، یہ بات معاویہ کے لئے کافی تکلیف دہ ثابت ہو رہی تھی، اس نے کافی خطوط زیاد کو لکھے اور ان خطوں میں امید بخش اور تہدید امیز باتیں بھی تحریر کیں، یہاں تک کہ ایک خط میں ابو سفیان کا بیٹا بنانے کے لئے لکھا، لیکن زیاد نے حکومت علوی(ع) کے رہنے تک کوئی خاص توجہ نہیں دی، اور اسکے دام فریب میں نہیں ایا، مگر جب حضرت امیر المومنین(ع) شہید کر دیئے گئے اور امام حسن(ع) نے جانگداز عوامل کی بناء پر صلح کر لی، جسکے نتیجہ میں اکثر مملکت اسلامی معاویہ کے ہاتھ میں اگئی; ایک فارس تھا جس پر زیاد کی حکمرانی تھی اس پر کسی کا بس نہیں چل رہا تھا، تو معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو بلایا جو زیاد کا قدیم دوست تھا پھر اپنی رائے کو پیش کیا کہ زیاد ایک طاقتور اور ہوشیار شخص ہے جو ابھی تک حکومت فارس پر براجمان ہے، اور اموال کثیر سے اپنی جگہ کو مستحکم کئے ہوئے ہے جسکی بناء پر ہمارا بس نہیں چل پا رہا ہے_

ہمیں ہر لحمہ خطرہ ہے کہ کہیں لوگ خاندان رسول(ص) کی کسی فرد کی بیعت کر کے بار دیگر ہم سے نبرد ازمانہ ہو جائیں_

چنانچہ یہ تمام باتیں کہہ کر مغیرہ بن شعبہ کو زیاد کو اپنے چنگل میں لینے کے لئے روانہ کیا_ مغیرہ معاویہ کی مکارانہ فکر کو لیکر اپنے دوست زیاد کے پاس پہونچا، ایک عرصے کے بعد جب دونوں گفتگو کے لئے بیٹھے تو مغیرہ نے زیاد سے کہا کہ، اسوقت



جہان اسلام کے حالات دگرگوں اور گذشتہ کی نسبت کافی تبدیل ہو گئے ہیں، اور تنہا شخص جو خلافت کو حاصل کر سکتا تھا وہ حسن بن علی(ع) ہیں لیکن انھوں نے معاویہ سے صلح کر لی ہے لہذا قبل اسکے کہ تم پر کوئی خطرہ لاحق ہو اپنے لئے پناہ گاہ ڈھونڈھ لو_

مغیرہ نے جواب دیا کہ، میری نظر میں بہتر یہی ہے کہ تم اپنے نسب کو خاندان اموی سے جوڑ کر معاویہ کے رشتہ دار بن جائو_

زیاد نے کہا، گویا جڑ کو چھوڑ کر شاخ کو پکڑ لوں_

دونوں کے درمیان اسی طرح کی گفتگو ہوتی رہی، لیکن زیاد کو قبیلائی اور خاندانی تعصب بہت ستا رہا تھا ان جرح و بحث نے زیاد کے وجدان و ضمیر کو کافی جھنجھوڑ کر رکھ دیا، خاص طور سے جب ذہن میں حکومت کا ہاتھ سے نکل جانا اور

جان کا خطرہ میں پڑ جانے کا تصور کیا تو اس پر زیادمات کھا گیا اور مغیرہ کی پیشنھاد کو قبول کر کے اپنی حکومت کو خیر اباد کر دیا اور دمشق کی طرف روانہ ہوگیا، جب زیاد نے اموی سلطنت میں قدم رکھا تو معاویہ کے حکم پر اسکی بہن (جویریہ) اس سے ملاقات کرنے گئی اور دوران ملاقات اپنے سر سے اوڑھنی ہٹا دیا اور کہا کہ، تم ہمارے بھائی ہو لہذا مجھ پر تم سے پردہ واجب نہیں ہے؟

ہم نے اس حقیقت کو ابو مریم سلّولی سے سنا ہے، جویریہ کی ملاقات نے زیاد کے اوپر اچھے تاثرات چھوڑے اور اسکے پس منظر میں معاویہ نے شہر دمشق کی جامع مسجد میں ایک جلسۂ عام رکھا اس میں زیاد کو دعوت دی گئی نیز شاہدین کو بھی بلایا گیا جن میں ایک ابو مریم سلّولی تھا_

معاویہ نے ابو مریم سے کہا کہ تم کیسے اور کس چیز کی گواہی دوگے

ابو مریم سلّولی کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ، میں گواہی دیتا ہوں کہ دور جاہلیت میں جب میں شراب فروش تھا تو ایک روز ابو سفیان شہر طائف سے گذرا، میرے پاس اکر اس نے اپنی خواہشات جنسی کو مٹانے کے لئے کہا، پیشہ ور عورت کی فرمائشے کی میں نے کہا، اسوقت حرث کی کنیز سمیہ کے علاوہ کوئی نہیں ہے،

ابو سفیان نے کہا_ اسی کو لے اٗو اگرچہ وہ ایک بدبودار و کثیف عورت ہے، زیاد غصے میں اگیا اور کہنے لگا، ابو مریم چپ ہو جاٗو تم گواہی دینے کے لئے اۓ ہو نہ کہ برا بھلا کہنے کے لئے؟



ابو مریم سلّولی نے کہا، ٹھیک ہے اگر تم کو برا لگ رہا ہے تو ہم اس داستان کو بیان نہیں کرینگے لیکن میں نے جو کچھ دیکھا تھا اسکو بیان کیا ہے_

خدا کی قسم، ابو سفیان نے سمیہ کی استین پکڑی اور خالی کمرے میں لے جاکر دروازہ کو بند کر لیا اور میں اسی مقام پر بیٹھا رہا، تھوڑی دیر بعد ابو سفیان کمرے سے باہر ایا تو میں نے کیا دیکھا کہ پسینہ میں شرابور تھا، میں نے کہا، ابو سفیان یہ عورت کیسی تھی؟

ابو سفیان نے جواب دیا_ ہم نے اس عورت کی طرح کسی کو نہیں دیکھا اگرچہ زیاد کھڑا ہوا اور لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، اے لوگو، اس میں کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ ہے مجھے نہیں معلوم لیکن جو کچھ جانتا ہوں وہ یہ ہیکہ اگر میرا باپ عبید تھا تو ایک ایسا باپ تھا جو نہایت شریف و نیک تھا اور اگر اسکو مربی مانا جاۓ تو وہ میرا حقیقی باپ تو نہیں تھا البتہ ایک اچھا مربی ضرور تھا، جس نے زحمتیں برداشت کر کے مجھ پر احسان کیا، البتہ گواہ حضرات اپنی بات کی حقیقت سے زیادہ اگاہ ہیں_

یونس بن عبید ثقفی جو سمیہ کا بھائی تھا اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور اس نے کہا، معاویہ رسول (ص) اسلام کا ارشاد گرامی ہے کہ بچہ شوہر کا ہوگا اور زانی کے لئے سنگساری ہے، الولد للفراش وللزانی الحجر لیکن اس قانون کے ہوتے ہوئے تم نے ابو سفیان کے زنا کو ابو مریم کی گواہی پر حکم دیا ہے اور غیر شرعی فرزند کو اس کے حد کے بدلے میں بیٹا بنا رہا ہے جبکہ اس طرح کا قانون نہ کتاب خدا میں ہے اور نہ ہی حدیث پیغمبر (ص) میں_

معاویہ نے جب ماحول کو خطرناک دیکھا تو ڈرا دھمکا کر کہا، اے یونس اپنا منھ بند کر لو ورنہ ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا_

یونس نے جواب دیا کہ، ایا قتل کے علاوہ کچھ اور کر سکتے ہو_

جب یونس نے معاویہ کی تہدید کو اٹل دیکھا تو خاموش ہو کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ، ہم اپنے پروردگار سے طلب مغفرت کرلینگے اس واقعہ نے جہان اسلام میں کافی ہنگامہ مچایا، اور شعراء عرب نے مذمت امیز اشعار کہے، جن میں ایک عبدالرحمن بن حکم کا شعر ہے جس کا ترجمہ یہ ھیکہ:_ معاویہ بن حرب سے کہدو کہ میں مرد یمانی ہوں، ایا ناراض تو نہ ہو جائو گے، اگر یہ کہیں کہ تمہارا باپ عفیف و پاک دامن ہے_ اور خوش ہو جائو گے اگر یہ کہا جائے کہ تیرے باپ نے( زیاد کی ماں سمیہ سے ) زنا کیا تھا_

میں گواہی دیتاہوں کہ تمھاری رشتہ داری زیاد سے اسی طرح ہے جس طرح ہاتھی کی گدھے کے بچے سے (1)

مشہور دانشور اور مورخ ابن اثیر لکھتے ہیں:

زیاد کو ابو سفیان کا بیٹا قرار دینا یہ پہلا حکم تھا جو علنی طور پر شریعت مقدس کے قوانین کے بر خلاف بیان کیا گیا، جبکہ رسول اسلام (ص) کا ارشاد گرامی ہے کہ، بچہ شوہر کا ہوگا اور زانی کے لئے سنگساری ہے_ الولد للفراش وللعاهر الحجر (2)

## سنگین ٹیکس

جیسا کہ اپ نے پہلے ملاحظہ فرمایا کہ معاویہ نے اس وقت کے مکاروں کو مختلف ذریعوں سے اپنے قبضے میں کر لیا تھا_

کسی کو عہدے دیکر کسی کو دولت وثروت دے کر اور کسی سے رشتہ ناطہ جوڑ کر ان سبھوں کو کفر وجاہلیت کی فوج بنا کر اموی پارٹی سے ملحق کر دیا تھا_

دوسری طرف طاقتور قبیلوں کے سرداروں نیز دشمنوں سے چاپلوسی، نرم دلی، بخشش اموال اور بردباری کا اظہار کر کے اس لئے ان لوگوں کو خاموش کر دیا تھا، کہ یہ لوگ اسکی حکومت کے خلاف سازش نہ کر سکیں_

البتہ اس کی ضمیر فروش حکومت کے اتے ہی شروع ہو گئی تھی، لیکن جب ستون حکومت مضبوط ہو گیا اور ماحول سازگار ہو گیا تو اس وقت اپنے کینہ وعناد کو نکالنے کے لئے سارے حکمرانوں کو حکم دیا کہ تمام سرزمین اسلامی کے اموال جمع کر لئے جائیں تا کہ گذشتہ کی طرح روساء قوم کے پاس زر وجواہر نہ رہے (3)

معاویہ کی طمع دن بدن بڑھتی جارہی تھی، چنانچہ مسلمانوں کے اموال کو ہڑپنے کے لئے ایک نیا حیلہ تلاش کر کے ایک دن حکم دیا کہ ساسانی بادشاہوں کی زمینوں پر جو کوفے کے اطراف میں تھی اس پر کھیتی کی جائے اور اسکا خراج ہمیں بھیج دیا

---

1_ ابن عساکر ج 5 ص409 ، طبری ج 4 ص259

2_ مروج الذهب، انساب الاشراف

3_ تاریخ ابن اثیر ج 3 ص202 ، سیر اعلام النبلاج 2 ص340

جائے،ان زمینوں کا سالانہ ٹیکس تقریبا پانچ لاکھ درہم ہو تا تھا_

دوسری مرتبہ حکم دیا کہ بصرہ کے اطراف کی پیداوار بصرہ سے متعلق ہے اور اسکا حاکم عبدالرحمن بن ابو بکر ہے_

تیسری مرتبہ امیر شام معاویہ نے یہ حکم دیا کہ_ ایام نوروز میں ایراني، گذشتہ بادشاہوں کو تحفہ و تحائف دیتے تھے اس سال میرے پاس تحفے بھیجیں، گویا وہ عصر جاہلیت کا امپراطور بنا ہوا تھا، اور اپنے باپ کی وصیت کہ" خلافت کو بادشاہت میں تبدیل کر دینا" کو عملی جامہ پہنا رہا تھا_

ایران و عراق کے غریبوں کو جو ایام نوروز میں تحفہ دینا ضروری تھا تقریبا لاکھوں درہم تک پہونچتا تھا(1)

معاویہ نے صرف کوفہ و بصرہ کی پیداوار کو غصب نہیں کیا بلکہ یمن، شام، اور بین النہرین پر بھی ہاتھ مار کر ان زمینوں کو جو حکومتی تھیں ہڑپ لیا، اس طرح اکثر بلاد اسلامی کی دولت و ثروت خاندان اموی اور معاویہ کے رشتہ داروں میں چلی گئی_

معاویہ کی ہٹ دھرمی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ دو مقدس شہروں مکہ و مدینہ کو بھی نہیں چھوڑا اور ان دونوں شہروں سے اسکے پاس خرما اور گیہوں اتے تھے اسی میں فدک بھی تھا جو معاویہ نے مروان بن حکم کو دیدیا تھا(2)

جب حکومت اموی مضبوط ہو گئی تو معاویہ کی سیاست بھی بدل گئی ابھی تک دشمنوں سے اچھے روابط تھے لیکن جب انکو دولت و ریاست کے ذریعہ رام کر دیا تو اپنے کینہ دیرینہ کو اشکار کیا، لہذا جب مدینہ ایا اور بنی ہاشم اپنی مشکلات کو لیکر گئے تو انکو دیکھتے ہی کہنے لگا کہ_ کیا کام ہے ایا اس میں راضی نہیں ہو کہ ہم تمھارے خون کو ( قتل عثمان کے باوجود ) محترم جانے ہوئے ہیں؟

خدا کی قسم_ تم لوگوں کا خون بہانا جائز ہے؟

معاویہ کا لب و لہجہ اتنا برا تھا کہ گویا اس نے کچھ کیا ہی نہیں ہے اور عثمان کی مدد میں گویا اپنی کو تاہی بھول بیٹھا ہے؟

بات اتنی بڑھ گئی کہ امیر المومنین کے شاگرد ابن عباس ( حبر الۃ ) بول اٹھے

اے معاویہ_ جو کچھ تم نے ہماری نسبت کہا ہے تیری شرارت و خباثت باطنی کے علاوہ کچھ نہیں ہے_

---

1_ یعقوبی ج 2 ص218 چاپ بیروت

خدا کی قسم، پہلے تم اس سزا کے مستحق ہو کیونکہ تم نے خون عثمان کے نام پر لوگوں کو بھڑکایا اور اس کے خون کا بدلہ لینے کے لئے تم اٹھے_

ابن عباس نے اتنا سنایا کہ معاویہ کو پانی پانی کر دیا، پھر انصار ملنے گئے تو معاویہ نے ان لوگوں سے سخت لہجہ میں گفتگو کی اور انکو ذلیل کرنے کے لئے ایک جملہ چست کیا کہ وہ تمہارے پانی ڈھونے والے اونٹ کیا ہوئے؟

انصار نے غصہ میں جواب دیا، جس وقت جنگ بدر میں باپ بھائي اور دادا کو مارا تھا اس وقت انکو ہاتھ سے کھو دیا_

پھر انصار نے کہا کہ_ ہم صرف خدا اور رسول کے حکم کی بنا پر چھوڑ رہے ہیں_

معاویہ نے پوچھا_ یہ بتائو تم کو کیا وصیت کیا ہے؟

ان لوگوں نے کہا صبر و نیکی کا حکم دیا ہے معاویہ نے کہا_ تو پھر صبر کرو

جس گھڑی مدینہ سے معاویہ شام واپس ہونے لگا تو اس کی کوئي خواہش پوری نہیں ہوئي(1) _

اسی سفر میں معاویہ نے یہ حکم دیا کہ منبر و عصاء رسول(ص) کو شام لے چلو کیونکہ اہل مدینہ نے عثمان کو قتل کیا ہے لہذا ان چیزوں کا یہاں رہنا مناسب نہیں ہے مامورین ایک طرف عصاء رسول(ص) کو تلاش کر رہے تھے تو دوسری طرف منبر کو اٹھا رہے تھے مورخین کہتے ہیں_

جیسے ہی مامورین نے منبر کو اٹھایا تو آواز انے لگی اور سورج کو گہن لگ گیا لہذا انھوں نے اسکو چھوڑ دیا(2)

بعض کہتے ہیں کہ اصحاب پیامبر(ص) نے منع کیا اور اس طرح نقشہ معاویہ نقش بر اب ہو کر رہ گیا، جس زمانے میں معاویہ نے اپنی سیاست بدل دی تھی، اور اپنی پرانی عادت پر اگیا تھا، تو اکثر شیعیان حیدر قید و شکنجے میں تھے، کیونکہ معاویہ نے تمام حکمرانوں کو دستور دے دیا تھا کہ منبروں سے امام(ع) بزرگوار پر نفرین کی جائے، لہذا امام(ع) کے چاہنے والوں کے لئے ان دو راستوں کے علاوہ کوئي چارہ نہیں تھا، _1_ یا جنگ کریں تو اس صورت میں یا قتل کئے جاتے ہیں یا زندان کی زندگی گزارتے ہیں_ 2_ یا چپ رہیں تو پھر دل دکھتا ہے_

جب مغیرہ بن شعبہ حاکم کوفہ بن کر جارہا تھا تو معاویہ نے اس سے کہا کہ، ہمیں تم سے مختلف موضوعات پر گفتگو کرنی تھی

---

1_ یعقوبی ج 2 ص 223

لیکن ان تمام باتوں کو چھوڑ تاہوں کیونکہ تم ایک فہیم وچالاک انسان ہو، مگر ایک بات جو بہت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ علی(ع) پر نفرین کرنانہ بھولنا_ اور عثمان کے حق میں ضرور دعا کرنااس کے بعد شیعیان علی(ع) کے بارے میں کہا کہ ان پر کڑی نظر رکھنااور ان سے سختی سے پیش انااور عثمان کے چاہنے والوں کے ساتھ اچھاسلوک کرنااور انکو ہم مصاحب بنانا؟

معاویہ کے اس بدترین دستور نے خون کابازار گرم کر دیاتاریخ اسلام اسکی شاہد ہے جسکی تفصیل ائندہ بیان ہو گی_

109

## شیعہ شکنجہ وازار میں

اس سے پہلے اجمالی طور پر بیان ہو اکہ معاویہ نے اپنے تمام حکمرانوں کو حکم دے دیا تھا کہ موالیان امیر المومنین(ع) کو ایذاءواذیت دی جائے اور حضرت امیر المومنین(ع) پر علی الاعلان لعنت بھیجی جائے_ یہ حکم تمام بلاد اسلامی میں نافذ ہو گیا تھااور ان امور کی انجام دہی میں خلافت کی بڑی مشیزیاں ایڑی چوٹی کازور لگانے لگی تھیں_

مغیرہ بن شعبہ جو کوفے پر حکومت کر رہا تھا اس نے کبھی اس کام سے پہلو تہی نہیں کی اور جب تک حاکم کوفہ رہااس نے حضرت علی(ع) کوبرا بھلا کہا_ البتہ اس کی باتوں کامنھ توڑ جواب حجر بن عدی جیسے بہادر نے ہمیشہ دیا_ مگر مغیرہ کے جہنم واصل ہونے کے بعد حکومت کوفہ پر زیاد بن ابیہ حاکم منصوب ہوا_ اس نے بھی حسب دستور قدیم وہی کیا جس کی بناء پر کوفہ میں بار دیگر لعن طعن کاسلسلہ شروع ہو گیاایک روز زیاد نے کچھ کہاتو شیر دل حجر بن عدی نے اس کامنھ توڑ جواب دیا_

مورخین لکھتے ہیں:

ایک روز زیاد بن ابیہ نے خطبہ کو بہت طول دیدیا حجر بن عدی ڈرے کہ کہیں نماز کاوقت نہ نکل جائے_ لہذا باواز بلند کہانماز_ پھر بھی کان نہیں دھرا_ جب تیسری مرتبہ بھی ایساہی ہواتو حجر بن عدی نے ایک مٹھی خاک اٹھاکر زیاد کے اوپر پھینک دی اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے ان کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی نماز پڑھنے لگے_ زیاد نے مجبوراًاپنے خطبہ کو تمام کر کے ان لوگوں کے ساتھ نماز کے لئے کھڑاہو گیا_

جب نماز تمام ہو گئی تو زیاد نے اپنے چوکیداروں سے کہا کہ حجر بن عدی کو گرفتار کرلو_



لیکن ان کے رشتہ داروں (قبیلہ کندہ) نے ان کو کہیں چھپادیا_ لہذا حکومتی مامورین حجر بن عدی کو گرفتار نہ کرپائے_

زیاد نے حجر بن عدی کو گرفتار کرنے کے لئے ایک حیلہ اختیار کیا کہ_ قبیلہ کندہ کے سرداروں کو بلا کر یہ کہا کہ ہم حجر بن عدی کو امان دیکر معاویہ کے پاس بھیجیں گے_ تاکہ وہ ان کے بارے میں فیصلہ کرے_

ان لوگوں نے اس کی بات مان لیا_ زیاد نے حجر اور ان کے گیارہ ساتھیوں کو لیکر قید خانہ میں ڈالدیا پھر شہر کے مشہور ضمیر فروشوں کی گواہی و دستخط لے کر حجر اور ان کے ساتھیوں پر الزام لگایا کہ ان لوگوں نے خلیفہ وقت معاویہ کو برابھلا کہاہے اور لوگوں کو اپ کے خلاف جنگ اور حاکم کوفہ کے خلاف ورغلایاہے_

ان دستخطوں میں قاضی شہر شریح بن ہانی کی بھی جعلی دستخط کرکے زیاد نے معاویہ کے پاس ان لوگوں کے ساتھ خط بھی روانہ کیا،_ جب شریح کو یہ بات معلوم ہوئی تو شہر سے نکلا اور ان لوگوں کا پیچھا کیا اور جب ملاقات ہو گئی تو ایک خط ان کے ہاتھ سے معاویہ کے پاس بھیجوایا جب زیاد کے مامورین حجر اور انکے ساتھیوں کو لیکر معاویہ کے پاس پہونچے تو ان لوگوں نے زیاد کا خط دیا اور ساتھ ہی ساتھ قاضی شریح کا بھی خط دیا_

جب امیر شام معاویہ نے جھوٹی گواہی اور شریح کا خط پڑھا جس میں یہ لکھا تھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ زیاد نے میری طرف سے جھوٹی گواہی اپنے خط میں لکھی ہے جبکہ میری گواہی یوں ہے حجر عابد، شب زندہ دار، زکات دینے والا اور ہر سال حج و عمرہ کو انجام دیتا ہے، امر بالمعروف و نہی از منکر کرتا ہے، یہ وہ شخص ہے جو دوسروں کے جان ومال پر تجاوز، حرام جانتا ہے اب تمہیں اختیار ہے کہ چاہے قتل کرو یا اسکو چھوڑ دو_

معاویہ نے شریح کا خط پڑھنے کے بعد کہا کہ اس شخص نے اپنی شہادت کو ان لوگوں سے الگ کرلیا ہے معاویہ نے حکم دیا کہ ان لوگوں کو " مرج غدرائ" میں جو دمشق کے نزدیک تھا قید کردو_

مگر حجر کے ساتھی زیادہ دن قید خانہ میں نہیں رہے، کیونکہ بعض لوگوں نے سفارش و پیروی کردی تو معاویہ نے انکو ازاد کردیا، لیکن کچھ افراد کے لئے معاویہ نے دوسرا حربہ استعمال کیا کہ اپنے سپاہیوں کے ذریعہ سے ان لوگوں کو خوب ڈرایا دھمکایا تاکہ یہ لوگ حضرت علی (ع) کو برابھلا کہنے لگیں تب جاکر ازاد کرے گا_

اس مقام پر باقیماندہ افراد دو گروہ میں بٹ گئے، وہ افراد جو حقیقی معنوں میں امام (ع) کے چاہنے والے تھے اور اسلام انکی نظروں میں تھا ان لوگوں نے کہا نہیں



چنانچہ معاویہ کے مامورین نے انکی انکھوں کے سامنے قبر کھودی کفن تیار کیا لیکن حجر اور ان کے بعض ساتھی ٹس سے مس نہ ہوئے بلکہ، اپنی زندگی کی اخری رات کو عبادت الہی میں گزاری، جی نہیں، بلکہ جو مخلص و مومن ہوتے ہیں

وہ صرف اخری لحات کو عبادت میں نہیں گزارتے بلکہ انکی پوری زندگی یاد خدا میں گذرتی ہے تاکہ جب اپنے محبوب سے ملاقات کریں تو سب سے بافضیلت شمار ہوں_

صبح سویرے ان لوگوں کو قتل کرنے کے لئے لایا گیا، حجرنے سپاہیوں سے کہا کہ مجھے اتنی مہلت دیدو کہ وضو کرکے نماز پڑھ لوں، اس لئے کہ جب بھی ہم نے وضو کیا ہے ضرور نماز ادا کی ہے سپاہیوں نے نماز کی اجازت دی اپ نے نماز زیادہ طولانی نہیں پڑھی اسکے بعد بارگاہ خداوندی میں دونوں ہاتھوں کو بلند کرکے کہا، پروردگارا، ہم مسلمانوں کی شکایت تیری بارگاہ میں کرتے ہیں، اسکے بعد کہا، خدا کی قسم، اگر تم لوگوں نے مجھے اس سرزمین پر قتل کیا تو یاد رکھو میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے اس سرزمین پر تکبیر بھی کہی اور اتے ہی مار ڈالا بھی گیا_

جب جلاد شمشیر لیکر اگے بڑھا تو حجر بن عدی کا جسم تھوڑا سا کانپنے لگا، ان لوگوں نے کہا کہ تم تو کہتے تھے کہ ہم موت سے نہیں ڈرتے ہیں اب بھی موقع غنیمت ہے اپنے اقا مولی سے بیزاری اختیار کرلو تاکہ جان بچ جائے_

حجر بن عدی نے کہا، اخر ہم کیوں نہ خوف کھائیں قبر کھودی ہوئی ہے کفن امادہ اور اپنے سامنے تلوار کو ننگی ہوئی دیکھ رہا ہوں، پھر بھی موت سے نہیں ڈر رہا ہوں بلکہ زبان سے وہ بات نکل نہ جائے جس سے خدا غضبناک ہو جائے_

حجر اور ان کے ساتھی شہید کر دیئے ئے

لیکن حجر کے دو ساتھیوں نے سپاہیوں سے کہا کہ ہم لوگوں کو معاویہ کے پاس لے چلو ہم لوگ امیر المومنین (ع) سے بیزاری کرتے ہیں_

یہ دونوں معاویہ کے یہاں لائے گئے تو معاویہ نے ایک سے مخاطب ہو کر کہا، ایا علی کے دین سے تم بیزار ہو؟

اس نے سکوت اختیار کر لیا تو اسکے رشتہ دار نے معاویہ سے سفارش کرکے اسکو چھوڑ الیا اور حکم دیا کہ انکو شہر موصل جلاوطن کر دیا جائے_

معاویہ دوسرے شخص سے مخاطب ہوا اور اس سے کہا، اے برادر ربیعی تم علی کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

اس نے جواب دیا کہ مجھے چھوڑ دو اور اس سوال سے در گزر کرو کیونکہ تیرے حق میں بہتر ہے، معاویہ نے کہا، خدا کی قسم

ہم تم کو کسی صورت میں نہیں چھوڑیں گے اس مرد کوفی نے للکارتے ہوئے کہا کہ میں گواہی دیتاہوں کہ علی(ع) وہ تھے جو عبادت گذار اور انھوں نے حق کی تلقین کی عدالت کو قائم کیااور لوگوں کی خطائوں کو معاف کیا_

امیر شام معاویہ نے پوچھا، عثمان کے بارے میں تمھارا کیاخیال ہے_

مرد کوفی نے کہا، عثمان پہلا شخص تھاجس نے ظلم وستم کے دریچے کو باز کیااور راہ حق کو مسدود کیا، معاویہ نے کہا، تم نے خود کو موت کے منھ میں ڈالا ہے_

کوفی شیر نے کہا، جی نہیں، ہم نے تم کو مار ڈالا ہے

پھر عرض کیااس مقام پر قبیلہ ربیعہ کا کوئي فرد نہیں ہے جو ہماری مدد کرے، اس وقت معاویہ نے کہا کہ زیاد بن ربیعہ کے یہاں بھیجدو اور معاویہ نے زیاد کو خط لکھا کہ اس شخص کو اذیت وتکلیف کے بعد قتل کرنا، زیاد پلید نے معاویہ کے دستور کو انکھوں پر لگایااور اس مرد کوفی کو امیر المومنین کی محبت کے جرم میں زندہ در گور کر دیا گیا(1)

ابن عبدالبر اپنی مشہور کتاب استیعاب میں لکھتے ہیں:

جس وقت حجر بن عدی قتل کئے جارہے تھے تو انکے خاندان کے افراد وہاں موجود تھے انھوں نے وصیت کی کہ جب ہم قتل کر دیئے جائیں تو میری ہتھکڑیوں کو ہاتھ سے نہ اتارنااور نہ ہی غسل دینا تا کہ اسی حالت میں معاویہ سے پل صراط پر ملاقات کریں اور اسکی محشر میں اسی عالم میں شکایت کریں(2)

معاویہ نے جس طرح حجراور انکے ساتھیوں کو قتل کیااسی طرح اکثر شیعیان علی(ع) کو خاک وخون میں غلطاں کیا،کیونکہ ایک طرف ان لوگوں سے اپنے کینہ دیرینہ کو نکالا تو دوسری طرف اپنی حکومت کے ستون کو مضبوط کیااس لئے کہ ہر گھڑی ممکن تھا کہ جاہلیت کے لئے دوسرا وبال جان کھڑا نہ ہو جائے، اور شورش وفتنہ کی اگ بھڑک نہ اٹھے ورنہ حکومت کے لئے خطرہ کی گھنٹی بجنے لگے گی،ہاں_ امیر شام معاویہ نے اپنی حکومت کو ٹھوس کرنے کے سلسلے میں کسی منکرات سے روگردانی نہیں کی، معاویہ نے دور جاہلیت کا طور طریقہ اپنار کھا تھاجب جہالت حکومت کرے اور کوئي

---

1_ طبری ج 6 ص155

2_ استیعاب اسد الغابہ ج 1 ص386

قانون نہ رہے تو با عظمت انسانوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہتی ہے، اس نے اپنے ابتدائی بیس سالہ خلافت کو حکومت میں تبدیل کیا اور جب حکومت مستحکم ہو گئی تو اسکو موروثی بنا کر اپنے بیٹوں میں سونپنا چاہا جسکی تفصیل ائندہ ائے گی

## حکومت خاندانی ہوتی ہے

جب معاویہ کی حکومت قائم ہو گئی اور اسکے ستون استوار ہو گئے اور اسکو کسی چیز کا خطرہ نہیں رہا تو ایک فکر نے جنم لیا، اور شاید کہا جاسکتا ہے یہ کوئی نئی بات نہیں تھی، بلکہ اسکے باپ ابو سفیان کی وصیتوں میں سے ایک تھی جس کو اپ نے ملاحظہ فرمایا کہ وہ حکومت اموی کو خاندانی بنانے کی فکر تھی_ اس ہدف تک پہونچنے کے لئے معاویہ نے بہت ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور مقصد کے حصول کی خاطر حیلہ و مکاری اور جنایت کا سہارا لیا_

مشہور دانشور ابن عبد ربہ اندلسی لکھتے ہیں:

معاویہ نے مسلسل سات سال تک مکار سیاستمداروں کو بڑھایا اور دولت و ثروت کے ذریعہ لوگوں کو قریب کیا پھر مکاران وقت پر لطف و مہربانی کر کے انکو اپنے ہاتھوں میں لیا، تب جا کر اس بات کی کوشش کی کہ لوگوں کو بیعت یزید پر امادہ کرے_

امیر شام معاویہ نے جس طرح اپنی حکومت کو مستحکم کرنے میں تمام فریبانہ الات سے کام لیا تھا اسی طرح یزید کی بیعت کے سلسلے میں ہو بہو انھیں وسائل کو بروئے کار لایا، یہ وہ وسائل تھے جو معاویہ کی راہ میں کام ارہے تھے، اور اگر اسکی مکاری و دھوکہ دھڑی مات کھا جاتی تھی تو فوراحربہ کو استعمال کر لیتا تھا حتی مسالمت امیز دشمن کو بھی قتل کرنے سے خوف نہیں کھاتا تھا_

بعض مورخین نے حکومت کو موروثی بنانے کی یوں منظر کشی کی ہے

ابن اثیر لکھتے ہیں کہ: یزید کی بیعت کے سلسلے میں جس شخص نے سب سے پہلے پیشنہاد کی وہ مغیرہ بن شعبہ ہے جب معاویہ نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اسکو حکومت کوفہ سے برخاست کر کے اسکی جگہ سعید بن عاص کو جس کا شمار امویوں میں ہوتا تھا اس شہر کا حاکم منصوب کر دے، اور اسکی خبر مکار مغیرہ کو ہو گئی تو یہ چند، ساتھیوں کے ساتھ شام ایا، جب شہر دمشق



میں داخل ہوا تو اپنے ساتھیوں سے کہا، اگر ہم لوگ اس ملاقات میں اپنی حکومت کو نہ بچاسکے تو یاد رکھو کہ ہمیشہ کے لئے سنہرا موقع ہاتھ سے کھو دینگے_

پہلے یزید کے پاس ایااور اس سے یوں گفتگو کی کہ، اصحاب رسول(ص) وبزرگ سردار قریش سب کے سب دنیا سے رخت سفر باندھ چکے ہیں اب صرف ان کی اولادیں رہ گئی ہیں، ان میں سب سے بہتر تم ہو اور سنت رسول اکرم (ص) سے واقفیت بھی رکھتے ہو نیز حکومت چلانے کی صلاحیت بھی تم میں پائی جاتی ہے؟

مگر مجھے نہیں معلوم کہ امیر المومنین ( معاویہ ) کو کن مشکلات کا سامنا ہے جو لوگوں سے تمہاری بیعت نہیں لے رہے ہیں؟

یزید نے کہا، اگر اس کام کو انجام دیا جائے تو بہتر ہو گا؟

مغیرہ نے کہا، جی کیوں نہیں، ملاقات تمام ہو گئی، ان تمام باتوں کو یزید نے معاویہ سے بیان کیا، معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو بلایا اور اس سے حالات معلوم کئے مکار مغیرہ نے کہا، کہ تم تو خود حالات کو جانتے بھی ہو اور اس کا مشاہدہ بھی کئے ہوئے ہو کہ عثمان کے بعد ان تمام خونریزیوں وجنگوں کے ذریعہ تخت حکومت پر ائے اور یزید تیری جانشینی کا حقدار بھی ہے، لہذا اس میں دیر نہ کرو اور اسکے لئے لوگوں سے بیعت لو، اگر کوئی مہم در پیش ہوئی تو لوگوں کی پشت پناہی سے تمہارا جانشین بن جائے گا اور ایک قطرہ بھی خون کا زمین پر نہیں گرے گا_

معاویہ نے کہا، اسکی ذمہ داری کون قبول کرے گا_

مغیرہ نے جواب دیا، کوفہ کی ذمہ داریوں کو میں سنبھالتا ہوں اور زیاد کو بصرہ کی ذمہ داری سونپ دی جائے، پھر ان دونوں شہروں کے بعد کسی میں ہمت وجرائت نہیں ہے کہ تمھاری مخالفت کرے_

معاویہ نے کہا، تم کوفہ چلے جائو اور اس سلسلہ میں اپنے دوستوں سے صلاح ومشورہ کرو، پھر دیکھا جائے گا کہ حالات کس کروٹ لیتے ہیں_

مغیرہ بن شعبہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس چلا ایا اور عرض کیا ہم نے معاویہ کو اس سرکش مرکب پر سوار کر دیا ہے جسکی منزل بہت دور ہے اور امت محمد (ص) کے امور کو اس طرح پارہ پارہ کر دیا ہے کہ ہرگز جڑ نہیں سکتا_

مغیرہ بن شعبہ نے کوفہ پہونچتے ہی کچھ دوستداران بنی امیہ کو اپنے فرزند موسی کے ہمراہ شام بھیجا، اور ان لوگوں میں تین لاکھ درھم تقسیم کئے تا کہ معاویہ کے پاس جا کر یزید کی بیعت کے لئے پیشکش کریں_

جب معاویہ سے ملاقات کرنے گئے اور اس بات کو اسکے سامنے رکھا تو اس نے جواب دیا کہ ابھی اس کام میں جلدی نہ کرو البتہ ایسا نہ ہو کہ تم لوگ اپنی رائے کو بھول بیٹھو پھر فرزند مغیرہ کو چپکے سے بلایا اور اس سے کہا، کہ تمہارے باپ نے ان لوگوں کے دین کو کتنے میں خریدا ہے، موسی نے کہا، تین لاکھ درہم میں_

معاویہ نے کہا_ ان لوگوں نے بہت سستے میں اپنا دین بیچ ڈالا ہے(1)

## یزید کی بیعت بصرہ میں

جس زمانے میں مغیرہ بن شعبہ اہل کوفہ کو بیعت یزید پر ابھار رہا تھا تو اس وقت معاویہ نے حاکم بصرہ زیاد بن ربیعہ کو یوں خط لکھا:

مغیرہ اہل کوفہ سے یزید کی بیعت لے رہا ہے جبکہ تم مغیرہ سے ان امور میں زیادہ حقدار ہو کیونکہ یزید تمہارے بھائی کا بیٹا ہے، لہذا جیسے ہی میرا خط ملے فورا بصرہ والوں سے یزید کی خلافت و ولیعہدی کے سلسلے میں بیعت لو_

جب معاویہ کا خط زیاد کو ملا تو اس نے اسکو پڑھنے کے بعد اپنے جگری دوست کو بلایا اور اس سے کہا کہ ہم تمہارے اوپر بھروسہ کرتے ہوئے ایک پیغام تمہارے حوالے کرنا چاہتے ہیں اور اس پیغام کے پہونچانے کا حق تمہیں کو ہے_

معاویہ کے یہاں جا کر کہنا کہ تمہارا خط ملا اور اس میں جس چیز کے سلسلہ میں لکھا ہے اگر اسکی طرف لوگوں کو دعوت دوں تو اہل بصرہ کیا کہیں گے جبکہ یزید کتا اور بندر سے کھیلتا ہے_ اور ہر روز رنگ برنگ کا فاخرہ لباس زیب تن کرتا ہے اور ہمیشہ شراب میں مست رہتا ہے، نیز گانے بجانے سے بھی پرہیز نہیں کرتا درانحالیکہ اسکے مقابلے میں حسین بن علی(ع) ،عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر، اور عبداللہ بن عمر، جیسے افراد موجود ہیں، لہذا ایک صورت باقی رہ جاتی ہے کہ تم اس سے کہو کہ ایک دو سال اپنے رقیبوں کی طرح اخلاق سے اراستہ و مزین ہو اس صورت میں جا کر شاید، ہم لوگوں کو فریب دینے کی کوشش کریں زیاد کے فرستادہ نے ان باتوں کو معاویہ سے بیان کیا_

معاویہ نے کہا_ ،وائے ہو فرزند عبید پر خدا کی قسم میں نے سنا ہے کہ گانے والی عورتوں نے اسکے بارے میں کہا کہ

---

1_ ابن اثیر ج 3 ص 15 ، طبری ج6 ص170

میرے بعد امیر زیاد ہو گا_

خدا کی قسم_ اسکے نسب کو اسکی ماں سمیہ اور غلام عبید سے بار دیگر جوڑ دونگا(1)

طبری وابن اثیر نے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ اس داستان کی تفصیل کو یوں بیان کیا ہے_ زیاد کے دوست نے کہا:

تم معاویہ کے حکم کو نظر انداز نہ کرو اور یزید کو اس طرح برا بھلا نہ لکھو، ہم یزید کے پاس جاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ خلیفہ ( معاویہ ) نے تمہاری بیعت کے سلسلہ میں زیاد سے صلاح ومشورہ لیا ہے، لیکن زیاد لوگوں کی مخالفت سے ہراساں ہے کیونکہ تمہارے اعمال ناشائستہ کو لوگ دیکھ رہے ہیں لہذا زیاد کی رائے یہ ہیکہ تم ان افعال سے دستبردار ہو جائو تا کہ امکان بیعت اور تمہاری خلافت کی راہ ہموار ہو جائے زیاد نے اپنے جگری دوست کی رائے کو پسند کیا اور اسکو شام بھیجا، اس نے یزید سے ملاقات کی اور زیاد کی رائے کو بیان کیا، یزید نے بھی زیاد کے مشورے کو سراہا پھر وقتی طور پر منکرات سے دستبردار ہو گیا_

جب فرستادہ زیاد نے معاویہ کو خط دیا تو اس میں زیاد نے لکھا تھا کہ ابھی اس کام میں جلدی نہ کرو اس نے بھی زیاد کی رائے کو پسند کیا لیکن جب زیاد اس دنیا سے چلا گیا، تو معاویہ نے بیعت یزید کے لئے اپنی کمر کس لی اور سب سے پہلے اس کام کے لئے عبد اللہ بن عمر کے پاس ایک لاکھ درھم بھیجوایا، جب عمر کے سپوت نے اس بھاری رقم کو قبول کر لیا تو فرستادہ معاویہ نے یزید کی بیعت کرنے کے لئے کہا: عبد اللہ بن عمر نے کہا، اچھا معاویہ کی یہ خواہش تھی اگر ہم اس قلیل رقم میں یزید کی بیعت کر لیں تو گویا اپنے دین کو بہت سستے میں فروخت کر دیا ہے(2)

## شام میں یزید کی بیعت

مشہور عالم ابن اثیر لکھتے ہیں:

" جس گھڑی معاویہ نے خلافت یزید کا مصمم ارادہ کر لیا تو اہل شام کے درمیان یوں خطبہ دیا_ اے لوگو_ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور موت تعاقب کر رہی ہے لہذا میں چاہتا ہوں کہ ایک شخص کی تم لوگوں سے بیعت لے لوں، مگر شرط یہ ہے

---

1_ استیعاب ابن کثیر

2_ مسند احمد ج 4 ص92

کہ تم لوگ بھی ہماری طرح اسی جگہ پر اپنی رائے کو پیش کرو تا کہ بغیر رائے کے اس کام کو انجام نہ دیا جائے، حاضرین نے متفق الرائے ہو کر کہا کہ ہم لوگ عبد الرحمن بن خالد کی حکومت و خلافت سے راضی ہیں_

اس رائے نے معاویہ کو چکرا دیا کیونکہ اس نے سوچا تھا کہ لوگ ضرور یزید کو اس کام کے لئے منتخب کریں گے، اس نے اپنی موجودگی میں دیکھ لیا کہ لوگوں نے یزید کی طرف بالکل توجہ نہیں دی_

معاویہ اس پر اگ بگولا تو ہو گیا تھا لیکن لوگوں پر اظہار نہیں کیا، کیونکہ اہل شام چالیس سال سے اس کی حکومت و سلطنت کے سائے میں زندگی گزار رہے تھے اور ہمیشہ خطرناک موقع پر اس کا ساتھ بھی دیئے تھے اسی بنا پر اپنے غصے کو پی گیا_

اب صرف فکر یہ تھی کہ اس کانٹے کو کیسے صاف کیا جائے، جب عبد الرحمن بن خالد مریض ہوا تو معاویہ نے اپنے یہودی طبیب کو اس کی عیادت و علاج کرنے کے لئے بھیجا_ یہ طبیب.......... معاویہ کا راز دار بھی سمجھا جاتا تھا لہذا معاویہ نے اسکو حکم دیا تھا کہ کسی حیلہ و بہانہ کے ذریعہ سے عبد الرحمن کو زہر دیدے_

ضمیر فروش طبیب نے حکم معاویہ کے مطابق عبد الرحمن بن خالد کو مسموم کر دیا زہر اتنا خطرناک تھا کہ عبد الرحمن کا شکم چاک ہو گیا اور اس طرح دنیا سے چلا گیا(1)

طبری و ابن اثیر اس واقعہ کو یوں نقل کرتے ہیں:

معاویہ نے اپنے عیسائی طبیب جس کا نام ابن اثال تھا اسکو حکم دیا کہ جسطرح بھی ممکن ہو عبد الرحمن کو قتل کر دے، اور اسکے بدلے میں تمام عمر کا ٹیکس معاف ہو جائے گا نیز شہر حمص کا ٹیکس وصول کرے گا، اس جنایت کار طبیب نے عبد الرحمن کو زہر دیکر معاویہ کی دلی مراد پوری کر دی_

معاویہ نے اس خدمت کے عوض میں اپنا وعدہ، وفا کیا(2)

ابن عبد البر مزید لکھتے ہیں کہ، عبد الرحمن کی موت کے بعد اسکا بھائی جو دوسری جگہ رہتا تھا خفیہ طور پر دمشق ایا اور اپنے

---

1_ صحیح بخاری ج 3 ص126

2_ ابن اثیر ج 3 ص199 ، اغانی ج16 ص91 ، مستدرک ج 4 ص 481 ، ابن کثیر ج 8 ص 89 ، تہذیب ابن عساکر ج 4 ص226

غلام کے ساتھ یہودی طبیب کے کمین میں بیٹھ گیا_

جب طبیب شب کے سناٹے میں معاویہ کے یہاں سے جانے لگاتو اس پر حملہ کر دیاجو اسکے ساتھی تھے وہ بھاگ کھڑے ہوئے لہذا اسکو وہیں پر مار ڈالا_

ابن عبد البر اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتاہے کہ یہ واقعہ دانشوروں کے درمیان بہت مشہور و معروف ہے_

## یزید کی بیعت مدینہ میں

کتاب امامہ والسیاسۃ میں ابن قتیبہ نے یوں لکھاہے:

" معاویہ نے حاکم مدینہ مروان بن حکم کو خط میں لکھا کہ اہل مدینہ سے یزید کی بیعت کا مطالبہ کرو، یہ بات مروان پر گراں گذری تو تھی،ہي، دوسری طرف مدینہ کے سردار قریش کسی صورت میں یزید کی بیعت نہیں کر سکتے تھے، لہذا مروان نے معاویہ کے پاس ایک خط روانہ کیااور اس میں یہ لکھا کہ تمہارے رشتہ دار یزید کی بیعت سے کترا رہے ہیں لہذا تم اپنی رائے کو میرے پاس لکھ کر بھیجو_

معاویہ مروان کے منفی جواب سے بہت غضبناک ہوااور اسکو حاکم مدینہ کے عہدہ سے معزول کر دیا_ اور اسکی جگہ حاکم مدینہ سعید بن عاص کو بناڈالا_

مروان بنی امیہ کے چند افراد کے ساتھ شام ایااور غصے کے عالم میں معاویہ سے ملاقات کی اور خوب معاویہ کو برا بھلا کہا، لیکن سیاستمدار معاویہ نے نہایت ٹھنڈے اور نرم لہجے میں مروان سے گفتگو کی اور اس کی تنخواہ مزید بڑھاکے راضی کیااور واپس مدینہ بھیجدیا(1) _

معاویہ نے اس واقعے کے بعد، یزید کو بطور ولیعہد بنانے کی نئی چال چلی کہ، تمام سرداران بنی امیہ کے درمیان پھوٹ ڈالدیا، ایک خط حاکم مدینہ سعید بن عاص کو بھیجااور اس میں دستور دیا کہ مروان کے گھر کو مسمار کر دیاجائے اور تمام

---

1_ استیعاب ج 2 ص373،اسد الغابہ ج 3 ص306 ، اصابہ ج 2 ص400

اموال مجملہ باغ فدک بھی لے لیا جائے_

ابن اثیر لکھتا ہے:

امیر شام معاویہ نے 45ھ میں سعید بن عاص کو حکومت مدینہ سے برخاست کر کے بار دیگر مروان بن حکم کو حاکم مدینہ بنا دیا، سعید بن عاص کو حاکم مدینہ کے عہدے سے معزول کرنے کی علت یہ تھی کہ معاویہ نے اس کو خط لکھا تھا، کہ مروان کے گھر کو منہدم کر دے اور اسکی تمام جائیداد حتی فدک کو بھی چھین لے، لیکن سعید بن عاص نے معاویہ کے حکم سے سرپیچی کی، دوسری بار لکھا پھر بھی سعید نے نہیں سنا، اور ان دونوں خطوط کو اپنے پاس محفوظ کر لیا، جب حکومت مدینہ سے معزول ہو گیا اور اسکی جگہ مروان حاکم بن گیا تو معاویہ نے اس کو خط لکھا کہ سعید بن عاص کے گھر مسمار کر دے اور تمام جائیداد کو چھین لے_

مروان اپنے چند ساتھیوں سمیت سعید کے گھر کو ڈھانے کے لئے چل دیا_ سعید اپنے گھر سے نکلا اور مروان سے پوچھا اے فرزند عبد الملک_ تم ہمارے گھر کو ڈھانے کے لئے ائے ہو؟

مروان نے کہا_ جی ہاں_ امیر المومنین معاویہ نے ایسا ایسا خط لکھا ہے اور اس میں اس طرح کا حکم دیا ہے اگر وہ تم کو اس طرح کا حکم دیتا تو تم بھی ضرور اس کام کو انجام دیتے؟

سعید نے کہا_ ہم نے تو ایسا نہیں کیا؟

مروان نے کہا_ جی نہیں_ خدا کی قسم اگر تمہیں معاویہ اس کام کو انجام دینے کے لئے لکھتا تو تم ضرور اس کام کو انجام دیتے؟

سعید نے کہا، ہم ہر گز ایسا نہیں کرتے، پھر معاویہ کے ان دونوں خطوں کو اسے دکھلایا اور کہا_ معاویہ چاہتا ہے کہ ہمارے درمیان اختلاف کی دیوار کھڑی کر دے_

جب مروان نے سعید کے سلوک کو اس طرح پایا تو کہا، خدا کی قسم تم ہم سے بہتر ہو؟

اس واقعے کے بعد سعید بن عاص نے ایک خط معاویہ کو یوں لکھا کہ بڑی تعجب کی بات ہے کہ تم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ ایسا سلوک کر رہے ہو، تم نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ ہمارے درمیان ایک دوسرے کے خلاف بغض و کینہ کی دیوار کھڑی کر کے دشمن بنا دو_ امیر المومنین ( معاویہ ) تم نے ان تمام بردباری و صبر کے باوجود غصہ و عجلت سے کام لیا ہے

_ بجائے عفو و بخشش کے اپنے رشتہ داروں میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی ہے تا کہ اس کینے کو ہمارے فرزند میراث میں بانٹ لیں_ ٹھیک ہے ہم ایک خلیفہ زادے نہیں ہیں اور نہ کوئی قریبی رشتہ داری ہے البتہ ہم نے قصاص خون عثمان میں تمھاری نصرت کی ہے لہذا بہتر تھا کہ تم ہمارے ان حقوق کی رعایت کرتے جو تمھاری گردن پر تھے_

امیر شام معاویہ کا جب یہ نقشہ ناکام ہو گیا تو بہت شرمندہ و پشیمان ہوا لہذا دکھانے کے لئے ایک خط سعید کے پاس لکھا اور اس سے معافی مانگی(1)

## یزید کی بیعت بلیدان چاہتی ہے

معاویہ یزید کو اپنا جانشین بنانے کے سلسلے میں بہت پریشان ہو رہا تھا اسکو اس راہ میں روکاوٹیں پیش ارہی تھیں جن کا حل بہت مشکل تھا، لہذا ان موانع دور کرنے کی فکر میں لگ گیا ایک طرف اس وقت امام و پیشواء سبط رسول(ص) حضرت امام حسن(ع) تھے، دوسری طرف عمر بن خطاب کی چھ رکنی کیمٹی کا ایک ممبر اور بڑا سردار سعد بن ابی وقاص موجود تھا جسکو بعض لوگ اہمیت کی نگاہ سے دیکھتے تھے_

مشہور مورخ ابو الفرج اصفہانی لکھتے ہیں:

معاویہ اپنے فرزند (یزید) کی بیعت کا بہت خواہاں تھا، لیکن اس راہ میں سب سے بڑی اڑچن حضرت امام مجتبی(ع) اور سعد بن ابی وقاص تھے، اس نے ان دونوں کو ہٹانے کے لئے خفیہ طور پر ان لوگوں کو زہر دلوایا اور یہ دونوں زہر کی بناء پر اس دار فانی سے رخصت ہو گئے(2) امام حسن(ع) اور سعد بن ابی وقاص جو معاویہ کے ہدف میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے اسکی علت یہ تھی کہ سعد بن ابی وقاص عمر کی اس چھ رکنی کیمٹی کا اخری ایک ممبر تھا، جو خلیفہ کے تعین کے لئے وجود میں ائی تھی، اسکے بعد ان لوگوں کا دماغ اتنا اونچا ہو گیا تھا کہ گویا خلافت و حکومت کے چلانے کی تمام صلاحتیں انھیں لوگوں میں منحصر تھیں_

---

1_ استیعاب ج 2 ص 373

2_ طبری ج 5 ص 11

لیکن امام حسن(ع) جواپنی گذشتہ فضیلت و عظمت کے خاص مالک تھے انھوں نے معاویہ سے صلح کرتے وقت شرط رکھی تھی کہ امیر شام معاویہ اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد نہیں کر سکتا ہے اور اسکو حق نہیں ہے کہ کسی دوسرے کو اپنا ولیعہد بنائے(1)

مورخین نے سعد بن ابی وقاص کے مارے جانے کی وضاحت نہیں کی ہے،بس اتنا لکھا کہ انکو معاویہ نے زہر دلوایا ہے_ لیکن سبط رسول(ص) امام حسن(ع) کی شہادت کے سلسلے میں چند دلیلیں پائي جاتی ہیں،جو اس سانحے کی کسی حد تک وضاحت کرتی ہے_

مسعودی لکھتا ہے:

" امیر شام" معاویہ نے خفیہ طور پر جعدہ بنت اشعث بن قیس کندی کے پاس زہر بھیجا تاکہ امام(ع) کو مسموم کردے اور ساتھ میں کچھ پیغامات بھی ارسال کئے کہ اگر تم نے امام حسن(ع) کو زہر دیدیا تو ایک لاکھ درہم،مزید اپنے بیٹے یزید کے ساتھ شادی کردوں گا،یہی وہ دو باتیں تھیں جو جعدہ بنت اشعث کے لئے باعث ذلت بنیں اور اس نے اس کام کو انجام دیا،جب امام علیہ السلام کو زہر دیدیا تو معاویہ نے بعض وعدے پورے کئے جس میں ایک لاکھ درہم شامل تھا،اور جعدہ کے پاس پیغام بھیجوایا کہ ہم یزید کی زندگی چاہتے ہیں_

لہذا دوسرا وعدہ جو تم سے شادی کرنے کا تھا اس سے معذور ہیں_ یعنی تم نے جس طرح اپنے شوہر کو وعدہ پر مسموم کردیا ہے ممکن ہے اسی طرح میرے بیٹے کو بھی زہر دیدو_ لہذا انھیں اسباب کی بناء پر ہم اپنے وعدے کو پورا نہیں کر سکتے ہیں(1) معاویہ کی جنایتکار سیاست نے حضرت مجتبی(ع) اور سعد بن ابی وقاص کو درمیان سے صاف کردیا تاکہ خلافت یزید کی راہ ہموار ہوجائے اور جس طرح عبدالرحمن بن خالد کو نابود کیا تھا اسی طرح ان دونوں کو صفحہ ہستی سے مٹایا،ہم سمجھتے ہیں کہ عبدالرحمن بن خالد اسی راہ میں مارے گئے ہیں جسکی تفصیل ائندہ بیان ہوگی_

---

1_ اسدالغابہ ج 3 ص284 ،طبقات ابن سعد ج 5 ص1 ، صحیح بخاری ج 3 ص11

2_ بلاغات النساء ص8 ،تذکرۃ الخواص

## یزید کی تاج پوشی

معاویہ نے بڑی جدوجہد کر کے مملکت کے گوشہ و کنار سے سرداروں اور بزرگان قبائل نیز بارسوخ افراد کو دمشق بلوایا اور یزید کی زبردستی بیعت لی۔

مخالفین کو ڈرا دھمکا کر، تو کبھی منہ مانگی رقم دیکر، تو کبھی ریاست کی لالچ دیکر لوگوں کو بیعت یزید پر راضی کیا، چند سال تک ایسا ہی ہوتا رہا۔

مملکت اسلامی کے اکثر اہم علاقے امویوں کے اشارے پر چلنے لگے لیکن اس وقت دو اہم شہر مکہ و مدینہ کے لوگ اس اشارے پر نہیں چل رہے تھے اور یزید کی بیعت تسلیم نہیں کر رہے تھے۔

امیر شام معاویہ نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حجاز کا سفر کیا تا کہ ان لوگوں سے یزید کی بیعت لے، اہل مکہ و مدینہ نے یزید کی بیعت اس لئے نہیں کی کہ یہ لوگ اسلام سے اچھی طرح واقف تھے دوسری طرف حسین بن علی (ع)، عبد اللہ بن زبیر، عبد اللہ بن عمر، اور عبد الرحمن بن ابو بکر جیسے بارسوخ افراد اس شہر میں موجود تھے۔

ابن اثیر لکھتا ہیں:

" معاویہ نے یزید کی بیعت لینے کے لئے لوگوں کو منہ مانگی رقم دیکر راضی کیا اور مخالفین سے خاطر و مدارات کر کے یزید کی بیعت کروائی، وہ اپنی سیاست میں یوں کامیاب رہا کہ لوگوں نے اپنے سرداروں پر بھروسہ کر کے یزید کی بیعت کر لی۔

جب اہل شام و عراق نے یزید کی بیعت تسلیم کر لیا تو معاویہ نے ہزاروں سواروں کے ساتھ حجاز کا سفر کیا، مدینہ میں سب سے پہلے حضرت امام حسین (ع) سے ملاقات ہوئی۔

ابن اثیر مزید لکھتا ہے:

حضرت امام حسین (ع) کے علاوہ تین دوسرے افراد جو روساء شہر تھے انکی معاویہ سے تلخ کلامی ہوئی تو ان لوگوں نے اسکو منہ توڑ جواب دیا۔

اس کے بعد ابن اثیر لکھتا ہے کہ، معاویہ نے ان چاروں افراد سے مدینہ میں بیعت نہیں لی جب عائشہ سے ملنے گیا تو



انکو اس مڈ بھیڑ کی خبر معلوم ہو گئی تھی، لہٰذا ام المومنین عائشہ نے معاویہ سے کہا:

یہ لوگ کسی صورت میں یزید کی بیعت نہیں کرینگے، معاویہ نے ان لوگوں کی شکایت عائشہ سے کی تو انھوں نے اسکو خوب سمجھایا بجھایا؟

ابن اثیر نے معاویہ کے سفر مکہ کی داستان یوں نقل کیا ہے:

معاویہ جب مکہ انے والا تھا تو اہل مکہ کے ساتھ وہ چاروں افراد بھی استقبال کرنے کے لئے گئے معاویہ ان لوگوں سے کافی مہربانی سے پیش ایا اور ان لوگوں سے بار دیگر بیعت کا مطالبہ کیا عبد اللہ بن زبیر نے کہا، ہم تم کو تین پیشنھاد کرتے ہیں ان میں سے ایک قبول کرلو_

1_ جس طرح رسول اکرم (ص) نے اپنا جانشین نہیں بنایا اسی طرح تم بھی مت بنائو_

2_ جس طرح ابو بکر نے قریش کے ایک فرد کو خلافت کے لئے چن لیا اور اپنے خاندان کے کسی فرد کو خلیفہ نہیں بنایا_

3_ عمر بن خطاب کی طرح کرو کہ انھوں نے خلافت کی کمیٹی تشکیل دیدی تھی لیکن اس میں اپنے فرزند کو نہیں رکھا تھا، معاویہ نے عبد اللہ بن زبیر سے کہا کہ اسکے علاوہ کوئی اور پیشکش نہیں ہے_

زبیر نے جواب دیا، نہیں_

معاویہ نے کہا، ہم تم کو باخبر کررہے ہیں کہ اگر تم نے کسی دوسرے کو اس رائے سے اگاہ کیا تو یاد رکھو کہ ہم تم کو معذور کردیں گے_

ابھی تقریر کرنے جارہاہوں خدا کی قسم_ اگر تم میں سے کسی نے ہم پر اعتراض کیا تو قبل اسکے کہ تمھارا کلام ختم ہو سر تن سے جدا ہو جائے گا، لہذا بہتر یہی ہے کہ تم لوگ اپنی اپنی حفاظت کرو، پھر اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ہر ایک ادمی پر دو شمشیر باز مسلط رہیں کہ اگر ایک حرف بھی اعتراض کا زبان سے نکلے فوراً قتل کردیا جائے_

ان لوگوں کو اسی حالت میں مسجد الحرام لایا گیا، معاویہ منبر پر گیا حمد الہی کے بعد اپنی تقریر شروع کی، ابتدائے تقریر میں یوں کہا کہ، یہ لوگ سردار و بزرگان اسلام نیز باعظمت افراد ہیں کسی بھی وقت انکی رائے کے خلاف کام انجام دینا نہیں چاہیئے، اور ان لوگوں نے یزید کی بیعت کرلی ہے، اب تم لوگ خدا کے نام پر کھڑے ہو جاو اور یزید کی بیعت کرو، یہ کہنا تھا کہ چاروں طرف سے مجمع ٹوٹ پڑا اور یزید کی بیعت ہو گی_

بیعت جیسے ہی تمام ہوئي فورا حکم دیا کہ سواریوں کو امادہ کرو پھر سوار ہو کر مدینہ کی طرف چل دیا، اہل مدینہ سے بھی مکہ والوں کی طرح بیعت لی پھر شام پلٹ گیا_

مگر حضرت امام حسین (ع) اور انکے دوسرے ساتھیوں کی جھوٹی بیعت کا راز فاش ہو گیا، لوگوں نے جب ان لوگوں سے سوال کیا کہ تم لوگوں نے تو یہ فیصلہ کیا تھا کہ ہر گز بیعت نہیں کریں گے پھر کیوں بڑی سادگی کے ساتھ یزید کی بیعت کرلي_

ان لوگوں نے معاویہ کی مکارانہ چال کو بیان کیا اور ان لوگوں کو جو جان لینے کی دھمکی دی تھی اسکو بیان کیا(1)

ہم نے معاویہ کی زندگی میں انے والے حوادث کا بہت غور سے جائزہ لیا تو ہم اس نتیجہ تک پہونچے کہ معاویہ کے دور میں جھوٹی حدیثوں کے گڑھنے کی وجہ کو سمجھنے کے لئے اسکے علاوہ کوئي چارہ نہیں ہے کہ

1_ معاویہ کی پیچیدہ شخصیت کو پھر سے جانچا جائے

2_ معاویہ کی ام المومنین عائشہ سے دانت کاٹی دوستی کن وجوہات کی بناء پر ہوئي، یہ وہ مباحث ہیں جو ہم ائندہ پیش کریں گے_

---

1_ ابن اثیر ج 3 ص218 ، عقد الفرید ج 3 ص131

# فصل چہارم

## عائشه اور امویوں میں دوستی کے اسباب

اپ نے پہلے دیکھا کہ معاویہ نے حضرت علی(ع) سے دشمنی وعناد رکھنے کی وجہ سے کتنا ان سے ٹکر لیا اور انکی حکومت کے زمانے میں کس قدر جنگ اور مقابلہ کیا_

لیکن جب حضرت امیر المومنین(ع) (علی(ع)) نے مسجد کوفہ میں جام شہادت نوش فرمالیا تو اپنی مقاومت کو جنگ سرد میں تبدیل کر کے ایک لمحہ بھی امام علیہ السلام کو برا بھلا کہنے سے باز نہ ایا_

نیز اپ نے یہ بھی دیکھا ہو گا کہ عائشه نے امیر المومنین(ع) سے کتنی بھیانک جنگ لڑی، اور جب امام(ع) ابن ملجم کے ہاتھوں شہید ہو گئے اور اسکی خبر عائشه کو معلوم ہوئی تو خوشی کے مارے سجدہء شکر ادا کیا(1) پھر اس شعر کو پڑھا کہ جس کا ترجمہ یہ ہے_

علی(ع) گزر گئے اور اب انکی واپسی نہیں ہو گی مجھے انکی موت سے اپنے دل کو اتنی خوشی ہو رہی ہے جیسے خاندان کا کوئی مسافر اپنا عزیز تر رشتہ دار گھر واپس انے سے خوش ہوتا ہے_ ہاں_ علی(ع) کی موت سے میری انکھیں ٹھنڈی ہو گئیں_

فالقت عصاها واستقر بها النوی کما قر عینا بالا یاب المسافر

خاندان علوی(ع) سے عائشه کی عداوت اتش اتنی بھڑکی ہوئی تھی کہ حتی شوہر کے نواسے سے پردہ کر لیا اور ان سے ملاقات نہیں کی(2)

جو کچھ یعقوبی اور ابو الفرج اصفہانی نے اس زمانے کے واقعات بیان کئے ہیں اگر اس پر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ عائشه کی دشمنی خاندان علوي(ع) سے اسی طرح باقی رہی اور اس میں ذرا برابر کمی نہیں ائی یہی وجہ تھی جو عائشه اور بنی امیہ کے درمیان بطور عموم اور خاص طور پر معاویہ سے گٹھ بندھن رہا_

---

1_ طبری ج 6 ص160 _ 155

2_ طبقات الکبری ج 8 ص73

یعقوبی لکھتے ہیں:

امام حسن(ع) نے وقت احتضار اپنے بھائی امام حسین(ع) سے کچھ وصیتیں کیں، ان میں ایک یہ تھی کہ اگر میں اس دنیا سے چلا جائوں تو مجھے جدّ بزرگوار رسول اکرم(ص) کے پہلو میں دفن کرنا کیونکہ مجھ سے زیادہ کوئی حقدار نہیں ہے، لیکن اگر کوئی ممانعت پیش ائے اور میری اخری ارزو پوری نہ ہوسکے تو اس وقت حتی الامکان کوشش کرنا کہ ایک قطرہ خون زمین پر نہ گرنے پائے، جب امام علیہ السلام کی شہادت ہوگئی اور تجہیز وتکفین کے بعد اہل خاندان جسد مبارک کو لیکر قبر رسول(ص) کی طرف جانے لگے تو بقول مقاتل الطالبین ام المومنین عائشہ خچر پر سوار ہوئیں اور انکے ساتھ بنی امیہ جنھوں نے اپنے گناہ کو انکے کاندھے پر ڈالدیا تھا جسد مبارک اور جو لوگ جنازہ میں شریک تھے انکو قبر رسول(ص) کی جانب جانے سے روک دیا اس فعل ناشائستہ پر ایک مشہور شعر کہا گیا_

علی بغل ویوماً علی جمل(1) ایک دن خچر پر تو ایک روز اونٹ پر سوار ہوئیں، فیوماً

یعقوبی لکھتا ہے:

مروان بن حکم اور سعید بن عاص سوار ہوئے اور فرزند رسول(ص) کے جنازہ کو جد بزرگوار کے پہلو میں دفن کرنے سے منع کیا، عائشہ خچر پر سوار ہو کر مجمع عام میں ائیں اور واویلا مچانا شروع کردیا کہ یہ گھر میرا ہے اور اس میں کسی کو دفن کرنے کی اجازت نہیں دیتی ہوں_

ابوبکر کا پوتا قاسم نے جواب دیا، اے پھوپھی_ ہمارے سر ابھی تک جنگ جمل کے خون سے صاف نہیں ہوئے ہیں ایا اپ چاہتی ہیں کہ انے والا دن خچر کا دن کہلائے_

لیکن لشکر علوی(ع) بھی خاموش نہیں بیٹھا بلکہ بعض لوگ حضرت امام حسین(ع) کے پاس گئے اور عرض کیا اقا ہم لوگوں کو ال مروان سے نپٹنے کے لئے جانے دیجئے خدا کی قسم_ یہ لوگ ہماری نظروں میں ایک لقمہ سے زیادہ نہیں ہیں_

امام علیہ السلام نے فرمایا_ میرے بھائی نے وصیت کی ہے کہ میرے جنازے کی خاطر ایک قطرہ بھی خون کا نہ بہانا، اسکے بعد امام حسن(ع) کا جنازہ قبرستان بقیع لیجایا گیا اور دادی فاطمہ بنت اسد جو حضرت امیر المومنین(ع) (علی (ع)) کی ماں تھیں

---

1_ مقاتل الطالبین ص 75 ،یعقوبی ج 2 ص 200

کے پہلو میں دفن کیا گیا(1)

ام المومنین عائشہ کی یہ تمام کارکردگی اہلبیت (ع) سے کینہ ودشمنی کی علامت تھی یہی وجہ تھی جو عائشہ اور بنی امیہ خاص طور سے معاویہ کے درمیان دانت کاٹی دوستی کی باعث بنی_ معاویہ اور اس کے حکمرانوں نے خوب تعظیم و تکریم کی اور اپ (عائشہ) کو ہدیہ وتحفے بھیج کر مالی تعاون کیا_

## معاویہ کے تحفے

جس گھڑی محقق، معتبر تاریخ کے متون کو بغور دیکھتا ہے تو عائشہ اور حکومت اموی کے درمیان گہری دوستی کی شگفت امیز علامت پاتا ہے_

جبکہ یہ دونوں گروہ پہلے اپس میں ایک دوسرے کے بہت مخالف تھے، اور قتل عثمان کے مسئلہ میں ایک دوسرے سے نوک جھونک بھی ہوئی تھی، لیکن مصلحت وقت نے ایک دوسرے کو کافی نزدیک کر دیا تھا اور وہ ایک لشکر کی شکل میں ہوگئے تھے_

حکومت اموی کی مراعات مالی نے عائشہ سے زیادہ قریب کر دیا اور متعدد بار اموال کثیر نیز قیمتی تحفے معاویہ کی طرف سے اور دوسرے روساء حکومت اموی نے انکی خدمت میں بھیجے، ہم نے ان تمام دلیلوں کو معتبر تاریخ سے جمع کیا ہے اور اپنے مدعی کو ثابت کرنے کے لئے اپکی خدمت میں چند نمونے پیش کرتے ہیں_

ابو نعیم اصفہانی حلیۃ اولیاء میں عبدالرحمن بن قاسم سے نقل کرتے ہیں

ایک مرتبہ معاویہ نے عائشہ کی خدمت میں مختلف تحفے بھیجے جن میں لباس وپیسے نیز قیمتی چیزیں بھی تھیں(2)

یہی ابو نعیم اصفہانی عروہ بن زبیر سے نقل کرتا ہے_

معاویہ نے دوسری مرتبہ ایک لاکھ درہم نقد عائشہ کے پاس بھیجا(3)

---

1_ یعقوبی ج 2 ص200 کے بعد

2_ حلیۃ الاولیاء ج 2 ص48

اٹھویں صدی کا مشہور مورخ ابن کثیر عطاء سے روایت کرتا ہے_

معاویہ نے مکہ سے عائشہ کے پاس ایک قیمتی ہار بطور ہدیہ بھیجا جسکی قیمت ایک لاکھ درہم تھی اور اس تحفہ کو ام المومنین عائشہ نے قبول کیا(1)

طبقات الکبری میں یوں ایا ہے کہ، منکدر بن عبد اللہ ام المومنین عائشہ کے یہاں گیا تھوڑی دیر گفتگو کے بعد عائشہ نے پوچھا، ایا فرزند رکھتے ہو؟

منکدر بن عبد اللہ نے جواب دیا کہ، نہیں_

عائشہ نے کہا_ اگر ہم اس وقت دس ہزار درہم کے مالک ہوتے تو تمھیں دے دیتی تاکہ اس سے کنیز خرید لیتے اور اس سے صاحب اولاد ہوتے، یہ ملاقات تمام ہو گئی اتفاق سے اسی روز غروب کے وقت معاویہ کی طرف سے کافی مقدار میں رقم اگئی_

عائشہ نے کہا_ کتنی جلدی اپنی مراد تک پہونچ گئی

پھر ہمیں اپنے یہاں بلایا اور دس ہزار درہم دیئے میں نے اس رقم سے ایک کنیز خرید لی(2)

ایک دوسرا واقعہ ابن کثیر سعد بن عزیز سے نقل کرتے ہیں:

معاویہ نے ایک بار عائشہ کا اٹھارہ ہزار دینار قرض چکایا جو انھوں نے لوگوں سے لے رکھا تھا(3)

اپ حضرات نے یہاں تک معاویہ کی عائشہ کی نسبت مراعات مالی کا نمونہ ملاحظہ فرمایا_ یہ صرف معاویہ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اموی روساء بھی اسی راہ پر گامزن رہے اور کبھی کبھار انکی خدمت میں تحائف بھیجتے رہتے تھے، جن میں ایک حاکم بصرہ عبد اللہ بن عامر ہے کہ جس نے ایک مرتبہ عائشہ کے پاس پیسے اور لباس کی شکل میں تحفے بھیجے_(4)

صدیاں گذرنے کے بعد جب مورخین نے حکومت اموی کی طرف سے عائشہ کی مالی مدد کا اس مقدار میں تذکرہ کیا ہے تو یقینا اسکی مقدار اس سے کہیں زیادہ رہی ہو گی اور حکومت جو عائشہ کا احترام کرتی تھی وہ صرف دنیاوی مصالح اور

---

1_ ابن کثیر ج 7 ص 137 ، سیر اعلام النبلاء ج 2 ص 131

مفاد پرستی کیوجہ سے تھااور وہ بھی جو کچھ احترام کرتی تھیں وہ اپنے مفاد کی خاطر تھا_

ان مفاد پرستی کیوجہ سے اسلام و مسلمین کو جو نقصانات پہونچے ہیں انھیں ائندہ بیان کروں گا_

* * *

## اموی حکومت میں، عائشہ کا رسوخ

قارئین کرام جو کچھ ہم نے عائشہ کی زندگی اور انکی سیاسی واجتماعی کارنامے کو بیان کیاہے اگر اپ حضرات اس پر غور کریں گے تو ان کی سیاسی سوجھ بوجھ پہچاننے میں کوئی دشواری نہیں ہو گی عائشہ سیاست اور معاشراتی نفوذ کے لحاظ سے ان صفات کی حامل تھیں جو ایک سیاستدان کے لئے بہت ضروری ہے وہ اپنے زمانے میں سب پر حاوی تھیں_ اس بات کو ہم بعد کے صفحات میں بھی مختلف طریقوں سے پیش کرینگے_

ان کی پہلی خاصیت یہ تھی کہ انکی بات سب کے دل میں اتر جاتی تھي

صاحب طبقات کبری لکھتے ہیں_ مرہ بن ابی عثمان جو عبد الرحمن بن ابو بکر کا ازاد کردہ تھا، ایک روز عبد الرحمن کے پاس ایا اور ان سے درخواست کی کہ ایک خط زیاد کو لکھدیں تا کہ حاجت پوری ہو جائے_

عبد الرحمن نے خط یوں لکھا کہ زیاد کو بجائے ابو سفیان کا بیٹا قرار دینے کہ اسکو عبید کا فرزند لکھ دیا_ جب مروہ بن عثمان نے خط کو دیکھا تو عبد الرحمن سے کہا کہ ہم اس خط کو زیاد کے پاس لے کر نہیں جائیں گے کیونکہ ہماری حاجت اس خط سے پوری نہیں ہو سکتی پھر وہ عائشہ کے پاس ایا اور ان سے وہی درخواست کی_ ام المومنین عائشہ نے اس طرح زیاد کو خط لکھا_

یہ خط ام المومنین عائشہ کی طرف سے ہے زیاد بن ابو سفیان_ مرہ خط لیکر زیاد کے یہاں گیا، اس نے خط پڑھنے کے بعد کہا، تم ابھی چلے جائو اور کل صبح سویرے میرے پاس انا تو ہم تمہاری حاجت کو پورا کر دینگے_

مرہ بن ابی عثمان دوسرے روز زیاد کے یہاں گیا تو کیا دیکھا کہ حاضرین کی ایک بڑی تعداد ہے زیاد نے اپنے غلام سے خط پڑھنے کو کہا، اس نے عائشہ کے خط کو پڑھا یہ خط ہے ام المومنین کی طرف سے زیاد بن ابو سفیان کو_ خط کے تمام

ہونے کے بعد زیاد نے مرہ بن عثمان کی حاجت پوری کر دیا(1)

یاقوت حموی اسی داستان کو( نہر مرّہ) کے مادہ میں اپنی جغرافیائی انسائیکلو پیڈیا میں لکھتے ہیں_

زیاد عائشہ کے خط سے اتنا خوش ہوا کہ اس نے مرہ کا خوب اکرام کیا اور خط تمام ہونے کے بعد اس نے لوگوں سے کہا: یہ خط ام المومنین عائشہ نے میرے نام لکھا ہے، پھر حکم دیا کہ مرّہ بن عثمان کو سو(100) ایکڑ زمین نہر ابلہ کے کنارے دیدیا جائے اور اس میں زمین کی ابیاری کرنے کے لئے ایک کنواں کھودا جائے، یہی وہ نہر ہے جو( مرّہ) کے نام سے مشہور ہوئی_

اس واقعہ سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ زیاد نے نوشتہ عائشہ اور رسوخ کلام سے اپنا فائدہ اٹھایا، کیونکہ ام المومنین نے اسکو ابوسفیان کا بیٹا تسلیم کیا، اور اپنے خط میں اسی عنوان سے مخاطب کیا، یہی وجہ تھی کہ بہت خوش ہوا اور حکم دیا کہ انکے خط کو مجمع عام میں پڑھا جائے تاکہ دوسرے لوگ بھی اس بات کو جان لیں کہ دور حاضر کی بزرگ شخصیت عائشہ بھی اسکے نسب اعلی کو پہچانتی ہیں، اور سابق رئیس قریش ابوسفیان کا بیٹا اور خلیفہ وقت کا بھائی جانتی ہیں_

عائشہ نے دیگر مواقع پر بھی زیاد کو خط لکھا اور اس میں لوگوں کی رعایت مالی کا خیال رکھنے کی تاکید کی جسکے جواب میں زیاد نے خط بھیجا کہ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ہم اپنے ماں باپ کے سایہ عاطفت میں زندگی بسر کر رہے ہیں (2)_

## عائشہ اور معاویہ کا ایک دوسرے پر چوٹ

عداوت علی میں اگر چہ عائشہ کی معاویہ سے ایک دانت کاٹی دوستی ہوگئی تھی_ لیکن بعد میں ایسے اسباب پیدا ہوگئے جنکی وجہ سے ان دونوں میں دوری ہوگئی_ اور رفتہ رفتہ ایک جنگ سرد میں تبدیل ہوگئی تھی_

معاویہ نے شب و روز کی تگ و دو کے بعد زمام حکومت کو ہاتھ میں لے لیا مگر وہ اس پر بھی خوش نہیں تھا بلکہ اسکی خواہش یہ تھی کہ اپنی حکومت و سلطنت کو موروثی بناڈالے یہ مسئلہ اسوقت اور بھیانک ہوگیا جب اسکے قدیم دوست جو مختلف گروہوں میں بٹے تھے حکومت کو خاندانی بنانے میں کسی طرح راضی نہیں ہوئے لہذا معاویہ نے اپنے بھیانک

---

1_ طبقات ج 7 ص99

2_ عقد الفرید ج 4 ص217

چہرے کو ظاہر کر دیا_

ام المومنین عائشہ ان حالات میں معاویہ کے مخالف گروہ سے جاملیں اور معاویہ سے اپنی دوستی توڑ ڈالی_

عائشہ اور معاویہ کے درمیان پہلا اختلاف اس بات پر ہوا کہ اس نے شیر کوفہ محب علی حجر بن عدی کو قتل کر دیا_

ابو الفرج اصفہانی لکھتے ہیں:

عائشہ نے اپنا نمائندہ عبد الرحمن بن حرث کو شام بھیجا تا کہ معاویہ سے حجر اور ان کے ساتھیوں کے لئے سفارش کرے مگر عبد الرحمن اسوقت دمشق پہونچا کہ معاویہ نے ان لوگوں کو شھید کر ڈالا تھا_ فرستادہ عائشہ مایوس و ناامید ہو کر واپس چلا ایا اور اس نے پوری داستان بیان کی، جب عائشہ نے ان باتوں کو سنا تو بہت ناراض ہوئیں اور کہنے لگیں کہ، اگر ہم کو اس کا خوف لاحق نہ ہو تا کہ ہم ہی ہر بار اوضاع کو خراب کرتے ہیں تو اسکو بتادیتی اور یہ ناگوار حادثہ پیش نہ اتا، لیکن اس بار میں اس کو نہیں چھوڑں گی اور حجر کا انتقام ضرور لونگی، خدا کی قسم، حجر مومن اور مجاہد فی سبیل اللہ تھا(1)

عائشہ کا یہ کہنا کہ اگر ہم کو اس بات کا خوف نہ ہو تا کہ ہر بار ہمیں انقلاب برپا کرتے ہیں اور حالات کو دگرگوں بناتے ہیں تو اسکے امور کٹھنائی میں پڑ جاتے، وہ یہ ہے کہ_ عثمان کے خلاف لوگوں کو ورغلانے کی باگ ڈور اپ ہی کے ہاتھوں میں تھی، اور جو انکی نظر میں امور سخت ہو گئے اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین (ع) تخت خلافت پر بیٹھ گئے، یہ مسئلہ ام المومنین عائشہ پر اسقدر گراں گذرا تھا کہ اپ دعا مانگتی تھیں کہ اسمان زمین پر پھٹ پڑے تا کہ سب نابود ہو جائیں_

لیکن خوش نصیبی یہ رہی کہ انکی ارزو نقش بر اب ہو کر رہ گئي اور امام علیہ السلام نے مسند خلافت کو زینت بخشی،_ لہذا کمر ہمت باندھی تا کہ انقلاب برپا کر کے خلافت کو امام (ع) کے چنگل سے چھیڑالیں اسی بناء پر خونین جنگ جمل برپا کر دی اور اس میں بھی کامیاب نہ ہو پائیں اور نتیجہ میں اپنے چچازاد بھائي طلحہ اور انکے فرزند نیز بہنوئي زبیر کو ہاتھوں سے کھو ڈالا اس حادثہ نے انکو رنج و غم کا تحفہ پیش کیا لہذا انکو ڈر تھا کہ کہیں معاویہ کے خلاف محاذ ارائي کی تو شاید ناگوار حادثات پیش ائیں اور پہلے کی طرح پھر محنت پر پانی پھر جائے_

---

1_ طبری ج 4 ص192 ،اغانی ج16 ص10

یہی وجہ تھی جو اپنے غصے کو پی گئیں اور معاویہ کے مقابلہ میں سکوت اختیار کر لیا_

قتل حجر کے سلسلے میں عائشہ کی دوسری باتیں تاریخ کی کتابوں میں یادگاری حیثیت سے موجود ہیں جو انکی سیاسی گہرائی کی نشاندہی کرتی ہیں_

عائشہ نے کہا_ خدا کی قسم_ اگر معاویہ نے اہل کوفہ کی بزدلی کا احساس نہ کیا ہوتا تو ہرگز جراءت و جسارت نہ کرتا کہ حجر اور انکے ساتھیوں کو قید کر کے قتل کرتا_ لیکن فرزند جگر خوار نے عرب کی غیرت وحمیت کو بھانپ لیا ہے کہ یہ لوگ اپنی غیرت وحمیت کو کھو بیٹھے ہیں_

خدا کی قسم_ حجر اور انکے ساتھی شجاعت وحمیت میں بہت بلند تھے_

لبید شاعر نے کتنا اچھا شعر کہا ہے:

ذھب الذین یعاش فی اکنافھم

وبقیت فی خلف کجلد الاجرب

لا ینفعون ولا یرجی خیرھم

ویعاب قائلھم وان لم یشعب

ترجمہ: وہ لوگ چلے گئے جنکے بل بوتے پر زندگی گزارتے تھے اور ہم انکے بعد اسی طرح ہیں جیسے جذام شخص کی کھال کہ جو نہ نفع بخش ہے اور نہ ہی خیر کی امید ہے، انکے بارے میں کچھ کہنا گویا عیب ہے جبکہ ان لوگوں نے کوئی برائی بھی نہیں پھیلائی ہے (1)_

## قتل محمد بن ابی بکر

عائشہ اور معاویہ کے درمیان اختلاف کا دوسرا سبب جو بنا، وہ ان کے بھائی محمد بن بکر کا قتل ہے ابن عبد البر اور ابن اثیر نقل کرتے ہیں_

جس سال معاویہ حج کرنے گیا تو زیارت قبر رسول (ص) کے نام پر مدینہ ایا_ قیام کے دوران ایک دن عائشہ سے ملاقات کرنے گیا تو اپ نے سب سے پہلے جس بات کو چھیڑا وہ حجر بن عدی کا قتل تھا_

---

1_ اسد الغابہ ج 4 ص 261، اغانی ج 14 ص 211

اس سلسلے میں عائشہ نے معاویہ کو بہت کچھ سنایا اس پر معاویہ نے کہا:

اے ام المومنین مجھے اور حجر کو ھنگام حشر تک چھوڑ دیجئے (1)

بعض مورخوں نے اس ملاقات کی داستان کو تفصیل سے لکھا ہے کہ معاویہ جیسے ہی بیٹھا تو عائشہ نے کہا_ اے معاویہ تم کیسے اطمینان کے ساتھ میرے گھر میں اگئے، تم نے خوف نہیں کھایا کہ کہیں ہم تم سے اپنے بھائی ( محمد بن بکر) کے قتل کا بدلہ نہ لے لیں_

معاویہ نے جواب دیا، میں اپکے گھر میں امان کے ساتھ وارد ہوا ہوں_

عائشہ نے کہا، اے معاویہ ایا حجر اور انکے ساتھیوں کو قتل کرنے میں خدا سے خوف نہ کھایا معاویہ نے کہا، حققیقت تو یہ ہے کہ جن لوگوں نے ان لوگوں کے خلاف شہادت دی تھی ان ہی نے انھیں مارا ہے (2)

احمد بن حنبل اپنی مسند میں لکھتے ہیں:

عائشہ نے جب یہ کہا کہ اے معاویہ تم کیسے ہمارے گھر میں اگئے تو معاویہ نے جواب دیا اپ ہرگز ہم کو قتل نہیں کرسکتی ہیں کیونکہ گھر خانہ امن ہے اور ہم نے پیغمبر اسلام (ص) سے سنا ہے کہ خدا پر ایمان رکھنے والا ہرگز گھر میں قتل نہیں کرسکتا_

معاویہ نے عائشہ سے کہا_ اچھا یہ بتایئے کہ ہمارا برتائو اپ کے ساتھ کیسا ہے اور اپکی حاجت ابھی تک پوری ہوئی یا نہیں ؟

عائشہ نے کہا_ بہت اچھا ہے

معاویہ نے کہا_ پھر مجھکو چھوڑ دیجئے اب ہم دونوں ایک دوسرے سے بارگاہ خداوندی میں ملاقات کرلینگے (3)

جیسا کہ کتب تاریخ میں ہے کہ عائشہ کے بھائی محمد بن ابی بکر 37ھ میں اور حجر بن عدی 50ھ میں قتل کئے گئے، مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ام المومنین عائشہ کیوں اور کیسے تیرہ برس تک خاموش بیٹھی رہیں، اور اپنے بھائی کے خون کا بدلہ لینے کے لئے ایک کلمہ بھی زبان پر نہ لائیں، اور جب حجر اور انکے ساتھی مارے گئے تب اپنے بھائی کا دردناک قتل یاد ایا، ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ یہ مسئلہ اسوقت پیش ایا ہوگا جب ان دونوں کے روابط خراب ہوگئے ہونگے، اور جیسا کہ اپ نے

---

1. اسد الغابۃ استیعاب حجر کی شرح حال میں

ملاحظہ فرمایا کہ عائشہ نے عبد الرحمن بن حرث کو مدینہ سے شام بھیجا تا کہ حجر اور انکے ساتھیوں کو معاویہ کے ہاتھوں چھوڑالائیں اور اسکی خبر تمام بلاد اسلامی کے گوشہ و کنار تک پھیل گئی تھی، اور اموی حکومت میں عائشہ کے نفوذ و رسوخ کا پہلے ہی سے لوگوں میں ڈھونڈھورا پٹا ہوا تھا_ اور لوگ کافی امید لگائے بیٹھے تھے کہ انکی سفارش حکومت اموی رد نہ کرے گی، معاویہ انکو مایوس نہیں کرے گا چند دن نہیں گذرے تھے کہ اچانک نمایندہ ناامید ہو کر واپس چلا ایا اور پہلی مرتبہ عائشہ کو اپنے منھ کی کھانی پڑی_

اس واقعے نے تمام بلاد اسلامی میں عائشہ کی شخصیت کو کافی مجروح کیا کیونکہ خلفاء ثلاثہ کے زمانہ میں بھی اپ کافی بارسوخ تھیں اور خلافت کی مشینریاں ( سوائے حکومت علوی کے ) ہمیشہ انکی رائے کو احترام کی نگاہ سے دیکھتی تھیں

_

مگر یہ پہلا موقع تھا کہ انکی سفارش رڈی کی ٹوکری میں ڈال دی گئی

جب اپ نے انکی تمام مقام و منزلت کو پہچان لیا تو اس واقعہ نے ضرور انکے اوپر کوہ گراں کا کام کیا ہو گا اور خشم و کینہ نے انکو اتش فشاں پہاڑ بنا ڈالا ہو گا، ایسے ہی اسباب و عوامل باعث نہیں تھے کہ سالہا سال معاویہ سے گہری دوستی اور ان تمام مراعات مالی کے باوجود معاویہ سے جھگڑنے لگیں، اور اسکے برے افعال سے نقاب کشائی کرنے لگیں_

نیز اپنے بھائی کے خون ناحق کو باوجودیکہ تیرہ برس گذر چکا تھا یاد کرنے لگیں_

مکار سیاستداں معاویہ نے بھی بھتری اسی میں دیکھی کہ عائشہ کے غصے کے سامنے ٹھنڈا رہے اور اپنی قدیم دوستی کو یاد دلائے نیز جو محبت اور تحفے انکی خدمت میں بھیجے تھے ان کو گوش گذار کرے_

لیکن جیسا کہ اس سے قبل اپ نے ملاحظہ فرمایا کہ_ عائشہ کوئی معمولی عورت نہ تھیں بلکہ ایک طاقتور ذہین عورت تھیں ابھی غصے سے ٹھنڈی بھی نہیں ہوئیں تھیں کہ معاویہ نے اسی وقت بجائے زخم پر مرہم کے انکے دل پر نمک چھڑک دیا کہ، بیعت یزید کی خاطر اس نے انکے بھائی کو مروایا ہے، اچانک عبد الرحمن بن ابی بکر کی خبر مرگ کی وجہ سے عائشہ اور معاویہ کے درمیان پھر سے غیظ و غضب کے تازے شعلے بھڑکنے لگے_

# عبد الرحمن بن ابی بکر کو زہر دیا گیا

عائشہ اور معاویہ کے درمیان تیسرا سبب جو اختلاف کا سمجھ میں اتا ہے وہ انکے بھائی عبد الرحمن بن بکر کی ناگہانی موت ہے_

اپ نے اس سے پہلے دیکھا کہ جب معاویہ مسلمانوں کو بیعت یزید کے لئے امادہ کر رہا تھا تو ایک دن حاکم مدینہ مروان بن حکم نے خطبے میں یزید کا نام لے لیا اور اسکو ولیعہد بتانے لگا اس وقت عبد الرحمن کھڑے ہو گئے اور مروان کو خوب برا بھلا کہا:

مروان نے عبد الرحمن کو برا بھلا کہتے ہوئے ان جملوں کو استعمال کیا تھا کہ_ یہ وہی ادمی تو ہے جس کے بارے میں قران میں اس طرح ایا ہے کہ جس نے اپنے ماں باپ سے یہ کہا تھا کہ تمہارے لئے حیف ہے کہ تم مجھے اس بات سے ڈراتے ہو" وَالَّذی قَالَ لولدَیہ اُف لّکُمَا اَتعد اَ ننِي........ "_ سورہ احقاف ایۃ17

عائشہ گھر ہی کے اندر سے چیخنے لگیں کہ خداوند عالم نے ہمارے خاندان کے سلسلے میں کوئی چیز نازل نہیں کی ہے_ ہاں_ اگر نازل کیا ہے تو ہماری بے گناہی کو واقعہ افک میں بیان کیا ہے(1)

مشہور مورخ ابن اثیر اس واقعہ کو یوں نقل کرتے ہیں:

معاویہ نے یزید کی بیعت لینے کے لئے اپنے والی وحاکم مروان کو خط بھیجا، اس نے حسب دستور اپنے خطبے میں کہا کہ_ امیر المومنین معاویہ نے اپنا ایک ولیعہد معین کر کے تم لوگوں پر احسان کیا ہے اور اس نیک کام میں کوتاہی نہیں کی اس عہدے پر اپنے فرزند یزید کو نامزد کیا ہے عبد الرحمن نے جیسے ہی سنا فورا کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے_

اے مروان_ معاویہ بھی جھوٹ کہتا ہے اور تم بھی جھوٹ بولتے ہو، تم لوگوں نے عوام کی خیر وصلاح کو مد نظر نہیں رکھا ہے بلکہ تم لوگ خلافت کو بادشاہت میں تبدیل کرنا چاہتے ہو_ جس طرح قیصر وکسری کے بادشاہوں نے کیا کہ ایک مرا تو دوسرا بادشاہ اسکا جانشین ہو گیا اور تم لوگ بھی ایسا ہی کرنا چاہتے ہو_

مروان نے کہا_ اے لوگو_ یہ وہی شخص ہے جس کے بارے میں قران نے کہا کہ جس نے اپنے والدین سے یہ کہا کہ تمھارے لئے حیف ہے کہ تم مجھے اس بات سے ڈراتے ہو_

---

1_ صحیح بخاری ج 3 ص126

اس بات کو عائشہ نے پس پردہ سن لیاتو اسی مقام سے فریاد بلند کرنے لگیں_

اے مروان_ اے مروان_ تمام لوگ خاموش ہو گئے مروان نے بحالت مجبوری انکی طرف رخ کیا_

عائشہ نے کہا، ایاتم وہی ہو کہ جس نے عبد الرحمن کے بارے میں یہ کہا کہ اسکی قران میں مذمت ائی ہے، تم ایک نمبر کے جھوٹے ہو_

خدا کی قسم_ وہ اس ایت کا مخاطب نہیں ہے بلکہ کوئی دوسرا شخص ہے، لیکن تم تو پہلے ہی سے ملعون خدا ہو(1)

دوسری روایت میں یوں ایا ہے کہ تم جھوٹ بولتے ہو، خدا کی قسم، جو کچھ تم نے عبد الرحمن کی نسبت کہا ہے ان میں سے وہ نہیں ہے البتہ رسول اکرم (ص) نے تمہارے باپ پر اس وقت نفرین کی جب تم اس کے صلب میں تھے، اور اس طرح تم پر پہلے ہی سے خدا کی پھٹکار ہے_

یہی وجہ تھی کہ مروان بن حکم نے بار دیگر بیعت یزید کا بیڑا نہیں اٹھایا اور اس سے کنارہ کشی اختیار کرلی_

معاویہ نے ایک مدت کے بعد لوگوں کو دکھانے کے لئے حج کا سفر کیا پھر مدینہ ایا جس کو ہم نے مدینہ میں وارد ہونے کے بعد جو واقعات پیش ائے اس کو مختصر طور پر بیان کیا ہے

لیکن اس وقت دوسرے نکتے کی طرف توجہ مبذول کرانی ہے_

صاحب استیعاب ابن عبد البر لکھتے ہیں:

معاویہ مسجد نبوی کے منبر پر بیٹھا رہا اور لوگوں کو بیعت یزید کی دعوت دی جس پر حضرت امام حسین،(ع) عبد اللہ بن زبیر، اور عبد الرحمن بن ابی بکر نے اس پر اعتراض کیا_ اور ان لوگوں کے درمیان کافی تو تو میں میں ہوئی_

عبد الرحمن نے کہا_ اے معاویہ_ ایا خلافت بادشاہت میں تبدیل ہو گئی ہے کہ ایک بادشاہ دنیا سے گیا کہ اسکی جگہ دوسرا بادشاہ اگیا_

کسی طرح لوگوں کی رضایت کا خیال نہیں ہے ہم ہر گز بیعت نہیں کریں گے_

اسی رات معاویہ نے عبد الرحمن کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجوایا تاکہ بیعت یزید پر راضی ہو جائیں_ لیکن انھوں نے اس رقم کو

قبول نہیں کیااور کہا_ ہم ہر گز اپنے دین کو دُنیا سے نہیں بیچیں گے ،اس کے بعد مدینہ سے مکہ کی طرف چل دیئے ، لیکن قبل اس کے کہ یزید کی بیعت مرحلہ اختتام تک پہونچے دنیا سے چل بسے (1)

ابن عبد البر مزید لکھتا ہے :

عبد الرحمن مکہ کے اطراف میں مقام ( حبشی ) پر ناگہانی موت سے مرے جو مکہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے اور اسی جگہ دفن بھی ہوئے_

نیز کہتے ہیں کہ_ انھوں نے حالت خواب میں جان دی، لیکن جس وقت عائشہ انکی خبر مرگ سے مطلع ہوئیں تو انھوں نے مکہ کا سفر کیا، جب مقام حبشہ پر پہونچیں تو قبر برادر پر گئیں اور خوب گریہ کیا، اور ان اشعار میں بین و نوحہ کیا _ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

ہم دونوں ایک طویل مدت تک بادشاہ حیرہ ( جذیمہ ) کے دوندیم کی طرح تھے جو دونوں ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے اور ہمیشہ ساتھ رہتے تھے ،یہاں تک کہ لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ ان دونوں میں کبھی جدائی نہیں ہو سکتی ہے، لیکن میرے بھائی کی موت نے اسوقت ہم دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا ہے، ان تمام الفتوں و محبتوں کے باوجود ایسا لگتا ہے کہ گویا ایک رات بھی ساتھ میں نہیں تھے (2)

پھر روتے ہوئے کہا_ خدا کی قسم_ اگر تمھارے دفن کے وقت موجود ہوتی تو تمھارے ساتھ دفن ہو جاتی تا کہ تمھارے حال پر گریہ کناں نہ رہتی_

ہاں_ اس طرح عائشہ اور بنی امیہ کے درمیان اختلاف کو نئی قوت مل گئی اور جنگ کے شعلے مزید بھڑکنے لگے، لیکن عائشہ نے ایسے حالات میں اپنے بھائی کو کھو دیا_

عبد الرحمن کو ناگہانی موت نہیں ائی تھی بلکہ اسکے اسباب و علل غور طلب ہیں_

اس کی شناخت اسی طرح ہو گی جس طرح مالک اشتر مصر کے راستے میں مار ڈالے گئے

عبد الرحمن بن ابی بکر اور سعد بن وقاص کی موت بھی اسی طرح ہوئی، یہ تمام مشہور شخصیتیں یزید کی بیعت نہ کرنے کی وجہ

---

1_ استیعاب ج 2 ص373 ،اسد الغابۃ ج 3 ص306 ،اصابۃ ج 2 ص400

2_ استیعاب ج 2 ص373

سے ماری گئیں_

یہی وہ مقامات ہیں جہاں سے عائشہ اور حکومت اموی کے درمیان اختلاف کی اگ بھڑکی کیونکہ انھوں نے اس راہ میں اپنے عزیز بھائیوں کو کھو دیا تھا، اس پر ظلم یہ ہوا کہ کس کے بل بوتے پر بنی امیہ سے جنگ کرتیں کیونکہ اب نہ طلحہ نہ زبیر وعبد الرحمن اور نہ ہی دوسرے مددگار،

عائشہ نے ان دوبیتوں کے سہارے اپنے دلی کوائف کو یوں بیان کیا ہے

ذھب الذین یعاش اکنافھم
وبقیت فی خلف کجلد الاجرب
لاینفعون ولایرجی خیرھم
ویعاب قائلم وان لم یشعب

ترجمہ_ وہ لوگ چلے گئے جن کے سایہ رحمت میں زندگی گزارتے تھے اور ہم انکے بعد اسی طرح ہیں جیسے جذام شخص کی کھال کہ نہ نفع بخش ہے اور نہ ہی خیر کی امید ہے_ ان کے بارے میں کچھ کہنا گویا عیب ہے جبکہ ان لوگوں نے کوئی برائی بھی نہیں پھیلائی ہے_

دوسری بات یہ تھی کہ عائشہ کا پہلے کی طرح وہ سن بھی نہیں رہا کہ مرکب پر سوار ہو کر جنگل وبیابان کی خاک چھانیں، اور بنی امیہ کے خلاف اتش جنگ کو بھڑکائیں یہی وجہ تھی کہ انھوں نے اپنے کینے اور دشمنی کو دوسری شکل میں ظاہر کیا_

اور اپ نے پہلے دیکھا کہ حاکم مدینہ ( مروان ) جیسے ہی ان ( عائشہ ) کی چنگل میں ایا تو انھوں نے قول رسول (ص) کو جو کہ اسکے باپ کے سلسلے میں تھا کہ تم تو پہلے ہی سے ملعون خدا ہو اسکو بیان کر ڈالا، اور مدتوں اسی ڈگر پر چلتی رہیں_

میں سمجھتا ہوں کہ عائشہ نے بنی امیہ کی مذمت میں جو احادیث رسول (ص) بیان کی ہے یہ سب اسی دور کی ہیں_ اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جو کچھ اہلبیت رسول (ص) اور انکے اصحاب کے فضائل واحادیث سنیں تھی اسکو بیان کیا، کیونکہ معاویہ وبنی امیہ کو اس دور میں چڑھانے کے لئے سوائے فضائل اہلبیت علیہم السلام کو بیان کرنے کے کوئی چارہ نہ تھا، اس عمل نے ان لوگوں کو سخت متحیر اور انکے دماغ کو چکرا ڈالا تھا_

اس دور میں حضرت امام حسین (ع) سے کافی محبت سے پیش انے لگیں لہذا جو بھی حدیثیں ان لوگوں کے سلسلہ میں عائشہ سے نقل ہوئی ہیں اور کتب احادیث میں جو فضائل امیر المومنین (ع) اور صدیقہ طاہرہ نیزانکی والدہ گرامی خدیجہ کبری (ع) کے

سلسلہ میں بیان ہوئی ہیں ضرور بالضرور اسی دور کے ہیں_

میں سمجھتا ہوں کہ جو کلمات ندامت و شرمندگی کے عائشہ نے جنگ جمل کے بارے میں کہے ہیں اسی زمانہ کے ابتدائی دور کے ہیں اور مرتے دم تک اسی کارونا روتی رہیں جسکی تفصیل ائندہ ائے گی_

## جنگ جمل سے عائشہ کی شرمندگی

ابو جندب کوفی نے عائشہ سے اپنی ملاقات کی داستان یوں بیان کیا ہے

جب ہم عائشہ کے گھر گئے تو انھوں نے پوچھا، تم کون ہو؟ میں نے کہا، میں قبیلہ ازد سے جو کہ کوفہ میں رہتا ہوں_

عائشہ نے پوچھا، ایا تم نے جنگ جمل میں شرکت کی تھی؟

جندب کوفی نے کہا جی ہاں

عائشہ نے کہا، ایا ہمارے مخالف تھے یا موافق؟

جندب نے جواب دیا_ ہم اپکے مخالف لشکر میں تھے_

عائشہ نے کہا_ ایا وہ کون شخص تھا کہ جس نے اپنے رجز میں یہ کہا تھا کہ اے ام المومنین ہم اپکو جانتے ہیں لیکن اپ ہم کو نہیں پہچانتی ہیں؟

جندب نے کہا_ہاں_ وہ میرا چچازاد بھائی تھا_

اسکے بعد اتنا روئیں کہ میں سمجھا کہ انکو گریہ سے ہرگز افاقہ نہیں ہوگا (1)

ابن اثیر لکھتے ہیں:

ایک روز عائشہ کے یہاں گفتگو کے درمیان جنگ جمل کا تذکرہ اگیا تو عائشہ نے پوچھا لوگ ابھی تک اس جنگ کو یاد کئے ہوئے ہیں؟

حاضرین نے کہا_ ہاں_

عائشہ نے کہا_ اے کاش اس جنگ میں شرکت نہ کئے ہوتی اور دیگر ازواج رسول (ص) کی طرح اپنے گھر میں رہتی ہمارے دس قیمتی فرزند رسول (ص) عبد اللہ بن زبیر، عبد الرحمن، بن حارث جیسے افراد نہ مارے جاتے (1)

مورخین ومفسرین نے مسروق نامی شخص سے نقل کیا ہے_

عائشہ جس گھڑی سورہ احزاب کی اس ایت کو پڑھتی تھیں جسمیں ازواج رسول (ص) کو گھر میں رہنے کا حکم دیا گیا تھا تو اپ اتنا روتی تھیں کہ اوڑھنی انسو سے تر ہو جاتی تھی (2)

## "عائشہ مرنے سے پہلے"

صاحب کتاب طبقات الکبری محمد بن سعد نقل کرتے ہیں:

ایک روز ابن عباس عائشہ کے مرنے سے پہلے انکو دیکھنے گئے، تو انھوں نے انکی خوب تعریف و تحسین کی_ جب ابن عباس چلے گئے تو عائشہ نے عبد اللہ بن زبیر سے کہا، ابن عباس نے میری تعریف کی ہے_ اب مجھے ذرہ برابر اچھا نہیں لگتا ہے کہ کوئی ہم کو اچھے نام سے یاد کرے_، میں چاہتی ہوں کہ لوگ ہمیں اس طرح سے بھلا دیں گویا دنیا میں قدم ہی نہیں رکھا تھا (3)

کتاب بلاغات النساء میں ایا ہے کہ_ جس وقت عائشہ پر حالت احتضار کی کیفیت طاری ہوئی تو اپ بہت مضطرب و پریشان تھیں، حاضرین نے ان سے کہا اپ اتنا پریشان کیوں ہیں اپ تو ابو بکر صدیق کی بیٹی اور ام المومنین ہیں؟

عائشہ نے جواب دیا_ میں سچ کہتی ہوں کہ جنگ جمل میرے گلے کی ہڈی بن گئی ہے_

اے کاش اس دن سے پہلے مر کھپ گئی ہوتی یا فعان ہو جاتی (4)

---

1_ اسد الغابۃ ج 3 ص 284، طبقات ابن سعد ج 5 ص 1

2_ طبقات ج 8 ص 56

3_ طبقات ج 8 ص 462

ایک مرتبہ کہا تھا کہ_خدا کی قسم_ اچھا ہو تا کہ میں درخت ہوتی_ قسم خدا کی_ بھتر تھا کہ اینٹ پتھر ہوتی_ خدا کی قسم_ اچھا ہو تا کہ خدا ہمیں پیدا ہی نہ کرتا_

کہتے ہیں کہ_ عائشہ مرتے وقت بہت حسرت و یاس سے کہتی تھیں کہ ہم نے بعد رسول(ص) حوادث نا گوار پیدا کئے لیکن اب اس دنیا سے جارہی ہوں لہذا ہمیں ازواج رسول(ص) کے پہلو میں دفن کرنا_

عالم اہلسنت ذہبی لکھتا ہے:

حادثہ سے عائشہ کی مراد جنگ جمل ہو سکتی ہے جسکو بھڑکانے میں انہوں نے اہم کردار ادا کیا تھا_

یہی ذہبی لکھتا ہے کہ: عائشہ نے 17 رمضان المبارک 58ھ میں نماز صبح کے بعد وفات پائي اور چونکہ انھوں نے وصیت کی تھی کہ مجھے رات میں دفن کرنا لہذا مہاجرین و انصار کی اچھی خاصی جمعیت جنازے میں شریک ہوئي لوگ خرما کی لکڑی کو روشن کئے ہوئے جنازہ کے ساتھ تھے تا کہ راستہ چلنے میں کوئي پریشانی نہ ہو، راوی کہتا ہے کہ_ مدینہ کی عورتیں قبرستان بقیع میں اس طرح تھیں جیسے معلوم ہو رہا تھا کہ عید کا دن ہے_

ابو ہریرہ نے نماز جنازہ پڑھائي کیونکہ مروان کی نمائندگی میں شہر مدینہ پر حکومت کر رہے تھے_

جس وقت عائشہ کا انتقال ہوا تو انکی عمر 63 سال کچھ مہینے کی تھی(1)

ہم نے عائشہ کی زندگی کو زوجیت رسول(ص) سے لیکر انکے مرتے دم تک، پیش کیا تا کہ انکی شخصیت اور وہ تمام گوشے جو سیاسی و اجتماعی لحاظ سے تھے اجاگر ہو جائیں، لیکن ائندہ کے صفحات میں مزید انکی زندگی کے بارے میں ہم بیان کرینگے_

---

1_عقد الفرید ج 4 ص15 شرح نہج البلاغہ ج 3 ص7

# فصل پنجم

## عائشه کی سخاوت

سخاوت اگرچہ اچھی چیز ہے مگر شرط یہ ھیکہ راہ خدا میں کی جائے، یعنی انسان خداوخوشنودی خدا کی خاطر اپنی محبوب چیزوں کو، چاہے مال کی صورت میں ہو یا کسی دوسری صورت میں، خدا سے اجر وثواب لینے کے لئے انفاق کرے_

حقیقت میں ایسے افراد خداوند عالم کے نزدیک عظیم اجر وثواب کے مستحق ہیں اور اخرت میں رضاء الہی سے بہرہ مند ہوں گے_

لیکن ایک انسان جو صرف دکھاوے اور شہرت کی خاطر اپنے مال واسباب کو لٹائے اگرچہ اس نے ایک اچھا کام انجام دیا ہے، مگر اخرت میں اسکو کوئی ثواب نہیں ملے گا، کیونکہ اس نے فقط مسائل دنیا کو نظر میں رکھتے ہوئے مال کو خرچ کیا ہے_

عرب کے درمیان یہ قدیم رسم چلی ارہی تھی کہ جو لوگ ثروتمند اور رئیس قبیلہ ہوتے تھے وہ ان امور کو انجام دینے میں مجبور تھے اور کبھی کبھار اپنے ہاتھوں سے مال واسباب کو تقسیم کرتے تھے، کیونکہ اگر کوئی شخص ان کے دروازے پر اکر خالی ہاتھ واپس چلا گیا تو یہ چیز انکے لئے باعث ذلت وننگ شمار ہوتی تھی_

ظہور اسلام کے بعد بھی لوگوں نے بذل وبخشش سے ہاتھ نہیں کھینچا بلکہ یہ لوگ دو گروہ میں بٹ گئے_

1_ ایک گروہ اسلامی فکر کی بنیاد پر راہ خدا میں مال کو انفاق کرتا تھا_

2_ دوسرا گروہ رسم جاہلیت وعادت عرب کی پیروی کرتے ہوئے انفاق کرتا تھا_

اس قسم کی بذل وبخشش قبیلہ بنی تمیم کے دو قدرتمند سرداروں نے حکومت علی(ع) کے زمانے میں کوفہ کے اطراف میں کی تھی، ان میں ایک صعصہ دارمی اور دوسرا سحیم بن وثیل ریاحی تھے

ان دونوں نے اپنے کو ثروتمند دکھانے کے لئے اپس میں مقابلہ ارائی کی اور رسم جاہلیت کے مطابق اونٹ ذبح کرنے کی شرط رکھی، ہر ادمی ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کے لئے کوشش کر رہا تھا، اور نام ونمود کی دوڑ میں تھا، مقابلہ ایک اونٹ سے شروع ہوا یہاں تک کہ سو اونٹ سے زیادہ بڑھ گیا، یہ اخری مرتبہ حکومت علوی(ع) کے زمانہ میں ہوا جس میں کئي سو اونٹ ذبح ہوئے، جب اہل کوفہ کو اسکی خبر پہونچی تو برتنوں کو لیکر گوشت لینے کے لئے دوڑے

جب امام علیہ السلام کو



اسکی خبر معلوم ہوئی تو اپ نے فرمایا، ان اونٹوں کے گوشت کو نہ کھانا کیونکہ غیر خدا کے نام پر ذبح ہوئے ہیں_ " لا تاکلوا منہ اھل الغیر اللہ"

یعنی فخر ومباہات ورسوم جاہلیت کے طور طریقہ پر قتل کئے گئے ہیں_

امام علیہ السلام کا اشارہ قران کریم کی اس ایت کی طرف ہے کہ،" انما حرّم علیکم المیتة والدم لحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ"

اہل کوفہ امام کے کہنے پر رک گئے، سارا گوشت ویسا ہی پڑا رہا اخر کار ان تمام گوشتوں کو مزبلہ پر ڈال دیا گیا تا کہ جانور وغیرہ کھا ڈالیں (1)

ہماری نظر میں ام المومنین عائشہ کا اسی گروہ میں شمار ہونا چاہیئے یونکہ اپ نام ونمود اور شہرت کی بہت بھوکی تھیں، اور جو شہرت خلفاء ثلاثہ کے زمانے میں کمائی تھی اسکو اسانی سے کھونا نہیں چاہتی تھیں، لہذا اس کو بچانے کے لئے سب سے بہترین راستہ سخاوت وبذل وبخشش تھا_

اپ ملاحظہ فرمائیں گے، کہ سختیوں اور تکلیفوں کے باوجود انھوں نے حتی الامکان مال خرچ کیا، دوسری طرف سخاوت کرنے کے لئے معاویہ جیسے جبار کے پاس رقم لینے کے لئے گئیں، ہمارا دعوا بغیر دلیل کے نہیں ہے_ بلکہ اپ دیکھیں گے کہ عائشہ نے ان اموال کو خرچ کیا جو معاویہ اور اسکے حکمرانوں نے بیت المال سے لوٹ کے انکے پاس مال واسباب بھیجے تا کہ اپ جود وسخاوت کا مظاہرہ کریں_

ایا ایسے اموال جو ظلم وستم کرکے لوٹے گئے ہوں اس سے سخاوت کر کے خشنودی خدا نصیب ہو سکتی ہے، درانحالیکہ ام المومنین کا ایسی صورت میں سب سے پہلے شرعی فریضہ یہ تھا کہ معاویہ کی تمام چیزوں سے دور رہتیں_

ام ذرّہ نقل کرتی ہیں کہ_ میں کبھی کبھی عائشہ کے گھر ایا جایا کرتی تھی ایک روز عائشہ کے یہاں دو کیسہ سامان دیکھا_

ام المومنین نے مجھ سے کہا کہ، میں سمجھتی ہوں کہ اس کیسہ میں تقریبا اسی ہزار یا ایک لاکھ درہم ضرور ہو گا، پھر ایک طشت ہم سے مانگا میں نے انکو دیدیا جبکہ میں اس دن روزے سے تھی، میں نے تمام درہموں کو گھر گھر تقسیم کر دیا اور

---

1_ اصابہ ج 2 ص109 ، اغانی ج19 ص6 ، الکنی والقاب ج 3 ص18

ایک درہم بھی ام المومنین عائشہ نے اپنے گھر میں نہیں رکھا تھا_

جب غروب کا وقت ہو گیا تو عائشہ نے اپنی کنیز سے میرے لئے افطار لانے کو کہا، کنیز نے ایک روٹی کا ٹکڑا اور زیتون کا تیل میرے سامنے لا کر رکھا_

میں نے کہا_ اے ام المومنین اپ نے تو ساری رقم لوگوں میں تقسیم کر دی اگر تھوڑی سی ہوتی تو میرے لئے اس سے گوشت منگوا دیتیں تا کہ اس سے میں افطار کرتی_

عائشہ نے کہا_ اگر پہلے کہتی تو ہم ضرور اس کا انتظام کر دیتے لیکن اب کہہ رہی ہو مجھے تمھاری خواہش پوری نہ کرنے کا رنج ہے(1)

عائشہ کا بھانجا عروہ بن زبیر کہتا ہے:

ہم نے ایک روز اپنی خالہ عائشہ کو پھٹے لباس میں ستر ہزار درہم تقسیم کرتے ہوئے دیکھا یہ بخشش مجھ پر بہت گراں گذری کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا کہ میری خالہ اس مقدار میں اپنے مال سے سخاوت کا مظاہرہ کریں_

ابو نعیم لکھتے ہیں:

جب عائشہ نے اپنے اونٹوں کو بیچنے کی خاطر بازار میں بھیجوایا تو عبد اللہ بن زبیر نے کہا، ہم سب سے کہہ دینگے کہ عائشہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی ہیں تا کہ کوئی انکے اونٹوں کو نہ خریدے، جب عائشہ نے ان باتوں کو سنا تو کہا، میں قسم کھاتی ہوں کہ جب تک زندہ رہونگی اس سے کلام نہیں کرونگی_ چنانچہ عبد اللہ بن زبیر سے پردہ بھی کر لیا، بات چیت کافی دنوں تک بند رہی_

ایک روز مسور بن محترمہ اور عبد الرحمن بن اسود کے ساتھ عبد اللہ بن زبیر چادر اوڑھ کر عائشہ کے گھر گئے، اذن دخول کے بعد تینوں گھر میں داخل ہوئے جیسے ہی عبد اللہ بن زبیر نے عائشہ کو دیکھا فوراً انکی گردن میں اپنی باہیں ڈالدیں اور خوب گریہ کیا، یہاں تک کہ عبد اللہ بن زبیر نے اپنی رشتہ داری وغیرہ کی دہائی دی، تب جا کر ام المومنین نے اس سے باتیں کیں(2)

---

1_ سیر اعلام النبلاء ج 2 ص 131

2_ حلیۃ اولیاء ج 2 ص 49، سیر اعلام النبلاء ج 2 ص 129

ہم نے معاویہ کی مراعات مالی کو عائشہ کی نسبت بیان کیا ان میں سے بعض واقعات انشاء اللہ ائندہ بیان کروں گا_

اخر میں پھر کہتا ہوں کہ ہر سخاوت و بخشش رضاء الہی کے لئے نہیں ہوتی ہے، کیونکہ خشنودی خدا اسی وقت محقق ہو سکتی ہے جب خلوص نیت سے انفاق کیا جائے، اور انفاق ہونے والا مال راہ حلال سے کسب ہوا ہو نہ کہ معاویہ جیسے ظالم و جابر کا مال جس نے مسلمانوں کے بیت المال سے لوٹ کھسوٹ کر کے عائشہ، ابو ھریرہ، مغیرہ بن شعبہ، اور عمرو بن عاص جیسے انسان کو سستی شہرت کمانے کے لئے دیا ہو_

تاکہ اسلام اور حضرت علی (ع) سے مقابلہ کریں اور اپنی سیاست کامیاب ہو اور گڑھی ہوئي حدیثیں منظر عام پر ائیں_

## خاندانی تعصب

ام المومنین عائشہ اپنے خاندان کے سلسلے میں بہت متعصب تھیں، اور اس چیز کو عبادت کی حد تک مانتی تھیں، وہ اس راہ میں اتنی اگے بڑھ گئي تھیں کہ تمام حدود اسلامی و مقررات شرعی کو کچل کر رکھ دیا تھا، جب کہ تاریخی حقائق سے ظاہر ہے کہ دشمنی کے باوجود تمام تلخیاں انکی گہری دوستی میں بدل گئیں_

ہم نے اس سے پہلے بہت سارے واقعات زندگانی عائشہ کے بیان کئے اور اس ادعی پر بہت ساری دلیلیں بھی دی تھیں جسکو قارئین کرام نے بغیر شک و تردید کے قبول بھی کیا ہو گا; لیکن اس مقام پر صرف ایک واقعہ جو انکی خاندانی تعصب کو ثابت کرتا ہے اور وہ انکے بھائي محمد بن ابی بکر کے ساتھ پیش ایا تھا_

یہ دونوں بھائي بہن ابتداء میں جب عثمان کے خلاف مسلمانوں نے ہنگامہ کھڑا کیا تھا شانہ بشانہ تھے، اور ان دونوں نے اہم کردار ادا کیا تھا، لیکن قتل عثمان کے بعد اپنے اپ پانسہ پلٹ گیا اور دونوں ایک دوسرے کے دشمن بن گئے_

محمد بن ابی بکر نے لشکر علوی (ع) میں اکر عائشہ کے خلاف تلوار اٹھائی اور جنگ کے تمام ہونے تک ان کے مقابلہ میں ڈٹے رہے_

جب کہ میں سمجھتا ہوں کہ بصرہ یا جنگ جمل میں جب عائشہ کے سردار لشکر کو مار ڈالا گیا اور انکی شکست فاش ہو گئي تو اسوقت امام علیہ السلام نے محمد بن ابی بکر کو بہن کے پاس بھیجا تاکہ انکی احوال پرسی کرلیں اور جانے کے سلسلے میں ان سے پوچھیں_

جب محمد نے اپنی بہن کے محمل میں سر ڈالا تو عائشہ چیخنے لگیں، وائے ہو تم پر تم کون ہو ؟

محمد بن ابی بکر نے کہا، میں ہوں جس کو اپ اپنے خاندان میں زیادہ دشمن رکھتی ہیں_

عائشہ نے کہا_ اچھا تم زن خشعمی کے بیٹے ہو_

محمد نے جواب دیا_ جی ہاں

عائشہ نے کہا_ خدا کا شکر ہے کہ تم کو صحیح و سالم دیکھ رہی ہوں (1)

زیادہ دن نہیں گذرا تھا کہ محمد بن ابی بکر مصر میں مار ڈالے گئے اور انکے سر کو تن سے جدا کر کے گدھے کی کھال میں بھر کر جلا دیا گیا_

اس ناگوار حادثے کے خبر جب عائشہ کو معلوم ہوئی تو تمام خلش کے باوجود بھائی کی موت پر خوب گریہ کیا_

لیکن جس وقت خواہر معاویہ اور رسول کی زوجہ ( ام حبیبہ ) کو اسکی اطلاع ملی تو انھوں نے ایک بھنا ہوا بکرا عائشہ کے دل کو جلانے کے لئے بھیج دیا_ اس سے اشارہ یہ تھا کہ دیکھو جس طرح تم دونوں نے عثمان کو مارا تھا اسی طرح ہم نے تمہارے بھائی محمد سے بدلہ لے لیا ہے_

جیسے ہی عائشہ نے اس بھنے بکرے کو دیکھا تو چیخنے لگیں اور کہا_ خدا، زانی عورت ( ھند ) کی بیٹی کو مار ڈالے_

خدا کی قسم_ ہم ہر گز بھنا ہوا بکرا نہیں کھائینگے_

پھر اپنے بھائی کے اہل و عیال کو اپنے یہاں لے ائیں (2)

قاسم بن محمد بن ابی بکر کا بیان ہے:

جب حکومت اموی کے مامورین معاویہ بن خدیج کندی اور عمرو بن عاص نے میرے باپ کو مصر میں مار ڈالا تو ہمارے چچا عبد الرحمن بن ابی بکر گھرائے اور ہم بھائی بہنوں کو مدینہ لے جانے لگے، مدینہ پہونچنے سے پہلے عائشہ نے اپنا ایک نمائندہ بھیجدیا تھا تاکہ عبد الرحمن اپنے گھر نہ لے جاسکیں، ہم لوگ اپنی پھوپھی ( عائشہ ) کے گھر اگئے انھوں نے ہمارے ساتھ وہی سلوک کیا جو اولاد کے ساتھ والدین کیا کرتے ہیں اور ہمیشہ اپنے زانو پر بیٹھا کر شفقت و

محبت کیا کرتی تھیں، کافی دنوں تک ایسا ہی چلتا رہا_

ایک دن عائشہ نے اپنے بھائی عبد الرحمن کی رفتار کو بدلا دیکھا تو انہوں نے احساس کیا کہ کہیں ان کو برا تو نہیں لگ گیا ہے کہ ہم اپنے گھر میں لے ائیں،

لہذا ایک شخص کو عبد الرحمن کے پاس بھیجا، جب وہ ائے تو عائشہ نے کہا اے عبد الرحمن، جب سے محمد کے فرزندوں کو اپنے یہاں لیکر ا گئی ہوں ہم کو احساس ہو تا ہے کہ تم مجھ سے ناراض ہو گئے ہو، لیکن خدا کی قسم، ہم نے ان دونوں کو تم سے نہیں چھڑایا ہے اور نہ ہی تم سے کوئی بد گمانی ہے، بلکہ اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ تمھاری کئی بیویاں ہیں اور یہ ابھی کمسن ہیں، لہذا میں ڈرتی ہوں کہ کہیں یہ شرارت کر دیں تو تمھاری بیویاں ان سے نفرت کرنے لگیں، اور میں ان لوگوں سے زیادہ مہربان ہو سکتی ہوں اور ایسے بہت واقعات پیش ائے ہیں، مجھ سے بہتر کون ان کی سرپرستی کر سکتا ہے_ ہاں_ جب یہ دونوں بڑے ہو جائیں اور اپنا پورا خیال کرنے لگیں تو میں ان دونوں کو تمھاری کفالت میں دیدونگی_ تم ان کی محافظت ححیۃ بن مضروب کے بھائی کی طرح کرنا، اسکے بعد پوری داستان بیان کی کہ قبیلہ کندہ کا ایک ادمی تھا جب اسکا بھائی مر گیا تو اسکے چھوٹے بچوں کو اسکا بھائی اپنے گھر لے ایا اور اپنے بچوں سے زیادہ ان سے محبت کرتا تھا، ایک مرتبہ اسکے بھائی کو اچانک سفر در پیش ہوا تو جاتے وقت اپنی بیوی سے کہا کہ بھائی کے یتیم بچوں پر کافی دھیان دینا،

لیکن جب سفر سے واپس ایا تو کیا دیکھا کہ بھائی کے بچے کافی نحیف ولاغر ہو گئے ہیں، اپنی زوجہ سے کہا کہ لگتا ہے تم نے ان بچوں کی دیکھ بھال صحیح سے نہیں کی تھی اخر وجہ کیا ہے کہ ہمارے بچے صحت مند ہیں اور بھائی کے بچے کمزور و لاغر_ بیوی نے کہا_ ہم نے بچوں کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھا تھا ان بچوں نے کھیل و شرارت کی بناء پر اپنی حالت ایسی کر رکھی ہے، ححیۃ بن مضروب اتنا ناراض ہوا کہ جیسے ہی اسکے اونٹ چرانے والے صحراء سے لوٹے تو اس نے ان لوگوں سے کہا یہ تمام اونٹ اور تم لوگ ہمارے بھائی کے بچوں کی ملکیت میں چلے گئے ہو (1)

---

1_ اغانہ ج 21 ص 10 ، اشتقاق ص 371

جب ام المومنین عائشہ نے محمد بن بکر کے بچوں کو عبد الرحمن کے حوالے کیا تھاتو ان سے سفارش کی تھی کہ ان کا خیال حیة بن مضروب کی طرح رکھنا اور ان سے اچھابرتائو کرنا نیز ایک لمحے کے لئے بھی ان سے غافل نہ رہنا_

دوسری علامت عائشہ کی خاندانی تعصب کی یہ ہے کہ، جب عبداللہ بن زبیر مالک اشتر کے چنگل سے جنگ جمل میں فرار کرگئے تھے تو عائشہ کو ایک نے جاکر اسکی خبر دی تو انھوں نے اسکو دس ہزار درہم دیئے (1)

اس طرح کے نہ جانے کتنے واقعات عائشہ کی زندگی میں پیش ائے جو سارے کے سارے انکی خاندانی تعصب کی بو وخو کو ظاہر کرتے ہیں، اور انھوں نے اس راہ میں کافی مصیبتوں کا سامنا بھی کیا ہے_ عائشہ کے خطبے جو باپ کی مدح میں ہیں پھر چچازاد بھائي ( طلحہ ) کو تخت خلافت پر لانے کی کوشش جسکو ہم نے پہلے تفصیل سے بیان کیا ہے پھر رسول اکرم (ص) سے حدیثیں منسوب کرکے اپنے باپ اور انکے جگری دوست عمر نیز دیگر ارباب سقیفہ جیسے ابوعبیدہ جراح کے متعلق بیان کیں ہیں یہ ساری کی ساری ام المومنین عائشہ کی اس خصلت کی ناخواستہ پذیر دلیل ہے جو ہم نے ان روایتوں کو اس کتاب کے باب روایت میں خوب جانچ پڑتال کی ہے_

## عائشہ کی خطابت

ایک رہبر ولیڈر کے لئے سب سے اہم چیزیہ ھیکہ معاشرے میں کس طرح بات کی جائے تاکہ انکے دلوں میں بیٹھ جائے، اس طرح کے افراد اگر کلام کی نزاکت کو جان جائیں تو معاشرہ میں کافی اچھااثر ڈال سکتاہے، اور ساتھ میں یہ بھی بتادوں کہ اس میں مومن ہوناشرط نہیں ہے بلکہ اگر ایک کافر ومنافق شخص فن خطابت سے واقف ہے تو معاشرے میں اپنا اچھااثر ڈال سکتاہے_

عائشہ اجتماعی اور سیاسی شخصیت کے علاوہ فن خطابت میں بھی کافی مہارت رکھتی تھیں_ جب معاویہ اپنے غلام ذکوان کے ساتھ عائشہ کے گھر جارہا تھاتو اس نے کہا:

خدا کی قسم_ میں نے رسول (ص) اسلام کے بعد عائشہ سے زیادہ کسی کو فصیح و بلیغ نہیں پایا(2)

---

1_ عقد الفرید ج 3 ص102

2_ سیر اعلام النبلاء ج 2 ص229

اخنف بن قیس کہتا ہے:

میں نے ابو بکر اور دیگر خلفاء کی تقریریں سنیں مگر عائشہ سے اچھی کسی کی تقریر نہیں لگی(1)

ایک دن معاویہ نے زیاد سے پوچھا کہ یہ بتائو کہ لوگوں میں سب سے اچھا مقرر کون ہے_

زیاد نے کہا_ امیر المومنین اپ ہیں_

معاویہ نے کہا_ پھر قسم کھائو

زیاد نے جواب دیا_ چونکہ بات قسم پر اگئی ہے لہذا مجبور ہوں کہ یہ کہوں کہ عائشہ سب سے اچھی خطیب ہیں_

معاویہ نے کہا_ عائشہ نے جس دروازے کو بند کر دیا اس کو کوئی کھول نہ سکا اور جس کو کھول دیا اس کو کوئی بند نہ کر سکا_

جو کچھ معاویہ اور اخنف بن قیس اور دیگر حضرات نے عائشہ کے فن خطابت کے سلسلہ میں کہا ہے_ ہم اس سے اتفاق نہیں کرتے ہیں ان لوگوں نے مبالغہ سے کام لیا ہے، کیونکہ ایک طرف یہ لوگ اپس میں ایک دوسرے کے دوست اور ہم نوالہ و ہم پیالہ تھے، دوسری طرف ان لوگوں نے ہمیشہ فضائل اہلبیت (ع) کو چھپانے کی کوشش کی ہے_

لیکن جو کچھ اوپر کی عبارتوں سے نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ عائشہ ایک اچھی خطیب تھیں اور کلام عرب نیز اشعار سے واقفیت رکھتی تھی، اور اکثر مقامات پر اپنی تقریروں میں دور جاہلیت کا مشہور و معروف لبید کے اشعار سے استدلال کرتی تھیں_

عائشہ خود کہتی ہیں کہ، میں نے لبید کے ایک ھزار بیت یاد کئے تھے جسکو پڑھا کرتی تھی(2)

مورخین کہتے ہیں:

ایک مرتبہ عائشہ نے ایک قصیدہ زبانی پڑھا جو ساٹھ یا ستر بیتوں پر مشتمل تھا(3) ، یہ خود انکی قوت حافظہ کی بہترین دلیل ہے_

وہ اس زمانہ میں جبکہ علم محدود تھا علم طب سے اشنا تھیں، عروہ بن زبیر جو عائشہ کا بھانجا ہے اس نے اپنی خالہ کی تعریف کرتے ہوئے کہا، اگرچہ یہ مبالغہ ارائی ہے مگر عائشہ کی استعداد ذہنی کو ضرور ثابت کرتا ہے، وہ کہتا ہے میں نے علم طب میں

اپنی خالہ ( عائشہ ) سے زیادہ کسی کو ماہر نہیں دیکھا، ایک دن میں نے سوال کیا

اے خالہ_ اپ نے کس سے حکمت سیکھی ہے_

انھوں نے کہا_ میں نے ہمیشہ لوگوں کی باتوں کو غور سے سنا اور جو کچھ ان لوگوں نے کہا اسکو اپنے دماغ میں محفوظ کر لیا(1)

مورخین لکھتے ہیں

عائشہ پڑھ تو لیتی تھیں لیکن لکھنے سے کوئی واسطہ نہ تھا_(2)

اخر میں بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ام المومنین عائشہ نے ان تمام خدا داد صلاحیتوں کو حدیث گڑھنے اور حضرت علی(ع) اور انکے اصحاب کو شکست دینے نیز اپنے باپ کی پارٹی( سقیفہ ) کو فروغ اور حکومت معاویہ کی مشیریوں کی طرفداری میں خرچ کیا، وہ اس فن میں اتنی ماہر تھیں کہ جو حدیثیں جذبات اور احساسات کی خاطر انھوں نے پیغمبر(ص) اسلام سے منسوب کر کے یادگاری چھوڑی ہیں وہ ابوہریرہ اور دیگر حدیث پردازوں کی طرح بد ذائقہ نہیں ہیں، بلکہ الفاظ فصیح و بلیغ اور چٹ پٹے ہیں، لہذا انکی گڑھی ہوئی حدیثوں کی شناخت کرنا بہت مشکل ہے_

برادران اہلسنت پیامبر(ص) اکرم کی سیرت کو عائشہ کی ہی روایتوں سے لیتے ہیں جو پاپڑ بیلنے کے مترادف ہے، کیونکہ جھوٹ اور سچ اور خرافات اپس میں اسقدر مل گئے ہیں کہ اس میں طویل مدت تک چھان بین کرنے کے بعد انسان حقیقت تک نہیں پہونچ سکتا ہے_

---

1_ سیر اعلام النبلاء ج 2 ص132

2_ سیر اعلام النبلاء ج 2 ص132 ،طبقات

# عائشہ کی زندگی میں فاخرہ لباسی

ظہور اسلام سے پہلے عرب کا سارا معاشرہ مفلوک الحال تھا شہر مکہ ، مدینہ ، اور طائف کے چند بڑے تاجر تھے جو شان و شوکت اور رفاہ و اسائشے کے مالک تھے_

جب اسلام کا سورج اپنی تمام جلالت و عظمت کے ساتھ طلوع ہوا تو اس نے سب سے پہلے اپنی کرنوں کو مردہ و بے حس عربوں پر ڈالا تا کہ انکی روح اور حس بیدار ہو جائے پھر انکے رہن سہن کو بدلے ،نہ کہ ایک معاشرے کو زرق و برق اور اسرافی بنائے_

اس میں کہا جاسکتا ہے کہ ایک بے دین طبقہ تھا جو اسلام سے مقابلہ کر رہا تھا تا کہ ان لوگوں کو خراب کر دے_

ادھر پیغمبر (ص) اسلام کی انکھ بند ہوئی اور کچھ لوگوں نے تخت خلافت پر قبضہ کر لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے خود کو بدل ڈالا_

جب عثمان کا زمانہ ایا تو تمام مسائل فراموش ہو گئے اور روم کی پرانی تہذیب اسلامی معاشرے میں پروان چڑھنے لگی ،اور بزرگان قوم کے گھر مزین نیز لباس فاخرہ کا رواج اور دولت کی جمع اوری ہونے لگی_

اسلام نے جو معاشرے کو مساوات کا درس دیا تھا اور خدائے وحدہ لا شریک نے جو قانون بتایا تھا وہ ساری ناپید ہو گئی اور خواہشات نفسانی کا رواج عام ہونے لگا ،اس کتاب میں بحث کی محور عائشہ کی شخصیت ہے جو بعد وفات رسول (ص) اس راہ پر چلیں ،اور جس طرح ممکن ہوا جاہ طلبی کے لئے پیش پیش رہیں تا کہ لوگ انکو ثروتمند سمجھیں ،اور ہم نے جو کچھ انکی گڑھی ہوئی حدیثیں نقل کیں ہیں نیز ارکان خلافت سے جو رابطہ تھا یہ تمام کے تمام عائشہ کی اسی صفت کی جلوہ نمائی کرتی ہیں ،اب دوسرے نمونے جو انکی دولت کے ہیں اسکو بیان کرتا ہوں_

عائشہ اس زمانے میں بھی جب مسلمانوں کی عورتیں نیز ازواج رسول (ص) سادگی کے ساتھ رہتی تھیں ،زرق و برق لباس پہنا کرتی تھیں ،اور رنگ برنگ کے زیورات پہنتی تھیں ، حتی اپ نے ایام حج میں بھی قیمتی زیورات کو نہیں اتارا کہ جہاں پر انسان اس عبادت کو انجام دینے میں تمام مادی چیزوں کو بھلا بیٹھتا ہے_

ام المومنین عائشہ کے قیمتی اور رنگ برنگ لباس پہننے کے سلسلے میں اپنے دعوے پر دلیلیں پیش کروں گا_

صاحب طبقات عائشہ کے بھتیجے قاسم سے نقل کرتے ہیں_

میری پھوپھی( عائشہ ) زرد رنگ کا لباس نیز سونے کی انگوٹھیاں پہنتی تھیں_

عائشہ کا بھانجا عروہ کہتا ہے:

میری خالہ( عائشہ ) کے پاس ایک ریشمی اوڑھنی تھی جسکو کبھی کبھار اوڑھا کرتی تھیں یہ اوڑھنی عبد اللہ بن زبیر نے دی تھی_(1)

ایک مسلمان عورت شمسیہ نام سے روایت کرتی ہے کہ ،ایک روز عائشہ کے یہاں میں گئی تو کیا دیکھا کہ اپ زرد رنگ کا پیراہن نیز اسی رنگ کی اوڑھنی زیب تن کئے ہوئی ہیں_(2)_

محمد بن اشعث جو قبیلہ کندہ کا سردار تھا اس نے عائشہ کے پاس ایک شال تحفے میں بھیجی جس کو سردی میں اوڑھا کرتی تھیں_

امینہ کا بیان ہے کہ ایک روز میں نے عائشہ کو سرخ رنگ کی چادر اور سیاہ رنگ کا مقنعہ پہنے ہوئے دیکھا تھا_(3)

معاذ قبیلہ عدی کی عورت نقل کرتی ہے کہ_ میں نے عائشہ کو ایک روز پیلے رنگ کا برقع اوڑھے دیکھا تھا(4)

بکرہ بنت عقبہ کہتی ہے، ایک دن عائشہ کو مضرج رنگ کا جمپر پہنے دیکھا،لوگوں نے پوچھا مضرج کیا ہے اس نے جواب دیا، ارے وہی تو ہے جس کو تم لوگ پھول کا رنگ کہتے ہو(5)

قاسم بن محمد بن ابی بکر نقل کرتا ہے:

عائشہ نے زرد رنگ کے لباس سے احرام باندھا نیز سونے اور رنگین کپڑے پہن کر اعمال حج کو انجام دیا تھا(6)

عبد الرحمن بن قاسم اپنی والدہ سے نقل کرتا ہے کہ میری ماں نے عائشہ کو شوخ سرخ رنگ کے لباس میں دیکھا درانحالیکہ وہ حالت احرام میں تھیں(7)

عطاء کہتا ہے کہ ہم عبیدہ بن عمیر کے ہمراہ عائشہ کے یہاں گئے ،یہ کوہ ثبیر کے مسجد کی اس وقت مجاوری کرتی تھیں،لہذا

---

1_ طبقات ج 2 ص73

ان کے لئے ایک خیمہ نصب کر دیا گیا تھا، چونکہ میں اس وقت بہت چھوٹا تھالہذا ام المومنین عائشہ نے صرف ایک چادر اوپر سے اوڑھ لی تھی، ہم نے انکو سرخ رنگ کے لباس پہنے ہوئے دیکھا تھا(1)

بخاری تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ مزید بیان کرتے ہیں:

لوگوں نے عطاء سے پوچھا کہ عائشہ کیا پہنے ہوئے تھیں، اس نے کہا، وہ ترکی خیمہ میں تھیں اور صرف چادر اوڑھ رکھی تھی ہمارے اور انکے درمیان صرف چادر کا فاصلہ تھا میں نے عائشہ کو سرخ رنگ کے لباس میں دیکھا تھا(2)_

## مسئلہ رضاعت میں، عائشہ کا نرالا فتوا

عائشہ اپنے باپ کے زمانے سے لیکر عصر معاویہ تک سوائے حکومت علوی(ع) کے مذہبی مسائل میں مرجع وقت تھیں_ اور خلفاء ان سے مختلف مسائل میں انکی رائے کو معلوم کرتے تھے جس کی وجہ سے وہ دیگر ازواج رسول (ص) سے زیادہ مورد توجہ تھیں، اور انکے گھر میں سوال کرنے والوں کا تانتا بندھا رہتا تھا، پھر اپ نے پہلے یہ بھی ملاحظہ فرمایا کہ دیگر ازواج مطہرات میں وہ تنہا تھیں جنھوں نے اپنی ساری زندگی کو زمانے کی سیاست میں گذارا تھا، اور وہ تمام خونریزیاں جو اپ نے ملاحظہ فرمائیں وہ دیگر ازواج رسول(ص) نے نہیں کی تھیں_

شاید یہی وہ باتیں تھیں جنکی وجہ سے اپ نے حدیث رسول(ص) کی تاویل کرتے ہوئے ایک فتوا ٹھونک دیا جس پر دیگر ازواج رسول(ص) نے اعتراض کیا_

مسند احمد میں حدیث یوں بیان ہوئی ہے

عائشہ فرماتی ہیں کہ سہیلہ بنت سہیل بن عمر نے جو ابو حذیفہ کی بیوی تھی رسول(ص) اکرم سے سوال کیا کہ ابو حذیفہ کا ازاد کردہ غلام سالم ہمارے گھر میں اتا ہے اور میں اس سے پردہ نہیں کرتی ہوں، کیونکہ ابو حذیفہ نے اسکو اپنا منھ بولا فرزند بنالیا ہے، جس طرح رسول(ص) نے زید کو اپنا فرزند بنالیا تھا، جس پر یہ ایت نازل ہوئی تھی" ادعوھم لاباءھم ھو اقسط عند اللہ" سورہ احزاب ایہ 5

---

1_ طبقات الکبری عائشہ کے شرح حال میں

2_ بخاری باب طواف النساء میں باب حج ج 1 ص180

ترجمہ ایت: ( ان بچوں کو انکے باپ کے نام سے پکارو کہ یہی خدا کی نظر میں انصاف سے قریب تر ہے )

پیغمبر اسلام(ص) نے سہیلہ سے فرمایا:

تم ازاد کردہ غلام اور منھ بولے فرزند کو پانچ مرتبہ شیر دیدو تا کہ وہ تمھارا فرزند رضاعی اور تمھارا محرم ہو جائے_

عائشه نے اس روایت سے ( جسکی راوی بھی خود ہیں) استدلال کیا اور اپنی بہنوں اور بھانجیوں کو حکم دیا کہ تم لوگ اپنا دودھ پلائو چاہے جوان ہی کیوں نہ ہو، تا کہ جو لوگ ( عائشه ) سے ملنے کے مشتاق ہوں دودھ پلانے کی وجہ سے محرم ہو جائیں، اور اطمینان کے ساتھ انکے گھر میں امدورفت کریں، مگر ام سلمی اور دیگر ازواج رسول(ص) نے اپنی بہنوں کو اس کام سے منع کیا اور ان لوگوں نے کہا کہ، مسئلہ رضاعت کا تعلق کمسنی سے ہے اور عائشه نے اپنی طرف سے فتوا گڑھا ہے، اور رسول خدا(ص) نے جو حکم دیا تھا شاید وہ صرف ابو حذیفہ کے غلام کے لئے ہو گا نہ کہ تمام لوگوں کے لئے(1)_

صحیح مسلم میں اس واقعے کی چھ طریقوں سے روایت ہوئي ہے اخری روایت کے الفاظ یوں ہیں، ازواج رسول نے عائشه سے کہا، خدا کی قسم، رسول(ص) خدا نے جو سالم کو اجازت دی تھی اسکے سلسلے میں ہم لوگ جانتے ہیں اور یہ حکم صرف اسی سے مخصوص تھا لہذا ہم لوگ دودھ پلا کر کسی کو اپنا محرم نہیں بنائیں گے(2)

سالم بن عبد اللہ بن عمر، ان میں سے ہے جس نے عالم جوانی میں کئي مرتبہ دودھ پیا عائشه کے یہاں امدورفت کرنے لگا_

صاحب طبقات لکھتے ہیں:

ام المومنین عائشه نے سالم کو اپنی بہن ام کلثوم جو عبد اللہ بن ربیعہ کی بیوی تھی کے پاس بھیجا تا کہ پہلے ان کا دودھ پئے پھر عائشه کے پاس اکر حدیث سنے(3)

صحیح مسلم نے جو حدیث بیان کی ہے وہ تمام دیگر ازواج رسول(ص) اور ام سلمی کی مسئلہ رضاعت میں تائید کرتی ہے_

عائشه کہتی ہیں کہ، ایک دن رسول(ص) اسلام گھر میں ائے تو میرے پاس ایک شخص کو بیٹھا دیکھا رسول اکرم(ص) بہت ناراض

---

1_ مسند احمد ج 1 ص195

2_ مسند احمد ج 6 ص271

ہوئے اور اپکا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا، میں نے عرض کی یارسول اللہ یہ میرا رضاعی بھائي ہے، رسول خدا نے کہا،" انظر اخو تکن من الرضاعۃ، فانما الرضاعۃ من المجاعۃ" (1)

صحیح مسلم کے شارح نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"انظر اخو تکن" اس سلسلے میں تمھیں غور کرنا چاہیئے کہ یہ رضاعت قانون اسلام کے تحت انجام دی گئي ہے یا نہیں ؟

کیونکہ شیر خوارگی کا تعلق کمسنی سے ہے، اور اسی طرح ضروری ہے کہ المجاعۃ، کے معنی بھوک کے لئے جائیں، یعنی، یہ رضاعت باعث حرمت ازدواج اس صورت میں ہو گا کہ بچہ اتنا کمسن ہو کہ اس دودھ کے ذریعہ اسکی بھوک ختم ہو گئي ہو اور دیگر غذائوں کی احتیاج نہ ہو، درانحالیکہ ایک جوان خالی دودھ سے سیر نہیں ہو سکتا ہے اور نہ اسکی بھوک ختم ہو سکتی ہے بلکہ اسکو روٹی وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے _

لہذا اگر ایک جوان ایک عورت کا دودھ پی لے تو اسکا فرزند رضاعی اور برادر رضاعی نہیں ہو سکتا ہے، بلکہ صرف کمسنی ( دو سال ) میں دودھ پینے سے محرمیت پیدا ہوتی ہے _

سنن ترمذی میں یہ عبارت نقل ہوئي ہے کہ " لایحرم من الرضاع الّا ما فتق الامعاء" یعنی رضاعت اسوقت موجب حرمت ازدواج ہو گی جب بچپنے میں عورت کا دودھ غذا کی جگہ ہو، یا دوسرے لفظوں میں شیر خوارگی اس وقت حرمت کی باعث بنے گی جب طبق معمول دودھ پلایا جائے، پھر نووی مزید لکھتے ہیں، یہ مسئلہ فقہی کتابوں میں بہت مشہور ہے البتہ اس میں اختلافات بہت پائے جاتے ہیں(2)

ہم نے اخری روایت کو جو نووی نے شرح صحیح مسلم میں اور سنن ترمذی نے ام سلمی سے نقل کیا ہے اسکا تتمہ یہ ہے " الّا ما فتق الامعاء فی الثدی وکان قبل العظام" (3)

ترمذی مزید لکھتے ہیں:

یہ حدیث صحیح ہے اور اکثر اصحاب کرام اور علمائے عظام اور دیگر حضرات نے اسی قول رسول (ص) کی روشنی میں عمل کیا ہے

---

1_ طبقات ابن سعد ج8 ص462 ، بخاری ج 3 ص162 ، الموطاء ج 3 ص114

2_ صحیح مسلم ج 4 ص170 ، مسند احمد ج 6 ص176 ، ابن ماجہ حدیث نمبر1945

3_ صحیح مسلم ج 4 ص170

اوران لوگوں کاحکم رسول(ص) کے مطابق نظریہ یہ ہے کہ، اگر بچے کے ابتدائي دو سال میں کوئي دودھ پلائے تو وہ بچہ محرم ہو جائے گا، لیکن اگر دو سال کے بعد کوئي دودھ پلائے تو حرمت پیدا نہ ہو گی، یہ حدیثیں عائشہ کے نظریہ کو رد کرتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے دیگر ازواج رسول(ص) نیز دوسری حدیثوں سے ٹکر لینے کے بجائے اپنی مشکلات کی عقدہ کشائي کے لئے قران سے ایک ایت ڈھونڈھ نکالی اور اسکے ذریعہ اپنے اکلوتے فتوے کو پروان چڑھاتی رہیں_

عائشہ کہتی ہیں، ایک ایت رضاعت کے سلسلے میں نازل ہوئي تھی، جس میں محرمیت کے لئے دس مرتبہ دودھ پینے کو کافی جانا ہے اور یہ ایت حیات رسول(ص) میں ایک پتّہ پر لکھ کر تخت کے نیچے ڈالدی تھی، جب رسول(ص) اسلام بیمار ہو گئے اور ہم لوگ انکی تیمار داری میں مشغول تھے تو اچانک ایک بکری گھر میں گھس گئي اور لکھے ہوئے پتے کو جس پر یہ ایت لکھی تھی کھا گئي(1)

دوسری روایت جو عائشہ سے مسلم نے نقل کی ہے:

عائشہ فرماتی ہیں، قران میں یہ ایت( عشر رضعات معلومات یحرمن) موجود تھی، پھر یہ ایت( خمس معلومات) سے منسوخ ہو گئي، پھر بھی اس ایت کی بعد وفات رسول(ص) تلاوت ہوتی رہی_

عالم اہلسنت اور صحیح مسلم کے شارح نووی کہتے ہیں:

اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ عشر رضعات خمس معلومات سے منسوخ ہوئي، جو رسول اکرم(ص) کی اخری زندگی میں نازل ہوئي تھی، اور بعض لوگ( عشر رضعات کو) قران کی ایت سمجھ کر تلاوت کرتے رہے اور انکو معلوم نہ ہو سکا کہ یہ ایت منسوخ ہو گئي ہے_

اس کے بعد نووی، شافعی اور مالکی فقہی نظریہ کے اختلاف کو بیان کرنے کے بعد قول مالکی کو بیان کرتے ہیں کہ ایک ادمی کے کہنے سے الفاظ وایات قرانی ثابت ہو جائے گی_

پھر قاضی عیاض کی بات کو نقل کیا ہے کہ، جوانوں نے جو دودھ پیا ہو گا وہ اس طریقے سے کہ عورتوں نے اپنے شیر کو پیالے میں نچوڑ کر انکو پلایا ہو گا نہ کہ پستان میں منھ لگا کر(2)

---

1_ صحیح مسلم ج 10 ص30 _ 29

2_ عقد الفرید ج 4 ص15 ، شرح نہج البلاغہ ج 3 ص7

ام المومنین عائشہ مسئلہ رضاعت میں تمام ازواج رسول(ص) کی مورد انتقاد بنی رہیں پھر بھی اپنے نرالے فتوے پر عمل کرتی رہیں_

## عائشہ کی زندگی کے چند گوشے

عائشہ اپنی ساری زندگی تاریک و بھیانک ماحول اور مشکلات میں گذارنے کے باوجود اپنی ذہانت و فطانت سے مزاج کلام اور طنز کو خوب سمجھتی تھیں، اس سلسلہ میں تاریخ کے دامن میں ان کے واقعات یادگاری حیثیت سے اج بھی موجود ہیں_

ابن عبد ربہ اپنی مشہور کتاب عقد الفرید میں لکھتے ہیں:

ایک روز حسن(ع) بن علی(ع) معاویہ کے پاس گئے عبد اللہ بن زبیر اور ابو سعید بن عقیل پہلے ہی سے وہاں بیٹھے ہوئے تھے، جیسے ہی امام حسن(ع) تشریف فرما ہوئے معاویہ نے پوچھا، اے ابا محمد(ص) علی(ع) و زبیر میں کون بڑا تھا_

امام(ع) نے جواب دیا، سن کے اعتبار سے دونوں برابر تھے لیکن عظمت و منزلت کے اعتبار سے علی(ع) بڑے تھے_

عبد اللہ بن زبیر نے کہا، خدا زبیر پر اپنی رحمت نازل کرے_ ، امام علیہ السلام اس بات پر مسکرائے اور اس کے پس منظر میں معاویہ کی سیاست کو بھانپ لیا، لیکن ابو سعید بن عقیل غصے میں اکر کہنے لگے کہ، علی(ع) و زبیر کی باتوں کو چھوڑو، علی(ع) نے لوگوں کو اس امر کی طرف دعوت دی جسکے خود امام و پیشوا تھے لیکن زبیر نے لوگوں کو اس طرف بلایا جس کی ریاست و پیشوائی کا عہدہ ایک عورت کی گردن پر تھا؟

جس گھڑی دونوں لشکروں میں گھمسان کی جنگ ہوئی تو زبیر نے جنگ سے فرار اختیار کیا اور قبل اسکے کہ
حق کی پیروی کرتے ایک شخص نے ان کو مار ڈالا اگر زبیر کا مقابلہ ان کے قاتل سے کیا جائے تو بھی وہ اس
سے ایک بالشت چھوٹے ہی نظر ائیں گے، قاتل نے ان کے سر کو تن سے جدا کیا پھر امام(ع) ( علی(ع) ) کی
ے تھا اسی طرح اس دن بھی مگر تھا امام(ع) کا علمدار جس طرح لشکر رسول(ص) میں
(ع) پر رحمت نازل کرے نہ کہ زبیر پر؟

عبد اللہ بن زبیر نے کہا، خدا کی قسم، اگر تمھارے علاوہ کوئی اور ہوتا تو میں اس کو بتا دیتا، ابو سعید نے کہا، امام حسن نے تمھارا خیال صرف اس لئے کیا کیونکہ تم سن میں بڑے ہو اور یہی وجہ ہے کہ انھوں نے تم کو جواب نہیں دیا لہذا

میں مجبور ہوا کہ تمھارا جواب دوں_

اس قضیہ کی خبر عائشہ تک پہونچی، ایک روز ابو سعید کا گذر ان کے گھر کی طرف سے ہوا، انھوں نے ہانک لگائی، اے احول_ اے خبیث_ ایا تم وہی ہو جس نے میرے بھانجے کو برا بھلا کہا ہے_

ابو سعید نے اس اواز پر چاروں طرف نگاہ دوڑائی مگر جب کسی کو نہیں پایا، تو انہوں نے باواز بلند کہا کہ، شیطان تمھیں دیکھ رہا ہے مگر تم اسکو دیکھنے کی قدرت نہیں رکھتے ہو_

چونکہ اواز عائشہ نے دی تھی لہذا اس جواب پر خوب ہنسیں اور کہنے لگیں، خدا تمہاری مغفرت کرے، تیری زبان کتنی تیز و تند ہے(1)

اگر اپ نے مذکورہ واقعہ پر غور کیا ہو گا تو معلوم ہوا ہو گا کہ معاویہ کی چال یہ تھی کہ امام حسن(ع) کو زبیر کے بیٹے سے ٹکرا کر بغض و کینہ کی اگ لگا دے، اور اسکی ہمیشہ یہی سیاست رہی کہ ایک سردار کو دوسرے کے خلاف بھڑکا دے، اور ایسا ہی اس واقعہ میں ہوا کہ عبد اللہ بن زبیر معاویہ کے دام فریب میں اگئے تھے، لیکن امام(ع) معاویہ کی کامل شناخت رکھتے تھے، لہذا اسکے جال میں نہیں ائے، اور اسی واقعہ میں اپ نے عائشہ کا کردار بھی ملاحظہ فرمایا اگر عائشہ کی ساری زندگی کے واقعات کو ایک جملہ میں سمیٹا جائے تو یہ ہو گا کہ، اپنوں سے دوستی اور دشمن کے مقابلہ میں دشمنی، عائشہ کی زندگی میں ایسے واقعات نہ جانے کتنی مرتبہ پیش ائے ہیں، جنھیں خود احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

عمار یاسر کے ساتھ مالک اشتر عائشہ کے گھر گئے، جب گھر میں داخل ہوئے تو عمار یاسر نے ام المومنین کہہ کر خطاب کیا، عائشہ نے کہا، میں تمہاری ماں نہیں ہوں، عمار نے پوچھا، اپ ہماری ماں کیوں نہیں ہیں اور اس سے کڑاہتی کیوں ہیں_

عائشہ نے سوال کیا کہ یہ تمہارے ساتھ کون ہے، عمار نے کہا، مالک اشتر ہیں

عائشہ نے مالک اشتر سے کہا کہ، تم وہی مالک اشتر ہو جو میرے بھانجے کو قتل کرنا چاہتے تھے_

مالک اشتر نے کہا_ جی ہاں_ وہ مجھے قتل کرنا چاہتا تھا لہذا میں بھی ایسا ہی کرنا چاہتا تھا_

عائشہ نے کہا_ اگر تم اسکو مار ڈالتے تو ہرگز نیک و صالح نہ ہوتے کیونکہ میں نے پیغمبر(ص) اسلام سے سنا ہے کہ اپ(ص) نے

---

1_ مسند احمد ج 6 ص 205

فرمایا: تین صورتوں میں مسلمان کو قتل کرنا جائز ہے، اگر کوئی قتل کرے تواس کو قتل کرنا جائز ہے یا کوئی شخص بیوی رکھنے کے باوجود زنا کرے توخون بہانا جائز ہے یا مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو جائے تواسکو مار دینا چاہیئے(1)

یہاں پر بہتر ہے کہ ہم عائشہ سے سوال کریں کہ، اے ام المومنین، اپ نے اس قول رسول(ص) کو اپنے بھانجے کے سلسلہ میں کیوں نہیں یاد رکھا کہ جس نے مالک اشتر جیسے نیک انسان کو قتل کرنا چاہا؟

کیا مسلمان کے قتل کی حرمت صرف عبداللہ بن زبیر سے مخصوص تھی، اور جو ہزاروں بے گناہ مسلمان خواہشات نفسانی کے تحت جنگ میں مارے گئے کیا اس حکم میں شامل نہیں تھے، یا انکے خون خدا او اسلام کی نظر میں بے وقعت تھے_

عائشہ کی زندگی کا ایک اور واقعہ جو ابھی تک تاریخ میں موجود ہے جس کو ابن عبدربہ نے عقد الفرید میں یوں نقل کیا ہے_

جنگ جمل کے بعد ایک دن عبدالقیس کے قبیلے کی عورت ام اوفی عبدیہ جسکے قبیلہ کے ہزاروں مشہور افراد جیسے حکیم بن جبلہ اسی جنگ میں مارے گئے تھے، عائشہ کے پاس گئی اور ان سے کہا، اے ام المومنین اس ماں کے بارے میں اپکا کیا خیال ہے جس نے اپنے چھوٹے بچوں کو قتل کر دیا ہو_

عائشہ نے کہا، اس پر جہنم کی اگ واجب ہے

ام اوفی نے کہا، اپ اس ماں کے سلسلے میں کیا فرماتی ہیں جس نے اپنے بیسوں ھزار چھوٹے بڑے لوگوں کو خاک وخون میں غلطاں کر دیا ہو_

عائشہ یہ سنکر چیخنے لگیں اور کہا، اس دشمن خدا کو گھر سے نکالو_(2)

جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ جنگ جمل کے تمام ہولناک واقعات عائشہ کے دل و دماغ پر مثل پہاڑ کے بوجھ بنے ہوئے تھے اور وہ انکی زندگی میں کبھی ختم نہیں ہوئے جو انکی ندامت وپشیمانی کی علامت ہے، نیز اسکے بعد جو باتیں پیش کروں گا شاید اسی سے مربوط ہوں گی_

جنگ جمل کے واقعات ایک طرف عائشہ کے لئے کبیدہ خاطر ہو رہے تھے تو دوسری طرف امویوں کے لئے مسرت وخوشحالی کے باعث بن رہے تھے اور یہ لوگ ہر دن کسی نہ کسی بہانے سے ضرور یاد کرتے تھے نیز جنگ جمل کے

---

1_ عقد الفرید، عیون اخبار ج 1 ص202

2_ عقد الفرید ج 2 ص455

واقعات کو ہوا دینے کے لئے مدد بھی کرتے تھے_

ابن عبدربہ کا بیان ہے کہ بصرہ سے یزید بن منیہ معاویہ کے پاس گیا، یہ یعلی بن منیہ کا بھائی اور رئیس بصرہ نیز جنگ جمل کا ایک سردار تھا اور جس اونٹ پر عائشہ بیٹھ کر جنگ کی سربراہی کر رہی تھیں اسکی مہار اسی نے پکڑی تھی، پھر یعلی کی معاویہ سے رشتہ داری یوں تھی کہ اسکی بیٹی معاویہ کے بھائی عتبہ بن ابوسفیان سے بیاہی تھی_

جب یزید بن منیہ نے اپنی مشکلات کو معاویہ سے بیان کیا تو اس نے کعب سے کہا کہ اسکو بیس ہزار دینار دیدو، جب وہ رقم لیکر جانے لگا تو معاویہ نے پھر دستور دیا کہ چونکہ جنگ جمل میں شریک ہوا تھا لہذا تیس ہزار دینار اور دیدو(1)

ایک روز عمر وعاص نے عائشہ سے کہا کہ، کتنا اچھا ہوتا کہ اپ جنگ جمل میں مارڈالی گئي ہوتیں، عائشہ نے کہا_ اے یتیم کیوں؟

عمر وعاص نے جواب دیا، اگر اپ مر گئي ہوتیں تو ہم لوگوں کو لشکر علوی (ع) سے ٹکرانے کا اچھا بہانہ مل جاتا(2)

عائشہ اور عمر وعاص کے مابین دوسری جھڑپ کو تاریخ یوں بیان کرتی ہے_

ایک روز عائشہ کے گھر امیر المومنین (ع) کے ہاتھوں ذوالثدیہ کے مارے جانے کا تذکرہ چھڑا، راوی کہتا ہے کہ ام المومنین نے مجھ سے کہا کہ اگر تم کوفے جانا تو ہمارے لئے ان گواہوں کو لیتے انا جنھوں نے اسکو مارتے ہوئے دیکھا تھا، میں کوفہ پہونچا اور شہر کے ہر گروہ سے دس افراد کو لیا اور عائشہ کی خدمت میں پہونچا دیا، جب انھوں نے ان گواہوں کو دیکھا تو کہا، عمر وعاص پر خدا کی لعنت ہو، اس نے یہ کہا تھا کہ میں نے چھاتی والے انسان کو مصر میں مارا ہے (3)

ابن کثیر اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ عائشہ نے سر جھکا کر خوب گریہ کیا، جب گریہ ختم ہوا تو کہنے لگیں، خدا علی (ع) پر رحمت نازل کرے کیونکہ وہ ایک لحہ بھی حق سے جدا نہیں ہوا ہمارے اور ان کے درمیان جو چپقلش اور درار پڑی تھی وہ ایسی ہی تھی جیسے ایک بیاہی عورت کی سسرال والوں سے ہوتی ہے_

سوچنے کی بات یہ ہیکہ اخر عمر وعاص نے ایسا جھوٹا دعوا کیوں کیا اور اپنے کو ذوالثدیہ کا قاتل کیوں بتایا_

---

1_ تاریخ کامل ج 1 ص 151

2_ مستدرک ج 4 ص 13، سیر اعلام ج 2 ص 141

3_ ابن کثیر ج 8 ص 303

یہ بات اس وقت واضح ہو گی جب رسول (ص) کی حدیثوں کو ملاحظہ کیا جائے جن کو محدثین اور مورخین نے ذوالثدیہ کی مذمت اور اسکے قاتل کی مدح و ستائشے میں نقل کی ہیں، ان حدیثوں کی وجہ سے عمرو عاص ذوالثدیہ کے قتل کا سہرا اپنے سر پر باندھنا چاہتا تھا_

عائشہ کی زندگی کے واقعات کی جانچ پڑتال ختم کرنے کے بعد میں چاہتاہوں کہ معاویہ کے حالات زندگی کی کرید کی جائے تاکہ جعل حدیث کے اسباب سامنے ائیں نیز اس بحث میں عائشہ کا اہم کردار بھی سامنے ائے گا_

ہماری یہی کوشش ہے کہ وہ تمام جھوٹی حدیثیں جو اسلام کی سرنگونی کی علامت بن گئیں ہیں ان پر تنقید کی جائے تاکہ اسلام کا اصل چہرہ سامنے اجائے_

# فصل ششم

## معاویہ کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر

دور جاہلیت میں امیہ اور بنی امیہ، ہاشم اور بنی ہاشم کی ریاست وبزرگی پر بہت حسد کرتے تھے اس حسد سے نہ جانے کتنے ناخوشگوار واقعات رونما ہوئے لیکن اسلام سے پہلے امویوں کی بنی ہاشم سے اتنی سخت گہما گہمی نہیں تھی، جیسے ہی زمانے نے کروٹ لیا اور عبد المطلب بن ہاشم کے پوتے نے دنیائے انسانیت کو اسلام کے نام سے ایک دین تحفہ میں دیا، اسی وقت سے امیہ کا پوتا ابو سفیان نے قریش واسلام کے خلاف جنگ کرنے کا بیڑا اٹھالیا، اکثر مقامات پر اسلام کے خلاف مشرکین مکہ کی ریاست وسربراہی کرتے ہوئے ابو سفیان نے اپنی تمامتر قوتوں کے ساتھ کمزور وضعیف مسلمانوں کو اذیتوں اور شکنجوں میں مبتلا کیا، اور جہاں تک ممکن تھا ان لوگوں کو ایذاء پہونچائی_

لیکن حالات ہمیشہ یکساں نہیں رہتے اخر خداوند عالم نے اپنے رسول(ص) کی مدد ونصرت کر کے مکہ کو فتح کروایا اور رسول اسلام (ص) نیز مجاہدین اسلام کے لئے مکہ میں انے جانے کا راستہ ہمیشہ کے لئے کھول دیا_

فتح مکہ کے بعد قریش کے علاوہ کوئی دوسرا قبیلہ نہ تھا جس نے اپنے دامن پر تا ابد ازاد شدگان کا ذلیل وحقیر کا ٹائیٹل لیا ہو، ابو سفیان کی ریاست بت عرب کی طرح چور چور ہو گئی اور عصر جاہلیت کے ضعیف وناتواں، عمار، ابوذر، بلال، جیسے افراد سیاسی ومعاشرتی حقوق کے علمبردار بن گئے، ایک روز ابو سفیان کا ان لوگوں کی طرف سے گذر ہوا انھوں نے اس کو دیکھ کر کہا کہ خدا کی تلوار اس دشمن خدا پر نہ پڑ سکی_

ابو سفیان نے اتنی عمر پائی کہ خلافت ابو بکر کا زمانہ دیکھا اس دور میں اسکی خلیفہ وقت سے مڈ بھیڑ ہو گئی تو خلیفہ کے باپ ( قحافہ ) تعجب میں پڑ گئے، خلیفہ نے اپنے باپ سے یوں استدلال کیا، اے پدر بزرگوار، خدا نے ہمارے خاندان کو اسلام کی خاطر سربلند فرمایا ہے اور اسکے خاندان کو پستی میں ڈالدیا ہے_

ابو سفیان نے عمر بن خطاب کا دور دیکھا اس زمانہ میں ایک روز خلیفہ وقت عمر نے شہر مکہ میں اسکو اس بات پر مجبور کر دیا کہ وہ اپنے کاندھوں پر اٹھا کر اینٹوں کو رکھے_

دوسری مرتبہ خلیفہ وقت نے ابو سفیان کے سر پر تازیانہ مارا، جب اسکی خبر بیوی تک پہونچی تو بہت ناراض ہوئی اور



خلیفہ سے غصے میں کہا، خدا کی قسم، اگر دور جاہلیت میں اسکو چھڑی مارتے تو تمھارے پائوں سے زمین نکل جاتی_ خلیفہ نے جواب دیا، تم سچ کہتی ہو، مگر کیا کیا جائے خداوند عالم نے ایک گروہ کو اسلام کی وجہ سے عزیز وبلند اور دوسرے

گروہ کو اسلام نے ذلیل وپست کر دیا_

زمانہ گذر تا رہا، یہاں تک کہ خلیفہ عثمان بن گئے، اس دور میں بار دیگر اموی اقتدار میں اگئے اور بچوں کی طرح حکومت سے کھیلنے لگے، اور تمام شہروں پر بنی امیہ کی ایک ایک فرد حکومت کرنے لگی، اور وہ اپنے تاج وتخت پر بہت ناز کرنے لگے، یہی وہ زمانہ ہے جس میں متقی وصالح اصحاب رسول (ص) بار دیگر کمزور اور اذیتوں میں مبتلا ہوگئے، اور عمار جیسے نیک وصالح پر ظلم وستم کا پہاڑ توڑا جانے لگا اور ابوذر ومالک اشتر جیسوں کو چٹیل میدان میں جلاوطن کیا جانے لگا_

امویوں کے دل ودماغ غرور ونخوت سے اتنے بھر گئے تھے کہ ایک اموی نے کہا کہ عراق کی سرسبز وشاداب زمین قریش کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، ان تمام ظلم وستم اور غرور وتکبر نے بلاد اسلامی کو ایسا گھیرا اور فتنہ واشوب کے طوفان نے ایسا چکر میں لیا کہ اموی خلیفہ اپنے گھر ہی میں مار ڈالے گئے، اس سخت تجربے اور پے در پے ناکامیوں کے بعد مسلمانوں نے مہار خلافت کو امویوں سے چھین کر بنی ہاشم کے ہاتھوں میں دیدیا تاکہ عدالت علوی کی حکومت قائم ہو جائے، جیسے ہی مسلمانوں نے اس کام کو انجام دیا دوبارہ مدینہ کے اندر امویوں نے طوق ذلت اور قریش کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا_ لیکن سر تسلیم خم کرنے کے بعد بھی سکون سے نہیں بیٹھے بلکہ ہر روز کسی نہ کسی بہانے سے حکومت علوی (ع) کے خلاف محاذ ارائی کرتے رہے تاکہ خلافت عثمان کے زمانے میں دل حکومت کرنے کی جو چٹکیاں لے رہا تھا اس کی امید بندھ جائے امام (ع) کی حکومت کے خلاف رفتہ رفتہ اتش جنگ اتنی بھڑک اٹھی کہ بصرہ خون میں ڈوب گیا پھر بھی انکو کوئی فائدہ نہ ہو سکا_

ان تمام ادوار میں معاویہ جو عمر کے زمانے سے شام کی امارت کو سنبھالے ہوئے تھا ہر دن اپنی حکومت کو وسیع وعریض کرنے کی تاک میں لگا رہتا تھا_

اسی لئے معاویہ نے امام (ع) کو خط لکھ بھیجا اور اس میں حکومت مصر وشام کا مطالبہ کیا، جب انحضرت (ع) نے نامساعد جواب دیا تو خون عثمان کے نام پر ہزاروں لوگوں کو اکٹھا کر کے امام علیہ السلام سے جنگ کر لی جب جنگ سے کامیابی نہیں ملی تو معاملہ حکمیت پر جا کر رو کا حکمیت کے بعد شام واپس ایا تو لٹیروں کو مسلسل بلاد اسلامی میں بھیجتا رہا تاکہ بے گناہ مسلمانوں کی



عورتوں کو اسیر بنائیں اور چھوٹے بڑے کو قتل کر کے گھروں میں اگ لگادیں، ان لٹیروں نے تقریباً تیس ہزار مسلمانوں کو تہ تیغ کیا اور دیگر مامورین نے بھی اپنے ہاتھوں سے بے گناہوں کو موت کے گھاٹ اتارا_

حضرت علی (ع) کی شہادت کے بعد معاویہ نے امام حسن (ع) کی بیعت نہیں کی اور ایک بڑے لشکر کے ساتھ عراق اگیا اور امام (ع) کے محافظ واصحاب کو سکّوں کی لالچ دیکر خریدنا شروع کر دیا اور انکو خرید کر امام (ع) پر حملہ کروایا _

جب امام (ع) نے اپنے سپاہیوں کی جنگ سے کنارہ کشی کو دیکھا اور خود اپنے کو بھی بہت زخمی پایا تو معاویہ سے صلح کر لی اور اس صلحنامہ میں بہت ساری شرطیں رکھیں مگر اس نے ایک شرط پر بھی عمل نہ کیا، جب کوفہ ایا تو اپنی تقریر میں ان باتوں کو پیش کیا کہ خدا کی قسم، اے لوگو، ہم نے تم لوگوں سے نہ نماز کی خاطر جنگ کی تھی اور نہ ہی روزہ کیوجہ سے، ان امور کو تو تم لوگ انجام دیتے ہی ہو، ہم نے صرف اس لئے تم لوگوں سے جنگ کی تاکہ تمھارے اوپر

حکومت کروں، اور جن شرائط پر حسن (ع) سے صلح ہوئی تھی ان سکو اپنے قدموں تلے رکھتاہوں _

معاویہ مجبور تھا کہ اپنی حکومت کی سیاسی بنیاد چاپلوسی پر رکھے اور اس نے اپنی حکومت کے پہلے ہی سال امپر اطور روم سے مصالحت کر کے خراج دیا، اور دمشق کے اطراف واکناف میں سکوں کی تھیلیاں بھیجنے لگا، سردار قبائل اور عرب کے مکاروں کو دولت ومقام نیز رشتہ داری کے ذریعہ دھوکہ دیا تاکہ ان لوگوں کی مدد سے اپنی حکومت کو ٹھوس اور ظلم وستم کے ذریعے دولت کی جمع اوری کر سکے ،یہی وہ زمانہ ہے جس میں معاویہ نے اپنی سیاست کو بدلا، اور ایک ظالم وجابر بادشاہ کی یاد تازہ کر دی _

ایک طرف سونے اور چاندی کی بوچھار ہونے لگی تو دوسری طرف تمام بلاد اسلامی کی پیداوار کو اپنے خونین پنجے میں کر لیا اور تمام باشندوں کو حکم دیا کہ جس طرح عجم کے بادشاہوں کو عید نوروز کے موقع پر تحفہ دیتے تھے اب مجھے بھی دو، اس طرح بالکل روم وایران کا امپر اطور بن گیا تھا _

## زمانہ معاویہ میں حدیث سازیاں

حکومت معاویہ کے اتے ہی اصحاب رسول (ص) نے جو حکومت علوی (ع) کے زمانے میں امیر المومنین (ع) کے ساتھ تھے ، بلاد

اسلامی میں گوشہ نشینی اختیار کرلی، کیونکہ امام حسن(ع) کی صلح کے بعد عوام نے ساتھ چھوڑ دیا تھالہذا ابار دیگر کمزور ہوگئے اسی وجہ سے ممالک اسلامی کے مختلف شہروں میں پھیل گئے اور جو میں نے یہ کہا کہ اصحاب رسول(ع) اچھی خاصی تعداد میں حضرت علی(ع) کے ساتھ اور جنگ جمل وصفین میں شریک ہوئے تھے، اسکو خود معتبر مورخوں نے بیان کیاہے اور معاویہ کے ساتھ صرف تین افراد کانام تحریر کیاہے_

تاریخ اسلام میں ذہبی لکھتے ہیں:

جنگ جمل میں انصار سے اٹھ سوافراد علی(ع) کے ہمراہ تھے اور سات سووہ لوگ تھے جنھوں نے بیعت رضوان میں شرکت کی تھی نیز ایک سو بیس افراد وہ تھے جوپیامبر اکرم(ص) کے ساتھ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے( 1)

ابن خیاط اپنی کتاب میں لکھتاہے:

" اٹھ سووہ افراد جنھوں نے رسول(ص) اسلام کے ہاتھوں پر مقام رضوان میں زیر درخت عہد وپیمان کیا تھا، حضرت علی(ع) کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوئے تھے(2)

وقعۃ صفین میں نصر بن مزاحم لکھتے ہیں:

جنگ صفین میں قیس بن سعد بن عبادہ نے ایک روز نعمان بن بشیر سے کہا_ اے نعمان ذرااس بات پر غور کرنا کہ معاویہ کے ساتھ غلام اور بیو قوف عربوں یاجنگل یمنیوں کے علاوہ کوئی اور ہے؟

ذرااس پر بھی سوچ بچار کرنا کہ وہ متقی مہاجر وانصار اور تابعین کس کے لشکر میں ہیں جن سے خداراضی ہے؟

پھراس پر بھی غور کرنا کہ ایا تمھارے اور تمہارے دوست کے علاوہ کوئی اور معاویہ کے لشکر میں ہے؟ درانحالیکہ تمھارانہ بدر کے مجاہدوں میں شمار ہوتاہے اور نہ ہی تم بیعت عقبہ میں شریک ہوئے اور نہ کوئی ایت تمھاری مدح میں نازل ہوئی ہے اور نہ ہی تم نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی ہے_

اپنی جان کی قسم_ اگر اج کے دن تم ہم سے اور ہمارے لشکر سے ٹکرائے تو کوئی نئی بات نہیں ہے کیونکہ تمھاراباپ اس سے پہلے ٹکراچکاہے(3)

---

1_ تاریخ ذہبی ج 2 ص149

2_ابن خیاط ج 1 ص180 مطبوعہ نجف

قیس کی مرادبیعت عقبہ سے یہ تھی کہ انصار کے کچھ افراد نے ہجرت سے پہلے رسول(ص) اکرم کے دست مبارک پر عہد وپیمان کر کے اسلام کو قبول کیا تھا_

پدر نعمان کے مخالفت سے قیس کی مراد یہ تھی کہ اسکا باپ سقیفہ میں ابو بکر کی بیعت لینے میں بہت اگے اگے تھا، اور نعمان کے باپ ہی کی بدولت ابو بکر تخت خلافت پر ائے تھے، ہم نے اپکی خدمت میں قدیم ومعتبر مورخوں کی عبارتوں کو پیش کیا جن سے اپ نے اس بات کو ملاحظہ فرمایاہو گا کہ اصحاب رسول اور مجاہدین سارے کے سارے حکومت علوی(ع) کے زمانے میں لشکر علی(ع) میں تھے، لیکن معاویہ کے لشکر میں سوائے دو صحابیوں کے کوئی اور نہیں تھا_

وہ بھی ایسے تھے جونہ اسلام میں سبقت رکھتے تھے اور نہ ہی کوئی کارنامہ دکھایا تھااور نہ ان کا کوئی خاص مقام تھا_

جب حضرت امیر المومنین(ع) کی شہادت ہوگئي توان تمام اصحاب نے اسلامی سرزمین کے مختلف شہروں میں گوشہ نشینی اختیار کرلی اور جہاں بھی رہے ہوں گے عقید تمند مسلمان ان کے ارد گرد ضرور اٹھتے بیٹھتے رہے ہوں گے پھر ان لوگوں نے حدیث رسول(ص) کو بیان کیاہو گاتو مومنین نے ضرور سناہو گایالکھ کرلئے گئے ہونگے تاکہ ان حدیثوں سے احکام الہی کی شناخت کرسکیں_

البتہ یہ بھی تصور کیاجاسکتاہے کہ جب صفین وجمل اور عثمان کے زمانے کاتذکرہ ہواہو گاتواس زمانے کی گرماگرم باتیں ضرور بیان کی ہونگی، پھر اس میں امویوں کے عیوب ونقائص اور سیاہکاری وجنایتکاری کاضرور تذکرہ کیاہو گا،_ کبھی خلیفہ اول ودوم کے دور کی باتیں چھیڑی ہوں گی اور زمانے کی فتوحات کاذکر کیاہو گاتواس میں بھی بنی امیہ کاکوئی اہم کردار نظر نہیں ایاہو گا_

کبھی عصر رسول(ص) کی جنگوں اور کفار قریش نے جومسلمانوں کواذیتیں پہونچائی تھیں ان کوبیان کیاہو گاتوان تذکروں نے سامعین کے قلوب کوان سے متنفر کردیاہو گااور بنی ہاشم کے کارنامے اور فضائل کوسنکر ان کے قلوب ان سے کھنچ گئے ہوں گے_

ان تمام باتوں میں اکثر بنی امیہ کے اخلاق وکردار کی مذمت کے علاوہ کوئی دوسری بات نہیں رہی ہوگی_

ان اصحاب کرام نے جب بدر کی داستان کوبیان کیاہو گاتوضرور کہاہو گا کہ معاویہ کادادااور ماموں نیز بھائی اور خاندان والے اسی جنگ میں مارے گئے اور ستر افراد قریش کے اور معاویہ کے خاندان کے اسیر بنائے گئے تھے_



جب جنگ احد کاتذکرہ چھڑاہو گاتوان لوگوں نے ضرور بتایاہو گا کہ معاویہ کاباپ ابوسفیان نے اس جنگ کابیڑااٹھار کھا تھا_

اور معاویہ کی ماں ہندہ نے رسول کے دلیر چچا حمزہ کے سینے کو چاک کر کے انکے جگر کو چبایا تھا پھر یہ بھی بیان کیا ہو گا کہ ایک دن ابوسفیان نے چیخ مار کر کہا تھا کہ، شاباش ہبل، جس وقت حسان کا شعر جو ہندہ کی مذمت میں کہا تھا اسکو پڑھا ہو گا تو معاویہ کی ناپاک ولادت کی تشریح کی ہو گی_

ایک روز فتح مکہ کا چرچا کیا ہو گا تو اس میں ابوسفیان و معاویہ کے ظاہری اسلام کی دلیل یہ دی ہو گی کہ رسول اکرم (ص) نے ان دونوں کو جنگ حنین کے مال غنیمت سے مولفۃ القلوب میں شمار کرتے ہوئے بہت سارے اموال دیئے تھے_

لیکن رسول (ص) اسلام کی نظر عنایت ان دونوں پر کار فرمانہ ہو سکی اور ابوسفیان نے مسلمان ہونے کے بعد کہا، کاش میں قدرت رکھتا تو لوگوں کو اس شخص ( محمد ) کے خلاف بھڑ کا دیتا_

جنگ صفین میں مسلمانوں نے ناگہانی حملے کی تاب نہ لا کر جب پیٹھ دکھائی تو اس ( ابوسفیان ) نے اپنے دوستوں سے کہا کہ ابھی کیا ہے یہ لوگ شکست کھا کر دریائے سرخ تک بھاگیں گے وفات رسول (ص) کے بعد جنگ یرموک میں جب مسلمان شکست کے قریب تھے تو اس ( ابوسفیان ) نے ہانک لگائی تھی، رومیوں زندہ باد، پھر تھوڑی دیر بعد نہایت افسوس کے ساتھ اس شعر کو پڑھا، کیا روم کے بادشاہوں میں سے کوئی بھی اس مقام پر نہیں ہے ؟

یہ تمام باتیں معاویہ جیسے ظالم و جابر کی حکومت کے زمانے میں ہوتی رہی ہونگی تو معاویہ نے بھی اپنے دادا اور باپ کی شجاعتوں کا تذکرہ کیا ہو گا_ کیونکہ عرب ان تذکروں کو سننا بہت پسند کرتے تھے لہذا اس راہ میں جو ہاتھ ایا اس کو انجام دیا اور جو کچھ معاویہ نے اسلام کے خلاف محاذ ارائی کی تھی اس سے دستبردار نہیں ہوا، لیکن اسکے افکار جاہلی کو ان ہی چند اصحاب نے چکنا چور کر دیا تھا، ان باتوں سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ معاویہ ان اصحاب رسول (ص) کی طرح نہیں تھا اور جو کچھ اس نے مدینہ میں تھوڑی بہت زندگی گذاری تھی ان لوگوں کے عادات و اطوار کو نہ سیکھ سکا_ میں ان چیزوں کو پیش کروں گا جو معاویہ کی حکومت کے زمانے میں رائج ہوئیں_

معاویہ نے اپنی حکومت میں رباخواری کو عام کیا شراب کے مشکیزے اسکے گھر میں لائے گئے نیز مسلمانوں کے بیت المال سے خواہشات نفسانی کی اگ بجھائی شہر کے خطیبوں نے اسی کے سامنے تعریف کی اور عصر جاہلیت کے طور

طریقے پر فخر ومباہات کی محفلیں قائم کی پھر اپنے حاشیہ نشینوں سے تکبرانہ لہجے میں کہا، قریش کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ ان میں سب سے بافضیلت ابوسفیان ومعاویہ ہیں اگرچہ رسول(ص) خدا کو خداوند عالم نے نبوت دیکر با عظمت بنادیا تھا، میں سمجھتاہوں کہ اگر تمام لوگ فرزند ابوسفیان ہوتے توسب کے سب صاحب عقل وتدبر ہوتے_(1)

اس سے بڑھ کر فخر اور کیاہو سکتاہے کہ اگر ابوسفیان تمام لوگوں کا باپ ہوتا توسارے کے سارے صاحب علم ودانش ہوتے_

معاویہ اپنے زعم ناقص میں یہ سمجھا کہ اسکا باپ بلندترین فرد ہے اور قریش میں سب سے بڑا خود ہے، اور رسول(ص) کے علاوہ سبھی اس سے پست ہیں، اگر کوئی شخص اس زمانہ میں چاہتا تو اسکے فخر ومباہات کے مقابلے میں صرف اتنا کہہ دیتا کہ_ جی ہاں_ معاویہ اپنی حکومت کے بل بوتے پر دوسروں پر اپنی فوقیت جتارہاہے نہ کہ اپنے ذاتی کمالات پر_

## معاویہ اور بنی امیہ کے بارے میں بزرگوں کا فیصلہ

معاویہ اپنی حکومت کے زمانے میں حدسے زیادہ بڑھ گیا تھااور غرور وتکبر اس میں اتنا آگیا تھا کہ اس نے اپنی حکومت میں سوائے اپنے قوم وقبیلہ کو بڑھانے کے کچھ نہ سوچا، وہ اس کے پس منظر میں اپنی حکومت کو بادشاہت میں تبدیل کرناچاہتا تھا، مگر اپنی خواہشات کو کس طرح عملی جامہ پہنائے، کیونکہ مسلمانوں کے درمیان صحابي امام اور دلیر شخص صعصہ بن صوحان موجود ہیں، جو یہ کہہ دینگے کہ تم اور تمہارا باپ اسی گروہ میں تھاجو پیغمبر اکرم(ص) سے لڑنے ایا تھا، اور تو ایک ازاد کردہ کا ازاد کیاہوا بیٹاہے جن پر رسول(ص) خدا نے احسان کرکے ازاد کیاہے پھر کس طرح ممکن ہے کہ خلافت کی باگ ڈور ایک ازاد کردہ کے ہاتھوں میں رہے(2) یایہ کہ جب ابوہریرہ اور ابودردا معاویہ کے نمائندے بنکر امام(ع) کے پاس ائے تھے تو اس وقت عبدالرحمن بن غنم اشعری نے یہ کہا تھا کہ، اخر معاویہ کیسے خلیفہ بنناچاہ رہاہے جبکہ وہ ان لوگوں میں ہے جن کے لئے خلافت کرنا بالکل جائز نہیں ہے اور معاویہ کا باپ( ابوسفیان) اس گروہ کا سردار تھاجو

---

1_ تاریخ طبری ج 5 ص89 ،کامل ابن اثیر ج 3 ص59

2_ مروج الذھب ج 3 ص50

اسلام کے خلاف جنگ کرنے ایا تھا(1)

پھر معاویہ کیسے خلیفہ ہو سکتا ہے جبکہ عمر نے اپنی حکومت کے زمانے میں یہ کہا تھا کہ خلافت ازاد کردہ یا انکے فرزندوں نیز فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والوں کا حق نہیں ہے اور یہ لوگ اس مقام تک پہونچنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور نہ لگائیں(2)

جب حضرت علی(ع) نے خطبہ دیا تو لوگوں کو یاد دہانی کراتے ہوئے فرمایا کہ، معاویہ ان میں سے ہے جسکو خداوند عالم نے نہ دین میں سبقت عطا کی اور نہ ہی کوئی فضیلت رکھتا ہے وہ ایک ازاد کردہ کا فرزند ہے کہ جس نے اسلام کے خلاف تمام جنگوں میں شرکت کی تھی اور اسکا باپ( ابوسفیان) ہمیشہ دشمن خدا اور سول(ص) رہا ہے اور جب ظاہری طور پر اسلام کو قبول کر لیا تب بھی اس سے کڑھتا رہا(3) ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ، اے معاویہ تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ تو ایک ازاد شدگان میں سے ہے جن کے لئے خلافت کرنا جائز نہیں ہے اور تجھے تو مسلمانوں کے امور میں ٹانگ لڑانے کا حق بھی نہیں ہے(4)

جنگ صفین میں علوی(ع) لشکر کے ایک سردار عبداللہ بن بدیل نے معاویہ کے بارے میں کہا تھا کہ، وہ اس چیز کا دعوا کر رہا ہے جو خود اسکی نہیں ہے اور اس شخص(علی(ع) ) سے جھگڑا کر رہا ہے جسکو خلافت کرنے کا حق ہے، پس اس گروہ سے جنگ کرو جو خلافت کو ہتھیانے میں لگا ہے اور ہم نے پیامبر اکرم(ص) کے ساتھ ان لوگوں سے جنگ کی تھی پس خدا کے واسطے اپنے اور دشمن خدا سے لڑنے کے لئے امادہ ہو جائو خدا تم لوگوں پر اپنی رحمت نازل کرے گا(5)

امام علیہ السلام کے وفادار صحابی عمار یاسر نے جنگ صفین میں معاویہ کے سلسلے میں باواز بلند یوں کہا کہ، اے مسلمانو، کیا تم لوگ اس شخص( معاویہ) کو دیکھنا چاہتے ہو جس نے خدا اور سول(ص) سے دشمنی وعداوت میں ان سے جنگیں لڑیں، مسلمانوں کے خلاف بغاوت و سرکشی کو ہوا دی اور مشرکین کی پشت پناہی کی، جب اس نے دیکھا کہ اللہ نے اپنے دین

---

1_ استیعاب ج 2 ص417، اسد الغابہ ج 3 ص318

2_ اسد الغابہ ج 4 ص387 ، طبقات الکبری ج 3 ص248 مطبوعہ لیدن

3_ وقعة صفین ص227 ، طبری ج 6 ص4 ، ابن اثیر ج 3 ص125

4_ عقد الفرید ج 2 ص284 ، شرح نہج البلاغہ ج 2 ص5

5_ وقعة صفین ص263 ، طبری ج 6 ص9 ، ابن اثیر ج 3 ص128 ، استیعاب ج 1 ص340

کو مستحکم کر کے اپنے رسول(ص) کو غلبہ حاصل کرا دیا تو پیامبر اکرم(ص) کے پاس ایا پھر مسلمان ہوا جبکہ خدا اسکے دل کو خوب جانتا تھا کہ اس نے صدق دل سے اسلام کو قبول نہیں کیا ہے بلکہ خوف جان اور طمع مال کی وجہ سے مسلمان ہوا ہے، اور جب رسول اکرم(ص) اس دنیا سے چلے گئے تو خدا کی قسم یہ ( معاویہ ) مسلمانوں کا دشمن اور کافروں کا دوست بن گیا، اگاہ ہو جائو یہ شخص معاویہ بن ابو سفیان ہے اس پر لعنت بھیجو کیونکہ خدا اس پر لعنت بھیجتا ہے اور اس سے جنگ و قتال کرو اس لئے کہ یہ چاہتا ہے کہ نور خدا کو گل کر کے ظلمت و تاریکی پھیلائے(1)

اسود بن یزید نے معاویہ کے سلسلے میں ام المومنین عائشہ سے کہا:

اے ام المومنین ایا اپ کو اس بات پر حیرت نہیں ہوتی ہے کہ وہ شخص جو ازاد کردہ ہے اور صحابی رسول(ص) سے خلافت کے سلسلے میں جھگڑا کر رہا ہے_

عائشہ نے جواب دیا، اس میں تعجب کی کیا بات ہے یہ حکومت ہے خدا جسے چاہے عطا کر دے اس میں نیک و بد کی قید نہیں ہے جس طرح فرعون الوہیت کا دعوا کرنے کے باوجود سالہا سال مصر میں حکومت کی اور اسکے علاوہ دوسرے بھی اس عہدے پر پہونچے ہیں(2)

امام حسن(ع) نے معاویہ کو خط لکھا کہ، اے معاویہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ تم اج اس عہدے پر براجمان ہو گئے جس پر کسی صورت میں براجمان ہونے کے لائق نہ تھے کیونکہ تم نہ دین میں کوئی منزلت رکھتے ہو اور نہ ہی اسلام لانے میں سبقت کی پھر تم اسکے فرزند ہو جس نے اسلام کے خلاف محاذ ارائوں کی سربراہی کی تھی اور وہ اسلام و قران اور رسول(ص) کا سخت ترین دشمن تھا(3)

شعبہ بن عریض نے معاویہ سے کہا تھا کہ، تم نے دور جاہلیت میں بھی اور اسلام لانے کے بعد بھی حق کو کچلا، دور جاہلیت میں رسول(ص) و وحی الہی کے خلاف اتنی جنگ کی کہ خداوند عالم نے اسلام ہی کو پیروز و کامیاب بنا کر تمھارے برے نقشے کو ملیامیٹ کر دیا تھا اور مسلمان ہونے کے بعد تم نے یہ کیا کہ جب فرزند رسول(ص) تخت خلافت پر پہونچا تو تم

---

1_ صفین ص240 ، طبری ج 6 ص7 ، ابن اثیر ج 3 ص126

2_ در منثور ج 6 ص9 ابدایہ والنہایہ ج 8 ص 131

3_ مقاتل الطالبین ص22 شرح نہج البلاغہ ج 4 ص12

اسکی حکومت کو گرانے کے چکر میں لگ گئے ،اے معاویہ تمہیں خلافت سے کیا سروکار ہے تم توازاد کردہ کے ازاد کئے ہوئے فرزند ہو(1)

ان تمام ذلتوں اور رسوائیوں کا حامل اور فضیلت ومنزلت سے کوسوں دور رہنے والا معاویہ کیسے حکومت کو خاندانی بنائے اور یہ تمام باتیں جو اسلام کی مشہور شخصیتوں نیز معاویہ کے ہم عصروں نے کہی ہیں اور اسکی سیاہکاری اس حد تک پہونچی ہوئی تھی تو کیسے عائشہ معاویہ کی صفائی پیش کررہی ہیں کہ یہ حکومت ہے خدا جسے چاہے دیدے اگرچہ براہی کیوں نہ ہو،جی ہاں،اگر اس طرح کا بیان نہ دیتیں تو پھر اسلامی حکومت کالباس معاویہ کے ناموزوں جسم پر کیسے اتا_

پھر اس حکومت کو معاویہ کیسے خاندانی بنائے کیونکہ اسلام معاشرے میں صاحب عظمت وفضیلت افراد موجود ہیں اور ہم نے بیان بھی کیاہے کہ اما حسن(ع) و حسین(ع) علیہما السلام جیسی شخصیتیں جو خاندان بنی ہاشم کی تمام بزرگیوں اور فضیلتوں کے وارث اور نواسئہ رسول(ص) نیزلوگوں میں کافی محبوب تھے_

لہذامعاویہ نے یہ کام کیاکہ ایک طرف اپنی حکومت کے ستون کو مستحکم کیا،دوسری طرف اس حکومت کو موروثی بنانے کے لئے لوگوں کو خاندان رسول(ص) وال علی(ع) سے دوررکھاتاکہ لوگ اس سے اور اسکے خاندان کی طرف مائل ہونے لگیں،اسی بناء پر معاویہ نے خاندان علی(ع) واصحاب رسول(ص) سے اتنی ہولناک جنگ لڑی جس کے خوف سے بچے بوڑھے ہوگئے اور مسلمانوں کے خون سے زمینیں رنگین ہوگئیں پھر انکی عورتوں کو اسیر کر کے بازاروں میں بیچاگیا_

معاویہ نے اس ہدف تک پہونچنے میں کسی چیز سے دریغ نہیں کیادولت،ثروت،حیلہ سب کو اسی طرح استعمال کیاجس طرح اپنی حکومت کے سلسلہ میں استعمال کیاتھا،اور جسکے ذریعہ سادہ لوح افراد کو اپنی طرف کھینچا تھاوہ حیلہ قصاص خون عثمان کا تھا،جس سے اس نے خوب فائدہ اٹھایا تھا_

---

1_ اغانی ج 3 ص25 ،اصابہ ج 2 ص 41

## اپنے کرتوت پر جعلی حدیثوں کا غلاف

معاویہ کے اس پروپیگنڈے کے پیچھے دو اہداف پوشیدہ تھے_1_ اس پروپیگنڈہ سے لوگوں کے ذہن و دماغ کو حقائق سے دور کر کے مسلمانوں کی تہذیب و تمدن کو چھین لے_2_ اپنی فکر کو جو عرب کی جہالت اور شام کے عیسائی تہذیب سے بھری ہوئی تھی بیوقوف اور سادہ لوح مسلمانوں کے ذہن میں بھر دے_

اس بحث میں اپ دیکھیں گے کہ اس نے اپنی سیاست کو کامیاب بنانے کے لئے کن کن وسائل کا سہارا لیا تھا، اور خاندان رسول(ص) محافظ اسلام و قران خاص طور سے حضرت علی(ع) جو بے نظیر فضائل و کمالات کے مالک تھے اور ان فضائل و کمالات کی وجہ سے لوگوں کے قلوب کو محو کئے تھے کس طرح داغدار کیا تھا اور جہاں تک ممکن ہوا ان کے فضائل و کمالات کو تحریف کیا، پھر ان تحریف کئے ہوئے مطالب و مفاہیم کو مسلسل پروپیگنڈہ کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں بٹھایا، تاکہ سادہ لوح افراد اسلام و قران کے چشمہ زلال جو بعد رسول(ص) اہلبیت علیھم السلام تھے سے متنفر ہو جائیں_

طبری لکھتے ہیں:

معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ جانے سے پہلے اپنی خدمت میں بلوایا اور اس سے کہا، میں چاہتا ہوں کہ تم سے کچھ باتیں کروں لیکن چونکہ تم کافی ذہین ہو لہذا اس بات کو چھوڑ دیتا ہوں، مگر ایک بات جو تم سے کہنا بہت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ علی(ع) کو برا بھلا کہنے سے کبھی نہ چوکنا اور ہمیشہ عثمان کی اچھائیوں کو بیان کرنا، دوسری بات یہ ہے کہ شیعیان علی(ع) کی عیب جوئی نیز ان لوگوں کو اذیت و تکلیف دینے میں کسی قسم کی رعایت نہ کرنا، اور عثمان کے چاہنے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا_

مغیرہ نے کہا، ہم اپنی ذات سے غافل نہیں ہیں اور اس سلسلہ میں میرا کافی تجربہ ہے اور بہت سارے امور کو انجام دے چکا ہوں، اب تم( معاویہ ) بھی مجھے ازمالو اگر میرا کام پسند ایا تو میری تعریف کرنا ورنہ اس کام سے معزول کر دینا_

معاویہ نے کہا، نہیں انشاء اللہ تمہاری تعریف ہی کروں گا(1)

کتاب احداث میں مدائنی نقل کرتے ہیں:

---

1_ طبری ج 6 ص108 ،ابن اثیر ج 3 ص202

جب معاویہ تخت خلافت پر آگیاتو اپنے تمام حکمرانوں کو لکھا کہ جو بھی ابوتراب(ع) اور خاندان علی(ع) کے فضائل کو بیان کرتا نظر آئے اسکو جان سے مار ڈالو اور اسکے مال و اسباب کو لوٹ لو_

اس دور میں اہل کوفہ نیز شیعیان علی(ع) زیادہ اذیت و تکلیف میں گرفتار ہوئے_

دوسری مرتبہ امیر شام معاویہ نے تمام شہر کے والیوں کو حکم دیا کہ، محبان علی(ع) اور انکے خاندان والوں کی کوئی گواہی قبول نہ کی جائے_

اور جو لوگ عثمان کے فضائل کو بیان کر رہے ہوں اور وہ لوگ تم لوگوں کی حکمرانی میں زندگی گذار رہے ہوں انکو خوب اچھی طرح پہچان لو اور انکے ساتھ احترام و اکرام سے پیش آئو اور ان لوگوں کو اپنے نزدیک جگہ دو نیز ان کے باپ اور خاندان کا نام لکھ کر ہمارے پاس روانہ کرو، جیسے ہی یہ فرمان جاری ہوا تو ضمیر فروش اور دنیا پرست لوگ حدیثیں گڑھنے لگے اور عثمان کے فضائل اتنے گڑھے کہ ایک حدیث کا انبار ہو گیا، کیونکہ معاویہ نے دولت وثروت اور فاخرہ لباس نیز جو کچھ ہاتھ میں تھا ان سب کو اس راہ میں بے دریغ خرچ کیا تھا_

نتیجہ یہ ہوا کہ جو بھی ضمیر فروش معاویہ کے حکمرانوں کے پاس گیا عثمان کی مدح میں ایک حدیث بیان کر دی تو ان کا مورد توجہ بن گیا اور اسکا نام لکھ لیا اسکے بعد حکومت کے کسی عہدے پر فائز کر دیا گیا، معاویہ نے ایک مدت کے بعد اپنے حکمرانوں کو دوسرا دستور دیا کہ، اب عثمان کے فضائل بہت زیادہ ہوگئے ہیں اور ان فضائل کا تمام شہروں میں کافی پرچار بھی ہو گیا ہے، لہذا تم لوگ خلفاء ثلاثہ اور فضائل صحابہ کے بارے میں لوگوں سے اسی طرح حدیثیں گڑھو ائو جس طرح ابوتراب کی فضیلت کے سلسلے میں حدیثیں ہیں_

میری نظر میں یہ کام بہت اچھا رہے گا اور مجھے اس کام سے بہت تقویت ملے گی، کیونکہ ابوتراب(ع) اور ان کے چاہنے والوں کے دلائل و براہین کی کاٹ کرنے کے لئے اس سے زیادہ بہتر کوئی اسلحہ نہیں رہے گا، اور ان کے چاہنے والوں کو چڑہانے کے لئے فضائل عثمان میں نقل کی گئیں حدیثیں زیادہ مناسب رہیں گی_

معاویہ کا حکم لوگوں کو سنایا گیا جسکے نتیجہ میں بہت ساری جھوٹی حدیثیں معرض وجود میں ائیں جس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں ہے_

اہستہ اہستہ ان احادیث کو بیوقوفوں نے منبروں سے بیان کرنا شروع کر دیا پھر معلم مکتب نے بچوں کے حوالے کیا

انھوں نے ان حدیثوں کو یاد کیا پھر ان بچوں سے نوجوانوں نے لیا اور اس طرح قران کریم کی طرح ان جھوٹی حدیثوں کی تلاوت اور حفظ کیا جانے لگا، پھر مردوں کی بزم سے ہوتی ہوئی عورتوں کے مکاتب و معاشرے میں پہونچیں، انھوں نے ان احادیث کو مسلمان لڑکیوں میں پہونچایا اور ان لوگوں نے اپنے غلام و خادم کی خدمت میں بیان کیا اسی طرح ایک مدت تک یہ حدیثیں اسلامی معاشرے میں گھومتی رہیں_

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ جھوٹی حدیثیں انے والی نسلوں کے لئے دردسر بن گئیں اور جس عالم و مفتی اور قاضی و حاکم نے ان جھوٹی حدیثوں کو دیکھا اس پر یقین کر لیا(1)

محدث بزرگ و مشہور عالم حدیث ابن عرفہ نے اپنی تاریخ میں ان مطالب کو ذکر کیا ہے جو مدائنی کے قول کی تصدیق کرتی ہے، یہ لکھتے ہیں:

اکثر جھوٹی حدیثیں جو فضائل صحابہ کو بیان کرتی ہیں بنی امیہ کے زمانے میں گڑھی گئی ہیں کیونکہ حدیث سازوں نے اسکے ذریعہ خلافت کی مشینروں سے تقرب حاصل کرنے کے لئے ایسا کیا تھا اور امویوں نے ان جھوٹی حدیثوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس بات کی کوشش کی تھی کہ بنی ہاشم کے سر کو عالم اسلام میں جھکا کر رکھ دیں(2)

البتہ معاویہ نے صرف اپنی حکومت کے زمانے میں حدیث گڑھنے کا کارخانہ نہیں کھولا تھا، بلکہ اس سے پہلے بھی اس کام کو انجام دے چکا تھا_

طبری بیان کرتے ہیں:

جب امام(ع) کے صحابی اور حاکم مصر قیس بن سعد نے معاویہ کی پیشکش کو ٹھکرادیا اور انکی طرف سے بالکل مایوس ہوگیا تو بہت پریشان ہوا لہذا معاویہ نے ایک حیلہ تیار کر کے اہل شام کو بلایا اور ان لوگوں سے کہا کہ قیس بن سعد نے ہماری پیشنہادوں کو مان لیا ہے اور انھوں نے ہماری مدد کرنے پر اپنی کمر باندھ لی ہے لہذا تم لوگ انکو دعائے خیر دو، پھر اپنی جیب سے ایک جھوٹا خط ان کی طرف سے نکالا اور اسکو لوگوں کے سامنے پڑھا جس میں یہ تھا کہ_

بسم اللہ الرحمن الرحیم_ یہ خط ہے امیر شام معاویہ بن ابوسفیان کے نام قیس بن سعد کی طرف سے، اپ پر سلامتی ہو،

---

1_ شرح نہج البلاغہ ج 3 ص16

2_ شرح نہج البلاغہ ص15 ، فجر الاسلام ص213

عثمان کا قتل عالم اسلام میں بہت بڑا حادثہ ہے میں نے بہت غور و فکر کیا تو اس نتیجے تک پہونچا کہ امام(ع) ( علی(ع) ) کے متقی و پرہیز گار گروہ کے ساتھ جنھوں نے عثمان کو قتل کیا ہے نہیں رہونگا،اور اپنے گذشتہ گناہ کی معافی و تلافی اپنے خدا کی بارگاہ میں کرونگا، خدا سے میری بس یہ دعا ہے کہ میرے دین و ایمان کو سالم رکھے اگاہ ہو جائو کہ ہم ( قیس ) اج کے بعد تمھارے ( معاویہ ) کے ساتھ ہیں اور قتل عثمان کے سلسلہ میں جنگ کرنے کے لئے تیار ہیں کیونکہ وہ خلیفہ امت تھا جسکو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا_

پس جتنا تمھیں دولت و ثروت نیز سپاہیوں کی ضرورت ہے اسکو میرے پاس لکھ کر بھیجو ہم تمھاری ہر طریقے سے مدد و نصرت کرنے کے لئے امادہ ہیں، امیر ( معاویہ ) پر ہمیشہ خدا کی نظر و کرم رہے(1)

جی ہاں_ معاویہ ذرہ برابر جھوٹ بولنے سے خوف نہیں کھاتا تھا اور اپنی سیاست کو کامیاب بنانے کے لئے اس نے ان ہی چیزوں کا سہارا لیا لیکن جسوقت حکومت پر قبضہ کر لیا اور تمام سرزمین اسلامی کا حاکم بن گیا تو جعلی حدیثوں کی زیادہ ضرورت محسوس ہوئی لہذا مجبور ہوا کہ ان ضمیر فروشوں سے حدیث بنوائے، یہ جنگ سرد تھی مگر پروپیگنڈے کی جنگ تھی، اسی لئے ہر ادمی بازی لے جانے کی فکر میں تھا اگرچہ ایک گروہ کا جہاں فائدہ ہو رہا تھا اسی جگہ دوسرے گروہ کا بڑا نقصان ہو رہا تھا_

اس دور میں کچھ ضمیر فروش صحابہ کا گروہ جن میں مغیرہ بن شعبہ، عمرو عاص، سمرۃ بن جندب، اور ابوہریرہ جیسے افراد جو ہمیشہ مقام و دولت کے بھوکے تھے مگر دین و منزلت کے اعتبار سے کوئی خاص اہمیت کے حامل نہ تھے، معایہ سے جاملے_

مشہور عالم اہلسنت ابن ابی الحدید معتزلی اپنے استاد ابوجعفر اسکافی سے نقل کرتا ہے معاویہ نے بعض صحابہ و تابعین کو خریدا تا کہ وہ علی(ع) کو برا بھلا کہہ کر انکے دامن کو داغدار کریں، اور لوگ ان سے متنفر ہو جائیں، ان لوگوں کو معاویہ اچھی خاصی تنخواہیں دیتا تھا تا کہ یہ لوگ اپنے کاموں میں تساہلی نہ برتیں، ان لوگوں نے معاویہ کے کہنے پر حدیثیں گڑھیں، جن میں صحابہ سے ابوھریرہ، عمرو عاص، اور مغیرہ بن شعبہ جیسے افراد تھے اور تابعین سے عروہ بن زبیر تھا_

---

1_ طبری ج 5 ص230 ، نجوم الزاہرۃ ج 1 ص 101

زھری بیان کرتے ہیں:

عروہ بن زبیر نے معاویہ کے کہنے پر عائشہ سے ایک حدیث نقل کی کہ اپ ( عائشہ ) نے کہا کہ میں رسول(ص) کے ساتھ بیٹھی ہوئي تھی کہ_ عباس و علی(ع) اتے ہوئے نظر ائے رسول(ص) خدانے فرمایااے عائشہ یہ دونوں کافر مریں گے_

عبدالرزاق، معمر سے نقل کرتا ہے کہ زہری کے پاس دوحدیثیں تھیں جو عروہ نے عائشہ سے بیان کی تھیں یہ دونوں حدیثیں علی(ع) کے بارے میں ہیں_

معمر کہتاہے کہ میں نے ایک روز زہری سے ان حدیثوں کے بارے میں معلوم کیاتواس نے جواب دیا کہ تمھیں ان حدیثوں سے کیاکام ہے، خدابہتر جانتاہے یہ دونوں حدیثیں ہیں یابنی ہاشم پر بہتان والزام ہے_

میں نے پہلی حدیث عروہ سے اوپر بیان کی تھی اب دوسری حدیث ملاحظہ فرمائیے_

عروہ عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ، میں رسول(ص) کے پاس بیٹھی ہوئي تھی تو علی(ع) وعباس اتے ہوئے نظر ائے رسول خدا(ص) نے فرمایا: اے عائشہ_ اگر دو جھنمی کو دیکھنا چاہتی ہو تو دیکھ لو، میں نے کیادیکھا کہ علی(ع) و عباس ہیں(1)

اسی قسم کی حدیثیں جو عمروعاص نے گڑھیں ہیں، اسکو بخاری ومسلم نے اپنی کتابوں میں نقل کیاہے_

عمروعاص کہتاہے کہ میں نےپیغمبر اکرم(ص) کوباواز کہتے ہوئے سنا کہ، ال ابوطالب ہمارے محبوں میں نھیں ہیں، بلکہ ہمارے اور خدا کے محب مومن ومتقی لوگ ہیں(2)

بخاری نے دوسری روایت میں مزیدیوں بیان کیاہے:

پیغمبر اکرم(ص) نے فرمایا_ ال ابوطالب ہمارے رشتہ داروں میں سے ہیں اسی بناءپر ان سے صلہ رحم کرتاہوں، لیکن جو حدیثیں ابوہریرہ نے معاویہ کے کہنے پر گڑھی ہیں اسکو اعمش نقل کرتا ہے_

جب صلح امام حسن(ع) کے بعد ابوہریرہ معاویہ کے ہمراہ عراق ایاتو استقبال کرنے والوں کی بھیڑ دیکھی تو جاکر مسجد کوفہ میں دوزانو ہوکر بیٹھ گیا، پھر کئي مرتبہ اپنے چندیا پر ہاتھ پھیراا ور عرض کیا، اے کوفے والو، ایاتم لوگ چاہتے ہو کہ خدا اور رسول پر بہتان لگاکر جھنم کا ایندھن بنوں_

---

1_ شرح نہج البلاغہ ج 1 ص258

خدا کی قسم، ہم نے رسول(ص) خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ، ہر رسول(ص) کا ایک حرم ہے اور میرا حرم مدینہ میں کوہ عیر اور کوہ ثور کے درمیان میں ہے_

جو بھی اس حرم میں ناگوار واقعات پیدا کرے گا تو خدا اور ملائکہ اور تمام انسانوں کی اس شخص پر لعنت ہو گی_

پھر اضافہ کرتا ہے کہ_ میں قسم کھاتا ہوں کہ اس سرزمین مقدس پر علی(ع) نے فتنہ واشوب برپا کیا، اس حدیث کی خبر معاویہ تک پہونچی اس نے اس حدیث کے گڑھنے کے اوپر مغیرہ کا خوب احترام کیا اور اسکے نتیجہ میں اسکو والیء مدینہ بنادیا_

مگر سمرہ بن جندب کے واقعے کو ابن ابی الحدید نے اپنے استاد ابو جعفر اسکافی سے یوں نقل کیا ہے:

معاویہ نے سمرہ بن جندب کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجوایا تا کہ ایت" ومن الناس من یعجبک قولہ من الحیاۃ الدنیا ویشھد علی ما قلبہ وھو الد الخصام "سورہ بقرہ ایت 204

ترجمہ: انسانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جنکی باتیں زندگانی دنیا میں بھلی لگتی ہیں اور وہ اپنے دل کی باتوں پر خدا کو گواہ بناتے ہیں حالانکہ وہ بدترین دشمن ہیں، کو حضرت علی(ع) سے منسوب کردے اور " ومن الناس من یشری نفسہ بتغاء مرضات اللہ واللہ رئوف بالعباد" سورہ بقرہ ایت 207 کو جو حضرت علی(ع) کی شان میں نازل ہوئی تھی اسکے متعلق ایک حدیث رسول(ص) سے منسوب کرکے امیر المومنین کے قاتل ابن ملجم کے نام کردے، سمرہ بن جندب نے قبول نہیں کیا_

معاویہ نے مزید دولاکھ درہم بھجوائے پھر بھی قبول نہیں کیا لیکن جب معاملہ چارلاکھ درہم تک پہونچ گیا تب جاکر سمرہ بن جندب نے رسول اکرم(ص) سے جھوٹی حدیث ان ایتوں کے سلسلے میں گڑھی اور لوگوں سے بیان کیا(1)

## معاویہ کے مقابلے میں بعض دلیروں کا کردار

پروپیگنڈے کی جنگ اتنی خطرناک تھی کہ ایمان کی اساس طوفان کے زد پر اکر فنا ہورہی تھی، اور بعض صحابہ وتابعین نے معاویہ کی اواز پر لبیک کہہ کر اپنا خوب پیٹ بھرا_

---

1_ شرح نہج البلاغہ ج 1 ص 361

مملکت اسلامی کے بار سوخ افراد مسلمانوں کے بیت المال سے خریدے جانے لگے اور ان لوگوں کو خوب سونے اور چاندی کی تھیلیاں دی جانے لگیں یا کسی حکومتی عہدے پر فائز کر دیا گیا، مگر ایک چھوٹا سا گروہ تھا جس نے دین و شرافت کو مد نظر رکھتے ہوئے معاویہ کی ہونکاری نہیں بھری تھی، ان لوگوں کو اتنا ستایا گیا کہ انھوں نے اپنی جان ومال سب کچھ راہ خدا میں قربان کر دیا_

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں جھوٹی حدیثیں منظر عام پر اگئیں اور اسلامی معاشرہ تاریک ماحول میں چلا گیا، ان گڑھی ہوئی حدیثوں کے ہوتے ہوئے کون انسان اسلام حقیقی کو پہچان سکتا تھا اور دوسرے یہ کہ وہ ہزاروں افراد جو متقی و پرہیز گار تھے وہ سختیوں کو جھیل کر موت کے دامن میں سو چکے تھے_

ہم نے اس سے پہلے ان لوگوں کا تذکرہ کیا ہے جنھوں نے معاویہ کے دام فریب میں اکر جھوٹی حدیثیں گڑھیں کہ انہی میں ایک سمرہ بن جندب ہے، یہ وہ شخص ہے جو معاویہ کے اشارے پر ناچتا رہا جسکی وجہ سے اسکو بصرہ کی حکومت ملی تھی_

سمرہ کی اور سیاہکاریوں کو چھوڑ کر صرف جو کوفہ میں تباہیاں اور قتل وغارتگری کا اس نے بازار گرم کیا تھا، اسکو طبری یوں بیان کرتا ہے_

مشہور عالم ابن سیریں سے پوچھا گیا کہ سمرہ بن جندب نے کسی کو قتل کیا ہے یا نہیں سیرین نے جواب دیا، تم لوگ سمرہ کے قتل کو شمار کر لوگے ؟

ایک مرتبہ زیاد نے بصرہ میں اپنا جانشین بنا دیا تو چھ مہینے کے اندر اس نے اٹھ ہزار بے گناہ مسلمانوں کو قتل کیا جن میں پینتالیس افراد وہ تھے جو حافظان قران تھے(1)

طبری مزید کہتا ہے، جب معاویہ نے زیاد کی جگہ سمرہ بن جندب کو چند مہینے تک حاکم بصرہ بنا کر معزول کر دیا تو اس نے کہا، خدا معاویہ کو غارت کرے، خدا کی قسم، میں نے جس طرح معاویہ کے حکم کو مانا تھا اگر اسی طرح اپنے پروردگار کی اطاعت کرتا تو ہرگز مستحق عذاب نہ ہوتا(2)

---

1_ طبری ج 6 ص132 ،ابن اثیر ج 3 ص189

2_ طبری ج 6 ص164 ،ابن اثیر ج 3 ص212

انھیں میں دوسرا ضمیر فروش مغیرہ بن شعبہ تھا، جس نے سات سال کچھ مہینے کوفہ پر حکومت کی اور ایک لمحہ بھی حضرت علی (ع) اور قاتلان عثمان پر نفریں کئے بغیر اور عثمان کے حق میں دعا کئے بغیر چین وسکون سے نہیں بیٹھا_

البتہ مغیرہ اپنی چالاکی وذہانت کیوجہ سے حکومتی امور کو کبھی نرمیت اور خاطر مدارات کے ذریعے تو کبھی سختی سے انجام دیتا تھا_

طبری لکھتے ہیں:

ایک روز مغیرہ بن شعبہ نے صحابی امام (ع) صعصہ بن صوحان سے کہا، ذرا کان کھول کر سن لو، ایسا نہ ہو کہ ایک دن تمھاری خبر عثمان کی بد گوئی کرتے ہوئے میرے کانوں تک پہونچے، اگر علی (ع) کے فضائل کو بیان کرنا ہے تو علنی طور پر بیان نہ کرنا بلکہ مخفی مقام پر بیان کرنا جس طرح علی (ع) کے فضائل تم جانتے ہو اسی طرح میں بھی واقف ہوں لیکن کیا کروں حکومت اموی کی طرف سے ڈنڈا ہے کہ علی (ع) کو برا بھلا کہو، البتہ میں نے اکثر مقامات پر ان امور میں روگردانی کی ہے مگر جہاں پر مجبور ہو جاتا ہوں تو اپنی محافظت کے لئے بعض جملے برائی کے کہہ ڈالتا ہوں، اگر زیادہ فضائل علی (ع) کے بیان کرنے کا شوق رکھتے ہو تو اپنے قریبی رشتہ داروں کے گھروں میں بیان کرنا مگر مسجد اور شاہراہ پر بیان کرنا ایک ایسا مسئلہ ہے جسکو خلیفہ ( معاویہ ) برداشت نہیں کر سکتا، اور نہ ہی اس سلسلے میں میرے عذر کو قبول کر سکتا ہے ( 1 )

اخری فرد زیاد بن ابیہ کی ہے جس نے معاویہ کے حکم کو نافذ کرنے میں بہت مشکلات کا سامنا کیا ہے، حجر اور انکے ساتھیوں کے ساتھ جو اس نے سلوک کیا تھا اسکو اپ نے ملاحظہ فرمایا لیکن اس وقت اسی واقعہ کی ایک کڑی جو زیاد اور صیفی بن فسیل کے درمیان ایا تھا اسکو بیان کر رہا ہوں_

ایک روز زیاد نے صیفی کو بلوایا اور اس سے کہا، اے دشمن خدا تم ابوتراب کے بارے میں کیا کہتے ہو، صیفی نے کہا، ابوتراب کس کا نام ہے_

زیاد نے کہا_ تمھیں نہیں معلوم ہے ارے تم اچھی طرح سے ان کو پہچانتے ہو_

صیفی نے کہا_ مجھے نہیں معلوم ہے_

---

1_ طبری ج 6 ص108

زیاد نے کہا_ علی بن ابیطالب کا لقب ہے_

صیفی نے کہا_ اچھا وہ ہیں_

ایک طویل مدت تک ایسے ہی مکالمہ ہو تا رہا، اخر زیاد نے چھڑی منگوائی اور صیفی سے کہا کہ اب بتائو تمھارا علی(ع) کے بارے میں کیا خیال ہے_

صیفی نے کہا، اس بندئہ خدا میں جو خوبی ہو گی اسی کو بیان کرونگا_

زیاد نے اپنے جلادوں سے کہا کہ اسکو اتنا مارو کہ انکی گردن ٹوٹ جائے، ان لوگوں نے صیفی کی خوب پٹائی کی_

زیاد نے پھر پوچھا، اب علی(ع) کے بارے میں کیا کہتے ہو_

صیفی نے کہا خدا کی قسم، اگر تم لوگ مجھے تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے بھی کردوگے تو وہی کہوں گا جو انکی خوبی کی علامت ہے_

زیاد نے کہا_ اگر علی(ع) پر نفرین نہیں کروگے تو تمہاری گردن اڑادونگا_

صیفی نے جواب دیا_ تم میری گردن کو تن سے جدا کرسکتے ہو مگر جس چیز کو سننا چاہتے ہو اسکو میری زبان سے نہیں سن سکتے ہو، میں قتل ہو کر خوش نصیب بن جائو نگا اور تم قتل کر کے بدبخت ہو جائو گے_

یہ سننا تھا کہ زیاد نے حکم دیا کہ اسکو زنجیروں میں جکڑ کر قید خانہ میں ڈال دیا جائے اخر اس شخص (صیفی) کو بھی حجر اور انکے ساتھیوں کے ساتھ شھید کر دیا گیا(1)

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ زیاد نے حضرموت کے اطراف سے دو ادمیوں کو معاویہ کے پاس بھیجا اور اس نے خط میں یہ لکھا کہ یہ لوگ دین علی(ع) اور انکے چاہنے والے ہیں_

معاویہ نے جواب دیا_ جو بھی دین علی(ع) اور انکی اطاعت میں ہے انکو قتل کر کے ان کی لاشوں کو پائمال کردو_

زیاد نے ان دونوں محبان علی(ع) کو کوفے کے دار الامارہ پر سولی دیدی(2)

ایک دوسرا خط معاویہ کے پاس یہ لکھا کہ ایک قبیلہ خثعمی کے فرد نے میرے سامنے علی(ع) کی مدح سرائی کی ہے اور عثمان کو

برے الفاظ سے یاد کیاہے،اس سلسلہ میں تمھارا حتمی فیصلہ کیاہے_

معاویہ نے جواب دیا_ اس شخص کو زندہ در گور کر دو،زیاد نے یہ کام معاویہ کے کہنے پر انجام دیا کہ لوگ خوف و دہشت کے مارے فضائل علی(ع) کو بیان نہ کر سکیں(1)_

مورخین نے زیاد کی تباہکاریوں کے سلسلے میں بہت کچھ تحریر کیاہے خود ابن عساکر لکھتاہے،ایک روز زیاد نے تمام اہل کوفہ کو دعوت دی جب مسجد کوفہ لوگوں سے بھر گئي توزیاد نے اس جم غفیر کو حکم دیا کہ تم لوگ علی(ع) پر نفرین کرو(2) _

مسعودی لکھتے ہیں:

زیاد نے اہل کوفہ کو اپنے قصر میں بلایااوران لوگوں سے کہا کہ تم لوگ علی(ع) کو برا بھلا کہواور اپنے مامورین سے جتادیا کہ اگر کوئي شخص علی(ع) پر نفرین کرنے سے کترائے تواسکی گردن فوراًاڑادو مگر خوش قسمتی یہ رہی کہ اسی وقت مرض طاعون میں مبتلاہوگیااوراس دنیاسے مرکھپ گیااس طرح اہل کوفہ نے چین وسکون کی سانس لی(3)

عمروبن حمق خزاعی کی ذات وہ تھی جن کا شمار بہادروں میں ہوتاتھا،مگر حاکم کوفہ زیاد نے انکے قتل کا فرمان جاری کر دیا تھا،یہ امام علیہ السلام پر تبرانہ بھیجنے کے ڈر سے جنگل میں جاکر چھپ گئے،لیکن حاکم کوفہ (زیاد) کے ظالم سپاہیوں نے انکو چراغ کے ذریعہ ڈھونڈھنا شروع کیااخرکار عراق کے تپتا صحراء کے ایک غار میں انکو گرفتار کرلیاگیااور حاکم کوفہ کی خدمت میں پیش کیاگیا،مگر عمروبن حمق خزاعی نے امام(ع) کو کچھ نہ کہاجسکے بدلے میں انکوزیاد نے قتل کردیاپھرانکے سر کو معاویہ کے پاس بھیجااس نے حکم دیا کہ اس سر کو بازار میں لٹکادیاجائے تاکہ لوگ اس سر سے عبرت لیں_

چند دنوں بعد اس سر کو عمروبن حمق کی بیوی کے پاس بھیجاگیاجو خود اسی محبت علی(ع) کیوجہ سے قید خانہ کی صعوبتوں کو برداشت کر رہی تھیں،جب انھوں نے اپنے شوہر کے کٹے ہوئے سر کو دیکھاتوحسرت ویاس کے مارے یہ کہا،کتنا زمانہ ہوگیاکہ تم لوگوں نے میرے شوہر کو مجھ سے چھڑادیاتھا،لیکن اب اسکے سر کو میری خدمت میں تحفہ بناکر پیش کرتے ہوارے یہ تحفہ بڑاقیمتی_(4)_

---

1_ طبری ج 6 ص160 ،ابن اثیرج 3 ص209 ،اغانی ج16 ص10 ،ابن عساکرج 2 ص379

2_ ابن عساکرج 2 ص517

3_ مروج الذھب ج 3 ص30

4_ابن قتیبہ کی المعارف ص127 ،استیعاب ج 2 ص517 ،اصابہ ج 2 ص526 ،ابن کثیرج 8 ص48 ،المعبر ص490

# بلاد اسلامی کے منبروں سے امیر المومنین پر نفرین

امام علیہ السلام کے اصحاب کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوشش اور جھوٹی حدیثوں کے ذریعہ نیک کردار کو بدنام کرنا نیز بد کردار کو نیک کردار کرنے کی سازش یہ ساری کی ساری معاویہ کی سیاست تھی جو تمام بلاد اسلامی میں اگ کی طرح پھیل چکی تھی، زیاد بن ابیہ اور معاویہ کے دیگر حکمرانوں نے اس سیاست کو ترویج دینے میں بہت مشکلات کا سامنا کیا تھا اور اس سلسلہ میں مورخین نے ان حکمرانوں کی زیادتیوں اور تباہکاریوں کو بیان بھی کیا ہے_

یہ تمام تباہکاریاں اور گندی سیاست بنی امیہ کے دور میں دیکھنے میں اتی ہے، کیونکہ ان لوگوں نے مسلمانوں کے ذہن و دماغ کو اسی لئے حقائق سے دور رکھا تھا تا کہ تمام بلاد اسلامی کے منبروں سے حضرت علی(ع) کو برا بھلا کہا جائے اور صرف ایک سیستان کا صوبہ تھا جو معاویہ کے حکم کو نہیں مان رہا تھا اور ایک مرتبہ کے علاوہ اہل سیستان نے منبروں سے حضرت علی(ع) کو برا بھلا نہیں کہا:

اس ایک مرتبہ کے بعد سیستانیوں نے اموی ارکان خلافت سے عہد وپیمان کیا کہ ہم کو حضرت امیر المومنین(ع) پر نفرین کرنے سے باز رکھا جائے، درانحالیکہ اسی زمانے میں شہر اسلامی کے دو مقدس ترین شہروں (مکہ و مدینہ) میں منبروں سے امام(ع) پر لعنت بھیجی جا رہی تھی(1)

ضمیر فروش خطیبوں نے خاندان علوی(ع) کے سامنے امام(ع) بزرگوار پر لعن وطعن کی تھی جنھیں مورخین نے نقل کئے ہیں، لیکن میں ان تمام واقعات کو چھوڑتے ہوئے صرف ایک واقعہ پیش کر رہا ہوں_

ایک مرتبہ عمرو بن عاص نے منبر سے حضرت علی(ع) کو خوب برا بھلا کہا، جب یہ اتر گیا تو اسکے بعد مغیرہ بن شعبہ منبر پر اگیا اور اس نے بھی امام(ع) کے حق میں نازیبا کلمات زبان پر جاری کئے، درانحالیکہ اس مجلس میں حضرت امام حسن مجتبی(ع) موجود تھے، حاضرین نے امام(ع) سے ان دونوں (عمرو عاص، مغیرہ) کا جواب دینے کے لئے کہا:

---

1_ یاقوت حموی ج 5 ص38 مطبوعہ مصر

انحضرت(ص) نے ایک صورت میں جواب دینے کی پیشکش کو قبول کیا کہ اگر میں حق بات کہوں توتم سب میری تصدیق کرنااور اگر ناحق بات کہوں تو( العیاذ باللہ) میری تکذیب کرنا،امام علیہ السلام اس عہد وپیمان کے بعد منبر پر گئے اور حمد الہی کے بعد عمرواور مغیرہ سے خطاب کرتے ہوئے کہاکہ ،تم دونوں سے خدا کی قسم دیکر پوچھتاہوں کہ ایاتم دونوں بھول گئے ہو جورسول(ص) نے مہار پکڑنے والے کواور مرکب ہنکانے والے کو نیزسوار پر لعنت بھیجی تھی جن میں ایک فلاں شخص( معاویہ) تھا(1) _

حاضرین نے کہااپ سچ کہتے ہیں:

دوسری مرتبہ پھر عمروعاص ومغیرہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

ایاتم دونوں کو معلوم نہیں ہے جوپیغمبر اسلام(ص) نے عمروعاص کے ہر شعر کے بیت پر لعنت بھیجی تھی(2) ،تمام لوگوں نے کہاخدا کی قسم اپ سچ کہتے ہیں(3) _

لیکن جو مومن اور اہلبیت علیہم السلام کے چاہنے والے تھے کبھی بھی خطبوں میں نیزجس نشست میں علی(ع) کوبرا بھلا کہاجاتا تھااس میں شریک نہیں ہوتے تھے،اور قبل اسکے کہ خطبہ دیاجائے مسجد کو چھوڑدیتے تھے_

یہی وجہ تھی جو معاویہ کے حکمرانوں نے حکم خدا اور رسول(ص) کوبدل دیاتھا،اور جس نماز میں پہلے خطبہ تھااسکوبعد میں پڑھاگیا_

کتاب محلی میں ابن حزم رقمطراز ہیں:

بنی امیہ کی حکومت میں سب سے پہلے جوکام انجام دیاگیاوہ یہ تھاکہ خطبہ نماز کو نماز پر مقدم کردیاگیا،ان لوگوں نے اپنے نامشروع فعل کی توجیہ وتاویل اس طرح کی کہ لوگ نماز ختم ہونے کے بعد چلے جاتے ہیں اور خطبہ کو نہیں سنتے ہیں_

لیکن حقیقت تویہ ہے کہ ان لوگوں نے اتنا علی(ع) کوبرا بھلا کہاکہ نمازی اپنی نماز تمام کرکے مسجد سے بھاگ جاتے تھے اور مسلمان کا یہ فعل صحیح معنوں میں درست وحق تھا(4)

---

1_ سوار ابوسفیان،مہار تھامنے والا یزید بن ابوسفیان نیزہنکانے والا معاویہ تھااور پیغمبر اسلام(ص) نے ان تینوں پر لعنت بھیجی تھي

2_ عمروعاص نے عصر جاہلیت میں ایک قصیدہ رسول(ص) کی مذمت میں کہاتھاانحضرت نے بددعاکرکے خداوندعالم سے درخواست کی کہ اسکے ہر بیت پر ایک لعنت بھیجے

3_ تطہیر اللسان ص 55

صحیح بخاری اور صحیح مسلم نیز حدیث کی دوسری معتبر کتابوں میں ابو سعید خدری سے یوں نقل ہوا ہے_

میں ( سعید ) حاکم مدینہ مروان کے ساتھ عید الاضحی یا عید الفطر کی نماز عید گاہ میں پڑھنے گیا، کثیر بن صلت کے بنائے ہوئے منبر کے قریب جیسے ہی مروان پہونچا تو اس پر چڑھ گیا اور نماز سے پہلے خطبہ دے ڈالا، میں نے اسکو لاکھ روکا مگر وہ نہ مانا، جب خطبہ دیکر مروان نیچے اترا تو میں نے اس سے کہا کہ خدا کی قسم، تم نے تو دین و شریعت کو بدل ڈالا ہے

مروان نے کہا، اے ابو سعید جن چیزوں کو تم بنام دین سمجھتے ہو وہ تمام کی تمام دنیا سے اٹھ گئی ہیں_

ابو سعید نے کہا، خدا کی قسم، ان بدعتوں سے بھتر یہ تھا کہ کچھ جانتے ہی نہیں، مروان نے کہا، اگر نماز سے پہلے خطبہ نہ دیتے تو لوگ میرے خطبے کو ہرگز نہیں سنتے اسی وجہ سے میں نے نماز سے پہلے خطبہ دیدیا ہے (1)

## بعض لوگوں کا لعنت سے گریز

خلافت اموی کے حکام و مامورین نے صرف عام لوگوں سے حضرت علی (ع) پر لعنت نہیں بھجوائی، بلکہ اصحاب رسول (ص) جو اسلام کی معرفت رکھنے کیوجہ سے زیادہ مستحق پیروی تھے ان سے بھی کہا کہ میرے حکم کو مانیں اور علی (ع) پر لعنت بھیجیں_

سہل بن سعد کہتے ہیں:

ایک روز ال مروان (1) کے ایک حاکم نے مدینہ میں مجھے طلب کیا اور ہم سے کہا کہ تم علی (ع) پر لعنت بھیجو، میں نے حاکم مدینہ کی بات کو ٹھکرا دیا_

حاکم نے کہا اچھا ابو تراب (ع) پر لعنت بھیج دو_

سہل نے کہا، حضرت علی (ع) کو سارے ناموں میں سب سے زیادہ محبوب نام ابو تراب (ع) تھا اور جب لوگوں نے اس نام سے یاد کیا تو اپ بہت خوش ہوئے_

حاکم مدینہ نے کہا_ مجھے اس نام کی داستان سے مطلع کرو اور خوش ہونے کا سبب بتائو، میں نے کہا ایک مرتبہ پیغمبر (ص)

---

1_ بخاری ج 2 ص 111 ، مسلم ج 3 ص20 ، سنن ابی داود ج 1 ص178 ، ابن ماجہ ج 1 ص386 ، بیہقی ج 3 ص297 ، مسند احمد ج 3 ص20

اسلام جناب سیدہ(ع) کے گھر تشریف لائے اور علی(ع) کو وہاں موجود نہ پاکر اپنی بیٹی سے پوچھا کہ تمھارے چچازاد بھائی کہاں ہیں_

فاطمہ(ع) نے کہا کہ میرے اور ان کے درمیان تھوڑا سا سخت کلامی ہو گئی ہے اور اسکے بعد انھوں نے گھر میں ارام نہیں کیا اور باہر چلے گئے_

انحضرت(ص) نے ایک شخص سے کہا کہ جاکر دیکھو کہ علی(ع) کہاں ہیں اس نے جب مسجد میں حضرت علی(ع) کو لیٹے ہوئے دیکھا تو رسول اکرم(ص) سے جاکر کہا کہ وہ مسجد میں سو رہے ہیں، جب رسول اکرم(ص) نے علی(ع) کو خاک میں اٹے ہوئے دیکھا تو بڑی مہربانی سے انکے جسم سے خاک کو جھاڑا اور کہا، اٹھو ابو تراب، اٹھو ابو تراب(1)

ابو تراب کے معنی مٹی کو دوست رکھنے والا ہے بنی امیہ نے یہ گمان کر لیا تھا کہ علی(ع) کی یہ کیفیت ذلیل وحقیر ہے درانحالیکہ انکو یہ بھی نہ معلوم ہو سکا کہ یہ لقب خود علی(ع) کے کمال کی دلیل ہے جو اس طرح رسول(ص) اپ سے لطف ومہربانی سے پیش ارہے تھے، ورنہ بنی امیہ لوگوں سے یہ نہ کہتے کہ ابو تراب(ع) پر لعنت بھیجو_

عامر بن سعد جو خود اس واقعہ کا چشم دید گواہ ہے کہتا ہے:

ایک مرتبہ معاویہ نے میرے باپ ( سعد ) کو اپنی خدمت میں بلایا اور ان سے کہنے لگا کہ تم علی(ع) کو برا بھلا کیوں نہیں کہتے ہو؟

میرے باپ نے جواب دیا کہ_ اے معاویہ جب تک مجھے یہ تین حدیثیں یاد رہیں گی کبھی علی(ع) کو برا بھلا نہیں کہہ سکتا، اور رسول(ص) کی یہ حدیثیں میری نظر میں عرب کے سرخ رنگ کے اونٹوں سے زیادہ قیمتی ہیں_

1_ جب رسول(ص) ایک جنگ ( تبوک ) میں جارہے تھے اور علی(ع) کو ساتھ نہ لے گئے اور انکو شہر مدینہ کے منافقوں سے نپٹنے کے لئے چھوڑ دیا تھا تو اس وقت علی(ع) نے بہت گریہ کیا اور انحضرت(ص) سے فرمایا: اے رسول(ص) خدا مجھے عورتوں اور بچوں کے درمیان چھوڑ کر جاتے ہیں تو میں نے اپنے کانوں سے رسول(ص) اکرم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا" اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسی الّا انہ لا نبی بعدی"

---

1_ صحیح مسلم ج7 ص124

ترجمہ: ایاتم راضی نہیں ہو کہ تمھاراوہی مرتبہ ہے جو موسی کے لئے ہارون کا تھافرق اتناہے کہ میرے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں ہے_

2_ دوسری مرتبہ جنگ خیبر میں کہتے ہوئے سناتھا"لاعطینّ الرایۃ غدا رجلاًیحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ"

ترجمہ: کل میں اس مرد کو علم دوں گاجو خدااور سول کو دوست رکھتاہے اور خدااور سول(ص) اسے دوست رکھتے ہیں، ہم تمام لوگ گردنوں کو بلند کرکے رسول(ص) خداکو دیکھنے لگے اپ(ص) نے فرمایا: علی(ع) کہاں ہیں؟

حاضرین ان کو بلانے کے لئے دوڑے جبکہ علی(ع) کے انکھوں میں شدید درد تھاوہ اسی حالت میں پیغمبر اکرم(ص) کی خدمت میں لائے گئے، انحضرت(ص) نے ان کی انکھوں میں اپنالعاب دہن لگایاپھر علم جنگ انکے ہاتھوں میں دیاجسکے بعد خداوندعالم نے انکو فتحیابی سے ہمکنار کیا_

مجھے وہ بھی وقت یاد ہے جب یہ ایت نازل ہوئی تھی، کہ" فقل تعالوا ندع ابنائنا الخ_

ترجمہ: پس ان سے کہو کہ ائو اس طرح فیصلہ کرلیں کہ ہم اپنے بیٹوں کولاتے ہیں تم اپنے بیٹوں کو لائو پیغمبر(ص) اسلام نے علی(ع) ،فاطمہ(ع) ، حسن(ع) ، حسین(ع) کو بلایااور کہا، اے میرے مالک یہی ہمارے اہلبیت(ع) ہیں_

مسعودی سعد بن وقاص اور معاویہ کی ملاقات کو طبری سے یوں نقل کرتاہے_

جب معاویہ حج کرنے کے لئے مکہ ایاتو سعد بن وقاص سے طواف کعبہ کے وقت ملاقات ہوئی، جب طواف کرچکاتو سعد کو لیکر دار الندوہ( جو عصر جاہلیت میں بزرگان قریش کے اجتماع کی جگہ تھی) ایااور سعد سے کہا کہ تم علی(ع) پر لعنت بھیجو، معاویہ کی اس بات پر سعد کو اتناغصہ ایا کہ اپنی جگہ سے کھڑے ہوگئے اور کہا:

اے معاویہ، تومجھے اسی لئے لیکر ایاہے تاکہ علی(ع) جیسے شخص پر لعن وطعن کروں خدا کی قسم، اگر علی کے فضائل وکمالات میں سے ایک فضیلت میرے اندر ہوتی تو دنیاکی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب وقیمتی ہوتی(1)

مسعودی نے اس واقعہ کو لکھنے کے بعد ایک عبارت پیش کی ہے جو اس واقعہ سے تھوڑاسافرق رکھتی ہے_

---

1_ صحیح مسلم ج 7 ص120 ،ترمذی ج13 ص 171 ،مستدرک ج 3 ص109 ،اصابہ ج 2 ص502

سعد نے معاویہ سے کہا کہ ،خدا کی قسم،جب تک زندہ رہونگا تیرے گھر میں قدم نہیں رکھوں گا یہ کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے(1)

ابن عبدربہ اندلسی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

امام حسن(ع) مجتبی کی شہادت کے بعد معاویہ خلیفہ بن کر مکہ حج کرنے گیا پھر مدینہ کی طرف رخ کیا اسکی اس سفر میں یہ خواہش تھی کہ مسجد النبوی(ص) کے منبر سے علی(ع) کو برا بھلا کہے_

معاویہ کے اطرافیوں نے اس سے کہا،اس شہر( مدینہ) میں فاتح ایران اور باعظمت صحابي سعد بن وقاص رہتے ہیں،وہ اس کام کو ہرگز ہونے نہیں دیں گے لہذا بہتر یہی ہے کہ انکے پاس جاکر ان سے پوچھ لیا جائے_

مامورین معاویہ،سعد کے پاس گئے جیسے ہی انھوں نے ساتوان لوگوں سے کہا_ اگر اس کام کو انجام دیا گیا تو یاد رکھو جس مسجد کے در سے علی(ع) کو برا بھلا کہا گیا اس در میں ہرگز قدم نہیں رکھے ں گے_

یہ بات اس وقت واضح ہوگی جب ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ مدینہ میں مسجد نبوی(ص) کے بارے میں گفتگو ہوئي تھی یا کوئي اور مسجد تھی_

معاویہ سعد کے نفوذ کے سامنے مات کھا گیا اور جب تک وہ زندہ رہے معاویہ اس کام کو انجام نہ دے سکا_

لیکن جب سعد بن وقاص اس دنیا سے چلے گئے تو معاویہ نے مدینہ کے اندر بار دیگر سعی و کوشش کی اور امام علی(ع) کو مسجد نبوی(ص) کے منبر سے گالی دي_

یہی وہ دور تھا جس میں معاویہ نے اپنے تمام کارندوں کو خط لکھا اور حضرت علی(ع) پر تمام بلاد اسلامی کے منبروں سے لعن وطعن کروائي_

زوجہ رسول(ص) ام سلمی نے کئي خطوط معاویہ کے پاس بھیجے جن میں ان باتوں کو لکھا اے معاویہ،تو تمام منبروں سے علی(ع) اور انکے ساتھیوں پر نفرین کروا رہا ہے جبکہ یہ نفرین خدا اور سول(ص) پر ہو رہی ہے_

میں قسم کھاتی ہوں کہ خدا اور پیغمبر(ص) اسلام اسکو دوست رکھتے تھے، مگر ام سلمی کے خط نے کوئي خاص اثر معاویہ پر نہیں ڈالا

---

1_ مروج الذھب ج 3 ص24

بلکہ اس نے ان خطوط کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا تھا_ (1) _

## معاویہ کا اخری ہدف

جب بھی معاویہ اپنے حسب ونسب اور اپنے خاندان کے کرتوت پر (جو اسلام کے مقابلے میں جنگ کی تھی) نظر دوڑاتا تھا تو شرم وحیاء کے مارے اسکا سر جھک جاتا تھا اور یہ تمام چیزیں اسکی حیرانی وپریشانی کی باعث بن جاتی تھیں، کیونکہ ایک طرف اسلام نے اس کو اور اسکے خاندان کو ضرب کاری لگا کر ذلت ورسوائی کے کھنڈر میں ڈال دیا تھا_

دوسری طرف اس کے دیرینہ رقیب بنی ہاشم شہرت کے فلک چہارم پر جا رہے تھے، یہ تمام مشکلات اسکے ذہن ودماغ پر پہاڑ کی طرح بوجھ بنی ہوئی تھی، جنکو ہلکا کرنے کے لئے اس نے اصحاب پیغمبر (ص) سے جنگ کی تھی_

لیکن ان تمام جنگوں میں امیر شام معاویہ کی یہی کوشش رہی کہ کہیں سے اپنے کینے کا اظہار نہ ہو کیونکہ ابھی حکومت نئی ہے ورنہ جان ومال خطرے میں پڑ جائے گا، لیکن جب ایک دن مغیرہ بن شعبہ کے ساتھ تنہائی میں بیٹھا، چونکہ دونوں عصر جاہلیت سے اپس میں دوست تھے نیز سالہا سال دونوں سیاہکاریوں وتباہکاریوں میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹا رہے تھے تو معاویہ نے اپنی سیاست کو فاش کر دیا_

کتاب الموفقیات میں زبیر بن بکار، مطرف بن مغیرہ، سے نقل کرتے ہیں، میں اپنے والد (مغیرہ) کے ساتھ شام گیا ہم دونوں کا قیام معاویہ کے یہاں تھا میرے والد ہر روز امیر شام معاویہ کے پاس جایا کرتے تھے اور جا کر گھنٹوں باتیں کیا کرتے تھے اور جب معاویہ کے پاس سے اتے تھے تو ساری باتوں کو بیان کرتے تھے_ ایک دن معاویہ کے پاس سے ائے تو میں نے کھانا حاضر کیا، لیکن انھوں نے نہیں کھایا، میں اپنے دل میں سوچنے لگا کہ کہیں ہم سے کوئی خطا تو سرزد نہیں ہو گئی ہے_

لہذا میں نے اپنے باپ (مغیرہ) سے سوال کیا کہ اج کی شب اپ کیوں اتنا کبیدہ خاطر ہیں_

میرے باپ نے جواب دیا کہ، اے میرے لال، اج ہم خبیث ترین وکافر ترین شخص کے پاس سے ارہے ہیں_

---

1_ عقد الفرید ج 3 ص127

میں نے پوچھاوہ کون ہے ؟

میرے باپ نے کہاارے وہی معاویہ ہے اج اسکی مجلس اغیار سے خالی تھی، تو میں نے اس سے کہا کہ اے امیر المومنین اپ تو اپنے ہدف تک پہونچ گئے ہیں_

لہذا اس بوڑھاپے میں عدل وانصاف سے کام لیجئے اور اپنے رشتہ داروں ( بنی ہاشم ) پر رحم وکرم کیجئے تا کہ لوگ اپکی تعریف و تمجید کریں_

خدا کی قسم، اب ان لوگوں سے کسی چیز کا خوف نہیں ہے_

اس پر معاویہ نے کہا، جو کچھ تم نے کہاہے بہت مشکل ہے، ابو بکر تخت خلافت پر ائے عدل و انصاف کیا تمام زحمتوں کو بر داشت کیا مگر خدا کی قسم، ایک موذن بھی ان کا نام اذان میں نہیں لیتا ہے_

عمر خلیفہ بنے دس سال کی طویل مدت تک سختیوں کو جھیلا مرنے کے بعد کوئی بھی ان کا نام لیوا نہیں ہے_

اخر میں ہمارے بھائی عثمان تخت خلافت پر براجمان ہوئے جو نسب کے اعتبار سے کوئی بھی ان کا ہم پلہ نہیں ہے اور جو کچھ کرنا تھا انھوں نے انجام دیا لیکن ان کے ساتھ کیسا حادثہ پیش ایا جسکی وجہ سے مار ڈالے گئے، مگر ان کا بھی کوئی نام نہیں لیتا ہے، اور لوگوں نے انکی کار کردگی کو بالائے طاق رکھ دیا ہے درانحالیکہ اس مرد ہاشمی ( محمد(ص) ) کا نام موذن ہر روز پانچ مرتبہ تمام بلاد اسلامی کے گلدستہ اذان سے لیتا ہے کہ

اشھد ان محمد رسول(ص) اللہ_

اے مغیرہ تم ہی فیصلہ کرو کہ ایسی صورت میں کون سا اچھا کام اور کس کا نام باقی رہ سکتا ہے_

خدا کی قسم، جب تک اس نام کو نہ مٹادونگا اس وقت تک چین وسکون سے نہیں بیٹھوں گا(1) رسول خدا(ص) کی شہرت

عامہ سے معاویہ کا سینہ اگ کی بھٹی ہو رہا تھا( کیونکہ معاویہ کے بھائی، ماموں اور دوسرے رشتہ داروں کو جنگ بدر میں مارا تھا) لہذا اس نام کو مٹانے کے لئے اس نے ان دو سیاستوں انتخاب کیا، اسکی پہلی سیاست یہ تھی جس کا خلاصہ یہ ہے، کہ بنی ہاشم کی ایک فرد بھی زمین پر زندہ نہ رہے یہ بات صرف میں نہیں کہہ رہاہوں، بلکہ اسکی وضاحت خود مولائے

---

1_ مروج الذھب ج9 ص49 ، شرح نہج البلاغۃ ج 1 ص463

کائنات امیر المومنین (ع) نے بھی کی ہے کہ خدا کی قسم معاویہ چاہتاہے کہ بنی ہاشم کی ایک فرد بھی روئے زمین پر باقی نہ رہے اور خدا کا نور بجھ جائے درانحالیکہ خداوند عالم اپنے نور کو تمام عالم میں پھیلا کر رہے گا چاہے کافروں کو برا ہی کیوں نہ لگے (1)

معاویہ کی دوسری سیاست یہ تھی کہ بنی ہاشم کے نام ونشان کو صفحہ ہستی سے مٹادیا جائے اسی لئے جھوٹی حدیثوں اور سیرت و تاریخ کا ایک بڑا کارخانہ کھولا تاکہ ان کی منقصت کرکے کردار کو بدنام کر دیا جائے اور بنی امیہ کی فضیلت و منزلت کا پرچار کیا جائے،یہی وجہ تھی کہ اس نے رسول (ص) کی لعنت والی حدیث جو خود اسکے اور ابوسفیان یا خاندان اموی کی کسی ایک فرد جیسے عمرو بن عاص کے سلسلے میں تھی کے مقابلے میں رسول اسلام (ص) سے جھوٹی حدیث منسوب کرکے لوگوں کے درمیان پرچار کرائی کہ، بارالہا میں انسان ہوں_

اگر غصے کی حالت میں کسی پر غلطی سے لعنت بھیجدی ہے یا اسکی مذمت کردی ہے تو اس لعن و تشنیع کے بدلہ میں اسکے گناہوں کو معاف کر دے تاکہ پاک وپاکیزہ ہو جائے_

ان جعلی حدیثوں نے معاویہ کے حق میں شمشیر برّان کا کام کیا، ایک طرف رسول اکرم (ص) نے جو کچھ اس کے یا اس کے خاندان والوں کے سلسلے میں کہا تھا جو حقیقت میں سچ تھا ان حدیثوں سے اس نے داغدار دامن کو پاک و صاف کر لیا_

دوسری طرف پیغمبروں (ص) کو ایک معمولی انسان دکھایا کہ انھوں نے جو کچھ کہا تھا وہ سب غصے میں کہا، جبکہ اپ لوگ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ خداوند عالم نے اپنے رسول (ص) کے اخلاق و کردار کی کتنی تعریف و تمجید کی ہے، اور انکو انک لعلی خلق عظیم سے یاد کیاہے، اور اپکے متعلق سورہ ال عمران میں ارشاد فرمایا ہے، "فبمار حمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظاغلیظ القلب لانفضوا من حولک" نیز دوسری جگہ کہا کہ، انکی تمام باتیں وحی الہی کا سرچشمہ ہیں" وما ینطق عن الھوی ان ھو الّا وحی یوحی" سورہ نجم ایت 3_3

معاویہ کی اس بری سیاست کو ہر کس وناکس نہیں سمجھ پایا تھا یہی وجہ تھی جو سادہ لوح افراد تھے اور وہ اپنی ذات سے بے بہرہ تھے اسکی اواز پر دوڑنے لگے، اور معاویہ کی ہاں میں ہاں ملانے لگے، اور جو ضمیر فروشوں نے اسکے حکم سے بناوٹی حدیثیں تیار کی تھیں انھیں ہر جگہ بیان کرنے لگے اگرچہ معاویہ نے اپنے اندرونی کینے کو لوگوں کے سامنے ظاہر نہیں کیا

---

1_ مروج الذھب ج 3 ص28

لیکن اپنی ناپاک تمنائوں کو کھلے عام انجام دیاہاں، اس نے ایک طرف عثمان اور ان کے ہمراہیوں کا کھل کر ساتھ دیا_ اور دوسری طرف علی(ع) اور ان کے خاندان والوں نیزان کے چاہنے والوں پر کہ جنھوں نے اس کی سیاہکاریوں میں ہاتھ نہیں بٹایا تھا ظلم و ستم کا پہاڑ ڈھایا، اور کسی کو اذیت دی تو کسی کو قید خانے میں ڈلوایا تو کسی کو زندہ در گور کیا گیا، ہماری بحث کی محور ام المومنین عائشہ کی ذات ہے کہ جس وقت انسانیت سولی پر چڑھائي جارہی تھی اور شیعیان علی(ع) کو شکنجوں اور قید خانوں کی اذیتوں میں مبتلا کیا جارہا تھا اپ اسوقت بھی ارکان حکومت اموی کی نظر میں باعث صد احترام تھیں اور معاویہ نے جو امیر المومنین(ع) سے جنگ کی تھی تو اس میں بھی اپ نے معاویہ ہی کا ساتھ دیا تھا، جب اپ حضرات نے یہاں تک ان کی کارکردگی کو ملاحظہ فرمالیا تو اس بات کو بھی ذہن نشین کر لیجئے کہ انھوں نے معاویہ کی جعلی حدیثوں کے کارخانے میں کتنا حصہ لیا ہے_

سعد بن ہشام نے حکیم بن افلح سے عائشہ کے گھر جانے کو کہا، اس نے کہا کہ ہم ان کے یہاں ہرگز نہیں جائیں گے، میں نے عائشہ کو جب دو گروہوں (حزب علوی اور حزب عثمان) میں اختلاف چل رہا تھا تو ان کو مداخلت کرنے سے منع کیا لیکن انھوں نے میری بات نہیں مانی اور اپنی ڈگر پر چلتی رہیں(1) یہ جو افلح نے عائشہ کے بارے میں کہا کہ حزب علوی(ع) اور حزب عثمان کے اختلاف میں مداخلت کي، اس کا مطلب کیا ہے ؟

اپ نے پہلے دیکھا نیز ائندہ ملاحظہ فرمائیں گے کہ عائشہ نے ان حالات میں عثمان کے پارٹی کی خوب تعریف و تمجید کی اور ان کے حق میں رسول اسلام(ص) سے جھوٹی حدیثوں کو منسوب کر کے بیان کیا تھا_

انھوں نے حزب علوی(ع) کی خدمت میں یقیناً حدیثیں گڑھی ہونگی، ان ہی باتوں کی وجہ سے حکیم افلح نے انکو منع کیا لیکن انھوں نے اسکی بات پر کان نہیں دھرا_

---

1_ مسند احمد ج 6 ص56 ، تہذیب التہذیب ج 2 ص444

## عائشہ کی ایک حدیث

احمد بن حنبل اپنی مسند میں نعمان بن بشیر سے نقل کرتے ہیں:

معاویہ نے مجھے ایک خط دیکر عائشہ کے یہاں بھیجا، میں نے اس خط کو عائشہ کی خدمت میں پیش کیا تواپ نے فرمایا، اے میرے لال، میں نے جو کچھ پیغمبر (ص) اسلام سے سنا ہے اس کو تم سے بیان نہ کروں؟

نعمان نے کہا، ضرور بیان کیجئے:

عائشہ نے کہا، ایک روز ہم اور حفصہ رسول (ص) کی خدمت میں بیٹھی ہوئی تھی کہ اپ (ص) نے فرمایا کہ کتنا اچھا ہو تا کہ کوئی بات کرنے والا اجاتا_

عائشہ نے کہا اے رسول خدا (ص) ہم اپنے باپ ( ابو بکر) کو بلادیں

انحضرت (ص) نے کچھ جواب نہیں دیا

رسول (ص) نے بار دیگر اپنی خواہش بیان کی حفصہ نے کہا ہم اپنے باپ ( عمر) کو بلادیں حضور (ص) خاموش رہے_

اس کے بعد رسول اسلام (ص) نے ایک شخص کو بلایا اور چپکے سے اسکے کان میں کچھ کہا وہ ادمی چلا گیا، تھوڑی دیر بعد عثمان اگئے، انحضرت (ص) نے ان سے خوب باتیں کیں، گفتگو کے درمیان میں نے سنا کہ حضور (ص) یہ فرما رہے ہیں_

اے عثمان، عنقریب خداوند متعال تمہارے جسم پر ایک لباس ( خلافت) پہنانے والا ہے اگر لوگوں نے اس لباس کو تم سے چھیننے کی کوشش کی تو تم اسکو ہرگز نہ اتارنا_

رسول (ص) خدا نے اس فقرے کو تین بار دہرایا

نعمان بن بشیر کہتا ہے کہ میں نے کہا:

اے ام المومنین یہ حدیث عثمان کی مخالفت کرتے وقت اور لوگوں کو انکے خلاف بھڑکاتے وقت یاد نہیں رہی تھی_

عائشہ نے کہا اے نعمان میں اسکو ایسا بھول گئی تھی گویا کبھی سنا ہی نہیں تھا(1)

193

جواب دیں ایسے وقت میں رسول(ص) کی ایک حدیث عائشہ کو یاد ائی ہے اور قاصد سے بیان فرمائی کہ رسول(ص) نے عثمان کے بارے میں وصیت کی تھی کہ ائندہ کا خلیفہ عثمان ہے پھر لباس خلافت کو ہر گز جسم سے نہ اتارنا_

غور طلب بات یہ ہے کہ اس خط سے حدیث کا کیا ربط ہے؟

ایا معاویہ نے اپنے خط میں ان سے سفارش کی تھی کہ عثمان کا دفاع کریں؟

یا یہ کہ جب قاصد امیر شام معاویہ کے یہاں پلٹ کر جائے تو انکی حدیث کو معاویہ سے بیان کرے؟

یا کوئی دوسری بات تھی؟

ایا ممکن ہے کہ جو عائشہ ایک طویل مدت تک عثمان سے جھگڑا کرتی رہیں اور لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکاتی رہیں یا اسی قسم کی دوسری باتیں جو معاویہ کے زمانے میں پیش ائیں، اور لوگوں سے بیان کیا تھا اسکی وجہ صرف اتنی ہے کہ معاویہ کے زمانے میں عائشہ ایک کنیز کی طرح زندگی گذار رہی تھیں_

اور جو کچھ جھوٹی حدیثیں اپنے باپ یا عمر و طلحہ نیز خاندان کی فضیلت میں بیان کی تھی اسکی وجہ یہ تھی کہ معاویہ کی حدیث گڑھنے والی سیاست کو کامیاب بنا کر اس کو خوش کرنا تھا اور اس سلسلہ میں انھوں نے اپنے رشتہ دار اور چاہنے والوں کے فضائل کو نشر کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور بھی لگایا تھا اسی لئے محاورہ بھی ہے کہ جسکو چوٹ لگتی ہے اسی کو درد ہوتا ہے" لیست الثکلی المستاجرہ"

ہم نے ان بحثوں میں نہ کسی کے فضائل کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے اور نہ ہی میرا مقصد کسی کی عیب جوئی کرنا تھا، بلکہ ہمارا واحد ہدف یہ تھا کہ ان حدیثوں کی جانچ پڑتال کی جائے جو رسول اسلام(ص) سے جھوٹ منسوب کرکے بیان کی گئی ہیں جسکو انشاء اللہ اس کتاب کی اخری بحث میں ملاحظہ فرمائیں گے_

194

# تحقیق اور نتیجہ

ہم نے اس سے پہلے زندگانی عائشہ کی اچھی طرح تحقیق کی تاکہ ان کی سیاسی واجتماعی اور معاشراتی کارناموں کے ساتھ انکے اغراض و مقاصد سامنے اجائیں، اب اس کے پس منظر میں ان چیزوں کو پیش کروں گا کہ وہ کون سی چیز

باعث بنی جنھوں نے حدیث نقل کرنے پر برانگیختہ کیا تھا_

اگر اس کا خلاصہ کیا جائے تو یہ ہو گا کہ، عائشہ ایک تیز طرار عورت کے ساتھ ساتھ ایک بہترین خطیبہ تھیں جس کے ذریعہ عالم و جاہل سب کے افکار و قلوب کو جذب کر لیتی تھیں، ایک بہترین سیاستدان تھیں جس کی وجہ سے لشکر عظیم کو کنٹرول کر لیتی تھیں، ان کا عوام میں اتنا اثر و رسوخ تھا کہ ایک اشارے پر لوگوں کو خلیفہ وقت کے خلاف ایسا بھڑکا دیا کہ انھوں نے اسکی بساط حکومت کو پلٹ دیا_

عائشہ جاہ و حشم کی بھوکی عورت کا نام ہے جس کو حاصل کرنے میں کسی چیز سے خوف نہیں کھایا تھا، بلکہ کسی نہ کسی طرح اس کو حاصل کر کے رہیں، انھوں نے اپنے چاہنے والوں کے ساتھ اتنا مہربانی کی کہ حد سے اگے بڑھ گئیں_

اپنے خاندان اور اپنے مخالفوں کی نسبت اتنی کینہ توز تھیں کہ ان کے دشمنوں سے مرنے مارنے پر اجاتی تھیں، المختصر یہ کہ ایسی عورت تاریخ میں ڈھونڈھنے سے بھی نہ ملے گی، اگر کوئی بات اپنے خاندان یا چاہنے والوں کے حق میں کہہ دی تو وہ سب کے زبان پر چڑھ جاتی تھی، اور تاریخ کے صفحات میں زندہ جاوید ہو جاتی تھی تا کہ لوگوں کے لئے مشعل راہ بن جائے اور انے والی پیڑیاں انکی معرفت و شہرت سے پہچان لیں_

اگر کوئی بات اپنے دشمنوں کو شکست دینے کے لئے بیان کر دی تو تاریخ نے ہمیشہ کے لئے اپنے دامن میں جگہ دیدی، یایوں کہوں کہ اگر اس نے کسی کی حمایت یا مخالفت میں کوئی بات کسی سے کہہ ڈالی تو یہ بات مسافروں و کاردانوں کے ذریعہ ایک دوسرے تک پہونچ جاتی تھی اور لوگ اس کو حدیث سمجھ کر ایک شہر سے دوسرے شہر تحفہ سمجھ کر لے جاتے تھے اخر میں یہ باتیں کتابوں میں منتقل ہو گئیں اور انے والی نسلوں نے ان باتوں کو حدیث کا نام دے دیا_

یہ تمام باتیں خود ام المومنین عائشہ کی عظمت و منزلت کی بڑی دلیلیں ہیں، ہم نے جب عائشہ کے چہرے کو تاریخ کی حقیقت میں دیکھا اور جن لوگوں نے ان کی ذات کو عظمت کے سانچے میں ڈھال کے پیش کیا تو ان دونوں میں بہت



فرق پایا، لیکن جن لوگوں نے ان کی عظمتوں کا گیت گایا ہے ان سے میری ایک درخواست ہے کہ عائشہ کے بطن سے ایک رسول (ص) کا بیٹا دکھا دیجئے، البتہ یہ دونوں فضیلتیں حقیقت سے کوسوں دور ہیں_

ہمیں صدر اسلام کی شخصیتوں کی اپنی طرف سے تعریف نہیں کرنی چاہیئے، کیونکہ ایسی صورت میں مدح و ثناء ایک خیالی ہو کر رہ جائیگی جسکی کوئی حیثیت نہیں ہے، ہماری پیش کی ہوئی ساری باتیں حقیقت سے تعلق رکھتی ہیں_

## زندگانی عائشہ کی تحقیق کا مقصد

ہم نے بارہا کہا اور اخر میں پھر کہتا ہوں کہ ام المومنین عائشہ نے اپنے مقاصد تک پہونچنے کے لئے دو زبردست چیزوں کا سہارا لیا تھا_

1_ عائشہ نے اپنی پوری زندگی میں زوجہ ء رسول (ص) نیز ام المومنین کے لقب کا سہارا لیا اور اس سے اپنی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کروائی، اور اس موثر حربے کو استعمال کر کے اپنے مخالفوں کی زد و کوب کی اور اپنے چاہنے والوں کی ہمت افزائی کی_

2_ وقت کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے پیغمبر(ص) اسلام سے ان کی حدیث نقل کی، یا اپنی قابلیت جھاڑنے کے لئے زوجیت کا فائدہ اٹھا کر جھوٹی حدیثیں گڑھیں، عائشہ نے جن جگہوں پر رسول(ص) کی بیوی ہونے کے ناطے فائدہ اٹھایا ہے اس کو اس مختصر بحث میں بیان کرنا بہت مشکل ہے، لیکن نمونے کے طور پر دو تین حدیثیں پیش کر رہا ہوں_

1_ مسلم اپنی صحیح میں نقل کرتے ہیں:

عائشہ فرماتی ہیں: جب رسول خدا(ص) بستر مرگ پر تھے تو انھوں نے ہم سے فرمایا:

اے عائشہ_ اپنے باپ( ابو بکر)اور بھائي کو بلالائو تا کہ ایک وصیت لکھدوں کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں لوگ ارزو نہ کرنے لگیں اور کہنے والے یہ نہ کہنے لگیں کہ میں خلافت کا زیادہ مستحق تھا، درانحالیکہ، خدا اور مومنین ابو بکر ہی کو چاہتے ہیں_

2_ صحیح بخاری میں ہے کہ: عائشہ فرماتی ہیں، جب رسول خدا(ص) پر مرض نے شدت پکڑلی تو عبد الرحمن بن ابو بکر سے فرمایا: ہڈی یا کوئي تختی لے ائو تا کہ میں ابو بکر کے حق میں نوشتہ لکھدوں تا کہ میرے بعد کوئي اس ( ابو بکر) سے خلافت کے



سلسلے میں جھگڑا کرنے نہ لگے، عبد الرحمن ادھر تختی وغیرہ لینے گئے تو پیغمبر اسلام(ص) نے فرمایا: اے ابو بکر خدا اور مومنین تمھارے سلسلہ میں تھوڑا سا بھی اختلاف نہیں رکھتے ہیں_

اپ نے دیکھا کہ عائشہ نے ان دو حدیثوں سے اپنے باپ کی حکومت و خلافت کو رسول(ص) کی بیماری سے ملتے جلتے واقعات سے کس طرح ثابت کر دیا اور اپنے باپ کی خلافت کے لئے دو دلیلیں پیش کر دیں_

3_ جب عائشہ کے روابط عثمان سے مسالمت امیز تھے تو ان کی خوب مدد کی اور ان کی حکومت کی حمایت میں بولتی رہیں، اور زوجیت رسول(ص) سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عثمان کے حق میں ایک حدیث بھی گڑھ ڈالی تھی، جس کو صحیح مسلم نے عائشہ سے نقل کیا ہے کہ:

میں رسول(ص) کے ساتھ ایک چادر میں ارام کر رہی تھی کہ ابو بکر اگئے پیغمبر(ص) اسلام نے انکو اندر بلالیا، پھر تھوڑی دیر بعد عمر بن خطاب چلے ائے رسول(ص) اسلام نے انکو بھی اسی حالت میں بلالیا; لیکن جب حضرت عثمان ائے تو رسول خدا(ص) چادر سے باہر اگئے پھر عثمان کو گھر میں بلایا، جب عثمان چلے گئے تو میں نے رسول(ص) اسلام سے سوال کیا کہ یا رسول(ص) اللہ جب ابو بکر اور عمر ائے تو اپ چادر کے اندر لیٹے رہے لیکن جب عثمان ائے تو اپنے کو چادر سے باہر کر لیا، اس میں کیا راز ہے، پیغمبر(ص) اسلام نے فرمایا: چونکہ عثمان ایک شرم وحیا کا پیکر ہے لہذا میں ڈرا کہ اگر اسی حالت میں عثمان سے ملاقات کر لیتا تو وہ شدت شرم سے مجھ سے بات نہ کر پاتا_

4_ صحیح مسلم نے اسی حدیث کو دوسری طرح سے عائشہ کا یوں بیان نقل کیا ہے:

ایک دن پیغمبر (ص) اسلام میرے ساتھ چادر اوڑھے لیٹے ہوئے تھے، جیسے ہی عثمان ائے تو رسول (ص) نے مجھ سے کہا اے عائشہ تم اپنا لباس وغیرہ ٹھیک کر لو، میں نے کہا، یا رسول (ص) اللہ، ابو بکر اور عمر کے انے پر اپ نے مجھ سے لباس ٹھیک کرنے کو نہیں کہا لیکن جب عثمان ائے تو اپنے ہوش و حواس کو کھو دیا نیز ان سے ملاقات کرنے کے لئے اپنے جسم پر لباس بھی پہن لیا_

5_ صحیح مسلم میں دوسری روایت یوں نقل ہوئی ہے_

عائشہ کہتی ہیں، جیسے ہی میں نے رسول خدا (ص) سے پوچھا تو اپ (ص) نے فرمایا: اے عائشہ، میں عثمان سے حیا کیوں نہ کروں اور اسکا احترام کیوں نہ بجالائوں، خدا کی قسم_ عثمان کے شرم کے اگے فرشتوں کے سر جھک جاتے ہیں_



عائشہ نے رسول (ص) کی بیوی ہونے کے ناطے حکومت عثمان کی خوب حمایت کی لیکن زیادہ دن نہیں گذرا کہ اسی زوجیت رسول کے ذریعہ انکو شکست دینے کی ٹھان لی تھی، اور حکومت عثمان کا تختہ الٹنے کے لئے رسول (ص) کا کرتہ لیکر مسجد میں چلی ائیں اور انکے خلاف تقریر کی_

اے مسلمانو یہ پیراہن رسول (ص) ہے ابھی کہنہ نہیں ہوا ہے لیکن عثمان نے انکی سنت کو بدل کر فرسودہ بنا ڈالا ہے_

ایک مرتبہ حکومت عثمان کو الٹنے کے لئے پیغمبر (ص) اسلام کی نعلین مبارک لیکر مسجد میں اگئیں_ اور تیسری مرتبہ رسول (ص) کي داڑھی کے بال کو لوگوں کی خدمت میں پیش کیا، ان واقعات سے اپ نے ملاحظہ فرمایا کہ عائشہ نے عثمان کے خلاف کبھی رسول (ص) کی نعلین مبارک تو کبھی داڑھی کے بال تو کبھی پیراہن رسول (ص) کے ذریعہ انکی حکومت کو گرانے کی کوشش کی تھی، اور ان تمام چیزوں سے لوگوں کے جذبات واحساسات سے کھیلنا چاہا، کیونکہ روابط خراب ہونے کے بعد عائشہ کے اغراض و مقاصد دوسرے تھے جو زوجیت رسول (ص) سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی چال چل رہی تھیں_

قتل عثمان کے بعد تاریخ کے صفحات پلٹے تو ان پرانی باتوں کو بالکل بھول گئیں اور بار دیگر انکے فضائل کو بیان کرنے میں جٹ گئیں اور زوجیت رسول (ص) سے اس میدان میں بھی خوب فائدہ اٹھایا کیونکہ اس وقت انکے اغراض و مقاصد اور سیاست دوسری تھی_

6_ جب معاویہ نے تمام حکمرانوں کو یہ حکم دیدیا تھا کہ عثمان کی تعریف کی جائے اور انکے فضائل و کمال کو بیان کرنے کے لئے جھوٹی حدیث کا کارخانہ کھول دیا جائے تو اس وقت عائشہ فرستادہ معاویہ سے عثمان کے سلسلہ میں ایک شگفت امیز حدیث نقل کرتی ہیں کہ رسول (ص) نے ایک مصاحب کی خواہش کی تو میں نے اپنے باپ ( ابو بکر) کو پیش کیا حفصہ نے اپنے باپ ( عمر) کو بڑھایا، لیکن پیغمبر (ص) اسلام نے ہم دونوں کی پیشنہادوں کو ٹھکرا دیا، پھر ایک شخص کو بلایا اور اہستہ سے کچھ اس کے کان میں کہا، تھوڑی دیر بعد عثمان گھر میں اگئے تو رسول (ص) خدا نے ان سے خوب باتیں کیں اور میں نے خود سنا ہے کہ اپ (ص) نے فرمایا تھا، اے عثمان خداوند عالم عنقریب تمہارے

جسم پر ایک لباس ( خلافت ) پہنانے والا ہے، اگر لوگ اس پیراہن کو اتارنے کی کوشش کریں تو تم ہر گز نہ اتارنا_

7_ عائشہ نے مسئلہ رضاعت میں اپنی خاص رائے پیش کی اور کہنے لگیں، پانچ مرتبہ دودھ پلانے سے رضاعی محرمیت پیدا ہو جاتی ہے اور اپنی بہنوں اور عورتوں کو اس کا حکم دیا تھا، اور اس اکلوتے فتوے سے فائدہ یہ اٹھانا چاہتی تھیں کہ جو

لوگ معاشرے میں بارسوخ ہیں وہ انکے پاس ائیں جائیں اسی بنا پر اس شرعی بہانے کو تلاش کیا تا کہ لوگ ان پر کوئی انگلی نہ اٹھا سکیں، مگر دیگر ازواج رسول(ص) نے ان پر اعتراض کر دیا اور کہنے لگیں رضاعت اس وقت محقق ہو گی جب طبق معمول انجام دی جائے نہ کہ پانچ یا دس بار دودھ دینے سے پیدا ہو گی_

عائشہ نے کہا، جب ایہ الکبیر عشر ار سول پر نازل ہوئی کہ دس بار دودھ پلانے سے پردہ ساقط ہو جاتا ہے تو اسکو ایک پتے پر لکھ کر تخت کے نیچے رکھ دیا تھا لیکن جب رسول(ص) بیمار ہو گئے اور ہم لوگ انکی تیمارداری میں لگے ہوئے تھے تو ایک بکری گھس گئی اور وہ پتے کو کھا گئی(1)

صحیح مسلم میں جو دوسری روایت عائشہ سے نقل ہوئی ہے وہ یہ ھیکہ، قران میں یہ ایت (عشر رضعات یحرمن) رسول کے زمانے میں موجود تھی پھر یہ ایت (خمسون معلومات) سے منسوخ کر دی گئی، پھر عائشہ تعلیقہ لگاتی ہیں کہ، جب رسول(ص) اس دنیا سے چلے گئے تو یہ قران میں تھی اور لوگ اسکی تلاوت بھی کرتے تھے(2)

ام المومنین عائشہ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ پانچ مرتبہ دودھ پلانے سے محرمیت پیدا ہو جائے گی، اور میرے فتوے کی دلیل قران کی ایت تھی اور اس ایت کی رسول(ص) کے زمانے میں تلاوت بھی ہوئی لیکن اس کے بعد اس ایت کو بھلا دیا گیا(3)

اپ نے چند حدیثیں ملاحظہ فرمائیں یہ ساری کی ساری نمونہ تھیں جو عائشہ نے زوجیت رسول(ص) سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گڑھی تھیں اور معاشرے کو تحفے میں پیش کی تھیں اگر اپ ان کی حدیثوں کی چھان بین کریں گے تو دیکھیں گے کہ ازواج پیغمبر(ص) میں سے کسی اور نے ان کی روایت نہیں کی ہے اور انھیں کی جعلی حدیثوں کی وجہ سے اج پیغمبر(ص) اسلام کا چمکتا ہوا چہرہ دھندلا نظر ارہا ہے، اور ان ہی حدیثوں نے انحضرت(ص) کو ایک معمولی انسان بنا دیا ہے_

تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اس زمانے سے لیکر اج تک تمام مسلمان (سوائے شیعوں کے) رسول اکرم(ص) کی سیرت و

---

1_ مسند احمد ص 269 ، سنن ابن ماجہ کتاب نکاح حدیث نمبر 1944

2_ صحیح مسلم کتاب رضاع ص 1075

3_ تعجب کی بات یہ ھیکہ عائشے ہ کی دس مرتبہ دودھ پلانے والی ایت بکری کھا گئی لیکن پانچ مرتبہ والی ایت کے سلسلے میں کچھ نہیں کہا ایا اسکو بھی جانور نے کھا لیا تھا یا کوئی اور مصیبت ٹوٹ پڑی تھی؟ انا للہ وانا الیہ راجعون

حیات کو عائشہ ہی کی روایتوں میں تلاش کرتے ہیں_

یہ مسئلہ غور طلب ہے کہ پیغمبر (ص) اسلام کی واقعی شخصیت ایک مسلمان سے ڈھکی چھپی رہے کیونکہ حاکمان وقت کی یہی کوشش تھی کہ اگر رسول (ص) کی معرفت ہو تو ام المومنین عائشہ کی حدیثوں سے ہو اور اس میں کسی دوسرے کا دخل نہ ہو_

جبکہ اپ حضرات نے دیکھا کہ ان جھوٹی حدیثوں نے کس طرح رسول (ص) اسلام کی حقیقی شخصیت کو مجروح کر کے بالکل نیست و نابود کر دیا ہے_

ان تمام باتوں کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر رسول (ص) اسلام کی ذات کو پہچاننا ہے تو سب سے پہلے ضرورت اس بات کی ہے عائشہ کی حدیثوں کو کھنگالا جائے تب جا کر رسول (ص) کے چہرے سے تاریک و تحریف کے ضخیم پردے خود بخود اٹھ جائینگے، اور یہ بھی جان لیجئے کہ اسلام حقیقی کی شناخت موقوف ہے رسول (ص) اسلام کی واقعی ذات پر_

اسی لئے میں نے اس کتاب میں عائشہ کی زندگی کو تاریخ کے ائینے سے پیش کیا ہے اور انشااللہ پھر انکی حدیثوں کی چھان بین کروں گا_

اس تحقیق کی راہ میں تمام عائشہ کے چاہنے والوں سے معافی مانگتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ وہ لوگ مجھے معاف بھی کر دیں گے کیونکہ میرا ہدف صرف اتنا تھا کہ رسول (ص) خدا، دین اور قوانین الہی کی صحیح معرفت ہو جائے اسی لئے ہم نے اس خاردار وادی میں قدم رکھا ہے، تاکہ اسکے ذریعے دین کی کوئی خدمت ہو جائے_

ہم نے اس کتاب میں پہلی فصل میں زندگانی عائشہ کی جانچ پڑتال کی ہے اور فصل دوم میں انکی احادیث کو ملاحظہ فرمائیں گے، بس خدا سے یہ دعا ہے کہ وہ میری اس خدمت کو قبول کر لے_

## ایک حدیث کے سلسلے میں علماء اہلسنت کی توجیہیں:

اس بحث کے اخر میں بہتر یہ ہے کہ تھوڑا سا اس حدیث کے سلسلے میں جس کا میں نے پہلے وعدہ بھی کیا تھا چھان بین کر لیا جائے، اور جو علماء اہلسنت نے اس حدیث کے سلسلے میں تاویلیں کر کے اس سے مطابقت کرنے کی ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے اس کو ملاحظہ فرمالیجئے_

ایک حدیث صحیح مسلم کے اندر یوں نقل ہوئی ہے

رسول اسلام(ص) نے فرمایا: میرا حرم مدینہ میں کوہ ثور سے لیکر کوہ عیر یاعایر تک ہے(1)

اس کے ذریعہ راویوں نے زور لگاکر مکہ کی طرح مدینہ میں بھی حرم وحدود حرم کو بیان کیاہے، لیکن اس کام کو کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے،کیونکہ ایک حرم کی حد کوہ ثور کو بنایا، درانحالیکہ کوہ ثور مکہ میں ہے جس میں پیغمبر(ص) اسلام ہجرت کرتے وقت اسی پہاڑ کے غار میں چھپے تھے(2) اور مدینہ کے اندر اس نام کا کوئی پہاڑ نہیں ہے، جیسا کہ بزرگ دانشوروں نے اسکی وضاحت بھی کی ہے جن میں چندیہ ہیں_

1_ مصیب زبیری جو مدینہ کے رہنے والے تھے اور وہاں کے بہت بڑے عالم دین تھے انھوں نے 36ھ میں وفات پائی، وہ اس حدیث کے ذیل میں کہتے ہیں کہ کوہ ثور مدینہ میں نہیں ہے(3)

2_ علامہ شہیر ابوعبید قاسم بن سلام متوفی 224ھ لکھتے ہیں کہ، یہ روایت اہل عراق کی ہے اور مدینہ والے ثور نام کے پہاڑ کو نہیں جانتے ہیں کوہ ثور مکہ میں ہے، میرا گمان یہ ھیکہ اس حدیث میں دراصل کوہ احد تھا، جو غلطی سے کوہ ثور لکھدیا گیاہے(4)

ابوعبید کے کہنے کا مقصدیہ ہے کہ یہ روایت اہل عراق نے نقل کیاہے، جنکو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ کوہ ثور مکہ میں ہے یا مدینہ میں_

3_ قاضی عیاض متوفی 544 ھ جنھوں نے صحیح مسلم کی شرح کی ہے

4_ صاحب معجم ما استعجم بکری متوفی 478ھ جو بہت بڑے جغرافیہ دان تھے

5_ حافظ ابو بکر محمد بن موسی حازمی 548ھ جو علم حدیث میں ماہر تھے(5)

6_ صاحب نہایۃ اللغۃ علامہ ابن اثیر جزری متوفی 606ھ(6)

---

1_ صحیح مسلم باب فضل المدینہ حدیث نمبر9950_ 467

2_ طبری ج 2 ص378 ،ہشام ج 1 ص485 ،انساب الاشراف ج 1 ص260 ،ابن اثیر ج 2 ص73

3_ فتح الباری ج 4 ص453

7_ یاقوت حموی جنھوں نے 626ھ میں وفات پائی ہے(1)

نہ تھا_ پہاڑ ہیں ئ

لہذا علماء اہلسنت نے اس حدیث کی توجیہ و تاویل کرنے میں خرافات کی باتیں تحریر کی ہیں جن میں علماء حدیث کے رہبر وپیشوا، بخاری متوفی 256ھ میں جنھوں نے اپنی صحیح کے اندر ایک حدیث لکھی لیکن اس میں کوہ ثور کے نام کے بجائے اس عبارت کو پیش کیا کہ " المدینۃ حرم مابین عائر الی کذا" (1) یعنی مدینہ کا حرم کوہ عائر سے لیکر فلاں مقام تک ہے، درانحالیکہ اسی حدیث کے سلسلے میں صحیح مسلم نے (کذا) کی جگہ لفظ ثور کو استعمال کیا ہے_

اس حدیث کے سلسلے میں بخاری کو چھوڑ کر اور دانشوروں نے بھی نادرست توجیہ وتفسیر کی ہے ایک دانشور کہتا ہے: شاید پیغمبر (ص) اسلام نے مدینہ کے کسی دو پہاڑوں کا نام رکھا ہو گا دوسرا لکھتا ہے، شاید پیغمبر (ص) اسلام کا مقصد مدینہ کے حدود حرم کو معین کرنا تھا اسی لئے اپ نے مکہ کے دو پہاڑوں کے فاصلے سے تشبیہ دی، کیونکہ کوہ ثور مکہ میں ہے نہ کہ مدینہ میں_

تیسرا کہتا ہے، راوی نے غلطی سے کوہ ثور کہدیا ہے کیونکہ مدینہ میں کوہ احد ہے نہ کہ کوہ ثور_

چوتھے نے روایت کے اندر پہاڑ کا نام ہی نہیں لکھا تاکہ کوئی اعتراض نہ کرے اور ان کے علاوہ دوسروں نے اس حدیث کی توجیہ و تاویل دوسرے ہی انداز میں کی ہے، اور یہ تاویل کا سلسلہ تقریبا سات صدی تک وسیع پیمانے پر چلتا رہا، چنانچہ محدث حنبلی عبد السلام بن محمد بن مزروع بصری متوفی 669ھ نے اس حدیث کا زبردست حل نکالا، اور مدینہ میں کوہ احد کے نزدیک ایک کوہ ثور کو پیدا کر دیا پھر اعتراض کے خوف سے یہ لکھدیا کہ اہل مدینہ اس پہاڑ کو جانتے ہیں، پھر عبد اللہ مطری متوفی 765ھ نے اپنے والد بزگوار محمد مطری سے انھیں مطالب کو یوں نقل کیا کہ، اہل مدینہ پشت در پشت کوہ احد کے بغل میں ثور نام پہاڑ کو جانتے ہیں اور یہ پہاڑ سرخ رنگ کا اور بہت چھوٹا ہے_

گویا سب سے پہلے مدینہ میں کوہ ثور کو ابن مزروع نے کشف کیا پھر اسکے بعد عبد اللہ مطری نے اسکے انکشاف سے اپنی نئی تحقیق پیش کی لیکن حافظ اور عالم علم الحدیث یحی نووی متوفی 676ھ نے اپنی مشہور شرح میں اس قسم کی کوئی بات نہیں لکھی، جبکہ ان کے پہلے والے بزرگ عالموں نے اس حدیث کی توجیہ و تاویل کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا

---

1_ معجم البلدان ج 2 ص 86 مطبوعہ بیروت

2_ صحیح بخاری کتاب الحج باب حرم مدینہ

تھا جسکو اپ نے پہلے ملاحظہ فرمالیا ہے، پھر عالم لغت علامہ ابن منظور متوفی 711 ھ نے اپنی کتاب لسان العرب میں لفظ ثور میں مدینہ کے پہاڑ کا تذکرہ نہیں کیا، جبکہ یہ دونوں ایک بڑے عالم اور ماہر علم حدیث ولغت تھے_

یایہ کہا جائے کہ یہ دونوں اس جغرافیائی انکشاف سے باخبر نہ ہو سکے یا انھوں نے ان لوگوں پر اعتماد نہیں کیا_

البتہ اپ یہ بھی جان لیں کہ یہ دونوں عالم زمانے کے اعتبار سے ابن مزروع کے بعد تھے، اگر ان دونوں نے اپنی کتابوں میں ان کے انکشاف واختراع کو جگہ نہیں دی تو پھر اوروں نے کیسے اپنی کتابوں، میں لکھ مارا_ جیسے

1_ محب الدین طبری متوفی 694ھ نے کتاب الاحکام میں

2_ فیروزابادی متوفی 817 ھ نے کتاب قاموس میں

3_ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ نے فتح الباری میں

4_ زبیدی متوفی 1205ھ نے تاج العروس میں ابن مزروع کی چھوڑی ہوئی پھلجھڑی کو لکھا ہے لیکن ہمارے زمانے کے علماء کی غیرت اس حدیث کی توجیہ وتفسیر کرنے میں گذشتہ عالموں سے زیادہ بڑھ گئی ہے، اور اس پر اتنا زور ازمائی کی کہ کوہ ثور کی حقیقت کو جاننے کے باوجود اس کو مدینہ کے جغرافیائی نقشے میں لاکر گھسیڑ دیا، جیسے مولف کتاب اثار المدینہ استاد عبدالقدوس نے صفحہ 139 میں کوہ ثور کو مدینہ کے نقشہ میں پیش کیا ہے، اور ان سے ڈاکٹر محمد ھیکل نے کتاب منزل الوحی کے صفحہ 512 میں اسی نقشے کو چھاپا ہے، پھر کتاب کے صفحہ 440 پر لکھتے ہیں کہ میں نے اس نقشے کو کتاب اثار المدینہ سے حاصل کیا ہے(1)

مختصر یہ ہے کہ سب سے پہلے ساتویں صدی میں کوہ ثور کو مدینہ میں پیش کیا گیا اور چودھویں صدی میں پہلی مرتبہ جغرافیائی نقشے میں کوہ ثور داخل کر دیا گیا_

والله علی مانقول وکیل

سید مرتضی عسکری

---

1_ شرح صحیح مسلم تحقیق محمد فواد عبدالباقی مطبوعہ لبنان ص998_ 995